اقوالِ زرّیں

۱۔ صداقت کا گھر ہمیشہ خاک و گرد میں ہوتا ہے۔

۲۔ دنیا میں حق و صداقت کی آواز کبھی محلوں، اور ایوانوں سے نہیں اٹھتی اس کا سرچشمہ ہمیشہ ویران جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں کے اندر بہا ہے۔

۳۔ نیکی کو حق تحسین مل ہی نہیں سکتا۔ جب تک بدی کو اس کی سرزنش نہ مل جائے۔

۴۔ عقلمند غصہ کو ضبط کرتا ہے۔ اور بے وقوف غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

۵۔ خود غرضی اور غصہ دونوں دل کو تاریک کر دیتے ہیں۔

۶۔ فضول گوئی میں خطرہ اور خاموشی میں سلامتی ہے۔

۷۔ زیادہ باتیں کرنے سے انسان کا اعتبار جاتا رہتا ہے۔

۸۔ حسد سے دل مردہ ہو جاتا ہے، حاسد کبھی خوش نہیں رہتا۔

۹۔ کسی کی بدگوئی کرنا ایسا ہے جیسے پتھر پر گھونسہ مارنا۔ کیونکہ اس سے تم کو ہی ایذا پہنچتی ہے۔

۱۰۔ نماز کے دل سے پابند رہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے میرے اللہ اے پاک ذات جو اپنی حمد سے میرا عاجز ہونا جانتی ہے اپنے محبوب پیغمبر یعنی سید نا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ جو تیری حمد کرنے والوں میں کامل تر ہیں کہ ان کے لئے تو نے اپنے اسمار اور صفات کی حقیقتوں اور اپنی ذات کی تجلیات کے دقائق کو منکشف فرمایا۔ پس انہوں نے تیری معرفت ایسی حاصل کی جو تیرے کمالات کو شایاں تھی اور اس وقت تو نے ان کو اپنے وہ محامد الہام فرمائے جو ان کے سوا کسی کو بھی الہام نہیں فرمائے جیسا کہ آئندہ ان کی بے نظیری کے ظاہر ہونے یعنی قیامت کے دن تو ان کو اس سے دوگنا اور چوگنا الہام فرمائے گا۔ کہ جس روز ان کے مظہر حق ہونے کا بدرجۂ کمال ظہور ہوگا۔

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ان کے سب سے زیادہ نفیس وجود پر ایسے درود و سلام کا نزول فرما جو تیرے کمال اقدس کو لائق ہے، نیز یہ کہ جو بزرگ رحمتیں اور سلام تو اُن پر نازل فرما دے، اسے ان کے وجود حسی اور وجود معنوی کو اور عالم خلق اور عالم امر میں جس کا بھی تعلق ان کے وجود حسی و معنوی کے ساتھ ہے سب کو شامل فرما۔ یہاں تک کہ اے ہمارے پروردگار اپنے نبیوں اپنے رسولوں اپنے فرشتوں اور اپنے نیک بندوں میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ چھوڑ جس کو تیرے اس فضل عظیم کی تعمیم اور توسیع شامل نہ ہو جائے۔

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)
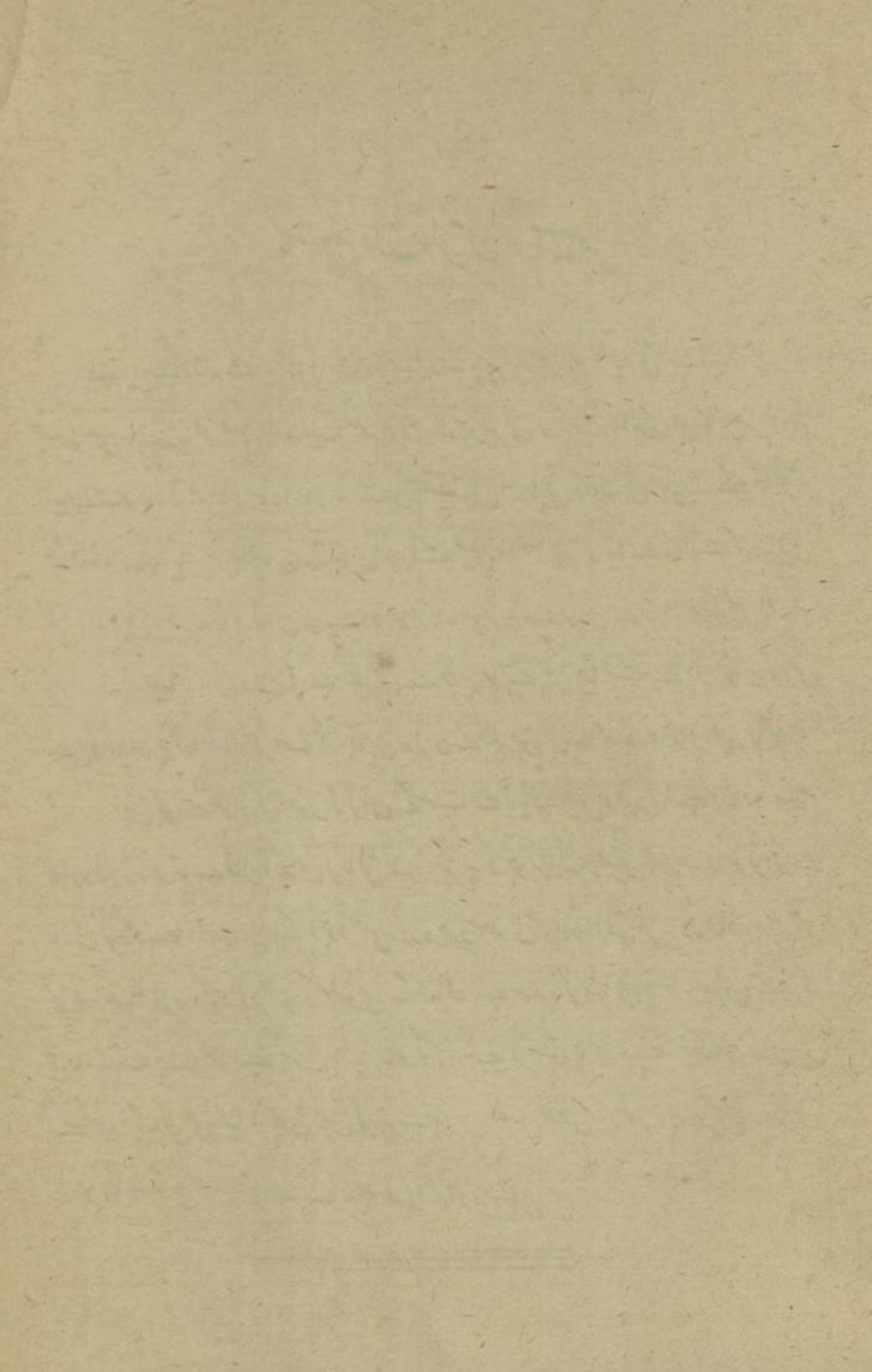
پہلی مجلس

وقت صبح یوم یکشنبہ ۳ر شوال ۵۴۵ھ ہجری در خانقاہ شریف

تقدیر میں لکھی ہوئی مصیبتوں کے پیش آتے وقت حق تعالیٰ جل جلالہ پر اعتراض کرنا موت ہے دین کی۔ موت ہے توحید کی اور موت ہے توکل و اخلاص کی کہ قضا و قدر پر شکوہ و شکایت ہوئی تو نہ دین باقی رہا نہ توحید قائم رہی نہ توکل رہا نہ اخلاص رہا۔ ایمان والا قلب چون وچرا کرنا جانتا ہی نہیں بلکہ وہ تو صرف ہاں کہا کرتا ہے کہ مقدر سے جو بھی تکلیف پیش آئی اس پر راضی ہوتا اور دل سے کہتا ہے کہ ہاں ضرور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

صاحبو! بات یہ ہے کہ نفس تو از سرتاپا مشیت ایزدی سے خلاف اور نزاع کرنے والا پیدا ہی ہوا ہے، پس جو شخص اس کی درستی چاہے تو اس کو چاہیئے کہ نفس سے اتنا مجاہدہ کرائے کہ وہ سیدھا ہو جائے۔ اور اب اس کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے۔ نفس تو مجسم شرارت ہے۔ مگر جب اس سے مجاہدہ کرایا جاتا اور اس کو مقدرات پر چین اور سکون و قرار ہونے لگتا ہے کہ تکالیف پر بھی اب اس کو بے قراری لاحق نہیں ہوئی تو وہ خیر مجسم بن جاتا ہے۔ اور تمام طاعتوں کے بجالانے اور معصیتوں کے چھوڑ دینے میں رضاء خداوندی کی موافقت کرنے لگتا ہے، پس اس وقت اس سے ارشاد ہوتا ہے کہ "اے نفس مطمئنہ جا اپنے رب کی طرف کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش" اب اس کا توکل صحیح ہوتا ہے اور اس کی شرارت کا مادّہ اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور مخلوقات میں کسی شے کے ساتھ وہ گرویدگی کا تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس کا نسب اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صحیح بن جاتا ہے کہ حضرت ممدوح اپنے نفس سے باہر نکل گئے۔ اور بلا ہوائے نفس رہ گئے تھے اور آپکا قلب مطمئن

تھا کہ بحکم تقدیر کیسا ہی جانکاہ حادثہ کیوں نہ پیش آئے۔ مگر آپ کا قلب مضطرب و بے قرار نہ ہوتا اور غیر اللہ سے اعانت چاہنے کا وہم بھی نہ لاتا تھا۔ چنانچہ نار نمرودی میں گرتے وقت آپ کے پاس قسم قسم کی مخلوقات آئی اور سب نے آپ کی مدد کرنے کے لئے اپنے نفسوں کو آپ پر پیش کیا کہ حکم دیجئے تو آگ بجھا دیں مگر آپ اسی سکون و اطمینان کے ساتھ فرما رہے تھے کہ مجھے تمہاری مدد درکار نہیں ہے۔

اور جب وہ عرض کرتے کہ بہت اچھا اپنے اللہ ہی سے دعا کیجئے کہ جان سلامت رکھے تو آپ جواب دیتے کہ اس کا میرے حال سے واقف ہونا مجھے درخواست اور دعا کرنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے کہ جب وہ خود واقف ہے تو دعا کی حاجت کیا۔ جب آپ کی شان تسلیم و توکل کا امتحان ہو لیا اور دونوں صحیح و بے عیب ثابت ہوئیں تو آگ سے کہہ دیا گیا کہ "ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر" یہ کہ نہ تجھ میں حرارت رہے جو جلا دے اور نہ حرارت جانے پر اتنی خنکی آوے کہ ٹھر کی وجہ سے ہلاک کر دے۔ جو حق تعالیٰ کی محبت پر جا رہے اور اس کی لکھی ہوئی تقدیر پر ہمیشہ راضی رہے اس کے لئے دنیا میں اللہ کی مدد ہے بے شمار اور آخرت میں نعمت ہے بے حساب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا پورا اجر دیا جائے گا بے حساب۔

صاحبو! اللہ پاک سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اس کی نظر کے سامنے ہے جو کچھ بھی برداشت کرنے والے اس کی وجہ سے برداشت کرتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اس کی قدر نہ فرمائے۔ اس کے ساتھ ایک ساعت کے لئے صبر کرو کہ برس ہا برس اس کے لطف و انعام دیکھ چکے ہو۔ پس برسوں تندرست رہ کر اگر دو چار دن کے لئے بیمار ہوئے۔ اور اللہ کی شکایتیں کرنے لگے۔ تو کیا منہ لے کر اس کے سامنے جاؤ گے۔ مصیبت پر ایک ساعت صبر کر لینی اصل شجاعت ہے۔

قرآن مجید میں ہے "بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" یعنی مدد اور کامگاری ہے۔ پس اس کی معیت پر جمے رہو اور اس کے لئے جاگ اٹھو اور اس سے غافل مت ہوگے۔

اپنے جاگنے کو موت کے بعد کے لئے نہ چھوڑو کہ اُس وقت جاگنا تم کو مفید نہ ہوگا۔ اس کے لئے جاگو اس کی ملاقات سے پہلے کہ جس کا نام مرنا اور آنکھیں بند ہوتا ہے، وہ حقیقت میں جاگنا اور آنکھیں کھُلنا ہے۔ مگر مرنا اور آنکھیں کھُلنا غیر اختیاری ہے لہٰذا جاگ اٹھو اس سے پہلے کہ جاگنا پڑے بلا ارادہ۔ ورنہ پشیمان ہوگے ایسے وقت کہ پشیمانی مفید نہ ہوگی۔ اور اپنے قلوب کی اصلاح کرلو کیونکہ قلوب ہی ایسی چیز ہیں کہ جب وہ سنور جائیں گے تو تمہارے ظاہری و باطنی سارے حالات سنور جائیں گے۔

اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ابن آدم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا سارا بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو اس کی وجہ سے سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سُن لو کہ وہ قلب ہے" اور قلب کا سنورنا۔ پرہیزگاری۔ حق تعالیٰ پر توکل، اس کی توحید اور اعمال میں اخلاص سے ہوتا ہے، اور اس کا بگڑنا ان خصلتوں کے مفقود ہونے سے۔ قلب کی بدن کے اندر ایسی مثال ہوتی ہے جیسے پرند ہوتا ہے پنجرہ میں یا موتی ہوتا ہے ڈبہ میں یا مال ہوتا ہے کوٹھے اور صندوق میں، پس اعتبار پرند کا ہوا کرتا ہے نہ کہ پنجرہ کا اور موتی کا ہوتا ہے نہ کہ ڈبہ کا اور مال کا ہوتا ہے نہ کہ صندوق کا۔

پس اگر قلب میں توکل و خوف و تقویٰ اور رضا بر قضا حاصل نہ کیا تو صرف بدن کی طاعت قابل لحاظ نہیں۔ ہاں اگر اعضاء بدن اور قلب دونوں مطیع حکم خدا ہوں تب کام بنے، اے میرے اللہ مشغول فرما ہمارے اعضاء کو اپنی طاعت میں اور قلوب کو اپنی معرفت میں اور ساری عمر، تمام رات اور تمام دن ہم کو اسی میں مشغول رکھ اور ہم کو شامل فرما اُن صلحاء کے ساتھ جو پہلے گذر چکے۔ اور ہم کو نصیب فرما جو اُن کو نصیب فرمایا تھا۔ اور ہمارا ہو جا جیسا کہ اُن کا ہو گیا تھا۔ آمین۔

صاحبو! اللہ کے ہو جاؤ جیسا کہ وہ صلحاء اُس کے ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ

تمہارا ہو جائے جیسا کہ اُن کا ہو گیا تھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے اور جو تم چاہو وہ پورا فرمائے تو اس کی اطاعت اور اُس کے ساتھ صبر کرنے اور اس کے افعال پر جو تمہارے اور دوسروں کے اندر صادر ہوں راضی ہونے میں مشغول ہو جاؤ۔ اللہ والے زاہد بن گئے تھے دنیا کے متعلق کہ دُنیا کی کسی چیز سے بھی اُن کو دلی رغبت نہ تھی۔ اور جو کچھ دنیا اُن کے مقسوم میں لکھی ہوئی تھی اور ان کو دی گئی اُس کو اُنہوں نے لیا مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے ہاتھ سے لیا کہ طریق حصول میں حرام و حلال کا پورا لحاظ رکھا۔ پھر جب بقدر زندگی کی اس ضرورت سے فارغ ہو گئے تو طالب آخرت بنے اور جو اس کے کام تھے وہ انہوں نے کئے کہ اپنے نفسوں کا کہنا نہ مانا اور اپنے رب عزوجل کی اطاعت کی اور اوّل اپنے آپ کو نصیحت کی اور اس کے بعد دوسروں کے ناصح بنے

عزیز من! اوّل اپنے نفس کو نصیحت کر اس کے بعد دوسرے کو نصیحت کیجو۔ اور جب تک تیرے اندر کچھ بھی اصلاح کی ضرورت باقی رہے دوسرے کی طرف مت جُھک اور صرف اپنے نفس کی فکر میں لگا رہ۔ وائے تجھ پر کہ خود تو ڈوب رہا ہے بھلا دوسرے کو کیسے بچائے گا؟ تو خود اندھا ہے بھلا دوسرے کو کیوں کر چلائے گا۔ لوگوں کا راہبر بن کر اُن کو وہی شخص راستہ چلا سکتا ہے جو خود سوانکھا ہو اور اُن کو سمندر سے وہی نکال سکتا ہے جو خوب تیرنا جانتا ہو۔

بس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو وہی لا سکتا ہے جو اللہ کو پہچان چکا ہو اور جو خود ہی اللہ سے جاہل ہے بھلا وہ کیوں کر اس کا راستہ بتا سکتا ہے پس تیرا واعظ بن کر ممبر پر یا شیخ بن کر مسند بیعت پر بیٹھنا اور زبان چلانا ہرگز جائز نہیں جبتک کہ اللہ جل جلالہ کی معرفت حاصل نہ کرلے اور اس کو محبوب نہ بنالے اور یہ حالت نہ ہو جائے کہ جو عمل کرے وہ خاص اُسی کے لئے ہو نہ کہ دوسرے کے لئے اور صرف اللہ ہی سے ڈرے۔ نہ کہ دوسرے سے۔ ایسی حالت حاصل ہونے کے بعد البتہ تیری زبان میں اثر ہو گا اور نصیحت دوسروں کو

نفع دے گی۔ کیوں کہ دوسرے کے دل پر اثر ڈالنا جس کا نام ہدایت و اصلاح کرنا ہے۔ قلب سے ہوا کرتا ہے، نہ کہ زبان کی بک بک سے اور یہ مضمون خلوت میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ جلوت میں کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب توحید گھر کے دروازہ پر ہو اور شرک گھر کے اندر تو اسی کا نام نفاق ہے پس افسوس کہ تیری زبان تقویٰ پکارتی ہے اور تیرا دل فاجر بن رہا ہے تیری زبان تو اللہ کا شکر کرتی ہے اور تیرا قلب اس پر اعتراض کر رہا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم میری طرف سے تو خیر تیری جانب اترتی ہے اور تیری طرف سے شر میری جانب چڑھتا ہے کہ میں تیرے ساتھ جو کچھ کرتا ہوں وہ تیری بہبودی ہی کے لئے کرتا ہوں مگر تو اس کی ظاہری صورت کو مصیبت سمجھ کر شکوہ کرتا اور مجھ کو ایذا پہنچاتا ہے۔ تجھ پر افسوس کہ زبان سے دعوئے تو یہ کرتا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اطاعت و غلامی کرتا ہے اس کے ماسوا کی۔ اگر تو واقعی اس کا بندہ ہوتا تو اسی کے لئے عداوت کرتا اور اسی کے لئے محبت۔ اور جب تیری یہ حالت ہے کہ جس نے تجھ کو دو پیسے دیئے اس سے محبت کی اور جس نے چانٹا مار دیا اس سے دشمنی رکھی تو ظاہر ہے۔ کہ بندۂ زر اور بندۂ جاہ ہوا جس کا نام بندۂ دنیا ہے نہ کہ بندۂ خدا۔

خوب سمجھ لے کہ سچا مومن اپنے نفس اپنے شیطان اور اپنی خواہش کی اطاعت نہیں کیا کرتا۔ کہ اس کے سامنے جھکے بلکہ وہ تو دنیا کو ذلیل سمجھتا اور آخرت کا طالب بنتا ہے جب آخرت اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اسے بھی چھوڑ دیتا ہے اور اپنے مولیٰ جل جلالہ سے متصل ہو جاتا ہے اور ہر وقت خالص اسی کے لئے عبادت کرتا ہے کہ عبادت سے نہ یہ غرض ہوتی ہے کہ دنیا ملے اور نہ یہ نیت ہوتی ہے کہ جنت ملے بلکہ جو کچھ کرتا ہے صرف اس لئے کرتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ وہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد سن چکا ہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا مگر اس کا کہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے عبادت کو خالص بنا کر صرف اسی کے ہو کر کہ اسی کا نام اصل توحید ہے اور ایسی اطاعت محب کو حاصل ہوتی ہے کہ صرف محبوب کی رضا اس کو مطلوب ہو

اور آخرت یا دنیا تو اللہ کی مخلوق ہے اور اس کے لئے عبادت کرنا تو ایک قسم کا شرک ہے پس مرد خدا بن اور مخلوق کو شریک بنانا چھوڑ اور اللہ جل جلالہ کو یکتا سمجھ کہ وہی مستحق عبادت ہے۔ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور اسی کے ہاتھ میں ساری چیزیں اے غیر اللہ سے چیزوں کے مانگنے والے تو عقل نہیں رکھتا۔ کیا کوئی ایسی بھی چیز ہے جو اللہ کے خزانوں میں نہ ہو۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ مخلوق سے کوئی استدعا کرے یا دستِ سوال پھیلائے۔ دُنیا ہو یا آخرت اور چھوٹی چیز ہو یا بڑی سب کچھ اپنے اللہ ہی سے کیوں نہ مانگے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے" کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے کے خزانے نہوں۔

اے بچہ! صبر کا تکیہ رکھ کر اور موافقت رضا بر قضا کا پٹکا باندھ کر رفع مصیبت و حصول راحت و وسعت کے انتظار میں اپنے مولا کا غلام و خدمت گذار بنا ہوا تقدیر کے پرنالہ کے نیچے سو جا۔ پس جب تو ایسا ہو جائے گا تو مالک تقدیر اپنے فضل و انعامات تجھ پر اتنے برسائے گا جن کی درخواست اور تمنا بھی تو اچھی طرح نہ کر سکتا۔

صاحبو! تقدیر کی موافقت کرو اور عبد القادر کی بات مانو جو تقدیر کی موافقت میں کوشاں ہے۔ تقدیر کے ساتھ میری موافقت ہی نے مجھ کو قادر کی طرف بڑھایا۔ اور رضا بر قضا ہی کے مضمون سے مجھ کو قرب و وصل حق نصیب ہوا ہے،

صاحبو! آؤ ہم سب اللہ جل جلالہٗ اور اس کے تصرف اور اس کی لکھی ہوئی تقدیر کے سامنے جھکیں اور اپنے ظاہری و باطنی سروں کو جھکا دیں۔ تقدیر کی موافقت کریں اور اس کے ہم رکاب بن کر چلیں۔ اس لئے کہ وہ بادشاہی سفیر ہے ہم اس کی عزت کریں اس کے بھیجنے والے کی وجہ سے کیونکہ محبوب کا بھیجا ہوا نوکر کیسا ہی سیاہ فام کیوں نہ ہو عزت اور محبت کے ساتھ سر اور آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ پس جب ہم اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے تو وہ ہم کو اپنا رفیق بنا کر قادر جل جلالہٗ تک لے جائے گی۔ اور پھر وہاں جو کچھ بھی لذت

ملے گی اس کا پوچھنا کیا۔ کہ اس جگہ ولایت اللہ سچے ہی کی ہے پس قدرت والے محبوب کے
پاس پہنچ کر جو نعمتیں تو پائے گا زبان کو طاقت نہیں کہ بیان کر سکے۔ بس مبارک تجھ کو اس کے
دریائے علم کا پانی پینا اور اس کے خوان فضل سے کھانا نوش کرنا اور اس کے اُنس سے مانوس ہونا
اور اس کی رحمت کے حصار میں اس طرح آجانا جیسے نیام میں تلوار ہوتی ہے۔ کہ جو زد اوپر سے
پڑتی ہے نیام اس کی آنچ تلوار تک نہیں آنے دیتی۔ یہ نعمت لاکھوں میں کسی کسی کو نصیب
ہوتی اور خاندانوں اور قبیلوں میں کسی ایک کو حاصل ہوا کرتی ہے

اے بچا! تقویٰ اختیار کر۔ شریعت کی حدود ملحوظ رکھ اور نفس و خواہش نفسانی اور
شیطان اور بدصحبتوں کی مخالفت کیا کر کیوں کہ بندہ مومن ہمیشہ ان کے ساتھ جہاد اور جنگ و
جدال میں مشغول رہا کرتا ہے کہ نہ اس کے سر سے خود ہٹتا ہے نہ اس کی تلوار نیام میں
جاتی ہے۔ اور نہ اس کے گھوڑے کی پیٹھ اس کی زین کے پالان سے خالی ہوتی ہے مشائخ
کا سونا غلبہ خواب کی مجبوری سے ہوتا ہے۔ نہ کہ راحت کے لئے۔ ان کا کھانا۔ فاقہ اور سخت
احتیاج کی صورت میں ہوتا ہے نہ کہ لذت یا شکم سیری کے لئے۔ ان کا بولنا صرف بضرورت
ہوتا ہے۔ گونگا رہنا ان کی عادت ہوتی ہے اور بس صرف تقدیر خداوندی ان کو بلواتی ہے
کہ ان کی تقدیر میں اگر کسی جگہ بولنا لکھا ہوا نہ ہوتا تو عمر بھر ایک لفظ بھی ان کی زبان سے
نہ نکلتا۔ فعل الٰہی اُن کو بلواتا اور دنیا میں اس طرح حرکت دیتا ہے جیسے اعضاء کو فردائے قیامت
میں حرکت دے گا۔ کہ حکم خدا سے وہاں ہر عضو میں گویائی پیدا ہو جائے گی۔ اور ہر عضو اپنے
اعمال کو خود ظاہر کرے گا۔

اللہ جل جلالہ جو ہر بولنے والے کو گویائی دیتا ہے جیسا کہ تجھ کو گویائی دیا دہی ان کے بولنے کے اسباب
مہیا فرما دیا دیتا ہے پس وہ بولنے لگتے ہیں۔ جب ان سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو ان کو
اس کے لئے تیار کر دیتا ہے اور جس وقت مخلوق کو ان سے منتفع کرانا منظور ہوتا ہے تو
کلمات ہدایت ادا کرنے کے لئے ان کو گویا بناتا ہے، چنانچہ اس نے چاہا کہ مخلوق کو اپنی محبت

قائم کرنے کے لئے بشارت و تہدید کی تبلیغ فرمائے لہٰذا انبیاء و مرسلین کو گویائی عطا فرمائی۔ اسی طرح جب ان کو وفات دے کر اپنے پاس بلا لیا تو علماء کو جو علوم انبیاء کے حامل تھے کھڑا کیا۔ پس ان کی زبان سے وہ باتیں نکلواتا ہے جو حضرات انبیاء کی نیابت میں مخلوق کے لئے مفید ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء وارث اور نائبین ہیں حضرات انبیاء کے"

صاحبو! اللہ جل جلالہ کا شکر کرو۔ اس کے انعامات پر اور ان کو اسی کی طرف سے سمجھو کیونکہ کسی کے احسان کا پہلا شکریہ یہی ہے کہ اس احسان کو اُس محسن کی طرف سے سمجھے اس کے بعد خود گردن جُھکے گی اور محسن سے محبت ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو کچھ بھی نعمت تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے" پھر اے خدا کی نعمتوں میں کروٹ لینے والو تمہاری شکر گزاری کہاں گئی۔ کیا یہی اس کا شکریہ ہے کہ ان نعمتوں کو دوسروں کی طرف سے سمجھتے ہو، اور اُمراء و سلاطین کی داد و دہش قرار دیتے ہو۔ پھر کبھی تو صرف اتنا ہی کرتے ہو کہ اس کی نعمتوں کو تم دوسرے کی طرف سے سمجھتے ہو۔ اور کبھی ان کو مستقل خود آ جانے والا سمجھتے اور اس کے منتظر رہتے ہو۔ جو تمہارے پاس نہیں ہے اور کبھی ان نعمتوں سے اس کی معصیتوں پر اعانت بھی حاصل کرنے لگتے ہو کہ اس کا دیا ہوا پیسہ حرام میں استعمال کرتے ہو۔ جس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ نے غلام کو تلوار بخشی اور غلام نے اس کا پہلا دار خود بادشاہ پر کیا۔ بھلا اس کو شاہی انعام کا شکریہ کون احمق کہے گا۔

عزیز من! تجھ کو خلوت میں بیٹھ کر ایسا تقویٰ اور احتیاط کا مادہ حاصل کرنے کی حاجت جو تجھ کو معصیتوں اور لغزشوں سے باہر نکالے اور ایسے مراقبہ کی ضرورت ہے جو تجھ کو حق تعالیٰ کا تیری طرف نظر رکھنا تجھ کو یاد دلاتا رہے۔ تو حاجت مند ہے کہ یہ حالت تیری ساتھی ہو تیری خلوت میں کہ جلوت میں متقی و پرہیزگار بن جانا تو سب کو آتا ہے اور نمود

ریا، اس کو آسان بنا دیتی ہے۔ اس کے بعد تجھ کو حاجت ہے نفس اور خواہش نفس اور شیطان کے ساتھ جنگ کرنے کی۔ زیادہ تر عوام کی بربادی تو عملی لغزشوں سے ہوا کرتی ہے، اور زاہدوں کی بربادی خواہشات نفس سے اور ابدال کی بربادی خلوتوں میں خطرات پیش آنے سے اور صدیقین کی بربادی دوسری طرف توجہ کرنے سے کہ ان کا شغل صرف اپنے قلوب کی حفاظت رکھنا ہے۔ اس لئے کہ وہ شاہی آستانے پر سوئے ہوئے ہیں۔ ان کو شایاں نہیں کہ آنکھ کھولیں۔ اور کسی طرف نگاہ ڈالیں۔ ہاں مخلوق پر جو ان کی توجہ ہوتی ہے وہ محض بحکم تقدیر اصلاح و راہبری کے لئے ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے وہ دعوت کے مقام پر کھڑے ہوئے ہیں اور مخلوق کو اللہ جل جلالہ کی معرفت کی طرف بلاتے ہیں وہ ہمیشہ قلوب کو پکارتے اور کہتے رہتے ہیں۔ کہ اے قلوب اے ارواح اے انسان۔ اے جناب اے بادشاہ کے طلبگارو آؤ شاہی دروازہ کی طرف۔ لپکو اس کی جانب اپنے قلوب کے قدموں سے اپنے تقوے اور توحید اور معرفت اور ذیشان پرہیزگاری اور دنیا و آخرت اور ما سوائے اللہ میں بے رغبتی کے قدموں سے۔ بس یہ ہے اللہ والوں کا مشغلہ۔ اُن کا فکر بس مخلوق کی اصلاح ہے۔ اُن کے افکار عرش سے لے کر ثریٰ تک آسمان وزمین کو شامل ہیں کہ جملہ مخلوقات کے ہر فرد کی اصلاح کا اُن کو ہر وقت فکر و اہتمام لگا رہتا ہے۔

عزیز من! نفس اور خواہش کو اپنے سے دُور کر۔ ان اللہ والوں کے قدموں کے نیچے کی زمین بن جا۔ ان کے سامنے خاک بن جا کہ خدا تجھ میں حیات ڈال دے گا۔ کیوں کہ حق تعالیٰ نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے، دیکھو ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اُن کے والدین سے جو مردہ تھے، بوجہ کفر کے۔ تو نفس مردار سے ایمان اور حیات جاوید کا پیدا کر دینا اس کو کیا دشوار ہے، یاد رکھو کہ اصل زندگی نام ہے ایمان اور اخلاص کا مومن تو زندہ ہے اور کافر مردہ۔ صاحب توحید زندہ ہے اور مشرک مردہ۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے ایک کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ "سب سے پہلا شخص جو میری مخلوق میں مردہ ہوا وہ ابلیس"

یعنی اس نے میری معصیت کی۔ پس نافرمانی کے سبب وہ مردہ بن گیا۔ یہ آخری زمانہ ہے کہ
زمانہ نبوّت کو گذرے ہوئے صدیاں ہو چکیں لہٰذا اللہ والے کمیاب ہو گئے۔ اور نفاق
کا بازار اور جھوٹ کا بازار کھل گیا۔ پس کثرت رواج پر نہ جاؤ اور مت بیٹھو منافقوں جھوٹوں
دجالوں کے ساتھ۔ افسوس سب سے پہلے تو تیرا نفس ہی منافق جھوٹا۔ کافر۔ فاجر اور
مشرک ہے پھر تو اس کے ساتھ کس طرح بیٹھتا ہے، اور اس کو اپنے حضر و سفر کا رفیق و
ہمنشیں بنائے ہوئے ہے؟ اس کی مخالفت کر اور اس کی موافقت مت کر۔ اس کو قید کر۔
اور پھر رہا مت کر، اس کو جیل میں بند کر۔ اور جس طرح قیدی کو بقدر ضرورت روٹی کپڑا
دیا جاتا ہے۔ اسی طرح نفس کا حق بھی ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں اس کو پہنچاتا رہ۔ اس
کو مجاہدوں سے کوٹ اور جس کا نام خواہش نفس ہے اس پر سوار ہو جا اور اس کو چھوڑے
مت کہ وہ تجھ پر سوار ہو جائے۔ لہٰذا ہمیشہ اس کو مغلوب رکھ کہ اگر شریعت کے موافق اور
روحانیت کے لئے مفید پائے تو پورا کرے ورنہ اس کی باگ پھیر دے اور طبیعت کا ساتھ مت
دے، کیونکہ وہ ایک چھوٹے بچے کی مثل ہے جسے عقل و سمجھ نہیں پھر تو طفل صغیر سے علم
کیسے حاصل اور قبول کرتا ہے؟ اور شیطان سے بھی الگ رہ کہ وہ دشمن ہے تیرا اور دشمن
ہے تیرے باپ آدم علیہ السلام کا پھر کیا بات ہے کہ تجھ کو اس کی مصاحبت سے چین
ملتا ہے۔ اور تو اس کی بات مانتا ہے حالانکہ تیرے اور اس کے درمیان خون کا قصہ
گذر چکا ہے اور پرانی عداوت چلی آتی ہے تو اس سے نڈر مت ہو کہ وہ قاتل ہے تیرے باپ
حضرت آدمؑ اور تیری ماں حضرت حوّاؑ کا۔ پس جب وہ تجھ پر قابو پائے گا تجھ کو بھی قتل کر دے گا
جیسا کہ ان کو قتل کیا تھا۔ ایسے قاتل پرانے دشمن سے جنگ کر کہ تقوے کو اپنا ہتھیار بنا۔ اور
اللہ جل جلالہ کی توحید کو اور اس کے مراقبہ کو اور خلوتوں کی پرہیزگاری کو اور صدق و اخلاص
کو اور اللہ جل جلالہ سے مدد کی درخواست کو اپنا لشکر بنا کہ یہی ہتھیار اور یہی لشکر ہے جو اس
کو شکست دے گا۔ اور اس کو اور اس کے لشکر کو توڑ پھوڑ دے گا۔ جب کہ حق تعالیٰ تیرے ساتھ ہے

تو پھر تو اس کو شکست کیوں نہ دے سکے گا۔

عزیز من! دنیا اور آخرت کو ملا اور دونوں کو ایک جگہ رکھ دے اور اپنے قلب کو دنیا و آخرت سے خالی بنا کر تن تنہا اپنے مولیٰ جل جلالہ کی معیت اختیار کر کہ اس کی اطاعت محض اس کی رضا جوئی کے لئے ہو۔ نہ وسوسہ ہو طلب جنت کا نہ نیت ہو حصول دنیا کی۔ اُس ذات واحد کی مصاحبت چاہے تو اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر مجرد و منفرد بن اور ماسوا سے یکسو ہوئے بغیر اس کے پاس نہ جا۔ اور مخلوق کے ساتھ مقید نہ ہو کر خالق چھوٹ جائے ان اسباب ظاہری کو قطع کر اور ان خداؤں کو جنھیں تو نے معبود بنا رکھا ہے قلب سے نکال اور ایسی حالت پیدا کر کہ غیر اللہ سے خوف نہ رہے نہ طمع اور اسباب پر نظر نہ جاوے۔ جو کچھ بھی عسر و یسر پیش آوے وہ سب اللہ کی طرف سے آیا ہوا معلوم ہو۔ پس جب اس پر قدرت ہو جائے تب دنیا کو اپنے نفس کے لئے اختیار کر اور آخرت کو قلب کے لئے اور مولیٰ کو باطن کے لئے۔

عزیز من! نہ تو نفس کے ساتھ ہو اور نہ خواہش نفس کے اور نہ دنیا کے اور نہ آخرت کے اور اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کے بھی پیچھے نہ جا۔ اگر یہ مرتبہ تجھ کو نصیب ہوا تو بس تو نے ایسا خزانہ پالیا جو کبھی فنا نہ ہو گا۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے تیرے پاس وہ ہدایت آئیگی جس کے بعد گمراہی نہیں کہ حق تعالیٰ خود تیرے ایمان کا محافظ ہو گا۔ اور راستہ بھٹکنے نہ دے گا۔ توبہ کر اپنے گناہوں سے اور بھاگ ان سے اپنے مولیٰ جل جلالہ کی طرف مگر اسی کو یاد رکھ کہ جب تو توبہ کرے تو تیرا ظاہر اور تیرا باطن سب ہی توبہ کرے کیونکہ توبہ حقیقت میں تبدل حکومت ہے کہ اوّل نفس کو حاکم بنا رکھا تھا تو اب خدا کو حاکم بنایا۔ پس اگر دل سے اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رعیت سمجھا تب تو کہیں گے کہ توبہ ہوئی ورنہ محض زبان سے یوں کہنا کہ "الٰہی میری توبہ ہے" کچھ بھی مفید نہیں۔ پس خالص توبہ اور اللہ جل جلالہ کی شرم سے معصیتوں کے کپڑے حقیقۃً اوتار نکہ مجازاً۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ توبہ کے

بعد معصیت کا دل میں شوق وخیال بھی نہ رہے ورنہ اس کا نام توبہ رکھنا ایسا مجازاً ہوگا۔
جیسے مٹی کے ہاتھی کا نام ہاتھی رکھ دیا۔ اسی کا نام طریقت ہے اور یہ قلوب کے اعمال ہیں،
جو اعمال شریعت سے اعضاء کو پاک بنانے کے بعد ہونے چاہئیں کیونکہ قالب کا عمل جدا
ہے اور قلب کا عمل جُدا۔ پس شریعت نام ہے قالب کے اعمال کا اور طریقت نام ہے قلب کے
اعمال کا۔ قلب جب اسباب اور مخلوقات سے تعلق و وابستگی کے تعلقات کے میدان سے گذر
جاتا ہے تب توکل اور معرفت الٰہی اور اللہ کی واقفیت کے سمندر پر سوار ہوتا اور سبب کو
چھوڑ دیتا اور خالق سبب کا طالب ہوتا ہے پھر جب اس سمندر کے وسط میں پہنچتا ہے تو اُس
وقت کہتا ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھ کو راستہ دکھائے گا۔ بس اس وقت ایک ساحل
سے دوسرے ساحل اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اُس کو چلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سیدھی
بٹیا پر جا ٹھہرتا ہے۔ پھر جتنا وہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے اُسی قدر اُس کا راستہ روشن اور
راستہ سے گرد وغبار دور ہوتا رہتا ہے۔ طالب خدا کا قلب مسافتوں کو قطع کرتا اور سب کو اپنے
پیچھے چھوڑتا چلا جاتا ہے اور جب کسی راستہ میں ہلاکت کا خوف کرتا ہے تو اس کا ایمان ظاہر ہوتا
اور اس کو شجاع بنا جاتا ہے کہ جس شہنشاہ کے راستہ میں قدم رکھا ہے وہ تیرا خود محافظ بنا
ہوا ہے پس اس عقیدے کے یقین سے اس کا خوف زائل ہو جاتا ہے اور ہمتِ رفتار بندھی
رہتی ہے لہٰذا وحشت اور خوف کے شعلے بجھ جاتے اور اس کے بدلے اُنس کی روشنی اور
قرب کی مسرت و خوشی آجاتی ہے۔

عزیز من! جب تجھ کو کوئی بیماری پیش آئے تو صبر کے ہاتھ سے اس کا استقبال کر اور
سکون سے رہ یہاں تک کہ اُس کی دوا آئے۔ پس جب دوا آئے تو اب اس کا استقبال کر شکر
کے ہاتھ سے جب تیری یہ حالت ہوگی تو دنیا ہی میں تو عیش کے اندر ہوگا کہ بیماری کی تکلیف
بھی معلوم نہ ہوگی۔ اور پھر تجھ سے زیادہ کوئی بھی دنیا میں صاحبِ راحت نہ ہوگا۔ یاد رکھ
کہ اول سالک پر غلبہ خوف ہوتا ہے کہ جہنم کا خوف مومنین کے کلیجے کاٹتا اور ان کے چہروں کو زرد

اور دلوں کو محزون بناتا ہے، پھر جب یہ کیفیت ان میں مستحکم ہو جاتی ہے تب اللہ جل جلالہ ان کے قلوب پر اپنی رحمت اور لطف کا پانی برساتا اور ان کے سامنے آخرت کا دروازہ کھول دیتا ہے پس وہ ہر قسم کے امن و امان کی جگہ دیکھتے ہیں اور جب ان کا دل ٹھیر جاتا اور خوفِ جہنم سے خیال بٹ جاتا اور کچھ اطمینان و مسرت نصیب ہوتی ہے تو اُن کے لئے جلال کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پس وہ ان کے قلوب اور باطن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور اُن کا خوف پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو جاتا ہے، پھر جب یہ حالت ان کی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اب ان کے واسطے جمال کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پس ان کو سکون نصیب ہوتا اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ درجات میں جو مختلف طبقے ہیں قیام گزیں ہوتے ہیں۔ مگر جب یہ حالت تدریجاً نصیب ہوتی ہے کہ کچھ اب اور کچھ بعد میں۔

عزیز من! تیرا فکر یہ نہ ہونا چاہیئے یہ نہ ہونا چاہیئے کہ کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا اور کس سے نکاح کرے گا۔ کہاں سکون و قرار ملے گا اور کیا جمع کرے گا؟ یہ سب تو نفس اور طبیعت کا فکر ہے پس کہاں ہے قلب اور باطن کا فکر جو حق تعالیٰ شانہٗ کی طلب کہلاتی ہے؟ فکر تو اسی کا نام ہے جو تجھ کو اپنے غم میں لگائے لہذا چاہیئے کہ تیرا فکر صرف تیرا رب اور وہ چیز ہو جو رب کے پاس ہے کہ اللہ اور آخرت کے غم میں لگا رہنا ہی کار آمد غم ہے نہ کہ دنیا اور اس کے زر و مال کا غم۔

یاد رکھ کہ دنیا کا بدل بھی موجود ہے یعنی آخرت اور مخلوق کا بدل بھی موجود ہے۔ یعنی خالق پس جب کبھی اس دنیا میں سے کسی چیز کو بھی تو نے چھوڑا تو عقبےٰ میں اس کا عوض اور اس سے بہتر بدل پیدا ہوا مگر خالق کا بدل کوئی نہیں۔ پس اگر تو نے خالق کی فکر کو چھوڑا تو بتا کہ آخرت میں کیا ملے گا۔ اور فکر آخرت میں پڑنے کی صورت یہ ہے۔ کہ یوں سمجھ لے تیری عمر میں صرف یہی آج کا ایک دن باقی رہ گیا ہے اور کل کو مر جائے گا۔ اور آخرت ظاہر ہو جائے گی، پس آخرت کے لئے تیار ہو اور ملک الموت کی آمد

کا نشانہ بن کر موت کا تصور فکر دنیا کو دور کر دے گا۔ دنیا تو اللہ والوں کے لئے محض باورچی خانہ ہے اور آخرت ان کے اصل رہنے سہنے کا گھر ہے۔ پس وہ دنیا کا فکر اتنا ہی کرتے ہیں جتنا باورچی خانہ کی درستی اور صفائی کا ہوا کرتا ہے باقی سارا فکر و اہتمام اس کمرہ کے سجانے کا ہوتا ہے جو رہنے اور سونے کے لئے بنایا ہے۔ پھر جب ترقی ہوتی ہے تو فکر آخرت سے بھی اونچے چڑھتے اور مالک آخرت اللہ جل جلالہ کی خوشنودی کے فکر و اہتمام کو مقصود بالذات بنا لیتے ہیں کیونکہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے غیرت آتی ہے تو انکے اور آخرت کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور اب سالک کو آخرت سے تعلق رکھنا بھی اللہ کے ساتھ اس کے رقیب سے دل لگانا معلوم ہوتا ہے جس پر اللہ کو غیرت آتی ہے اور تکوین آخرت کے قائم مقام بن جاتی ہے کہ اول جیسا فکر و اہتمام آخرت کا تھا اب ارشاد کُن فیکون کے نظارہ کا ہوتا ہے اور جو کچھ بھی دوسروں پر یا اپنے اوپر گذرتا ہے۔ چونکہ حکم خدا سے ہے لہٰذا اُس کی دل میں محبت ہوتی ہے جس کا نام رضا و تسلیم ہے اور اسی درجہ میں شریعت کی تعمیل ان سے ہوتی رہتی ہے کہ وہ بھی حکم خدا اور ان کے لئے امر مقدر ہے۔ پس یہ لوگ نہ دنیا کے محتاج رہتے ہیں نہ آخرت کے لئے کذاب تو صرف نعمت کی حالت میں اللہ جل جلالہ کو محبوب سمجھتا ہے لیکن جب بلا آتی ہے تو بھاگتا ہے گویا کہ اللہ جل جلالہ تیرا محبوب تھا ہی نہیں۔ حالانکہ بندہ کا بندہ و غلام ہونا تو آزمائش کے وقت ظاہر ہوتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلائیں آئیں اور تو جما رہا کہ زبان یا دل سے گرانی یا شکایت نام کو نہ ہوئی تب تو بے شک تو محب ہے اور اگر تیری حالت میں تغیر آیا تو جھوٹ کھل گیا اور پیلا دعوے ٹوٹ گیا اور جاتا رہا۔ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کو محبوب سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ فقر و تنگدستی کو چادر بنانے کے لئے تیار ہو جا" اور دوسرا شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ میں اللہ جل جلالہ کو محبوب سمجھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ بلاء مصیبت کو چادر بنا لے ان دونوں شاہوں سید الثقلین نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی محبت

فقر اور بلا کے ساتھ وابستہ ہیں کہ جو کوئی اللہ اور رسول سے محبت کرے گا وہ فقر و مصیبت میں لامحالہ مبتلا ہوگا اور اسی لئے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ بلا تعینات کردی گئی ہے ولایت پر تاکہ ہر کوئی دعویٰ نہ کرسکے اگر ایسا نہ ہو تو ہر شخص اللہ جل جلالہ کی محبت کا مدعی بن بیٹھتا پس بلا اور فقر پہ جمے رہنے اور بے قرار اور مضطرب نہ ہونے کو اللہ و رسول کی محبت کے لئے علامت بنا دیا گیا ہے جس سے ہر جھوٹا اور سچا دعویٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی بن سکتا ہے" اے ہمارے پروردگار عطا فرما ہم کو دنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔"

دوسری مجلس

یوم سہ شنبہ ۵ر شوال ۵۴۵ہجری مدرسہ معمورہ

تیری اللہ سے کشیدگی اور غیر حاضری نے تجھ کو اللہ کے ساتھ مغرور بنا دیا کہ جوں جوں بے تعلقی بڑھی ووں ووں دنیا میں منہمک اور معصیتوں پر دلیر ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ میاں کریم ہیں بخش ہی دیں گے۔ اس شیطانی دھوکہ اور اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے اور ذلیل کیا جائے اور مسلط کر دئے جائیں تجھ پر بلیّات کے سانپ اور بچھو۔ تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا لیس ضرور ہوا کہ مغرور بنے۔ تو جس مال وزر یا شان وشوکت میں ڈوبا ہوا ہے اس پر اترائے مت کہ یہ سب عنقریب زائل ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے "یہاں تک کہ جب وہ لوگ اترائے اس مال دولت پر جو ان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا"۔ اس ارشاد کو سن کر آنکھیں کھول اور متاع فانی سے نظر ہٹا کر ان پائدار نعمتوں کا طالب بن جو اللہ کے پاس ہیں اور جن کو اخروی نعمت کہا جاتا ہے اور یاد رکھ کہ جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں اُن سے بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہو سکتی ہے اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ فقر اور صبر دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر مومن کے حق میں کہ جو بندے محبِ خدا ہوتے ہیں وہ امتحان کے لئے طرح طرح کی تکلیفوں

میں مبتلا کئے جاتے ہیں پس صبر کرتے ہیں اور ان کو بلا کے ساتھ ساتھ افعال نیک کا الہام ہوتا رہتا ہے اور جو جو نئی تکلیف ان کو ان کے رب کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے وہ اس پر صابر بنے رہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کا ایک نمونہ تمہارے سامنے موجود ہے یعنی میں کہ منجملہ میری تکلیفوں کے ایک بلا میرے لئے یہ بھی ہے کہ جلوت میں رہوں اور تم سے اصلاح وہدایت کا واسطہ وتعلق رکھوں۔ پس اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے کبھی کا کسی پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا جہاں میں ہوتا اور میرا خدا۔ بس عزلت میں اس کی عبادت ہوتی اور روحانی لذت، مگر بلا پر صبر کا حکم ہے اور میں گویا جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ رات بھر کے لئے میری آنکھ سے پٹی کھول دی جاتی ہے اور پاؤں سے بیڑی نکال لی جاتی ہے کہ مخلوق سے آزاد ہو کر خلوت میں اپنی عیب بینی اور اپنے اللہ سے راز ونیاز کا وقت مل جاتا ہے مگر دن بھر آنکھیں بند کیا ہوا رہتا ہوں اور میرا پاؤں جال میں بندھا ہوا ہوتا ہے، کہ تمہاری غفلت شعاری پر صبر اور چشم پوشی کا مامور ہوں۔ اور تم میں پڑا رہنے اور دن بھر نصیحت و وعظ کئے جانے کا محکوم ہوں اور ایسا تمہاری مصلحت کے لئے اللہ نے کیا ہے مگر تم واقف نہیں۔ اگر حق تعالیٰ کی مشیت وحکم کی اطاعت اور موافقت ملحوظ نہ ہوتی جو مجھ کو اس پر مجبور کررہی ہے کہ تمہارے اندر پڑا رہوں تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں رہے اور اس کے باشندوں سے میل جول رکھے جس میں عام طور پر ریا ونفاق اور ظلم وشبہات وحرام کی کثرت پھیلی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکرگذاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر اعانت حاصل کرنا بڑھ گیا ہے اور کثرت سے ہیں وہ لوگ جو گھروں میں ہوں تو درماندہ وبے کار ہیں کہ نماز تک کی خبر نہیں رکھتے اور دوکانوں یعنی خانقاہوں میں جن کو مال کمانے کی جگہ بنا رکھا ہے، بڑے پرہیزگار بنے ہوئے کھانے پینے میں زندیق کہ حرام حلال کی تمیز نہیں اور ظاہر پڑا دیں تو گویا صدیق۔ اگر شریعت کا پاس ولحاظ نہ ہوتا تو میں تمہارا پردہ کھول کر بتا دیتا جو نفاق تمہارے گھروں اور دلوں میں ہے۔ لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے

اور میرے روحانی بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی اندرونی حالت ظاہر کرکے پردہ فاش نہ کروں ورنہ جو واقفیت بعون اللہ مجھ کو حاصل ہے اگر اس میں سے کچھ بھی میں کھول دوں تو میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے۔ اور تم ناراض ہو کر مجھ سے متنفر ہو جاؤ کہ پھر اصلاح و تربیت کا مجھ کو موقع نہ ملے۔ میں اس حالت میں جس کے اندر اس وقت مبتلا ہوں انبیاء و مرسلین کی طاقت کا حاجت مند ہوں کہ اس کے بغیر تم جیسے سنگ دلوں کی اصلاح دشوار ہے اور مجھ کو ضرورت ہے ان متقدمین کے سے صبر کی جو آدم علیہ السلام سے میرے زمانہ تک گذر چکے ہیں کہ اس کے بغیر تم جیسے بدحالوں میں میرا رہنا دشوار ہے اور میں حاجتمند ہوں ربانی قوت کا کہ اس کے بغیر کامیابی ناممکن و محال ہے۔ اے میرے اللہ لطف و مدد اور پروانۂ خوشنودی نصیب فرما آمین۔

عزیز من! تو دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنے اور مزے اڑانے کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس گندگی میں تو ملوث ہے اس کو بدل۔ تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینے پر قناعت کر لی ہے۔ حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز یعنی عمل کا اضافہ نہ کرے گا۔ اس وقت تک صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان تو قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے پس ایمان نہ مقبول ہوگا اور نہ مفید جب کہ تو مصیبتوں اور لغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب اور اس پر اڑا اور بار بار کرتا رہا اور نماز روزہ اور صدقہ اور نیک کاموں کو چھوڑے رکھا۔ بھلا وحدانیت و رسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی۔ اتنا تو سمجھ کہ کسی شخص کا دعوے جس پر گواہ نہ ہوں کہیں بھی قابل پذیرائی نہیں اور جب تو نے لا الہ الا اللہ کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو اللہ کو معبود اور اپنے آپ کو اس کا بندۂ غلام قرار دینے کا تو مدعی بن گیا۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟

وہ گواہ کون ؟ حکم کا ماننا۔ ممنوعات سے باز رہنا۔ مصیبتوں پر صبر کرنا اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا۔ یہ سب اس دعوے کے گواہ ہیں پس جب یہ نہیں تو دعوے خارج۔ اور جب تو نے کچھ عمل اختیار کئے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ ان میں نمود و ریا کا دخل تو نہیں ہے؟ کیونکہ کوئی عمل بھی تیرا بغیر اس کے کہ حق تعالےٰ کے لئے خالص بنائے ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ نہ کوئی قول قبول ہوتا ہے بلا عمل کے اور نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے بغیر اخلاص اور سنّت کی موافقت کے۔

پس اے صاحبو! شریعت کو مضبوط پکڑو اور عمل کرکے دکھلاؤ۔ اپنے مال میں سے جو کچھ ہو سکے فقیروں کی مدد اور غمخواری کیا کرو۔ اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو خواہ ذراسی ہو یا بہت سی تو سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کیا کرو۔ عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالےٰ کی موافقت کرو کہ اُس نے تم کو اس کا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی۔ تجھ پر افسوس ہے جبکہ سائل اللہ جل جلالہ کا ہدیہ ہے جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ تو ہدیہ کو اُس کے بھیجنے والے پر کس طرح رد کرتا ہے؟ اس شہنشاہی ہدیہ کو تو عزت سے لینا چاہئیے نہ کہ لوٹانا، افسوس کہ تو میرے پاس بیٹھ کر تو وعظ سُنتا اور روتا ہے مگر ذرا سے امتحان میں پھسلا جاتا ہے کہ جب فقیر آتا ہے تو تیرا دل سخت بن جاتا ہے اور اس کی تنگ حالی پر بھی ترس نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگا کر سُننا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا بلکہ محض دکھاوے کے لئے تھا کہ لوگ سمجھیں بڑا رقیق القلب ہے۔ میرے پاس بیٹھ کر سننا اولاً باطن سے ہونا چاہئیے اور پھر قلب سے اور اس کے بعد اعضاء کو نیکو کاریوں میں مشغول کر دینے سے، جب تو میرے پاس آیا کرے تو ایسی حالت سے آیا کر کہ اپنے علم اور عمل اور زبان اور نسب اور حسب سے یکسو اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو میرے سامنے صرف گردن جھکا کر بیٹھ جانا کافی نہیں بلکہ ماسوی اللہ سے قلب کو برہنہ بنا کر بیٹھ تا کہ حق تعالےٰ تیرے قلب کو سب سے برہنہ دیکھ کر اپنے قرب اور اپنے فضل

اور اپنے احسانات کا جامہ پہنائے۔ میرے پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو پرند کی طرح بن جائے گا کہ صبح کو بھوکے اُٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منور بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ اے فاسق ڈر مومن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اس کے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ جل جلالہٗ کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوث ہے۔ وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو تیرے نفاق کو وہ دیکھتا ہے تیری اس حالت کو جو تیرے کپڑوں کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔ وہ دیکھتا ہے تیری رسوا اور ہتک کرنے والی بدحالیوں کو۔ جو شخص اہل فلاح کو دیکھتا نہیں وہ فلاح نہیں پاتا۔ تو خود بھی بوالہوس ہے اور تیرا میل جول بھی بوالہوسوں کے ساتھ ہے (کسی شخص نے شیخ رحمۃ اللہ سے سوال کیا کہ ہمارا یہ اندھا پن کہ باطنی نظر ہم کو حاصل ہی نہیں ہے کب تک رہے گا تو آپ نے جواب دیا)، کہ جب تک کہ تو کسی طبیب کے ہاتھ میں نہ پڑے اور اس کی چوکھٹ کو تکیہ نہ بنائے کہ اس کے متعلق اچھے گمان رکھے اور اپنے قلب سے اس کے لئے تہمت کو نکال پھینکے۔ اور اپنے بال بچوں کو لے کر اس کے دروازے پر نہ جا بیٹھے کہ اولاد کی تربیت و معاش میں بھی شیخ کی اجازت کے بغیر قدم نہ اٹھائے۔ اور اس کی دوا کی تلخی پر صبر کرے۔ بس اس وقت تیری آنکھوں سے اندھا پن جاتا رہے گا۔ اور نور بصیرت حاصل ہو گا۔ اللہ جل جلالہ کے سامنے جھک اور اپنی ساری حاجتیں اسی پر پیش کر۔ کسی عمل کو بھی اپنے نفس کے لئے مت سمجھ بلکہ یوں خیال کر کہ اپنے لئے کچھ کیا ہی نہیں بالکل تہی دست اور خالی ہاتھ ہے۔ اُس سے ملاقات کر افلاس کے قدموں پر چل کر مخلوق کے دروازوں کو بند کر دے اور اپنے اور اللہ کے درمیان دروازہ کھول لے اور اپنے گناہوں کا مقر ہو اور اپنی تقصیر کی اس کے حضور میں معذرت کر اور یقین رکھ کہ کوئی مضرت پہنچانے

والا نہیں۔ کوئی نفع دینے والا نہیں۔ کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کوئی روکنے والا نہیں مگر وہی اللہ۔ پس اُس وقت تیرے قلب کی آنکھ کا اندھاپن زائل ہو جائے گا۔ اور ظاہری و باطنی بینائی حرکت کرنے لگے گی۔

عزیز من! کھردرے اور موٹے کپڑے پہننے اور رُوکھا سوکھا کھانا کھانے میں شان نہیں ہے۔ شان تو قلب کے زہد اختیار کرنے میں ہے۔ جو لباس پہننے میں سچا ہوتا ہے وہ سب سے پہلے اپنے باطن پر صوف پہنتا ہے کہ اوّل باطن صوفی و زاہد بنا کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کا اثر ظاہر تک پہنچتا ہے۔ پس اس کا باطن صوف پہنتا ہے پھر اس کا قلب، اس کے بعد اس کا نفس اور اس کے بعد اُس کے اعضاء۔ یہاں تک کہ جب وہ سر تا پا کھردرا اور کثیف الہیئت بن جاتا ہے کہ تکلف و زینت کا خیال کسی درجہ میں بھی نہیں رہتا تب شفقت و رحمت اور احسان کا ہاتھ آتا اور اسی ترتیب سے اُس کے لباس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ اس کے بدن سے سیاہ کپڑے اتارتا اور خوشی کے کپڑے پہنا دیتا ہے۔ تکلیف کو راحت سے ناگواری کو فرحت سے خوف کو امن و امان سے، بُعد کو قرب سے اور فقر کو تونگری سے بدل دیتا ہے۔

عزیز من! جو مقسوم میں ہے وہ کھا مگر زہد کے ہاتھ سے کھانا کہ رغبت کے ہاتھ سے اور یاد رکھ کہ جو شخص کھاتا ہے اور پھر خوف خدا سے روتا ہے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو کھاتا ہے اور غافل بن کر ہنستا ہے۔ سالک کے قلب میں جب حُب الٰہی پیدا ہو جاتی ہے تو بجز محبوب حقیقی کے اس کو دنیا کی کسی چیز سے بھی وقعت نہیں رہتی، اب اگر بقائے زندگی کے لئے رزق مقدر کھاتا بھی ہے تو اس کا دل اپنے محبوب کی یاد میں روتا ہی رہتا ہے۔ اور یہ خوف جدا رہتا ہے کہ یہ کھانا کہیں رضائے محبوب کے خلاف نہ بنا ہو۔ تو ایسے شخص کیسی ہی قیمتی غذائیں کیوں نہ کھلائی جائیں چونکہ اُس کا دل اُن کی رغبت نہیں

رکھتا لہٰذا نہ اس کی روحانیت کو مضر ہوتی ہیں نہ زہد قلبی کے خلاف ہیں۔ پس اے مخاطب اول یہ حالت پیدا کر اس کے بعد جو حلال غذا سامنے آئے کیسی ہی لذیذ کیوں نہ ہو اس کو کھائے بلکہ قسمت میں لکھے ہوئے اعلیٰ درجہ کے کھانے بھی سامنے آدیں تو بھی تجھ کو اجازت ہے کہ بے تکلف ہاتھ بڑھا اور ان کو کھا مگر دراینحالیکہ تیرا قلب حق تعالےٰ کے ساتھ ہو۔ پس تو کھانوں کے شر اور اثر بد سے محفوظ رہے گا۔ جب تو نے طبیب کے ہاتھ سے کھایا اور شریعت کی اجازت کے بعد باذن الٰہی پیٹ میں ڈالا تو یہ اس سے بدرجہا بہتر ہوا کہ تنہا ایسی چیز کھلائے جس کی تجھ کو اصلیت معلوم نہیں ہے۔

صاحبو! تمہارے دل کس درجے سخت ہو گئے؟ تم سے امانت کا مضمون جاتا رہا۔ تمہارے درمیان سے رحمت و شفقت اٹھ گئی۔ شریعت کے احکام تمہارے پاس امانت تھے جن کو تم نے چھوڑ دیا اور جن میں طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کر کے تم نے خیانت کی۔ تجھ پر افسوس اگر تو امانت کی حفاظت ضروری نہ سمجھے گا تو عنقریب تیری آنکھ میں پانی اتر آئے گا۔ اور بصیرت و بینائی قلب اندھی بن جائے گی۔ اور تیرے ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پڑ جائیں گی۔ اور حق تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ تجھ سے بند کرے گا۔ کہ نیک اعمالی کی توفیق ہی نہ ہو گی اپنی مخلوق کے دلوں میں تیرے ساتھ سخت دلی کا برتاؤ ڈال دے گا۔ کہ ماریں گے اور ترس نہ کھائیں گے، اور ان کو تجھ پر عطا و بخشش کرنے سے روک دے گا۔ کتنی ہی خوشامد سے تو بھیک کیوں نہ مانگے کوئی ایک لقمہ بھی تجھ کو نہ دے گا۔

اے میرے ہموطنو! اپنے سروں کی اپنے جل جلالہ کے ساتھ حفاظت کرو کہ بجز اس کے کسی کے سامنے نہ جھکنے پائیں۔ اس سے ڈرتے رہو کہ اس کی پکڑ سخت دردناک ہے تم کو پکڑ لے گا۔ تمہاری جائے امن سے تمہاری عافیت سے تمہارے متکبر کو اور تمہارے اترانے والے مغرور کو۔ ڈرو اس سے کہ وہ معبود ہے آسمان کا اور معبود ہے زمین کا

اس کی نعمتوں کو شکر گزاری کے ساتھ محفوظ رکھو کہ شکر گزار ہو گے تو وہ نعمتیں قائم
رہیں گی ورنہ جاتی رہیں گی۔ اس کے حکم اور ممانعت کا سننے اور ماننے کے ساتھ استقبال
کرو کہ شریعت کے احکامات اور منہیات کو سنو اور عمل کرو اور تنگ حالی کا مقابلہ کرو صبر
سے اور خوش حالی کا شکر سے۔ کیونکہ یہی عادت تھی تم سے پہلے گزر جانے والے نبیوں،
پیغمبروں اور نیک بندوں کی کہ شکر کرتے تھے نعمتوں پر اور صبر کرتے تھے مصیبتوں پر کھڑے
ہو جاؤ اس کی معصیتوں کے دستر خوان سے اور کھاؤ اس کی اطاعت کے دستر خوان
سے اور اس کی قائم کی ہوئی حدود یعنی احکام شریعت کی حفاظت کرو۔ کہ بدعتیں ایجاد
نہ کرو اور طریق سنت کو محفوظ رکھو۔ جب خوش حالی تمہارے شامل حال ہو تو اس
کا شکر کرو اور جب تنگی آوے تو توبہ کرو اپنے گناہوں سے اور باز پرس کرو اپنے
نفسوں سے کہ وہی اس کا سبب ہوئے کیونکہ حق جل شانہٗ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے
یاد کرو مرنے کو اور اس کے بعد آنے والے معاملات کو اور یاد کرو خداوند برتر و بزرگ کو
اور اس کے حساب لینے اور اپنی طرف دیکھتے رہنے کو۔ جاگ، اٹھو بھلا کب تک سوتے
رہو گے؟ اور کب تک رہے گی یہ جہالت اور باطل میں آمد رفت اور نفس و خواہش
کی پاسداری اور "کیوں کیوں" کی عادت؟ ہوش میں آؤ اور حق تعالیٰ کی عبادت اور اس
کی شریعت کی متابعت سے ادب سیکھو "کیوں کیوں" کی عادت کا چھوڑنا اصل عبادت
ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑو اور احکام قضاء و قدر کے سامنے چون و چرا کئے بغیر سر تسلیم
خم کرو۔ اور ادب پکڑو قرآن اور کلام رسالت کے آداب سے کیونکہ کتاب و سنت کی
پڑھائی ہوئی تہذیب سے مہذب بنے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔

عزیز من! اندھے پن اور جہالت اور غفلت و خواب کے ہوتے ہوئے لوگوں
سے خلا ملا مت رکھو بلکہ گوشہ نشین بن کر اپنی اصلاح کر البتہ بصیرت اور علم و بیداری
کے ساتھ ان سے مل جل تاکہ جب ان کی طرف سے ایسی بات دیکھے جو تجھ کو اچھی طرح

معلوم ہو تو اس کا اتباع کر اور جب ایسی بات دیکھے جو بُری لگے تو اس سے خود بھی بچ اور ان کو بھی روک اور جب خود ہی جاہل ہو گا تو اچھے اور بُرے کی تمیز بھی نہ ہو گی کہ بچے یا کسی کو بچائے۔

صاحبو! تم حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے پوری غفلت میں پڑے ہوئے ہو، اس کے لئے بیدار ہو جانے کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور مسجدوں سے چمٹے رہنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے کو ضروری خیال کرو کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر آسمان سے آگ نازل ہو تو اس سے کوئی نجات نہ پائے بجز مسجد والوں کے" مگر افسوس کہ تم نے نمازوں میں جماعت تک کا اہتمام چھوڑ دیا چہ جائیکہ اکثر مسجد ہی میں پڑا رہنا۔ یاد رکھو کہ جب تم نماز کے بارہ میں کاہلی کرنے لگو گے تو جو تعلقات تمہارے حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں وہ منقطع ہو جائیں گے اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ" سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اپنے رب سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ سجدہ میں ہو" افسوس تو کس قدر تاویلیں کرتا اور رخصتیں لگاتا ہے؛ کہ جب تجھ سے کہا جاتا ہے تہجد کی نماز ایک دن بھی ناغہ نہ کر تو تجھ کو بجائے عمل کی حرص کی تاویل سوجھتی ہے کہ تہجد فرض تو ہے نہیں جس کے چھوڑنے کی گنجائش نہ ہو اور جب نفل ہے تو چاہا پڑھا چاہا نہ پڑھا۔ پس بات اگرچہ صحیح ہے مگر غور سے دیکھ ایسی تاویلیں اسی کو سوجھتی ہیں جس کا نفس عمل گھبراتا ہے اور چاہتا ہے کہ کام کرنا بھی نہ پڑے اور مولویت کی عزت میں فرق بھی نہ آئے اور لوگ اس کو کوتاہ عمل بھی نہ سمجھیں۔ پس خوب سمجھ لے کہ تاویل کرنے والا وہی بنتا ہے جس کے اندر مادہ شرارت و بغاوت ہوتا ہے اور جس قلب میں خشوع اور مسکنت اور طلب سعادت ہوتی ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ لے کاش جبکہ ہم اصل عزیمت کو اختیار کریں اور اجماع اُمت کے ساتھ وابستہ رہیں اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں تب ہی حق تعالیٰ

کی باز پرس سے نجات پا جائیں۔ تب بھی غنیمت ہے پھر کیا پوچھنا جب کہ ہم تاویلیں اور رخصت ڈھونڈھنے لگیں۔ ہائے افسوس عزیمت کی قدر جاتی رہی اور اس کے اہل بھی جاتے رہے۔ یہ زمانہ تو رخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا۔ یہ زمانہ توریا و نفاق کا اور دوسروں کے اموال ناحق لینے کا رہ گیا ہے۔ کثرت کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو نماز روزہ حج زکوٰۃ اور جو کچھ بھی نیک کام کرتے ہیں وہ مخلوق کے لئے کرتے ہیں۔ خالق کے لئے نہیں کرتے۔ اس دنیا کا بڑا حصہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا بلا خالق کے کہ کسی عمل میں بھی اکثروں کے اخلاق نہیں رہا۔

اے لوگوں تم سب مردہ دل ہو اور زندہ نفس ہو زندہ خواہش نفسانی والے ہو اور طالبان دنیا ہو۔ قلب کی زندگی اس میں ہے کہ نفع و نقصان میں مخلوق پر نظر رکھنے سے باہر نکل جائے، اور حق تعالیٰ کے ساتھ معنوی قیام ہو کہ دل ہر وقت اس کے ساتھ وابستہ رہے نہ کہ محض صورۃً کہ بدن عبادت میں مشغول ہو مگر دل دنیا سے وابستہ کیونکہ صورت کا کچھ اعتبار نہیں۔

یاد رکھو کہ قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہنے اور اس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں اور قضا و قدر پر صبر کرنے سے نصیب ہوا کرتی ہے۔

عزیز من! مقدرات الٰہیہ میں اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور اس کے بعد اس کی معیت میں قائم رہ کہ جو چاہے کرے تو ہر حال راضی اور اس کی محبت پر جما رہے کیونکہ ہر امر کو ضرورت ہے بنیاد کی اور اس کے بعد تعمیر کی۔ پس رضا و تسلیم بمنزلہ بنیاد کے ہے اور حق تعالیٰ کی یاد پر بقا و قیام بمنزلہ تعمیر کے اور جب دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اب اس پر جملہ اوقات میں مداومت رکھ یعنی رات میں بھی اور دن میں بھی۔ تجھ پر افسوس اپنے معاملہ میں فکر کر کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا کر رہا ہے اور یہ تو جانتا ہی ہے کہ فکر کرنا قلب کا کام ہے پس جب تو اپنے لئے کوئی خوبی مثلاً صحت و

تونگری وخوش عیشی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر اور جب کوئی بد حالی مثلاً مرض و افلاس وغیرہ دیکھے تو اس سے توبہ کر اور سمجھ کہ یہ تیری شامت اعمال کا ثمرہ ہے۔ بس اسی تفکر سے تیرا دین زندہ بنے گا۔ اور شیطان مردہ۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

اے اُمّتِ محمد! اللہ جل جلالہ کا شکر کرو کہ اس نے تم سے پہلے گذر جانے والے لوگوں کی بہ نسبت تمہارے تھوڑے سے عمل پر اکتفا فرمایا کہ پہلی امتوں پر دن رات میں پچاس نمازیں ضروری تھیں تو تم پر پانچ ہی نمازیں فرض رکھیں کہ اتنا بھی کر لو تب بھی کافی ہے۔ تم دنیا میں اگرچہ پیدائش و ظہور کے اعتبار سے سب کے بعد ہو مگر مرتبہ کے اعتبار سے قیامت کے دن سب میں اوّل ہوؤ گے جو شخص تم میں روحانی بیماریوں سے صحت پا چکا ہے۔ تو الحمد للہ کہ اس جیسا کوئی صحت والا نہیں۔ تم چودھری ہو اور تمہارے سوا ساری اُمتیں رعیت ہیں۔ پس اس احسان خداوندی کا شکر کرو اور روحانی صحت حاصل کرنے کی سعی کرو۔ جب تک تو اپنے نفس اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کے گھر میں بیٹھا رہے گا اس وقت تک صحت نہ پائے گا۔ جب تک تو مخلوق کے نذر و مال میں ان سے نزاع کرتا رہے گا کہ فلاں کو اتنا کیوں ملا اور مجھے کیوں نہ ملا اور نیت یہ ہوگی کہ اپنے ریا و نفاق کو آلۂ کسب بنا کر کچھ مال ان سے کھینچے اس وقت تک تیرے قلب کو صحت نصیب نہ ہوگی۔ جب تک تو دنیا کی رغبت رکھے گا۔ اس وقت تک تجھے صحت حاصل نہ ہوگی اور جب تک تو ماسوائ اللہ کے ساتھ اپنے قلب سے وثوق اور اعتماد رکھے گا اس وقت تک تیرے لئے صحت نہیں۔ اے میرے اللہ ہم کو صحت عطا فرما اپنی معیت کی اور دے ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

تیسری مجلس

وقت صبح یوم جمعہ ۸ر شوال ۵۴۵ھ ہجری مدرسہ معمورہ

اے فقیر و نادار شخص تو کبھی تونگر بننے کی تمنا مت کیجو کیا عجب ہے کہ وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو اور اے مبتلائے مرض تو تندرستی کی آرزو مت کیجو کہ شاید وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو۔ صاحب عقل بن اور سمجھ لے کہ جس حال میں خدا نے رکھا ہے وہی تیرے لئے مصلحت ہے تو اپنے سر باطن کو محفوظ رکھ کہ قضا و قدر پر صابر و شاکر بنا رہے تیرا انجام محمود ہوگا۔ قناعت کر اسی پر جو تجھ کو حاصل ہے اور اس پر زیادتی کا خواہاں مت ہو کیونکہ اگر زیادتی تیرے لئے مصلحت ہوتی تو حق تعالیٰ خود ہی دیتا اس لئے کہ وہ مصلحت سے واقف بھی ہے اور بخیل بھی نہیں ہے، جو چیز تجھ کو حق تعالیٰ تیرے مانگے پر دے گا وہ ضرور مکدر ہوگی اور اس میں کوئی خوبی ہرگز نہ ہوگی کیونکہ میں اس کو آزما چکا ہوں۔ البتہ اگر بندہ کو قلب کے اعتبار سے مانگنے کا حکم کیا جائے تو اس وقت مانگنے میں مضائقہ نہیں کہ حکم کے وقت جو کچھ مانگے گا وہ عطا ہوگا۔ اور اس میں برکت بھی دی جائے گی۔ اور گندگیاں بھی اس سے دور کر دی جائیں گی اور مناسب ہے کہ عفو جرائم و عافیت دارین اور دین و دنیا و آخرت میں دائمی معافی تیرا سوال اکثر رہے۔ فقط اسی سوال پر قناعت کر۔ الا تعالیٰ پر کسی چیز کو انتخاب نہ کر کہ اپنی طرف سے تخصیص

کرکے وہ شے مانگے جو حق تعالیٰ نے از خود تیرے لئے انتخاب نہیں کی۔ جبر اور اصرار مت کر ورنہ اللہ تیری گردن توڑ دے گا۔ اپنی جوانی اور اپنی قوت اور اپنے مال کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق پر زور مت جتا ورنہ وہ تجھ کو گرفتار کرے گا۔ اور پکڑے گا اُن کا سا پکڑنا جن کو پکڑ چکا ہے اور اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔ تجھ پر افسوس کہ تیری زبان مسلمان ہے مگر قلب مسلمان نہیں۔ تیرا قول مسلمان ہے مگر فعل مسلمان نہیں۔ تو اپنی جلوت میں مسلمان ہے مگر خلوت میں مسلمان نہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب تونے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور سارے نیک کام کئے مگر ان اعمال سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود نہ ہوئی تو بے شک تو منافق ہے اور اللہ جل جلالہ سے دُور ہے اب اللہ کی جناب میں اپنے تمام افعال و اقوال اور خسیس و رذیل مقاصد سے توبہ کر۔ اللہ والوں کی شان یہ ہے کہ ان کے اعمال میں نمود اور مخلوق کی خوشامد نہ ہو نہ کہ وہ جنھیں نماز روزہ سے بھی امراء و عوام کی رضاجوئی مقصود ہو۔ وہ حضرات صاحب یقین ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کو لاشریک سمجھتے ہیں۔ صاحبان اخلاص ہوتے ہیں۔ اللہ کی ڈالی ہوئی مصیبت و آفات پر صبر اور اس کی نعمتوں اور عطاؤں پر شکر کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔ وہ اللہ جل جلالہ کو یاد کرتے ہیں اپنی زبانوں پھر اپنے قلوب سے اور اس کے بعد اپنے باطن سے جو قلب کا بھی گویا قلب ہے۔ جس کی خبر بجز خدا کے کسی کو بھی نہیں ہوتی۔ جب مخلوق کی طرف سے ان کو ایذائیں پہنچتی ہیں تو ان کے روبرو ہنستے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ بلا حکم خداوندی مخلوق کچھ نہیں کر سکتی اور ہر ناصح اور خیر خواہ کے متعلق نادان مخلوق کا ہمیشہ یہی برتاؤ رہا ہے۔ بادشاہانِ دنیا ان کے نزدیک معزول و بے اختیار ہیں اور زمین میں جو کچھ مخلوق آباد ہے ان کے نزدیک سب گویا مردہ ہیں۔ عاجز ہیں بیمار ہیں محتاج ہیں کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب ایک خدائے لاشریک کے حکم سے ہو رہا ہے۔ ان کے اعتبار سے جنت گویا ویران ہے لہٰذا اُس کی

تمنا نہیں کرتے۔ دوزخ ان کے اعتبار سے گویا بجھی ہوئی ہے لہٰذا اس کے خوف سے واسطہ نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک نہ زمین ہے نہ آسمان اور نہ کوئی اس میں آباد ہے، ان کی جہتیں متحد ہو کر صرف ایک جہت رہ جاتی ہے کہ بجز خدا کے ان کی نظر کسی شے پر بھی نہیں ہوتی۔ اوّل وہ دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ تھے اس کے بعد آخرت اور اہل آخرت کے ساتھ ہو گئے۔ اور اس کے بعد اس سے بھی نظر ہٹ گئی اور وہ دنیا و آخرت کے رب، کے ساتھ ہو گئے کہ اب نہ طلب دنیا رہی نہ طلب آخرت و جنت۔ صرف اللہ جل جلالہٗ کی طلب باقی رہ گئی۔

پس وہ لاحق ہو گئے اللہ اور اس کے محبین کے ساتھ۔ چلے اس کی معیت میں اپنے قلوب سے یہاں تک کہ اس سے واصل ہو گئے اور راستہ چلنے سے پہلے رفیق کو حاصل کر لیا کہ اللہ کا راستہ اللہ ہی کے فضل و توفیق اور کی معیت و رفاقت میں طے کیا۔ انہوں نے اپنے اور اللہ کے درمیان دروازہ کھول لیا کہ یہ اس کو یاد کرتے ہیں یہاں تک کہ اس ذکر نے ان کے بوجھ ان سے اتار پھینکے اور وہ گرانی جاتی رہی جو احکام خداوندی کے تعمیل کرنے میں سدراہ بنا کرتی ہے نہ یہ کہ مکلّف نہ رہے ان کی مخلوق سے بے تعلقی اتنی بڑھ جاتی ہے گویا معدوم و مفقود ہوتے ہیں غیر اللہ سے تعلق کے وقت اور موجود ہوتے ہیں حق تعالےٰ سے تعلق کے وقت۔ انہوں نے سنا حق تعالیٰ کا ارشاد کہ "تم یاد کرو مجھ کو میں یاد کرونگا تم کو اور میرا شکر کرو اور ناشکر مت بنو" پس انہوں نے اس کی یاد کو لازم پکڑ لیا اس طمع میں کہ وہ ان کو یاد فرمائے گا۔ انہوں نے حق تعالےٰ کا قول منجملہ اقوال کے سنا جو ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ "میں اس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے" پس انہوں نے چھوڑ دیا مخلوق کی مجلسوں کو اور بس ذکر حق پر اکتفا کر لیا کہ بجز اس کے کہیں بیٹھنا اٹھنا رکھا ہی نہیں یہاں تک کہ ان کو حق تعالیٰ کی ہمنشینی حاصل ہو جاتی ہے۔

صاحبو! بوالہوس مت بنو تم لوگ سرتاپا ہوس بنے ہوئے ہو کر کام کرتے ہو دوزخ کے اور آرزو رکھتے ہو جنّت کی اور اسی بے موقع آرزو کا نام ہوس ہے خوب سمجھ لو کہ یہ علم جس کی وجہ سے مولوی کہلاتے ہو عمل کے بغیر کچھ بھی تم کو مفید نہ ہوگا تم حاجت مند ہو کہ عمل کرو کتاب اللہ یعنی حکم الٰہی پر کہ نماز وغیرہ فرائض یومیہ پر روزانہ اور زکواۃ وروزہ وغیرہ فرائض سالانہ پر سال بہ سال عمل کرتے رہو یہاں تک کہ اس کا ثمرہ تمہارے ہاتھ آئے۔

عزیز من! تیرا علم تجھ کو پکار رہا ہے کہ میں تجھ پر حجت ہوں اگر تو نے مجھ پر عمل نہ کیا کہ تجھے بے عملی کا مجرم بنانے کے لئے سرکاری گواہ بنوں گا اور تیرے لئے حجت ہوں اگر مجھ پر تو نے عمل کیا کہ تیرا گواہ صفائی بن کر تجھ کو عالم باعمل ثابت کروں گا۔ اور بارگاہ علیم وخبیر سے انعام دلاؤں گا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ "علم پکارا کرتا ہے عمل کو پس اگر عمل آجاتا ہے تو علم ٹھہرتا ہے ورنہ چلا جاتا ہے" اس حدیث پر کوئی اگر شبہ کرے کہ بہتیرے عالم ایسے ہیں جو عمل نہیں کرتے مگر ان کی علمی استعداد کمزور نہیں ہوتی تو خوب سمجھ لو کہ مراد یہ ہے کہ علم کی برکت چلی جاتی ہے اور محنت ہی محنت رہ جاتی ہے۔ نیز اپنے مولا سے اس علم کا سفارش کرنا اور تجھ کو اپنے اللہ سے بخشوانا رخصت ہو جاتا اور تیری حاجتوں کے وقت اس کا تیرے پاس آنا اور مدد کرنا بند ہو جاتا ہے پس جب علم کا جو مقصود اور نفع تھا وہی جاتا رہا تو واقع میں گویا علم ہی رخصت ہو گیا کیونکہ محض پوست رہ گیا اس لئے کہ علم کا مغز تو عمل ہے اور جب وہی نہیں رہا تو چھلکا بے کار ہے۔ تیرا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دعوے کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ جب تک کہ تو آپ کی اس شریعت پر عمل نہ کرے جس کو آپ نے بیان فرمایا ہے اور جب تو آپ کے حکم پر عمل کرے گا تو یہ عمل تیرے قلب اور باطن کا استقبال کرے گا۔ اور ان کو اپنے رب کے حضور میں پیش کرے گا۔ پس تیرا عمل تجھ کو پکارتا ہے،

لیکن تو سنتا نہیں کیونکہ تیرے دل ہی نہیں اگر صاحب دل ہوتا تو خود اپنے علم کے پکارنے کو سنتا۔ اس کو سُن اپنے دل کے کان سے اپنے باطن کے کان سے اور اس کا کہنا مان بالضرور تو اپنے علم سے نفع پائے گا۔ یاد رکھ کہ علم باعمل تجھ کو مقرب بنائے گا علم کے نازل فرمانے والے علیم کا۔ جب تو اس حکم پر عمل کرے گا جو پہلا علم ہے اور جس کو شریعت کہتے ہیں تو دوسرے علم یعنی طریقت و علم لدنی کا چشمہ تیرے اوپر اُبلنے لگے گا اور تجھے دو چشمے بہتے ہوئے حاصل ہوں گے اور حکم و علم اور ظاہر و باطن سے تیرے قلب کو لبریز کر دیا جائے گا اس وقت تجھ پر اس نعمت کی زکوٰۃ واجب ہو گی کہ اس سے بھائیوں اور مریدوں کی غمخواری کرے۔ چونکہ جس طرح مال کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اس کا چالیسواں حصہ نکال کر فقیر اور مساکین کی حاجت براری میں خرچ کیا جائے اسی طرح علم کی زکوٰۃ اس کا پھیلانا اور مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔

عزیز من! جس نے صبر کیا اس کو قدرت نصیب ہوئی کہ اس کی بدولت نفس کو زیر کرنے پر قابو پا لیا جس نے بہادروں کو عاجز بنا رکھا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "صبر کرنے والوں کو ان کا بھرپور اجر دیا جائے گا بیشمار" پس صابر بن اور کھا اپنے کسب اور محنت اور محنت مزدوری کے ذریعے سے اور مت کھا اپنے دین کے ذریعے سے کہ دین و دل کی صورت بنا کر اور پیر یا واعظ بن کر لوگوں کی جیبیں خالی کرانے لگے۔ کما اور کھا اور اس سے دوسروں کی بھی ضرورت رفع کر۔ مومنین کا کسب عاشق صدیقین کے مطابق ہونا چاہیے کہ وہ حضرات جو بھی حرفہ یا پیشہ اختیار کرتے ہیں وہ صرف فقراء اور مساکین کی خاطر اختیار کرتے ہیں کہ کما کما کر محتاجوں کو کھلائیں کیونکہ ان کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح مخلوق پر شفقت و ترحم کریں اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ان کی شفقت دیکھ کر ان سے راضی ہو جائے اور ان کو اپنا محبوب بنا لے وہ سن چکے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "سب لوگ حق تعالیٰ کی عیال ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ

اللہ کا پیارا وہ ہے جو اللہ کی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو"

پس اس تمنائے قرب حق نے ان کو کسب معاش کی صورت اختیار کرائی ورنہ اولیاء اللہ تو مخلوق کے اعتبار سے گونگے اور بہرے اور اندھے ہوتے ہیں، کہ عالم میں کچھ ہی انقلاب کیوں نہ ہو انہیں اس سے سروکار نہیں ہوتا۔ چونکہ ان کے قلوب حق تعالےٰ سے قریب ہیں اس لئے نہ وہ غیر کی بات سنتے ہیں اور نہ غیر کو دیکھتے ہیں پس کوئی ان کو بُرا کہے یا بھلا اور کوئی ان کو نفع پہنچائے یا نقصان انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ قرب ان کو متوالا بنائے رکھتا ہے۔ اور ہیبت ان پر چھائی رہتی ہے اور محبت ان کو محبوب کے پاس مقید رکھتی ہے۔ پس وہ جلال اور جمال کے درمیان رہتے ہیں کہ نہ دائیں طرف جھکتے ہیں نہ بائیں طرف ان کے لئے صرف سامنے کا رخ ہے جس کا پیچھا ہی نہیں ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ پھر کھاتے پیتے کہاں سے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ چونکہ شاہی متوالے ہیں لہٰذا سرکاری خزانہ ان کی تمام ضروریات کا کفیل ہے۔ پس ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں انسان و جنات اور فرشتے اور قسم قسم کی مخلوق۔ ان کا خادم بن جاتا ہے۔ حکم اور علم ان کو غذا پہنچاتا ہے فضل خداوندی اور ان کو سیراب کرتا ہے اُنس حق۔ وہ فضل الٰہی کی غذا کھاتے اور انہیں خداوندی کا شربت پیتے رہتے ہیں ان کے پاس ایسا شغل ہے جس نے مخلوق کی باتیں سننے سے ان کو روک دیا ہے پس وہ ایک جنگل میں ہیں اور مخلوق دوسرے جنگل میں کہ مخلوق چونکہ اسی آٹے دال کو غذا اور روپیہ پیسہ کو وسیلۂ معاش سمجھتی ہے۔ لہٰذا دوسری بستی کے باشندوں کی غذا اور وسیلۂ معاش کو سمجھ بھی نہیں سکتی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بن کر مخلوق کو احکامات خداوندی کا حکم دیتے اور ممنوعات خداوندی کی ممانعت کرتے رہتے ہیں۔ درحقیقت وارث وہی ہیں۔ ان کا کام مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف لے چلنا ہے وہ تبلیغ کرکر کے لوگوں پر اللہ کی حجت قائم کرتے ہر چیز کو اس کے موقع پر رکھتے اور ہر صاحب فضل

کو اس کا فضل دیتے رہتے ہیں۔ وہ دوسروں کے حقوق لیتے نہیں اور اپنے حقوق اگر پورے وصول بھی کرتے ہیں تو اپنے نفس اور طبیعت کے لئے نہیں کرتے بلکہ وہ بھی شریعت کے اتباع اور حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنی غلامی اور احتیاج ظاہر نے اور مخلوق کو عملی تعلیم دینے کے لئے کرتے ہیں۔ وہ اللہ جل جلالہ کے لئے ہی محبت کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھتے ہیں۔ وہ سرتاپا اللہ ہی کے لئے بن جاتے ہیں کہ غیر کا اُن میں ذرا بھی حصہ نہیں رہتا۔ جس کی یہ حالت کامل ہو گئی اس کے لئے مصاحبت خداوندی کی نعمت کامل ہو گئی اور اس کو نجات و فلاح حاصل ہوئی اور اس سے محبت کرنے لگتے ہیں انسان اور جنات اور فرشتے اور زمین و آسمان۔ اے منافق اے حلازخ اور مخلوق اور اسباب کی پرستش کرنے والے اور حق تعالیٰ کو بھول جانے والے تو چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ تیرے ہاتھ آجائے۔ اس عیش و نعم اور غفلت کے رہتے ہوئے جس میں تو ہے۔ ہوش میں آ۔ تیری کوئی حرمت اور عزت نہیں ہے کہ بلا محنت اور کسب کے عطاء کا مستحق ہو۔ اگر یہ حالت حاصل کرنا چاہتا ہے تو حکم خدا کے سامنے گردن جھکا۔ پھر توبہ کر اس کے بعد علم سیکھ اور اس پر عمل کر اور اخلاص پیدا کر۔ اگر یہ نہ ہوا تو کبھی ہدایت نہ پائے گا۔

افسوس ہے تجھ پر کہ میری سختی کو ظلم سمجھتا ہے۔ میرے اور تیرے درمیان کچھ عداوت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے تجھ کو جھڑکتا ہوں۔ بجز اس کے کہ میں سچی بات کہتا ہوں اور سچ بات تلخ معلوم ہوا کرتی ہے اور اللہ کی دین کے متعلق تیرا لحاظ قائم نہیں رکھتا۔ تیری نفرت کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ بیشک میری طبیعت مشائخ کے درشت کلام اور غربت و فقر کی سختی پر ہوئی ہے اس سے اسی کا عادی اور خوگر ہوں اور سمجھتا ہوں کہ دوسروں کی اصلاح بھی اسی طرح ہوگی جب میری طرف سے تجھ کو کوئی قول معلوم ہو تو اس کو اللہ جل جلالہ کی طرف سے سمجھ کر قبول کر چونکہ وہی ہے جس نے مجھ سے یہ باتیں کہلوائی ہیں۔ جب تو میرے پاس آیا کرے تو اپنے آپ سے برہنہ ہو کر آیا کر یعنی اپنے نفس اور اپنی خواہش

نفس کے کپڑے اتار کر آیا کہ بغیر اس کے میری صحبت سے تجھ کو نفع نہ ہو گا۔ اگر تیرے دل کی آنکھیں ہوتیں تو مجھ کو بھی تو نفسانیت سے برہنہ دیکھتا مگر تیری بیمار سمجھ تیرے لئے آفت بنی ہوئی ہے کہ میری نصیحت تیری سمجھ ہی میں نہیں آتی۔

اے مجھ سے نفع اٹھانے اور میری صحبت میں رہنے کے خواہشمند مرید میری حالت تو یہ ہے کہ نہ اس میں مخلوق ہے نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے پس جو شخص میرے ہاتھ پر توبہ کرے گا اور میری صحبت میں رہے گا۔ اور میرے متعلق حسن ظن رکھے گا اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل کرتا رہے گا۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی وہ بھی ہو جائیگا کہ عبادت و طاعت سے اس کی نیت صرف رضاء مولیٰ ہو جائے گی نہ اس کو مخلوق کی خوشنودی کا وسوسہ ہو گا نہ دنیا کی طلب ہو گی اور نہ جنت میں جانا مقصود بالذات ہو گا پھر اگر جنت کا سوال بھی ہو گا تو محض اس لئے کہ وہ محل رضاء مولیٰ ہے کہ جس سے خدا راضی ہوتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے اور جنت میں جانا علامت ہے اللہ کے راضی ہونے کی۔ انبیاء کی تربیت حق تعالیٰ اپنے کلام سے فرماتا ہے اور اولیاء کی تربیت اپنی حدیث سے۔ حدیث سے مراد الہام ہے جو ان کے قلوب میں کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انبیاء کے وصی ہیں اور انبیاء کے جانشین اور ان کے علام و روحانی بچے ہیں۔ پس معتزلہ کی طرح یہ شبہہ نہ کرنا کہ اللہ کے لئے کلام کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ عقیدہ اور شبہہ خالص گمراہی ہے۔

کلام ضرور اللہ کی صفت ہے اور بے شک اللہ جل جلالہ نے کلام فرمایا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا جس کا قرآن مجید میں تذکرہ ہے پس معتزلہ کا اس میں یہ تاویل کرنا کہ باتیں جبریل یا کسی دوسرے فرشتے نے کی تھیں اور اس کو حق تعالیٰ مجازاً اپنا کلام کرنا فرمایا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ جب مجاز کا کوئی قرینہ موجود نہیں اور قرآن کی عبارت یہ ہے وکلم اللہ موسیٰ تکلیما کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ بے شک اللہ ہی نے موسیٰ

سے کلام فرمایا تھا کسی مخلوق نے نہیں۔ درحقیقت ان سے خالق ہی نے کلام فرمایا۔ علام الغیوب ہی نے کلام فرمایا اور کلام بھی ایسا جس کو انہوں نے سمجھ لیا اور وہ بلاواسطہ ان کی عقل تک پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے شب معراج میں کلام فرمایا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مخلوق میں کسی شے کا بھی دونوں کے درمیان واسطہ نہ تھا۔ علاوہ ازیں خود قرآن مجید جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے اللہ کا کلام ہے۔ لہٰذا کلام کو صفت الٰہی قرار دینا عین ضلال ہے۔

یاد رکھو یہ قرآن اللہ کی ایک مضبوط رسی ہے جو تمہارے اور حق تعالیٰ جل جلالہ کے درمیان تنی ہوئی ہے کہ اسی کے واسطہ سے خدا تک رسائی ہوتی ہے اور اسی کو تھام کر اللہ کا سیدھا راستہ طے ہوتا ہے۔ اس کو جبریل علیہ السلام نے آسمان سے خاص اللہ پاک کی طرف سے اتارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بجنسہ اسی طرح پہنچایا جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور خبریں بیان کی تھیں پس کون مسلمان ہے جو اس کو کلام الٰہی نہ کہے اور یوں سمجھے کہ صرف مضمون اللہ کا ہے اور لفظ حضرت جبریلؑ کے ہیں۔ بے شک قرآن اللہ ہی کا کلام ہے جس میں جبریل امین کا کچھ بھی تصرف نہیں ہوا۔ اس کا انکار کرنا کسی طرح بھی کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ یہ رسی ہاتھ سے چھوٹی تو اللہ تک پہنچنا محال ہو جائے گا

اے میرے اللہ۔ سب کو ہدایت دے اور سب پر توجہ فرما اور سب پر رحم کر۔

صاحبو! امیر المؤمنین معتصم باللہؒ کی حکایت تم نے سنی ہوگی کہ ان کے زمانہ میں عبدالرحمٰن بن اسحاق اور احمد بن داؤد جو معتزلہ فرقہ کے امام تھے بہت زور پکڑ گئے تھے کہ محکمہ قضا اور مسند وزارت پر متمکن ہو کر خلیفہ کے منہ چڑھ گئے تھے۔ ان کے علمی زور اور شیطانی دلیلوں سے بہت مخلوق گمراہ ہوئی اور کلام کو صفت الٰہی ماننے کا انکار کرنے لگی جس کا بڑا سبب یہ تھا کہ معتصم پر بھی ان کا رنگ جم گیا اور وہ اس مسئلہ میں ان کا ہم خیال ہو گیا تھا امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ تھا اور چونکہ وہ تحریر و تقریر سے اس مسئلہ کا رد کر کے کلام کو صفات

آلہیہ میں داخل اور قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے۔ لہٰذا معتزلہ کو اُن سے عداوت ہو گئی اور انہوں نے خلیفہ کو ان کی طرف برگشتہ کر دیا۔ معتصم نے حضرت امامؒ کو بلا بھیجا اور سامنے بلا کر زور دیا کہ قرآن کو مخلوق و حادث کہیں اور کلام اللہ نہ کہیں مگر امام نے صاف انکار کر دیا اور مناظرہ کرنے لگے۔ چونکہ حضرت امامؒ کا جواب خلیفہ کے بھی مشرب و خیال کے خلاف تھا اور عبدالرحمٰن وغیرہ مصاحبین اعلیٰ علمی جواب بن نہ پڑنے سے جھلا جھلا کر زور دے رہے تھے کہ اے امیرالمومنین ان کو قتل کرا دیجئے۔ اگر گناہ ہو تو ہم اپنے سر لئے لیتے ہیں اس نے معتصم نرمی گرمی سے امام کو مجبور کرتا تھا کہ پرانے عقیدے سے رجوع کریں مگر امام جب کچھ یہی کہتے کہ چونکہ شرعی مسئلہ ہے لہٰذا امیرالمومنین کا حکم اس وقت تک نہ مانوں گا جب تک کہ دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے۔ آخر معتصم نے حضرت امام کو برہنہ کر کے دُرّے لگوائے اور یہ بے ہوش ہو ہو گئے مگر جب ہوش آیا یہی کہا کہ شرعی دلیل سے ثابت کرو کہ اللہ نے قرآن کو اپنا کلام مجازاً کہدیا ہے تب مانوں گا۔ ورنہ چاہے جان جاتی رہے مگر ایمان نہ دوں گا۔ بالآخر امام کو جیل خانہ بھیج دیا گیا اور وہاں پر طرح طرح کی تکلیفیں ان کو پہنچائی گئیں۔ اسی درمیان میں معتصم کا وقت آخر ہو گیا اور جب اس نے دیکھا کہ تخت و تاج رخصت ہوا جاتا ہے تو حضرت امام پر ظلم کرنا بھی اس کو یاد آیا اور مرتے وقت اس نے کہا کہ واللہ میں اللہ کی جناب میں اس ظلم و زیادتی سے توبہ کرتا ہوں جو میں نے احمد بن حنبل کے بارہ میں کی حالانکہ ان کے اس قصہ کا بوجھ بار میری گردن پر نہیں ہے اور عبدالرحمٰن وغیرہ دوسرے ہی لوگ اس کے بانی مبانی تھے مگر پھر بھی مجھ پر واجب تھا کہ دو بھر دل کے کہنے میں نہ آتا اور امام ممدوح پر ظلم نہ کرتا۔

اے مسکین! ایسے امور میں بحث کرنا ترک کر جو تجھ کو نفع نہ دیں اور مسئلہ خلق قرآن بھی اس میں داخل ہے لہٰذا اس میں معتزلہ کی بحث کرنا ترک کر جو تجھ کو

نفع نہ دیں اور مسئلہ خلق قرآن بھی اس میں داخل ہے لہٰذا اس میں معتزلہ کی سی بحث مت کر اور مذہب کے بارے میں تعصب کو چھوڑ اور جو بات حق معلوم ہو فوراً اُسے قبول کر۔ اور مشغول ہو ایسے کام میں جو تجھ کو فائدہ پہنچائے دنیا اور آخرت میں عنقریب تجھ کو اپنا انجام نظر آجائے گا۔ اور میری باتوں کو یاد کرے گا۔ کہ بحث مباحثہ سے الگ رہنے کی نصیحت کیسی مفید تھی۔ بہت جلد وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ سب کچھ نظر کے سامنے ہوگا اور تیرے سر پہ خود بھی نہ ہوگا۔ پھر کیا چیز اسکو زخموں سے بچائے گی۔

اے بدعمل! اپنے قلب کو دنیا کے تفکرات سے خالی کر کر تو عنقریب اُن سے جدا کر دیا جائے گا۔ دنیا کی خوش عیشی کا طالب مت بن کہ یہ تیرے ہاتھ نہ آئیگی کیونکہ دنیا عیش و آرام کی جگہ نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیش بس آخرت کا عیش ہے مگر کمبخت دنیا قلوب میں ایسی بیٹھی ہے کہ جس کو دیکھو وہ دنیا ہی دنیا کا عیش مجسم پکارتا اور اس کے پیچھے مرا کھپا جاتا ہے۔ اے نادان۔ اپنی آرزو کو کوتاہ کر کر دنیا سے بے رغبتی حاصل ہو جائیگی کیونکہ سارا زہد جس سے اذکار دنیا کم ہو کر دنیا میں راحت ملتی ہے وہ یہی ہے کہ تمناؤں کی دراز رسی کو کم کر دیا جائے۔ اور یہ زہد حاصل کرنا چاہے تو بُرے ہمنشینوں کی صحبت کو چھوڑ۔ اور اپنے اور ان کے درمیان محبت کے علاقے کو توڑ اور اپنے اور نیکو کاروں کے درمیان محبت و مصاحبت کے تعلق کو جوڑ۔ اگر قریبی رشتہ دار بھی منجملہ بدکار ہمنشینوں کے ہو تو اس سے بھی الگ ہو جاؤ اور دور والے دوستانہ کر بشرطیکہ وہ اچھا ہمنشیں ہو۔ جس سے تو دوستانہ کرے گا تیرے اور اس کے درمیان قرابت ہو جائے گی۔ اور ایک کے دوسرے پر حقوق قائم ہو جائیں گے۔ جن کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا۔ لہٰذا اوّل دیکھ لیا کر کہ کس شخص سے

دوستانہ کرتا ہے۔ اور وہ دوستانہ کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ کسی بزرگ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرابت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوستانہ۔

اے بندۂ مسلمان جو چیز تیرے مقسوم میں لکھی جا چکی ہے اس کی طلب بھی چھوڑ اور جو چیز نہیں لکھی گئی اس کی طلب بھی چھوڑ۔ اس لئے کہ جو مقدر ہو چکا ہے اس کی طلب میں پڑنا تو فضول اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا ہے کیونکہ بلا طلب بھی وہ تو حاصل ہو کر رہے گی اور جو مقدر میں نہیں ہے اس کی طلب میں پڑنا مبتلائے عذاب رسوائی ہونا ہے کہ وہ چیز تو ہرگز ملے گی نہیں اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اور دوڑ دھوپ پلے بندھے گی اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ بھی بندہ پر اللہ کا عذاب ہے کہ جو چیز اس کی قسمت میں نہیں اس کا طالب ہو،

عزیزِ من! اللہ تعالیٰ کی صنعت سے اُس کے وجود پر دلیل پکڑ کہ زمین و آسمان دریا و پہاڑ اور یہ طرح طرح کی مصنوعات جو آنکھوں سے نظر آ رہی ہیں کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود تو پیدا ہو نہیں سکتیں۔ پس غور کر اس کی صناعی میں کہ پہنچ جائے گا صانع تک۔ صاحب یقین و معرفت مومن کے لئے دو آنکھیں ظاہری ہوا کرتی ہیں اور دو باطنی۔ پس ظاہری آنکھوں سے تو ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو حق تعالیٰ نے زمین میں پیدا فرمائی ہیں اور باطنی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھتا ہے جو حق تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمائی ہیں اس کے بعد قلب سے پردے اٹھا دئے جاتے ہیں اور وہ حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے مگر نہ اس کی نظیر بیان کر سکتا ہے نہ کیفیت کیونکہ ذات باری تشبیہ و تکیف سے منزہ ہے۔ پس مقرب و محبوب بن جاتا ہے اور ہر چیز اس کو مکشوف ہونے لگتی ہے اس لئے کہ محبوب سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی جاتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پردے اسی قلب سے اٹھائے جاتے ہیں جو برہنہ و مجرد ہو چکا ہو مخلوق سے اور طبیعت سے اور خواہش نفسانی سے اور نفس سے اور شیطان سے اور اس کے ہاتھ زمین کے خزانوں کی کنجیاں ڈال دی جاتی ہیں

کہ جو چاہے تصرف کرے اور اس کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے یکساں ہو جاتے ہیں کہ دنیا کے زر و مال کی وقعت نہیں ہوتی لہٰذا خرچ کرنے اور مخلوق کو بانٹنے میں بخل کا نام بھی نہیں آنے پاتا۔ عقلمند بن اور سوچ کہ میں کیا کہتا ہوں اور سمجھ سے کام لے کہ میں کلام کا مغز لئے ہوئے ہوں اور جو زبان سے نکال رہا ہوں وہ کلام کا جوہر اور اس کا اندرون اور اس کی معانی کی نعمت ہے۔

عزیز من، خالق کی طرف سے بحکم تقدیر کوئی مصیبت اگر تجھ کو پیش آئے تو اس کا شکوہ مخلوق سے مت کر بلکہ شکوہ کرنا ہے تو اپنے خالق سے کر کہ وہی اس کے زائل کرنے پر قادر ہے اور اس کے سوا دوسرے تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو کہ باطنی احوال اور مصائب و امراض اور صدقہ و خیرات کا مخلوق سے مخفی رکھنا کہ کسی بشر کو اس کی اطلاع ہی نہ ہونے پائے منجملہ خوبی کے خزانوں کے ہے کہ جس کو یہ استعداد نصیب ہوئی وہ بڑا دینی دولت مند بن گیا۔ لہٰذا جس طرح یہ حکم ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات دے اور کوشش کر کہ اس کی خبر تیرے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔ اس بحر دنیا سے ڈر کہ بہترین مخلوق اس میں ڈوب چکی ہے۔ مخلوق میں ایک دو ہی اس میں نجات پاتے ہیں۔ یہ اتنا گہرا سمندر ہے کہ سب کو غرق کر سکتا ہے مگر ہاں اللہ جل جلالہٗ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس سے نجات دے دیتا ہے جیسا کہ قیامت کے دن ایمان والوں کو دوزخ سے نجات دے گا۔ کہ سب ہی پل صراط کے واسطے اس پر عبور کریں گے مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا بچائے گا۔ اور جہنم میں گرنے نہ دے گا۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے "تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس پر ہو کر نہ گذرے یہ تیرے رب پر ضروری اور طے شدہ بات ہے"۔ اور نجات دینے کی صورت یہ ہوگی کہ بس اللہ جل جلالہٗ دوزخ سے فرما دے گا کہ ٹھنڈی اور سلامت والی بن رہ یہاں تک کہ گذر لیں میرے بندے جو مجھ پر ایمان لائے تھے جو میرے مخلص تھے جنھوں نے مجھ میں رغبت کی اور

ناموری سے زہد اور بے رغبتی اختیار کی۔ جہنم کی آگ سے حق تعالیٰ یہ ارشاد فرمائے گا جیسا
کہ نمرود کی آگ سے فرمایا تھا جس نے اس کو سلگایا تھا۔ تاکہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کو
جلا سکے۔ اسی طرح اللہ جل جلالہٗ اس دنیا سے فرماتا ہے کہ سلے بحر دنیا کے پانی دیکھ اس
بندہ کو غرق مت کیجو جو میرا مطلوب و محبوب ہے۔ پس وہ اس سے نجات پا جاتا ہے
اور گویا کنارہ پر آ کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس دریا سے نجات
دی جس کا نام نیل ہے اور جس میں فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ
وہ قادر مطلق ہے جس پر چاہے فضل فرمائے اور جس کو چاہے رزق دے بے شمار ساری
بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے دین اس کے ہاتھ میں ہے دنیا اس کے ہاتھ میں ہے۔ دینا
اس کے ہاتھ میں ہے اور نہ دینا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تونگری اس کے ہاتھ میں ہے
فقر اس کے ہاتھ میں ہے اور عزت و ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے ساتھ کسی
کے ہاتھ اختیار کچھ بھی نہیں ہے۔ پس عقلمندی وہی ہے جو اس کے دروازہ کو چمٹ جائے
اور دوسرے کے دروازے سے منہ پھیرے۔

اے مبتلائے ادبار میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ مخلوق کو راضی کرتا ہے اور خالق کو ناراض۔
اپنی دنیا کی آبادی کے پیچھے اپنی آخرت کو ویران کئے دیتا ہے۔ عنقریب تو گرفتار ہوا
چاہتا ہے۔ تجھ کو پکڑے گا وہ کہ جس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔ اس کی پکڑ کے مختلف
طریقے ہیں جیسی خطا تیری پائے گا ویسی ہی پکڑے گا اور سزا دے گا۔ تجھ کو پکڑے گا
تیری ولایت سے تجھ کو معزول فرما کر کہ طاعت کی توفیق چھن جائے گی اور شیطان
کی طرح تقرب کے بدلہ مردودیت نصیب ہوگی۔ تجھ کو پکڑے گا مرض سے ذلت سے
اور فقر سے۔ تجھ کو پکڑے گا۔ غمیوں اور طرح طرح کے رنج و غم مسلط فرما کر۔ تجھ کو
پکڑے گا مخلوق کی زبانوں اور ہاتھوں کو تیرے اوپر حاکم بنا کر کہ طعن اور گالیاں بھی
دیں گے اور ماریں گے بھی بلکہ اپنی ساری مخلوقات کو تیرے اوپر مسلط کر دے گا۔

کہ ہر چیز تجھ کو پھاڑے اور نوچے گی۔ اے سونے والے بیدار ہو۔ اے میرے اللہ ہم کو بیداری بخش اپنی معیت کی اور اپنے واسطے آمین۔

عزیز من! دنیا حاصل کرنے میں ایسا مت بن جیسے رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے والا ہوتا ہے کہ اسے خبر نہیں اس کے ہاتھ میں کیا آتا ہے۔ یعنی لکڑی آتی ہے یا سانپ۔ میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار میں ایسا ہے جیسے لکڑیاں جمع کرنے والا۔ ایسی سخت اندھیری رات میں کہ نہ اس میں چاند ہے نہ کوئی روشنی اس کے ساتھ ہے اور ایسے ریگستان میں ہے جہاں پھسلن بھی بہت ہے، اور مہلک کیڑے مکوڑے بھی بکثرت ہیں پس قریب ہے کہ ان میں سے کوئی اس کو قتل کر ڈالے۔ یہی حال تیرا ہے کہ اندھا بنا ہوا دنیا جمع کر رہا ہے کہ نہ حلال حرام کی تمیز ہے نہ جائز ناجائز کا خیال۔ پس لکڑیاں جمع کرنے کے لئے دن کا وقت اختیار کر کیونکہ آفتاب کی روشنی تجھ کو ایسی چیز پر ہاتھ ڈالنے سے روکتی رہے گی۔ جو تجھ کو نقصان پہنچانے والی ہو یعنی اپنے کاروبار دنیا میں توحید اور شریعت اور تقوے کے آفتاب کی معیت اختیار کر کیوں کہ یہ آفتاب تجھ کو خواہش نفسانی اور شیطان اور مخلوق کو شریک خدا سمجھنے کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رکھے گا اور تیز بدوی اور بیبا کی سے روکے رہے گا۔ وائے تجھ پر اگر سچا طالب خدا بنا ہے تو جلد بازی سے باز آ اور مراد پوری ہونے میں دیر لگے تو پریشان مت ہو کیونکہ قبل از وقت کوئی چیز نہیں ملا کرتی۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ جو جلدی کیا کرتا ہے وہ غلطی کھاتا یا غلطی کے قریب پہنچ جاتا ہے اور جو اطمینان سے چلتا ہے وہ راہ یاب ہوتا ہے یا قریب ہے کہ راہ یاب ہو۔ جلد بازی شیطان کا کام ہے، اور سوچ سمجھ کر کام کرنا رحمن کا۔ اگر جو عجلت پر تجھ کو برانگیختہ کرتی ہے وہ دنیا جمع کرنے کی حرص برانگیختہ کرتی ہے اور آخر وہ کام بگڑ جاتا ہے لہذا قناعت اختیار کر کیونکہ قناعت ہی ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ایسی

چیز کا طالب کیوں ہوتا ہے جو تیرے لئے مقدر نہیں اور جو کبھی تیرے ہاتھ آئے گی نہیں۔ پس ایسی خواہشات سے اپنے نفس کو روک اور اسی موجود پر راضی ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز سے بے رغبت بن جا۔ اس پر ہمارہ یہاں تک کہ تو اللہ جل جلالہ کی معرفت والا بن جائے۔ پس اس وقت تو خود ہی ہر شئے سے غنی اور بے نیاز ہو جائے گا کہ تیرا قلب خزانہ خداوندی پر اعتماد اور وعدہ رزق مقدر پر بھروسہ کرے گا اور باطن تیرا صاف ہوگا اور تیرا رب جل جلالہ تجھ کو تعلیم فرمائے گا۔ پس دنیا تیرے چہرے کی ظاہری آنکھوں میں حقیر بن جائے گی اور آخرت تیرے قلب کی دونوں آنکھوں میں حقیر دکھلائی دے گی اور ماسوی اللہ تیرے باطن کی دونوں آنکھوں میں حقیر معلوم ہوں گے اور کوئی چیز بھی بجز حق تعالیٰ شانہ کے تیرے نزدیک باعظمت نہ رہے گی۔ پس اس وقت ساری مخلوق کے نزدیک تو باعظمت بن جائے گا۔ کہ جنات و وحوش و طیور اور ملائکہ سب ہی تیری عزت کریں گے۔

عزیز من! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے سامنے جاہ و مال اور کمال کا کوئی دروازہ بھی بند نہ رہے تو اللہ جل جلالہ سے ڈر کہ یہی ہر دروازہ کی کنجی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے نکلنے کے لئے راستہ کر دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا" اور اللہ سے ڈرنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنا نفس ہو یا بال بچے یا مال یا دوسرے اہل زمانہ بہرحال جس کو جس حال میں بھی خدا نے رکھا ہے، اس پر راضی رہ اور اس کی تبدیل حالت کا ساعی و متمنی بن کر اللہ جل جلالہ کا مقابلہ مت کر۔ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا پہ حکم چلاتا ہے اور گویا اس کو مامور کرتا ہے کہ اپنی تجویز میں تبدل و تغیر کر دے۔ اے بے حیا کیا تو اس سے بھی بڑا حاکم بڑا عالم اور بڑا رحیم ہو گیا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تو اور ساری مخلوقات اس کے بندے اور غلام ہیں۔ وہی تیرا بھی مدبر ہے اور مخلوق کا بھی منتظم۔ پس ایسا

غلام جس کو آقا کی تجویز اور تدبیر میں اصلاح ہو دخل دینے کا مرض ہو آقا اپنے پاس نہیں رکھتا اور جدا کر دیا کرتا ہے۔ لہذا اگر تو دنیا اور آخرت میں اللہ کی صحبت و معیت، چاہتا ہے تو اس کے انتظامات پر سکون اور خاموشی اور چوں نکالے بن جانے کو لازم پکڑ۔ اولیا اللہ اس کے حضور میں مؤدب رہا کرتے ہیں کہ ان کے قلوب کو جب تک اللہ کی طرف سے صریح اجازت حاصل نہ ہو جائے نہ وہ کوئی حرکت کرتے ہیں اور نہ کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔ قلب کو صریح اجازت ہوئے بغیر نہ وہ کوئی مباح چیز کھاتے ہیں نہ کوئی کپڑا پہنتے ہیں نہ کسی سے نکاح کرتے ہیں اور اسباب ظاہری میں کسی شے کے اندر بھی کوئی تصرف نہیں کرتے۔ وہ اللہ جل جلالہٗ کی معیت میں قائم ہوتے ہیں وہ مقلب القلوب والابصار کی معیت میں قائم ہوتے ہیں۔ ان کو بے قراری لگی رہتی ہے جب تک کہ دنیا میں بذریعہ قلوب کے اور آخرت میں بواسطہ اجسام اپنے رب سے نہ مل لیں۔ یا اللہ ہم کو نصیب فرما اپنی ملاقات دنیا اور آخرت دونوں میں۔ ہم کو لذت بخش اپنے قرب اور اپنے دیدار کی۔ ہم کو بنا ان لوگوں میں جو تیرے ماسوی کو چھوڑ کر تجھ پر راضی ہوتے ہیں اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

چوتھی مجلس

وقت صبح یوم یکشنبہ ۱۰ شوال ۴۵ھ خانقاہ شریف

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جس کے لئے خیر کا کوئی دروازہ کھولا جائے تو اُسے چاہیئے کہ اس کو غنیمت سمجھے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کب بند کردیا جائے گا۔

صاحبو! خوش ہوؤ اور غنیمت سمجھو زندگی کے دروازہ کو کہ جب تک وہ کھلا ہوا ہے کیونکہ وہ عنقریب بند کردیا جائے گا۔ اور مرنے کے بعد زندگی کی قدر سمجھی تو کیا سمجھی۔ غنیمت سمجھو نیکو کاریوں کو جب تک کہ تم ان کے کرنے پر قادر رہو۔ غنیمت سمجھو توبہ کے دروازہ کو اور اس میں داخل ہو جاؤ جب تک کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے۔ غنیمت سمجھو دعا کے دروازہ کو کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے۔ غنیمت سمجھو اپنے دیندار بھائیوں کی روک ٹوک کے دروازے کو کہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے۔ ورنہ پھر کوئی بھی تم کو بداعمالیوں سے روکنے یا نصیحت کرنے والا نہ ہوگا۔

صاحبو! وقت کو غنیمت سمجھو اور بنالو جو کچھ توڑ چکے ہو اور دھولو جس کو نجس کرچکے ہو اور سنوار لو جس کو بگاڑ چکے ہو اور صاف کرلو جس کو مکدر کرچکے ہو اور لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو۔ تم اپنے اللہ سے بھاگے ہوئے مغرور غلام بنے ہوئے ہو۔ اس شرارت سے تائب ہوکر اپنے مولیٰ جل جلالہٗ کی طرف آؤ اور خدمت گذار بندے بن جاؤ۔

عزیز من۔ ہمارے یہاں تو بس یہی تعلیم ہے کہ بجز خالق جل جلالہٗ کے کچھ بھی نہیں ہے

پس اگر تو خالق کے ساتھ ہوا تب تو اس کا بندہ ہے اور اگر تو مخلوق کے ساتھ ہوا تو ظاہر ہے کہ ان کا بندہ ہے۔ پس اب تو اپنا امتحان خود کر اور سوچ کہ جب منبر پر چڑھتا ہے تو وعظ کہنے میں امراء و حاضرین کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے کہ کوئی بات ایسی نہ کہوں جو ان کو گراں گذرے یا اللہ جل جلالہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ کہ بداعمالیوں میں یہ مبتلا ہیں انہیں کو ظاہر کروں اور تبلیغ حکم نبوی میں نہ امیر کی پرواکروں نہ سلطان کی۔ اس سے خود پتہ چل جائے گا۔ کہ تو کس کا بندہ بنا ہوا ہے۔ اے واعظ نیت خراب تجھے واعظ بننا زیبا نہیں جب تک کہ تو اپنے قلب کے اعتبار سے سلوک کے بیابان اور جنگل و میدان قطع نہ کرے کہ عالی ظرف بن جائے۔ اور اپنے باطن کے اعتبار سے ساری دنیا کو چھوڑ نہ دے کہ نہ مال کی طمع ہو نہ جان کا خوف اُس وقت تک وعظ کہنا تجھ کو شایاں نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کا طالب سب سے جُدائی اختیار کرتا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ مخلوقات میں سے ہر چیز اس کے اور اس کے خدا کے درمیان پردہ ہے کہ جس شے پر بھی ٹھہرے گا۔ اور مانوس ہوگا اسی میں محجوب ہو جائے گا۔

عزیز من! کاہل مت بن کیونکہ کاہل ہمیشہ محروم رہا کرتا ہے اور پشیمانی کی رسی اس کی گردن میں ہوتی ہے۔ تو اپنے اعمال کو عمدہ بنا کہ حق تعالیٰ تجھ پر دنیا و آخرت دونوں کو عمدہ بنا دے گا۔ ابو محمد عجمی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ ہم کو اچھے اعمال والا بنا دے۔ اگرچہ عجمی ہونے کے سبب یہ ان کی زبان سے ادا نہ ہوتا تھا۔ مگر لفظوں میں کیا رکھا ہے۔ باطنی اور معنوی ذوق ہونا چاہیئے کہ جس کو ذوق نصیب ہوا اس نے اللہ کو پہچان لیا۔

صاحبو! میں تم کو مخلوق کے ساتھ خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ملنے جلنے کو منع نہیں کرتا کیونکہ مخلوق کے ساتھ ملنا جلنا اور ان کی موافقت و دلداری اگر شریعت کی حدود اور اس کی رضا کے ساتھ ہو تو بے شک اچھا اور بابرکت ہے لیکن اگر یہ خلاملا حدود شرعیہ میں سے

ایک حد کی بھی شکستگی و مخالفت اور ناراضی کے ساتھ ہو تو ہرگز بھی اچھا نہیں ہے اور ان کا کوئی وقار نہیں کہ ان کی خاطر شریعت کو چھوڑا جائے اور قلوب کی صفائی اور بزرگی والے مشائخ کے نزدیک طاعتوں کے مقبول اور مردود ہونے کی علامتیں ہوا کرتی ہیں جن سے وہ شناخت کر لیتے ہیں کہ فلاں شخص کی نصیحت و وعظ گوئی میں اخلاص تھا۔ لہٰذا وہ مقبول ہوئے اور فلاں واعظ کا وعظ محض رُلانے اور ہنسانے کے لئے تھا تاکہ روپیہ وصول کرے اور بڑا واعظ مشہور ہو۔ لہٰذا مردود ہوا۔

عزیزمن! یہ شبہ نہ کیجو کہ دعا مانگنا بھی تو انتظام خداوندی میں تبدیلی کی درخواست کرنا اور خدا کو مصلحت کا جتانا ہے۔ حالانکہ شریعت اس کا حکم دے رہی ہے۔ خوب سمجھ لے دعا کی مثال ایسی ہے جیسے شکاری جال پھیلا کر کچھ دُور آبیٹھتا ہے۔ پس کوئی چڑیا اگر جال میں آگئی تو اللہ کی عطا سمجھتا ہے اور جال کو محض آلہ اور واسطہ۔ کیونکہ جانتا ہے کہ جال نے نہ پرند کو بُلایا اور نہ کھینچا۔ اور دن بھر کوئی پرندہ نہ پھنسے تو نہ غصہ لاتا ہے اور نہ جال کو بیکار سمجھ کر توڑتا ہے بلکہ اگلے دن پھر اس کو لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی طرح دعا مانگنے سے توقع ضرور ہے کہ مُراد بر آئے لیکن دینے والا اللہ ہی ہے۔ پس ہزار بار دعا سے بھی اگر کچھ نہ ملے تو نہ دعا مانگنا بے سود ہے اور نہ گرانی کا سبب۔ پس جب دعا کی مثال ایسی ہے جیسے صیاد کا جال کہ جو پرند آتا ہے وہ خود ہی آتا ہے مگر صیاد کو بواسطہ جال ہی ملتا ہے تو دعا کا جال کھڑا کر اور رضا کی طرف لوٹ آ۔ یعنی دعا مانگ مگر قبول نہ ہونے پر اللہ سے ناراض نہ ہو اور ایسا نہ کر کہ زبان سے مانگے اور قلب اعتراض کر رہا ہو۔ پس اگر دعا اور رضا بر قضا دونوں کو جمع کرنا چاہتا ہے تو جس تکلیف میں تو مبتلا ہو اس کو تقدیر کی حکمت اور حکم خدا اور اپنے لئے عین مصلحت بھی سمجھ اور یہ سمجھ کر اس کے دفع ہونے کی دعا بھی مانگ کہ عجب نہیں اب تبدیل حال کا وقت مقدر آگیا ہو اور اب دفع مصیبت ہی مصلحت ہو کہ دعا کا جال حصول مراد کا واسطہ بن جائے۔ مگر اس کی شناخت یہی ہے کہ اگر دعا قبول نہ ہو

تو دل پر گرانی نہ آوے اور وہی رضا قائم رہے کہ چونکہ ابھی بقا مصیبت ہی مقدر اور میرے لئے مصلحت ہے، لہٰذا دعا قبول نہ ہونا ہی میرے لئے مفید اور ضروری تھا یہ نہ ہو کہ موجودہ مصیبت کو بے محل اور ظلم خدا سمجھ کر دعا مانگی جائے کہ ایسی دعا کا نام درخواست نہیں بلکہ تجویز خداوندی پر اعتراض اور اس کے بدل دینے کا نام احکم الحاکمین پر حکم چلانا ہے

قیامت کے دن انسان یاد کرے گا جو کچھ بھی بھلائی بُرائی دنیا میں کر چکا ہے مگر وہاں پشیمانی نفع نہ دے گی۔ اور وہاں یاد کرنا مفید نہ ہوگا۔ ہاں کوئی بات ہے تو آج یاد کرنے میں ہے مرنے سے پہلے۔ کیونکہ لوگوں کے کھیتی کاٹنے کے وقت بیج کا اور بونے جوتنے کا تذکرہ کچھ بھی نفع نہیں دیا کرتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے پس جو شخص بھلائی بوئے گا وہ غبطہ کاٹے گا کہ لوگ اس کی عمدہ حالت پر رشک کریں گے اور جو بدی بوئے گا وہ ندامت کاٹے گا کہ بجز پشیمانی کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا مگر تو ایسی غفلت کی نیند سو رہا ہے کہ جگائے جاگتا ہی نہیں۔ پس جب موت تیرے سامنے آ کھڑی ہوگی تب تیری آنکھیں کھلیں گی مگر وہ ایسا وقت ہے کہ اس وقت بیدار ہونا تجھ کو مفید نہ ہوگا۔ یا اللہ ہم کو ان کی نیند سے بیدار کر جو تجھے غافل اور تیری معرفت سے محروم ہیں۔ آمین۔

عزیز من! بد دینوں کے ساتھ تیری صحبت تجھ کو نیکو کاروں کے ساتھ بدگمانی میں ڈال دے گی کہ تابعین رسول کو دنیا برباد کرنے والا سمجھے گا۔ ایسی صحبتوں سے اپنے آپ کو بچا اور اللہ جل جلالہ کی کتاب اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے زیر سایہ چل کہ یقیناً فلاح پائے گا۔

صاحبو! حق تعالیٰ سے شرماؤ جیسا کہ شرمانا چاہیے۔ غفلت نہ کرو کہ تمہارا وقت بے کار جا رہا ہے۔ تم مشغول ہو گئے ایسے زائد از ضرورت دنیا کے جمع کرنے میں

جس کو کھا نہ سکو گے کہ موت آجائے گی۔ اور سب روپیہ پیسہ یہیں چھوڑ کر قبر میں جا سوؤ گے تم آرزوئیں کرتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے اور تعمیر کرتے ہو ایسے مکانات جن میں رہ نہ سکو گے۔ پھر یہ مشغلہ بے سود ہی نہیں بلکہ سخت مضر بھی ہے کہ ان میں سے ہر چیز تم کو حضور خداوندی میں قائم ہونے سے روکتی ہے۔ اللہ جل جلالہٗ کی یاد اہل عرفاں کے دلوں میں خیمہ لگاتی اور ان کو گھیر لیتی اور ہر یاد آنے والی شے کی یاد ان کو بھلا دیتی ہے۔ پس جب یہ حالت کامل ہو جاتی ہے کہ کسی وقت بھی ذکر الٰہی سے غفلت نہ ہو تو بس اب لذت ہی لذت ہے گویا رہنے کے لئے جنت مل گئی۔ ایک جنت نقد اور دوسری جنت اُدھار کہ جس کے عطا ہونے کا وعدہ ہے۔ جنت نقد جو دنیا میں ملتی ہے وہ تو یہ ہے کہ قضاو قدر پر رضا نصیب ہوتی ہے اور بڑی سے بڑی مصیبت پر بھی دل کو کوفت نہیں ہوتی اور قلب کو حق تعالیٰ سے قرب اور راز و نیاز حاصل ہوتا ہے اور اس کے اور خدا کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے، کہ ایسے قلب والے شخص کو کسی حال میں کیوں نہ ہو خلوت کے اندر حق تعالیٰ کی بے کیف اور بلا تشبیہ معیت ہوا کرتی ہے۔ اور چونکہ سارے عالم میں اللہ کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے، لہٰذا اس معیت کی کوئی کیفیت ہی کیا بیان کر سکتا ہے اور جنت موعودہ وہ نہروں اور ہر قسم کی لذتوں والے باغات و محل جس کا حق تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ فرمایا ہے اور نیز اس کے جمال جہاں آرا کا بے حجاب نظارہ۔ کوئی شبہ نہیں کہ خوبیاں ساری اللہ کے پاس ہیں اور برائی ساری غیر اللہ کے پاس۔ خیر و خوبی اس کی طرف متوجہ ہونے میں ہے اور برائی اس سے رُخ پھیرنے میں اور اخلاص کی حقیقت بھی سمجھ لے کہ ہر وہ عمل جس کا تو کوئی معاوضہ چاہے وہ اپنے لئے ہے خدا کے لئے نہیں۔ جیسے نوکروں کی خدمت چونکہ معاوضہ تنخواہ کے لئے ہے۔ لہٰذا اس کی ساری محنت اپنے پیٹ کے لئے ہوئی۔ تو آقا پر کیا احسان؟

البتہ وہ عمل جس سے مطلوب صرف اللہ جل جلالہٗ ہو وہ بے شک اللہ کے واسطے ہے اور ظاہر ہے کہ جب تو نے کوئی عمل کیا اور جنت یا دنیا کا جان و مال اس کا معاوضہ چاہا تو ایسے عمل پر تیری جزا ایسی ہی چیز ہوئی جو اللہ کی مخلوق ہے اور جب تو نے خالص اللہ کے واسطے کوئی عمل کیا تو اس وقت تیری جزا قرب الٰہی اور اس کا دیدار ہوگا پس اپنے اعمال پر کسی معاوضہ کا بھی خواہاں مت ہو کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں دنیا چیز ہی کیا ہے اور آخرت یا اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہو کسی کی حقیقت ہی کیا ہے جس کو اپنے اعمال کا معاوضہ بنائے۔ بس منعم کی ذات کا طالب بن۔ نعمت کا طالب مت بن۔ گھر سے پہلے ہمسایہ کی تلاش کر کہ ہمسایہ نہ ہوا تو اکیلا گھر اگر محل بھی ہوگا تو کاٹنے کو دوڑے گا اور جہاں اُنسیت کے قابل پڑوسی موجود ہو تو تنگ و تاریک مکان بھی جنت بن جائے گا پس جنت کے گھر سے پہلے اللہ کریم کی طلب ہونی چاہیئے کہ اس کی معیت نصیب ہو تو ویرانہ بھی جنت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا

وہی تھا جو ہر چیز سے پہلے موجود تھا۔ اور ہر شے کو نیست سے ہست کرنے والا ہے اور وہی ہے جو ہر چیز کے بعد موجود ہوگا۔ پس اسی حی و قیوم کا طالب بن اور موت کی یاد داشت اور مصیبتوں پر صبر اور تمام حالتوں میں حق تعالیٰ پر توکل اور اعتماد اختیار کر۔ جب یہ تینوں خصائل تیرے لئے کامل ہو گئے تو روحانیت کا مُلک وسیع مجھ کو نصیب ہو گیا کہ موت کو یاد رکھنے سے دنیا کی محبت و ہوس خاک میں مل جائے گی اور تیرا زہد صحیح ہو جائے گا۔ اور مصائب پر صبر کرنے کی بدولت جو کچھ بھی تو اپنے رب سے چاہے گا مل جائے گا۔ اور توکل کے سبب ساری چیزیں تیرے قلب سے نکل جائیں گی کہ نہ کسی سے طمع ہوگی نہ کسی کا خوف اور تو تعلق رکھے گا اپنے پروردگار جل جلالہ سے کہ

دنیا و آخرت اور اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے سب تجھ سے علیٰحدہ ہو جائیں گے۔ اور نہ کسی پر نظر جائیگی، نہ کسی کی پرواہ ہوگی۔ اصلی سلطنت یہی ہے کہ ہر طرف سے راحت ہی راحت تجھ کو پہنچے گی اور ہر جانب سے فرشتوں اور غیبی چوکیداروں کے واسطہ سے تیری حفاظت و نگہبانی ہوگی۔ تیرا مولیٰ جل جلالہ تیری چھٹوں سمت سے تیرا محافظ ہوگا کہ مخلوقات میں کسی ایک کو بھی تجھ پر حملہ کرنے اور ایذا پہنچانے کا راستہ باقی نہ رہے گا۔ ساری جہتیں تیری طرف سے مسدود کر دی جائیں گی کہ کوئی موذی نہ آ سکے اور سارے دروازے جن سے تیرے پاس تک کوئی آسکے مقفل کر دئے جائیں گے اور تو منجملہ ان لوگوں کے بن جائے گا جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے شیطان میرے بندے ایسی حفاظت میں ہیں۔ کہ تیرا ان پر کچھ بھی زور نہیں۔ اور بھلا شیطان کا ان موحدین مخلصین پر زور چل ہی کس طرح سکتا ہے، جن کی نظر اعمال میں کسی مخلوق پر جاتی ہی نہیں۔ کیونکہ شیطان کے کسی پر قابو جمانے کی تو صورت صرف یہی ہے کہ ان کی عبادت میں ریا و نمود ڈال کر بندۂ خدا کو بندۂ خلق بنائے تاکہ ساری عبادت ضائع ہو جائے اور اللہ والے سب سے پہلے مخلوق ہی سے نظر اٹھاتے اور ریا و نمود کو شرک اور عدم اخلاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا شیطان کا اُن پر کوئی بس ہی نہیں چلتا۔ پس توحید و اخلاص حاصل کر کہ کام تو کام کرنے سے چلتا ہے باتیں بنانے سے نہیں چلتا۔ بلکہ زبان تو انتہا میں کھلا کرتی ہے نہ کہ ابتدا میں اور حقائق کا بیان کرنا یا وعظ کہنا تو سلوک و طریقت کے منتہی کا منصب ہے نہ کہ مبتدی کا۔ ابتدا تو سارا گونگا پن ہے اور انتہا ساری گویائی ہے۔ لہٰذا شکوک کو سکوت و عزلت کے ساتھ قطع کر اور جب نور معرفت و اخلاص سے معمور ہو کر سلطان دین بن جائے تب زبان کھول۔ اور حضرات مخلصین کو مفلوک الحال دیکھ کر یہ شبہ نہ کر کہ اُن کو سلطان اور شاہ کیسے کہتے ہیں جن کے بدن پر ثابت کپڑا بھی نہیں کیونکہ مخلص کی بادشاہت اس کے قلب میں ہوا کرتی ہے اور سلطنت اس کے باطن میں

کہ اس کا دل غنی اور باطن ساری مخلوقات سے بے نیاز ہوتا ہے۔ پھر ظاہر کا کیا اعتبار
اور اکثر مخلصین تو گودڑ کے لعل کی طرح ظاہری فقر و افلاس ہی میں ہوا کرتے ہیں اور
شاذ و نادر ہی ایسے ہوتے ہیں جو ظاہری و باطنی سلطنت کے جامع بنیں کہ نسبت سلیمانی
سے مستفیض ہو کر ظاہر و باطن دونوں تونگر ہوں۔ ہر وقت اپنی حالت قلبی کو چھپائے
رکھ اور مخفی بنا رہ یہاں تک کہ تو کامل بن جائے اور تیرا قلب اللہ جل جلالہ تک پہنچ
جائے۔ پس جب تو کامل ہو گیا اور وصول کے درجہ پر پہنچ لیا تو اب اظہار حال کی پروا
نہیں اور کیوں پروا ہونے لگی جب کہ تیرا حال محقق بن چکا اور تو اپنے مقام میں قائم
ہو گیا اور تیرے غیبی چوکیداروں نے تجھ کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور مخلوق تیرے نزدیک
ستون اور درختوں جیسی عاجز اور بے اختیار بن گئی اور تیرے نزدیک اُن کی مدح اور مذمت
اور توجہ اور بے رُخی سب یکساں ہو گئی اب تو خدائے قدیر کی طرف سے اس کی مخلوق
کے بارے میں تجھ کو اتنے اختیارات عطا ہوں گے کہ تو ان کا بنانے والا اور توڑنے والا ہوگا
کہ ان میں اپنے خالق کے اذن سے تصرف کرے گا وہ تجھ کو عزل و نصب کا اختیار عطا
فرمائے گا اور حوالہ کر دے گا تیرے دست و قلب کو حکمنامہ اور دست باطن کو شناخت
کہ اپنے وجدان اور دل کی خواہش کو صحیح سمجھ کر جسے چاہے حاکم بنائے اور جس کو چاہے
معزول کرے کہ تیرے وجدان کا ادراک ارادہ و رضا ئے خداوندی کی علامت
بن جائے گا۔ اور صاحب خدمت بن کر شہر یا صوبہ یا ملک کے تکوینی انتظام پر تعینات
ہوگا۔ مگر جب تک یہ حالت صحیح نہ ہو زبان کھولنا شایاں نہیں ہے بلکہ صاحب حال
بنے بغیر اپنے آپ کو رہبری اور مقتدائیت کے قابل سمجھنا بوالہوسی اور جہالت ہے لہٰذا
ابھی زبان بند کر اور صاحب عقل بن۔ بوالہوس مت بن۔ ابھی تو اندھا ہے لہٰذا
اس کی تلاش کر جو تیرا ہاتھ پکڑے۔ ابھی تو جاہل ہے لہٰذا اس کی تلاش کر جو
تجھے علم سکھائے۔ اور جب ایسا شخص مل جائے تو اس کو شیخ و مرشد بنا اور اس

کا دامن پکڑ۔ اور اس کے قول اور رائے کو قبول کر اور اس سے راستہ کا پتہ معلوم کر پھر جب راستہ تک پہنچ جائے تو وہاں بیٹھا رہ یہاں تک کہ راستہ کی واقفیت تجھ کو خوب حاصل ہو جائے۔ کیونکہ مرشد کے واسطے سے راہ سلوک طے کرنے کے بعد جب اپنے اشغال پر جارہے گا اور مدتیں گذر لیں گی تب استقامت اور راہ وصول کی پوری واقفیت نصیب ہوگی اور مرشد و ہادی بننے کی قابلیت آئے گی۔

پس اس وقت ہر بھولا بھٹکا مسافر تیرے پاس بسیرا کرے گا۔ اور تو فقراء مساکین کا خوان بن جائے گا۔ کہ جس حاجتمند کا دل چاہے وہ تیرے پاس بیٹھے اور روحانی غذائیں بے روک ٹوک کھائے۔ خوب یاد رکھ کہ منجملہ شرافت و جوانمردی کے ہے اسرار الٰہی کا محفوظ رکھنا اور لوگوں سے خوش خلقی کا خوگر ہو کہ مخلوق سے اخلاق میں کمی بھی نہ آئے اور قلبی کیفیت کا وجود حقیقت راز خداوندی ہے کسی طرح اظہار بھی نہ ہونے پائے مگر یہ اسی جوانمرد کو نصیب ہو سکتا ہے جو جملہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ کا اور اللہ سے راضی ہونے کا طالب ہو اور وائے افسوس کہ تو کہاں اور یہ حالت کہاں۔ کیا تو نے ارشاد خداوندی نہیں سنا کہ "بعض تم میں وہ ہیں جو دُنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو آخرت چاہتے ہیں" اور دوسری جگہ مخلصین کی شان اس طرح بیان فرمائی کہ "وہ چاہتے ہیں اللہ کی ذات کو" اس سے معلوم ہوا کہ طالب تین قسم کے ہیں جن میں سب سے افضل وہی ہیں جو طالب ذات حق ہوں۔ اگر تیرا بخت یاور اور نصیبہ اچھا ہوتا تو اللہ کی طلب کے ساتھ کسی دوسری طلب کا شامل کرنا تجھ کو شرک معلوم ہوتا اور شرم و غیرت کا ہاتھ تجھ تک پہنچتا جو تجھ کو ماسوی اللہ کے ہاتھ سے چھڑا لیتا اور قرب حق کے دروازہ تک لے آتا کہ بس اب اللہ ہی اللہ ہوتا اور دوئی کا نام بھی نہ رہتا کیونکہ وہاں ولایت اللہ سچے ہی کی ہے، جب تیری یہ حالت کامل ہو جاتی تو اس وقت دنیا اور آخرت دونوں خادم بن کر تیرے پاس آتیں بے ضرر اور بلا مشقت۔ حق تعالیٰ کے دروازہ

بند جھک دے اور اس کے دروازے پر پڑا رہ کہ جب تو وہاں پڑا رہے گا تو خواطر کی اصلیت تجھ پر واضح ہو جائے گی۔ پس تو خاطر نفس اور خاطر ہوئی اور خاطر قلب اور خاطر شیطان اور خاطر ملکی سے واقف ہو جائے گا۔ تجھ سے کہا جائے گا کہ یہ خاطر حق ہے اور یہ خاطر باطل ہے ہر ایک تجھ کو اس علامت سے معلوم ہو جائے گا۔ جس کی تجھ کو شناخت حاصل ہو گی۔

جب تو اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا تو اب خاطر حق تیرے پاس آئے گی کہ تجھ کو باادب اور مہذب بنائے گی اور جو کور کسر تیرے باطن میں ہے۔ اس کے تمیق و وسوسہ تک کو دور کر دے گی اور تجھ استقامت بخشے گی کہ آستانہ خداوندی تجھ سے چھوٹ نہ سکے گا اور اب وہی تجھ کو نشست و برخاست کرائے گی۔ وہی حرکت وسکون دے گی۔ وہی نیک کام کرنے کا حکم کرے گی اور وہی معاصی سے روکے گی۔ غرض تیرے جملہ افعال الہامی حکم سے صادر ہوا کریں گے۔ اور تیرے کسی کام میں بھی نفسانی یا شیطانی یا مخلوق میں کسی ایک کی بھی تحریک و تحریض کو مطلق دخل نہ ہو گا۔

صاحبو! جاہ و مال دنیا کی نہ کمی بیشی کے طالب بنو نہ ترقی و تنزل کے کیوں کہ تقدیر تم میں ہر ایک شخص کو جدا جدا محیط ہو چکی ہے اور جس کے لئے جتنا جاہ و مال مصلحت تھا وہ اس کے مقسوم میں اس کے قبل ہی لکھ چکا ہے، پس تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کے لئے خاص لکھت اور مخصوص تحریر نہ ہو۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا رب فارغ ہو چکا پیدائش اور رزق اور مدت حیات سے۔ پس جیسی بُری بھلی صورت اور جتنا کم یا زیادہ رزق اور جتنی زندگی کسی کے لئے لکھی گئی ہے وہ نہ کسی تدبیر سے مٹ سکے نہ بدلی جا سکے۔ کیونکہ قلم نے وہی لکھا جو ہونے والا ہے اور تحریر خشک ہو چکی پس جب محقق ہو چکا کہ حق تعالیٰ ہر شے کی لکھت سے فارغ ہو لیا تو پھر کمی بیشی کی طلب سے کیا حاصل۔ اللہ کی قضا و قدر کی لکھت بے شک پہلی ہے۔ لیکن حکم آیا اور امر و نہی اور الزام نے لکھت پر پردہ کر لیا۔ پس ہر چند کہ ہر شخص کے

اعمال واحوال سب ہی تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں مگر اس تحریر کو چونکہ پردہ میں رکھا ہے کہ عمل کے صادر ہونے سے پہلے کسی کو خبر نہیں کہ یہ عمل اس کی تقدیر میں لکھا گیا تھا لہٰذا اس کو تدبیر کرنے کا حکم فرمانا اور شریعت کا مکلف بنا کر نیک کام کرنے کی تاکید اور بُرے کاموں سے منع کرنا اور تعمیل نہ کرنے پر اس کو ملزم قرار دینا سب صحیح ہو گیا۔ پس کسی کو جائز نہیں کہ حکم پر الزام قائم کرے تقدیر کی پہلی لکھت سے اور یوں کہے کہ جب میری تقدیر میں لکھا ہی تھا تو پھر مجھ پر الزام کیوں قائم کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس لکھت کو معلوم کرنے کے بعد اس کے موافق عمل کرنا بے شک معذور بنا سکتا تھا اور اب تو جو کچھ بھی کیا ہے اس کا سبب صرف شرارت نفس ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے علم قدیم سے اول ہی معلوم کر لیا بلکہ لکھ دیا تھا اب رہی یہ بات کہ اللہ نے نفس کو شرارت ہی کیوں دی کہ اس کی بدنفسی لکھی پھر اتباع شریعت کا حکم دے کر اس بدنفسی کا اظہار کرا کے اس کو ملزم بنایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کسی کا محکوم نہیں بلکہ احکم الحاکمین ہے اور غلام کو آقا سے بازپرس کا حق ہی حاصل نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہے کہ حق تعالیٰ جو کچھ بھی کرے اس کی پوچھ اس سے نہیں کی جا سکتی اور بندوں سے کی جائے گی۔

صاحبو! کتابت لوح محفوظ اور حکم الٰہی کا منشا جدا جدا اچھی طرح سمجھو اور عمل کرتے رہو اس ظاہر پر جس کا نام شریعت ہے۔ اس سیاہی پر جو سفید کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے اور جو لوح محفوظ میں لکھا ہے اس کی آڑ پکڑ کر عمل سے کاہل و بے فکر نہ ہو یہاں تک کہ یہ تم کو اپنے باطن پر عمل کرنے کا محرک ہو گا کیونکہ جب تو اس ظاہر شریعت پر عمل کریگا اور نماز روزہ کا پابند ہو گا تو یہ باطن کے سمجھنے کی طرف تجھ کو پہنچا دے گا اور اول جو چیز سمجھے گی وہ تیرا قلب القلب ہو گا جس کو سِر کہتے ہیں اور پھر تیرا قلب تیرے نفس پر القا کرے گا۔ اور نفس اس کو لائے گا تیری زبان پر اور زبان اسے ڈالے گی مخلوق پر کہ تیری اس فہم باطنی کا فیضان ان تک پہنچے گا اُن کی بہبودی اور منفعت کے لئے۔ مبارک ہو تجھ کو

اگر تو نے اس تحریری حکم شریعت پر عمل کر کے اور مخفی تحریر یعنی قضا و قدر پر راضی رہ کر حق تعالیٰ کے ارادہ و مشیت کی موافقت کی اور اس کو محبوب سمجھا۔ وائے تجھ پر کہ دعوے کر بیٹھا اللہ جل جلالہ کی محبت کا — کیا تجھے معلوم نہیں کہ محبت کی شرطیں بھی ہوا کرتی ہیں؟ اور اللہ کی محبت کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس کی موافقت ہو اپنی ذات کے متعلق بھی اور دوسروں کے متعلق بھی اور دوسری شرط یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے ساتھ تعلق ہونے میں چین نہ ملے اور بے قراری ہو اور یہ کہ اللہ کے ساتھ انس ہو اور اس کی معیت سے کبھی وحشت نہ ہو کیونکہ یہ قطعی فیصلہ ہے کہ اللہ کی محبت جب کسی بندہ کے قلب کو مسکن و قیام گاہ بناتی ہے تو وہ خود بخود اس سے مانوس ہوتا ہے اور جو چیز بھی اس کو اللہ کی مشغولیت سے ہٹاتی ہے وہ اس کو ناگوار اور بُرا سمجھنے لگتا ہے پس جب تیرے اندر شرط محبت موجود نہیں ہے تو اپنے جھوٹے دعوے سے توبہ کر۔ یہ نعمت ہوس آرزو اور کذب و نفاق اور تصنع سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ توبہ کر اور اپنی توبہ پر قائم رہ کیونکہ شان صرف توبہ کر لینے میں نہیں ہے بلکہ توبہ پر قائم رہنے میں ہے۔ شان درخت لگانے میں نہیں ہے۔ شان تو درخت کے جمنے اور شاخوں کے پھوٹنے اور پھل لانے میں ہے۔ لازم پکڑو حق تعالیٰ کی موافقت رنج میں اور تکلیف میں۔ افلاس میں اور تونگری میں۔ سختی میں اور ارزانی میں۔ بیماری میں اور تندرستی میں، بھلی حالت میں اور بُری حالت میں، حصول میں اور محرومیت میں۔ میں تمہارے لئے کوئی دوا و علاج ہی نہیں دیکھتا بجز تسلیم و تفویض کے کہ راحت ہو یا تکلیف اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دو۔ جب وہ تمہارے لئے کوئی ناگوار صورت تجویز فرمائے تو اس سے گھبراؤ مت اور نہ اس کی بابت اس سے نزاع کرو کہ ہائے تکلیف میں کیوں ڈال دیا اور نہ اس کی دوسروں سے شکایت کرو۔ کیونکہ یہ ایسی ناگوار حرکت ہے جو تمہاری تکلیف کو اور زیادہ ہی کرے گی۔ بلکہ سکون و خموشی اور گمنامی اختیار کرو گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ جب تم

طالب بن کر اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہو تو کیسا ہی زلزلہ کیوں نہ آ جائے۔ جمے رہو اس کے
سامنے اور تماشہ دیکھتے رہو کہ وہ تمہارے اندر اور تمہاری بابت کیا کر رہا ہے۔ عاشق کے
لئے اس سے زیادہ خوشی کا وقت کونسا ہوگا کہ محبوب اس کے بدن کو ہاتھ لگائے اور
ترمیم و اصلاح کرے لہٰذا خوش ہو اس کی تغیر و تبدیل پر اور یاد رکھو کہ جب تم اس
کے ساتھ ایسے ہو جاؤ گے تو کوئی شبہ نہیں کہ بدل دیگا وحشت کو انس سے اور حزن و غم
کو اپنے ساتھ فرحت و خوشی سے کہ اس کے حصول کی مسرت کے سامنے بڑے سے بڑا
غم بھی یاد نہ آئے گا۔ یا اللہ ہم کو اپنی بارگاہ اور اپنی معیت میں لے لے اور عطا فرما ہم
کو دنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

پانچویں مجلس

وقت شام یوم سہ شنبہ ۱۲ر شوال ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

عزیز من! کہاں جاتی رہی اللہ جل جلالہٗ کی غلامی کو اور اپنے جملہ امور میں اللہ کو کافی سمجھ۔ مگر تیری حالت تو یہ ہے کہ ذراسی ضرورت تجھ کو پیش آتی ہے تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے اور اللہ کو اس کے لئے کافی نہیں سمجھتا۔ پھر کیسے کہا جائے کہ تو اپنے آپ کو اللہ کا سچا بندہ و غلام سمجھتا ہے۔ اس مخلوق پرستی سے معلوم ہوا کہ تو اپنے آقا سے بھاگا غلام ہے لہٰذا لوٹ اس کی طرف اور اس کے سامنے سر جھکا اور پستی اختیار کر کہ اس کے حکم کی تعمیل ہو اور اس کی ممانعت پر باز آئے اور اس کی قضا و قدر پر صبر اور موافقت ہو۔ جب تجھ کو یہ بات پوری طرح حاصل ہو جائے گی تب تیری غلامی اپنے آقا کے لئے کامل ہو گی اور اس کی طرف سے کفایت تجھ کو نصیب ہو گی۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے "کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے"؟ جب تیری غلامی اس کے لئے صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور اپنی محبت تیرے قلب میں قوی کر دے گا اور تجھ کو اپنے سے مانوس بنا دیگا اور بلا تیری محنت اور کسی دوسرے کی طلب و تلاش کے تجھ کو اپنا مقرب بنالے گا کہ نہ تجھ کو ریاضت و مجاہدہ کی حاجت ہو گی۔ اور نہ کسی شیخ و مرشد انسان کی صحبت میں رہنے کی طلب و تلاش کی ضرورت ہو گی۔ پس تو جملہ تغیرات و حالات میں اس سے راضی رہے گا۔ کہ پھر اگر وہ تیرے اوپر زمین کو باوجود اتنی وسعت کے نہایت تنگ اور آسمانوں کو باوجود اتنی فراخی کے بالکل

بند بھی کر دے گا تب بھی نہ تو اس پر غصہ ہوگا نہ غیر کے دروازہ کا طالب ہوگا اور نہ دوسرے کا کھانا
کھائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا شامل ہوگا کہ ان کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
"اور ہم نے حرام کر دیا موسیٰ پر دوسری پستانوں کو پہلے ہی" کہ ماں کی پستان کے سوا باوجود ناسمجھ
بچہ ہونے کے انہوں نے کسی دایہ کا بھی دودھ نہیں پیا۔ ہمارا پروردگار جل جلالہٗ ہر چیز پر گواہ
ہے ہر چیز میں حاضر ہے۔ ہر چیز پر نگہبان ہے اور ہر چیز کے قریب ہے تم کو اس سے بے نیازی
کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی۔ اور واقف ہوتے ہوئے پیچھے انکار کرنا بڑی تلخ بات ہے۔ وائے تجھ پر
کہ اللہ جل جلالہٗ سے واقف ہے۔ اور پھر اس کا انکار کرتا ہوا اس سے پھرا جاتا ہے۔ دیکھ
اس سے پھر سے مت ورنہ ساری خوبیوں سے محروم رہ جائے گا اس کی معیت پر اڑا رہ اور
اس کے چھوٹنے پر صبر مت کر۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جس نے صبر کیا اس نے قدرت پائی۔ پھر یہ سمجھ
کیسی۔ یہ جلد بازی کیسی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے ایمان والو صبر کرو اور صبر دلاؤ اور جمے
رہو اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ" اور صبر کے متعلق قرآن شریف میں بہتیری آئتیں ہیں جو
بتا رہی ہیں کہ صبر میں کیا کچھ بھلائی اور نعمتیں اور جزاء نیک اور عطائیں اور دنیا و آخرت کی
راحتیں ہیں۔ صبر اختیار کرو کہ دیکھو گے خیر و خوبی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اختیار کرو
گورستان میں جانا اور صلحاء کی طرف بالقصد قدم اٹھانا اور ایسے ہی دوسرے نیک کام
کرنا کہ تمہارا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ ان لوگوں میں سے مت بنو جن کو نصیحت کی جاتی ہے تو
وہ اثر نہیں لیتے۔ اور جب سنتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ دیکھو تمہارے دین کی بربادی چار
باتوں سے ہے اوّل یہ ہے کہ جو کچھ تم کو علم ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ جس کا
علم نہیں اس پر عمل کرتے ہو۔ سوم یہ کہ جو بات معلوم نہیں اس کا علم حاصل نہیں کرتے
اور جاہل بنے رہتے ہو۔ چہارم یہ کہ لوگوں کو علم سیکھنے سے روکتے ہو۔

صاحبو! جب تم وعظ و ذکر کی مجلسوں میں آتے ہو تو محض سیر و تفریح کے لئے
آتے ہو نہ کہ معالجہ کے لئے واعظ کے وعظ و نصیحت پر توجہ نہیں کرتے بلکہ اس کی غلطی

لغزش کو ذہن میں رکھتے جاتے ہو اور گرفت کرتے ہو۔ مذاق اڑاتے ہو اور ہنستے ہو اور کھیلتے ہو۔ تم اللہ جل جلالہ کے ساتھ اپنے سروں کی بازی کھیلتے ہو اور نہیں سمجھتے کہ یہ سر قلم کردئے جائیں گے۔ اس دلیری سے توبہ کرو اور دشمنان خدا کے ساتھ مشابہت مت لو اور وعظ سے جو سنو اس سے نفع اٹھاؤ۔

عزیز من! تو اپنی عادت کا قیدی بن گیا ہے کہ نماز بھی پڑھتا ہے تو صرف عادت ہو جانے کی وجہ سے اور جو مقسوم میں لکھا جا چکا اس کی طلب و تلاش میں دوڑ دھوپ کرنے اور اسباب پر دل لگانے اور خالق اسباب کو بھول جانے کا اور اس تو کل و بھروسہ کو بھلا دینے کا قیدی و پابند بن گیا جس کی نحوست سے تیرے پچھلے سارے اعمال حبط ہو گئے۔ تجھ کو لازم ہو گیا از سرنو عمل کرنا۔ اور اس میں اخلاص پیدا کرنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں میری" پس معلوم ہو گیا کہ نہ ان کو ہوس کے لئے پیدا کیا اور نہ کھیل کود کے لئے پیدا کیا اور نہ کھانے پینے، سونے اور نکاح کے لئے پیدا کیا۔ اے غافلو اپنی غفلتوں سے بیدار ہو، اور خدا کی طرف توجہ کرکے دیکھو تو سہی۔ اس کی شفقت تو ماں سے بڑھی ہوئی ہے کہ تیرا قلب اس کی طرف ایک قدم چلے گا تو اس کی محبت تیری طرف کئی قدم چلے گی وہ تو اپنے عشاق کی ملاقات کا عشاق سے بھی زیادہ مشتاق ہے وہ عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب مگر بات یہ ہے کہ اس کی محبت مطلب بھی جب ہی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ وہ چاہے کیونکہ جب بندہ سے کوئی کام لینا اس کو مطلوب ہوتا ہے تو خود اسکو تیار کر دیتا ہے اور اس کام کی توفیق بخش دیتا ہے یہ ایسی بات ہے جس کا تعلق معانی سے ہے صورتوں سے نہیں لہٰذا ظاہر بین اس کو سمجھ بھی نہیں سکتا جو میں نے کہا ہے جب یہ بندہ کو پوری طرح نصیب ہو جاتا ہے تو دنیا و آخرت اور ماسوی اللہ سے اسکی بے رغبتی صحیح ہو جاتی ہے صحت اس کے پاس آ تی ہے۔ قرب اس کے پاس آتا ہے۔ حکومت اس کے پاس آتی ہے اور سلطنت و امارت اس کے پاس آتی ہے،

کہ محبوبیت کے سبب، عالم میں تصرفات کی طاقت اس کو نصیب ہوتی ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ اس کی اطاعت کو اپنی عزت سمجھتا ہے۔ اب اس کا ذرہ برابر عمل پہاڑ بن جاتا ہے۔ اس کا قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ اس کا ماہتاب گویا آفتاب بن جاتا ہے۔ غرض اس کا تھوڑا کام بھی بہت ہو جاتا ہے اس کا عدم بھی وجود ہو جاتا ہے۔ اس کی فنا بقا بن جاتی ہے اور اس کی حرکت ثبات بن جاتی ہے۔ اس کا درخت بڑھتا اور اونچا چڑھ کر عرش تک پہنچتا ہے اور اس کی جڑ ثریٰ تک پہنچتی ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا اور آخرت پر سایہ پھیلاتی ہیں۔ وہ شاخیں کون سی ہیں؟ حکم اور علم۔ کہ حکم ظاہر یعنی شریعت اور علم باطن۔ یعنی طریقت کی برکات سارے عالم پر سایہ افگن ہوتے اور اس سرتاپا جود شجرۃ الوجود سے مخلوق جوق جوق دونوں قسم کے فیضان حاصل کرتی ہے۔ ساری دنیا اس کے نزدیک ایسی چھوٹی سی چیز بن جاتی ہے جیسے انگوٹھی کا حلقہ۔ نہ دنیا اس کو اپنی ملکیت بنا سکتی ہے اور نہ آخرت اس کو قید کر سکتی ہے۔ نہ کوئی بادشاہ اس کا مالک بن سکتا ہے نہ کوئی ماتحت۔ کوئی دربان اس کو روک نہیں سکتا۔ کوئی شخص اس کو پکڑ نہیں سکتا اور کوئی کدورت اس کو مکدر نہیں کر سکتی۔ پس جب یہ حالت پوری ہو جاتی ہے اس وقت یہ بندہ مخلوق کے ساتھ ٹھہرنے اور ان کا ہاتھ تھامنے اور ان کو بحر دنیا سے نکالنے اور مرشد و شیخ بننے کے قابل ہوتا ہے اس کے بعد اگر حق تعالیٰ اس بندہ سے نفع پہنچانا چاہتا ہے تو اس کو مسند ارشاد پر بٹھا کر لوگوں کا راہبر، ان کا طبیب، اُن کا ادب سکھلانے والا، اُن کا ترجمان، اُن کا ترانے والا، اُن کا میل کچیل کھرچنے والا، اُن کا چراغ اور اُن کا آفتاب بنا دیتا ہے کہ مخلوق چار طرف سے اس کی طرف پروانہ وار آتی ہے اور اصلاح و فلاح دین و دنیا کا سبق اس سے لیتی ہے مگر بات وہی ہے کہ اگر حق تعالےٰ بندہ سے یہ ارشاد و تربیت کا کام لینا چاہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے ورنہ اس کو اپنے پاس چھپا لیتا اور اپنے اغیار سے غائب کر لیتا ہے کہ باوجودیکہ اس میں قابلیت سب کچھ ہے مگر اللہ کو منظور نہیں

کہ وہ دوسری طرف رخ کرے لہٰذا کسی کو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اس قسم کے اہل اللہ میں سے کوئی کوئی ہوتا ہے جس کو مخلوق کی طرف بھیجتا ہے مگر پوری حفاظت اور پوری سلامتی کے ساتھ بھیجتا ہے کہ کیسی ہی ظلمت والا ان کے پاس آکر کیوں نہ بیٹھے ان پر اپنی حب دنیا و ظلمت قلب کا اثر نہیں ڈال سکتا۔ ان کو توفیق بخشتا ہے مخلوق کی بہبودی اور ہدایت کی۔

صاحبو! جو شخص صرف دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے اس کی آزمائش آخرت سے ہوتی ہے اور جس نے دنیا و آخرت دونوں سے زہد اختیار کیا اُس کی آزمائش دنیا و آخرت کے پروردگار سے ہوتی ہے کہ دیکھیں اس کا حق پورا ادا کرتا ہے یا نہیں مگر تم تو آخرت ہی سے غافل بن گئے گویا تم کو مرنا ہی نہیں ہے اور گویا قیامت کے دن محشر ہی میں نہ آؤ گے اور حق تعالیٰ کے سامنے تم سے حساب کتاب ہی نہ ہوگا اور پل صراط پر عبور کرنا ہی نہ پڑے گا؟ یہ تمہاری حالتیں ہیں اور دعویٰ کرتے ہو اسلام اور ایمان کا۔ یہ قرآن اور علم الٰہی جس کا ظہور تقدیر کی لکھت سے ہوا دونوں تم پر حجت بنیں گے اگر تم نے ان دونوں پر عمل نہ کیا۔ جب تم علماء کے پاس آؤ اور جو وہ تم سے کہیں تم اس کو قبول نہ کرو تو یہ تمہارا ان کے پاس آنا تم پر حجت بنے گا۔ اور اس کا گناہ تم پر ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تم ملاقات کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کا کہنا نہ مانتے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ کے جلال و عظمت و کبریائی اور عدل و انصاف کا خوف ساری مخلوق پر عام ہوگا۔ شاہان دنیا سب جاتے رہیں گے اور اسی کی بادشاہت باقی رہ جائے گی۔ سب ہی قیامت کے دن اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور ظاہر ہو جائے گی ان کی عزت، ان کی تونگری اور ان کے لئے حق تعالیٰ کا اکرام و احترام اور بصیرت کسی کو حاصل ہو تو وہ حضرات آج دنیا میں بھی کوتوال اور محافظ بنے ہیں رعایا کے اور شہروں کے اور میخیں بنے ہوئے ہیں زمین کی کہ زمین کا قیام و بقا انہیں کی وجہ سے ہے وہ مخلوق کے پہردار اور ان کے منتظم و رئیس اور حق تعالیٰ کے

نائب ہیں معنوی حیثیت سے نہ کہ ظاہری اعتبار سے۔ آج معنے ہیں اور کل قیامت کے
دن صورت ہوگی کہ ان کی معنوی بادشاہت حشر کے دن آشکارا ہو جائے گی۔ کافروں
سے لڑنے والوں کی شجاعت تو کافروں سے مٹھ بھیڑ ہونے اور جنگ میں ان کے
سامنے جمے رہنے کے اندر ہے اور صالحین کی شجاعت اپنے نفوس، اپنی خواہشوں،
اپنی طبیعتوں، شیطانوں اور بد ہمنشینوں سے جو شیاطین الانس ہیں مٹھ بھیڑ ہونے اور
جنگ کرنے میں ہے اور خواص کی شجاعت دنیا و آخرت اور اللہ کے سوا ہر شے سے زہد و
بے رغبتی اختیار کرنے میں ہے۔

عزیز من! بیدار ہو اس سے پہلے کہ بلا ارادہ بیدار کیا جائے یعنی موت آ جائے۔
اور بے اختیار آنکھیں کھل جاویں۔ دیندار بن اور دینداروں سے مل کر حقیقت میں
آدمی وہی ہیں کیونکہ آدمیت کا مدار تو عقل پر ہے اور لوگوں میں بڑا عقلمند وہی ہے
جس نے اللہ جل جلالہٗ کی اطاعت کی اور سب سے زیادہ نادان وہ ہے جس نے اس
کی نافرمانی کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عموماً عورتوں سے
نکاح تین خوبیوں پر کیا جاتا ہے۔ یا اس کے مال کی وجہ سے یا جمال کی وجہ سے یا نسبی
شرافت کی وجہ سے مگر تو دیندار عورت حاصل کر تیرے ہاتھوں میں مٹی آوے۔ یہ
آخری فقرہ دعا ہے۔ کہ تو فقیر بنے اور خدا تجھ کو دولت فقر بخشے۔ اور جب کوئی مستغنی
و بے نیاز بنتا ہے تو اہل عرب کہا کرتے ہیں فلاں شخص صاحب تراب بن گیا یعنی کسی
شے کا بھی محتاج نہیں رہا۔ پس بی بی کے دیندار ہونے سے غذار قلبی نصیب ہوگا
اگرچہ نادار ہو۔ اسی طرح جب تو دینداروں سے ملے جلے گا اور ان سے محبت کرے گا تو
تیرے ہاتھ مستغنی بن جائیں گے اور تیرا قلب نفاق اور اہل نفاق سے بھاگے گا منافق
ریاکار عمل کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لے کہ تیرا کوئی عمل قبول نہ ہوگا جب تک کہ اس سے
تیری نیت ذات حق نہ ہوگی۔ تیرے عمل کی صورت قبول نہ ہوگی۔ بس اس کے معنی،

قبول کئے جائیں گے اور جب نفس و شیطان کی موافقت کرے گا اور خواہشات نفسانی کی خاطر عمل کرے گا تو معنی خراب ہونے کے سبب عمل کی صورت بھی قبول نہ ہوگی۔ لہٰذا جب تو اپنے عمل میں خراب کرے گا اپنے نفس کا اور اپنی خواہش نفس کا اور اپنے شیطان کا اور اپنی دنیا کا تو وہ اس کو قبول فرمائے گا۔ عمل کر اور اخلاص حاصل کر اور اپنے کسی عمل کی طرف بھی نظر مت کر۔ تیرا عمل وہی مقبول ہوگا جس سے مقصود ہو ذات حق نہ کہ ذات مخلوق۔ وائے تجھ پر کہ عمل تو مخلوق کے لئے کرتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ یہ ہوس ہی ہوس ہے۔ تکبر و نخوت اور اترانا چھوڑ اپنی شادمانی کم کر اور حزن کو بڑھا کہ تو دارالحزن اور دنیا کے قیدخانہ میں ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ فکر میں رہتے شاد کم ہوتے اور غمگین زیادہ رہتے اور بہت کم ہنستے تھے اور ہنسنا بھی صرف تبسم اور وہ بھی دوسروں کا دل خوش کرنے کو۔ آپ کے قلب میں احزان و اشغال بھرے ہوئے تھے۔ اگر صحابہ اور دنیا کے معاملات جن کی تکمیل کے لئے آپ مامور تھے نہ ہوتے تو آپ فکر و غم کی وجہ سے کبھی گھر سے باہر بھی نہ نکلتے اور نہ کسی کے پاس بیٹھتے۔

عزیز من۔ جب اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ تیری خلوت صحیح ہو جائے گی تو تیرا باطن مدہوش اور تیرا قلب صاف ہو جائے گا۔ تیری نگاہ مجسم عبرت بن جائے گی اور تیرا قلب از سرتاپا فکر بن جائے گا اور تیری روح اور معنٰے حق تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے۔ دنیا کا فکر بندہ کے لئے اللہ کا ایک دنیوی عذاب اور پورا حجاب ہے اور آخرت کا فکر علم اور قلب کی زندگی ہے کہ جس بندہ کو فکر آخرت کا مادہ عطا ہوا اس کو دنیا اور آخرت کے احوال کا علم عطا ہوا۔ وائے تجھ پر کہ دنیا کے اندر اپنے قلب کو برباد کر رہا ہے، حالانکہ دنیا کے متعلق تیرے مقسوم سے اللہ جل جلالہٗ فارغ ہو چکا اور تیرے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھ چکا کہ فلاں فلاں چیز اتنی اتنی اس کو ملے گی اور اس اوقات مقرر فرما چکا جو

اللہ کو معلوم ہیں۔ پس روزانہ تیرا رزق تجھ کو پہنچے گا خواہ اس کی طلب و تلاش کرے یا نہ کرے مگر تیری حرص تجھ کو ذلیل و خوار کر رہی ہے اللہ جل جلالہ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی ضعف ایمان کی وجہ سے تو رزق کا جویاں ہو گا اور قوت ایمان کے سبب طلب سے بیٹھ جائے گا اور جب ایمان پوری طرح کامل ہو جائے گا تو طلب سے سو جائے گا کہ طلب کی قابلیت و امکان بھی نہ رہے گا۔

عزیز من! حقیقت کو بیہودہ شے کے ساتھ خلط ملط نہ کر اور خوب سمجھ لے کہ مخلوق سے تعلق رکھتے ہوئے اللہ سے تعلق ہونا ایک بیہودہ خیال ہے جو واقعیت سے کوسوں دُور ہے بھلا جب تیرے قلب نے مخلوق سے گہرا تعلق کر لیا تو وہ پھر خالق کے ساتھ محبت کیسے کر سکتا ہے تو سبب کو شریک خدا سمجھے ہوئے ہے بھلا پھر خالق اسباب کے ساتھ تو کس طرح ہو سکتا ہے بھلا ایک جگہ جمع کیسے ہو سکتے ہیں ظاہر اور باطن۔ یا عقل میں آجانے والی اور عقل سے بالا یا وہ جو مخلوق کے پاس ہے اور وہ جو خالق کے پاس ہے؟ پس اگر عالم ظاہری کی محبت کو دل میں جگہ دی تو خالق کی محبت دل میں نہیں آ سکتی کہ ایک اقلیم میں دو بادشاہ اور ایک نیام میں دو تلواریں جمع نہیں ہو سکتیں۔ کس قدر جاہل ہے جو خالق سبب کو بھول گیا اور سبب میں مشغول ہو گیا سبب کے ساتھ ٹھہر گیا اور خالق سبب کو چھوڑ دیا۔ پائیدار کو بھول گیا اور ناپائیدار سے خوش ہوا۔

عزیز من! چونکہ تو جاہلوں کی صحبت میں رہتا ہے پس ان کا جہل تیرے اندر بھی سرایت کرتا ہے یاد رکھ کہ طالبانِ دُنیا جاہل و احمق ہیں اور احمق کی صحبت بڑے نقصان کی صحبت ہے لہٰذا طالب خدا بن اور صحبت اختیار کر ایمان والوں کی، ایقان والوں کی اور ان عالموں کی جو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہیں۔ ایمان والوں کا حال بھی فقر ہو یا تونگری ہر حالت میں کیا ہی بھلا اور پیارا ہوتا ہے کہ نہ عیش و نعم پر اتراتے ہیں اور نہ رنج و تکلیف میں دل تنگ ہوتے اور گھبراتے ہیں۔ دونوں حال میں مضبوط اور یکساں رہتے ہیں

کس قدر قوی ہوتے ہیں اپنے مجاہدوں میں اور اپنے نفوس اور خواہشات نفس کو مغلوب کرنے میں اور ان کی اسی طاقت کا اظہار کرنے کے لئے۔" فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مسرت چہرہ پر ہوتی ہے اور غم دل کے اندر"۔ یہ اس کی قوت ہی کا اثر ہے کہ اس کو قدرت ہوئی کہ ظاہر کرے مخلوق کے سامنے بشاشت اور چھپائے رہے حزن وغم کو اپنے اور اللہ جل جلالہٗ کے درمیان اور درحقیقت مومن کا حزن وغم ہر وقت کا ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی فکر میں رہتا ہے۔ اس کو رونا بہت آتا ہے اور ہنسی کم۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

"مومن کے لئے راحت نہیں بجز اپنے پروردگار جل جلالہٗ کی ملاقات کے" اس سے معلوم ہوا کہ موت سے پہلے تمام عمر اس کو رنج وفکر ہی رہتا ہے مگر بندۂ مومن اپنے حزن کو چھپائے رکھتا ہے اپنی خندہ روئی سے۔ اس کا ظاہر حرکت کیا کرتا ہے کسب معاش میں اور اس کا باطن رہا کرتا ہے اپنے پروردگار جل جلالہٗ کے پاس۔ اس کا ظاہر اس کے اہل وعیال کے لئے ہے اور اس کا باطن اس کے پروردگار جل جلالہٗ کے لئے کہ ہاتھ پاؤں مشغول رہتے ہیں محنت مزدوری اور طلب معاش وتربیت اولاد میں مگر دھیان اور خیال اور دل پڑا رہتا ہے اللہ جل جلالہ میں۔ وہ دنیا کے سب ہی کاروبار کرتا ہے مگر اس کی اندرونی کیفیت اور دل کی حالت نہ فاش ہوتی ہے اہل پر نہ اولاد پر نہ پڑوسی پر، نہ پڑوسن پر اور نہ اللہ کی مخلوق میں کسی پر، وہ سنتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "اپنے کاموں پر اعانت چاہو اخفا کے ساتھ" لہٰذا وہ ہمیشہ مخفی رکھتا ہے اپنی حالت کو۔ پس اگر کبھی غلبۂ حال ہوتا یا اس کی زبان سے کوئی بات بے اختیار نکل جاتی ہے تو بات کی تلافی کرتا۔ اور عبارت کو تاویلیں کرکے بدلتا اور جو کھل گیا اس کو چھپاتا اور جو ظاہر ہو گیا اس کی اپنے خدا سے معذرت کرتا ہے،

عزیز من! مجھ کو اپنا آئینہ بنا۔ مجھ کو اپنے قلب اور باطن کا آئینہ بنا اپنے اعمال

کا آئینہ بنا میرے قریب آ کہ تجھ کو اپنے نفس کے اندر وہ عیوب نظر آئیں گے جو تجھ سے دور رہ کر نظر نہ آئیں گے اگر تجھ کو اپنا دین سنبھالنے کی ضرورت ہو تو مجھے اختیار کر کہ میں اللہ جل جلالہ کے دین میں تیری رورعایت مطلق نہ کروں گا۔ دین سے تعلق رکھنے والی بات میں حیا کرنا مجھ کو نہیں آتا ہے میری تربیت ایسے کھرے ہاتھوں سے ہوئی ہے جو نہ تحصیل زر سے واقف تھے نہ نفاق سے۔

پس چونکہ ایسے صاف گو مرشد کا صحبت یافتہ ہوں جو بے طمع ہونے کے سبب نصیحت میں لاگ لپیٹ کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ اس لئے مجھے بھی اس سے نفرت ہے کہ جس حالت کو معصیت و بد دینی سمجھوں اس کو لحاظ یا لالچ کی وجہ سے برا نہ کہوں۔ پس اگر دین کا قدر دان ہے تو اپنی دنیا کو اپنے گھر میں چھوڑ اور میرے پاس آ کہ میں کھڑا ہوں دروازہ آخرت پر تاکہ جو اندر جانا چاہے اُس کو داخل کروں۔ کھڑا ہو میرے پاس اور سُن میری بات کو اور اس پر عمل کر اس سے پہلے کہ عنقریب موت آ جائے۔ یاد رکھ کہ ہر قسم کی راحت کا دارومدار اللہ جل جلالہ کے خوف اور خشیہ پر ہے۔ جب تجھ کو اس کا خوف ہی نہ ہوگا تو نہ تیرے لئے دنیا میں امن ہے نہ آخرت میں۔ اللہ جل جلالہ کا خوف ہی اصل علم ہے اور اسی لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بس اللہ سے اس کے بندوں میں علم والے ہی ڈرا کرتے ہیں"۔ یعنی اللہ سے علماء با عمل کے سوا کوئی نہیں ڈرتا جو علم بھی رکھتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں اور اللہ جل جلالہ سے اپنے اعمال پر جزا و معاوضہ نہیں چاہتے بلکہ صرف اس کی ذات اور اس کا قرب چاہتے ہیں۔ اس کی محبت اور اس کے بُعد و حجاب سے رہائی چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں محبوب کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔ اور لحظہ بھی ایسا نہ گذرے جس میں روئے جاناں کے نظارہ سے محرومی ہو۔ نہ وہ رغبت رکھتے ہیں دنیا کی نہ آخرت کی اور نہ اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کی۔ دنیا دوسرے لوگوں کے لئے ہے اور آخرت دوسرے لوگوں کے لئے اور اللہ

جل جلالہٗ دوسرے لوگوں کے لئے جو ایمان والے ہیں صاحبان یقین ہیں۔ اہل معرفت ہیں اللہ کے محبوب ہیں پرہیزگار ہیں اس کے سامنے جھکنے والے ہیں سرتاپا غم ہیں شکستہ دل ہیں یعنی وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اللہ جل جلالہ سے غائبانہ کہ وہ غائب ہے ان کی ظاہری آنکھوں سے اور حاضر و موجود ہے دل کی آنکھوں کے سامنے اس سے کیوں نہ ڈریں کہ وہ ہر دن ایک جُدا شغل میں ہے" یعنی اپنی مخلوقات میں تصرف فرماتا ان میں انقلاب پیدا کرتا اور تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے کہ کسی کی مدد فرماتا ہے اور کسی کو بے یار و مددگار بنا چھوڑتا ہے کسی کو جِلاتا ہے اور کسی کو مارتا ہے۔ کسی کو مقبول بناتا ہے اور کسی کو مردود۔ کسی کو قریب کرتا اور کسی کو دُور۔ سچ ہے جو اُس نے فرمایا ہے" اس سے پوچھ نہیں ہو سکتی اس کے فعل کی اور لوگوں سے پوچھ ہونی ہے" پس اس سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے کہ لحظہ بھر میں ولایت سلب کر کے شیطان مجسم بنا دے تو کون ہے جو اس تبدیل حال کی بازپرس کر سکے۔ یا اللہ ہم کو اپنے قریب کرلے اور ہم کو اپنے سے دُور مت کر اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

چھٹی مجلس

یوم جمعہ ۱۵ شوال ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

اہل اللہ کے قلوب صاف ہوتے ہیں" پاک ہوتے ہیں" بھول جانے والے مخلوق کے" بھول جانے والے اس مال و متاع کے جو تمہارے پاس ہے" یاد رکھنے والے اُس نعمت لازوال کے جو اللہ کے پاس ہے" تم محروم ہو اُن سے اور اُن تمام لذتوں سے جن میں وہ مشغول ہیں" تم لگے ہوئے ہو اپنی دنیا میں آخرت سے مُنہ موڑ کر" چھوڑ چکے ہو اپنے پروردگار جل جلالہ سے حیا کرنا" بے شرم بنے ہوئے ہو اس کے سامنے۔ اس بے حیائی کے اتنے خوگر ہو گئے ہو کہ اپنے آپ کو بے حیا نہیں سمجھتے۔ یاد رکھو کہ اپنا عیب اپنے آپ کو معلوم نہیں ہوا کرتا۔ پس اگر معالجہ چاہتا ہے تو روحانی طبیب حاذق کو تلاش کر اور اپنے صاحب ایمان بھائی کی نصیحت قبول کر اور اس کی مخالفت نہ کر کہ اس کو تیرے وہ عیوب نظر آئیں گے جو تجھ کو خود اپنے اندر دکھائی نہ دیں گے اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مومن آئینہ ہے مومن کے لئے" کہ اس کی اصلی حالت بتاتا ہے جو اس کو خود معلوم نہیں ہو سکتی

مومن ہمیشہ اپنے مومن بھائی کا سچا خیر خواہ ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر کر دیتا ہے وہ عیوب جو خود اس پر مخفی رہتے ہیں۔ اس کے لئے نیکیاں اور بدیاں جدا جدا کر دیتا ہے۔

اس کو آگاہ کر دیتا ہے مفید اور مضر سے۔ سبحان اللہ کہ اس نے میرے قلب میں مخلوق کی خیرخواہی ڈالی اور اس کو میرا مقصود اعظم بنایا۔ میں واقعی خیر خواہ ہوں اور اس کا صلہ اور معاوضہ بالکل بھی نہیں چاہتا۔ میری آخرت مجھ کو مل چکی اور میرا اجر و ثواب محقق ہو چکا میرے پروردگار جل جلالہ کے پاس" میں دنیا کا طالب نہیں ہوں۔ میں نہ بندہ ہوں دنیا کا نہ بندہ ہوں آخرت کا اور نہ ماسوی اللہ کا۔ میں بندگی کرتا ہوں صرف خالق یکتا و یگانہ و قدیم کی۔ میری خوشی ہے تمہاری فلاح میں اور میرا غم ہے تمہاری بدحالی و ہلاکت میں۔ جب میں کسی سچے مرید کا منہ دیکھتا ہوں جس نے میرے ہاتھوں فلاح پائی تو گویا میرا پیٹ بھر گیا اور میں نے خوب پانی پی لیا اور کپڑے پہن لئے اور سر طرح خوش اور مسرور ہو گیا کہ اس جیسا شخص میرے ہاتھ سے کیسے برآمد ہو گیا۔

عزیز من! میری مراد تو ہے نہ کہ میں لہٰذا اگر تیری حالت میں تغیر آیا اور میری حالت میں نہ آیا تو میں رو دیتا ہوں اور میں اپنی ذات کے ساتھ جو محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ زندہ رہوں تو صرف تیری ہی وجہ سے کرتا ہوں لہٰذا میرے ساتھ تعلق پیدا کرتا کہ سلوک کے دریائے عمیق کو جلد عبور کر سکے۔

صاحبو! اللہ جل جلالہ پر اور اس کی مخلوق پر تکبر کرنا اور اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھنا چھوڑو۔ اپنی ہستی سے واقف ہو اور تواضع پیدا کرو اپنے نفسوں میں کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری ابتداء اور پیدائش کا اصل مادہ حقیر پانی کا ایک نطفہ ہے۔ جس سے گھن آوے اور تمہاری انتہا ایک مردہ لوتھ بن جاتا ہے جس کو پھینک دیا جائیگا ان میں سے مت بنو جن کو حرص اس طرح کھینچے لئے جاتی ہے جیسے کوئی شخص ڈھوڈنگر کو کھینچا کرتا ہے اور خواہش نفس ان کا شکار کرتی ہے کہ اس کے جال سے باہر نکل نہیں سکتے اور ہوائے نفسانی ان کو اٹھائے لئے پھرتی ہے۔ بادشاہوں کے دروازوں پر ایسی چیز مانگنے کے لئے جو ان کے مقسوم میں نہیں۔ یا تاکہ ان سے ایسی چیزیں مانگیں ذلت و خواری

کے ساتھ جوان کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ "سخت ترین عذاب اللہ کا بندہ کے لئے یہ ہے کہ وہ مانگتا پھرے ایسی چیز کو جو اس کے مقسوم میں نہ ہو! وائے تجھ پر اے تقدیر اور خدائے قدیر سے ناواقف۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اہل دنیا تجھ کو اس چیز کے دینے کی قدرت رکھتے ہیں جو تیرے مقسوم میں نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ شیطانی وسوسہ ہے جو تیرے قلب اور دماغ میں جگہ پکڑ گیا ہے تو اللہ جل جلالہ کا بندہ نہیں ہے۔ تو بندہ ہے اپنے نفس کا، اپنی خواہش کا، اپنے شیطان کا، اپنی طبیعت کا، اپنے درہم کا اور اپنے دینار کا، کوشش کر کہ کسی فلاحیت والے کو دیکھے تاکہ اس کے طریقہ سے تو بھی فلاح پائے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ جس نے فلاحیت والے کو نہ دیکھا اس کو فلاح نہ ملے گی۔ پس اگر سچی طلب کے ساتھ تلاش کرے گا تو روحانی طبیب اور سچا ہادی و مرشد تجھ کو نظر آئے گا مگر مصیبت تو یہ ہے کہ اس کو دیکھنا چاہتا ہے اپنے چہرے کی آنکھوں سے نہ کہ اپنے قلب اپنے باطن اور اپنے ایمان کی آنکھوں سے۔ کیونکہ ایمان تو تجھ کو نصیب ہی نہیں۔ بس ضرور ہے کہ بصیرت بھی نہ ہو جس سے دوسرے کو دیکھ سکے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے پس دنیا کی حرص و طمع کی وجہ سے آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں ولیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" لہٰذا جب تک دنیا نہ چھوڑے گا اس وقت تک قلب کی بینائی کام نہ دے گی اور معالج روحانی نظر نہ آئے گا۔ ذرا غور کر کہ جو شخص مخلوق کے ہاتھوں سے دنیا کا زر و مال لینے کا حریص و طماع ہو حقیقت میں وہ اپنے دین کو ایک انجیر کے بدلہ فروخت کر رہا ہے اور بیچ رہا ہے پائیدار کو بدلہ میں ناپائیدار کے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ یہ نہ آئے گی نہ وہ۔ اور دین فروشی کا سبب یہ ہوا کرتا ہے کہ بخت مزدوری سے عار آتی ہے اور پیٹ مانگتا ہے کھانے کو اس لئے پیری مریدی یا وعظ گوئی کو معاش کی سبیل بنا لیتا ہے اور عوام الناس کی خواہشات کی

موافقت کرنی پڑتی ہے تاکہ وہ خوش ہوں اور نذرانے دیا کریں۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ جب تک حق تعالیٰ کے وعدۂ رزق رسانی پر بھروسہ کمزور اور ایمان میں ضعف رہے تب تک اپنی اصلاح معاش کا فکر رکھ اور مزدوری یا تجارت کی کوئی جائز صورت ضرور اختیار کر تاکہ لوگوں کا محتاج ہی نہ بنے اور اس کی نوبت ہی نہ آوے کہ پیٹ کی خاطر ان کے لئے اپنے دین کو خرچ کرنے لگے اور دین کے بدلہ میں ان کے مال کھائے اور جب تیرا ایمان قوی اور کامل ہو جائے تو اس وقت اللہ جل جلالہٗ پر توکل اور اسباب ظاہری سے بے تعلقی اور ارباب باطلہ سے علیحدگی اور دل سے جملہ اشیا کا ترک اور عالم دنیا کی ہر چیز سے یکسوئی اختیار کر کہ اپنے قلب کو باہر نکال دے اپنے شہر سے، اپنے متعلقین سے، اپنی دوکان سے، اپنے احباب واقفین سے کہ دلی رغبت و وابستگی کسی سے بھی نہ ہو اور جو کچھ زروزمین تیرے ہاتھ میں ہو اس کو حوالہ کردے اپنے اہل وعیال اور اپنے برادران واحباب اور ہمعصر دوستوں کے اور ایسا بے تعلق و بے حس بن جائے گویا ملک الموت نے تیری روح قبض کرلی۔ گویا پنجۂ موت نے تجھ کو اُچک لیا۔ گویا زمین پھٹ گئی اور تجھ کو نگل لیا گویا تقدیر اور شاہنشاہی قدرت سابقہ کی موجوں نے تجھ کو علم کے سمندر میں لے لیا اور ڈبو دیا۔ پس کسی کے ہاتھوں تجھ کو راحت پہنچے یا تکلیف اس کو ثمرۂ تقدیر اور کرشمۂ قدرت الٰہیہ سمجھے اور واسطہ کا شعور واحساس ہی نہ ہو۔ اس حالت کا نام رضا و تسلیم اور فنائیت ہے کہ اسباب اور وسائط سے نظر بالکل ہٹ جائے اور اب جو شخص اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اسباب ظاہری کا اختیار کرنا اس کا مضر نہ ہوگا کیونکہ اسباب اس کے ظاہر پر رہیں گے نہ باطن پر اور اسباب محض دوسروں کے لئے ہوں گے کہ اس کے ضعیف اہل وعیال کو وسیلہ معاش قائم دیکھ کر سکون و اطمینان قلب حاصل ہو۔ اپنی ذات کے لئے نہ ہوں گے کیونکہ اس کو تو ترک اسباب میں بھی وہی سکون نصیب ہے اور مدتوں امتحان ہو چکا ہے۔

صاحبو! اگر میرے کہنے کے موافق اسباب کو اور ان کے ساتھ تعلق و وابستگی کو اپنے
دلوں سے پوری طرح نکال دینے پر تم کو قدرت نہ ہو تو کچھ تو ضرور ہونا چاہیئے کہ جب کل
پر قدرت نہ ہو تو بعض سے بھی کیا کم ہو۔ دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے
تھے کہ افکار دنیا سے فارغ بنو جہاں تک بھی تم سے ہو سکے"۔ پس اے طالب صادق اگر
افکار دنیا سے خالی ہو جانے کی تجھ کو قدرت اور تجھ میں طاقت ہے تو ضرور ایسا کر اور
اگر قدرت نہ ہو تو اپنے قلب کے پانوؤں سے حق تعالیٰ کی طرف دوڑ اور اس کی رحمت
کے دامن سے چپٹ جا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے قلب سے فکر دنیا کو باہر نکال دے
کہ وہ قادر ہے ہر چیز پر۔ واقف ہے ہر چیز سے اور اس کے اختیار میں ہے ہر چیز اس
کا دروازہ پکڑے اور اس سے درخواست کر کہ پاک کر دے تیرے قلب کو اپنے غیر
سے اور بھر دے اس کو ایمان اور اپنی معرفت اور اپنے علم اور شان استغنا سے کہ اللہ
کے ہوتے اس کی مخلوق کی حاجت ہی نہ ہو۔ اس سے سوال کر کہ تجھ کو عطا فرمائے
یقین اور مانوس بنائے تیرے قلب کو اپنے ساتھ اور مشغول رکھے تیرے اعضا کو اپنی
طاعت میں۔ سب اسی سے مانگ نہ کہ دوسرے سے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی کچھ بھی نہیں
دے سکتا۔ پس اپنی جیسی محتاج مخلوق کے سامنے سوال کر کے ذلیل خوار مت بن بلکہ
یہ ذلت اللہ ہی کے سامنے ہو دوسروں کے سامنے نہ ہو اور تیرا معاملہ خالص اللہ ہی کے
ساتھ رہے اور اللہ واسطے رہے کسی دوسرے کے واسطے نہ ہو۔

اے طالب۔ یہ مولویت اور زبان کا علم و تفقہ قلب کے عامل بنے بغیر تجھ کو
ایک قدم بھی حق کی طرف نہ چلا سکے گا۔ کیونکہ راہ حق کے قطع کرنے کو قلب کی رفتار درکار
ہے نہ کہ گوشت پوست کے ہاتھ پاؤں کی کہ چلنا واقع میں قلب کا چلنا ہے اور قرب خدا
جس کا نام ہے وہ قرب باطن ہی ہے۔ اور عمل جو عند اللہ معتبر ہے وہ معنی اور معنوی
کا عمل ہے جو اعضاء بدن سے حدود شریعت کی حفاظت اور اللہ کے واسطے بندگان خدا

کے سامنے تواضع وانکسار کے ساتھ ساتھ ہو۔ کیونکہ اعمال بدن دا قع میں ثمرہ و علامت ہیں قلبی کیفیت کے۔ پس اگر شریعت کے ادنےٰ احکم کا بھی کسی عضو سے خلاف صادر ہوا تو پھر یہ کہنا کہ میرے قلب کی حالت درست ہے ایسا ہی غلط ہو گا جیسے کسی بوتل سے بدبو آتی ہو اور وہ کہے کہ اندر اس کے عطر بھرا ہوا ہے۔ پس جس نے شریعت پر ذرا بھی عمل چھوڑا اس کا قلبی عمل کسی طرح بھی درست نہیں اور جس نے اپنے نفس کی کچھ بھی وقعت سمجھی اس کی بالکل بھی وقعت نہیں۔ اور جس نے اپنے اعمال کو مخلوق کے سامنے ظاہر کیا اس کا کوئی عمل نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ اعمال خلوتوں ہی میں ہوا کرتے ہیں اور جلوتوں میں تو بجز فرائض کے جن کا ظاہر کرنا ضروری ہے دوسرے اعمال کا اظہار ہوتا ہی نہیں کیونکہ توحید و اخلاص کا امتحان اسی میں ہے۔ ورنہ لوگوں کے دکھانے کو عمل کرنا تو شرک خفی ہے اور جب تک مجاہدہ و ریاضت سے قلب کی اصلاح نہ ہو کہ مخلوق کے نفع و ضرر سے نظر ہٹ جائے اس وقت تک خلوت میں عمل کرنے کی توفیق نہ ہوگی اور اول بنیاد کے مضبوط کرنے میں چونکہ تیری کوتاہی ہو چکی ہے لہٰذا اس کے اوپر کی تعمیر کا مضبوط بنا لینا تجھ کو مفید نہ ہو گا۔ ہاں اگر بنیاد مضبوط ہو اور اوپر کی تعمیر میں کسی وجہ سے تغیر آجائے تو تعمیر کی تلافی اور اصلاح و مرمت پر تجھ کو ضرور قدرت ہو گی یہی حالت اعمال کی ہے کہ ان کی بنیاد توحید اور اخلاص ہے۔ پس جس کے پاس توحید اور اخلاص نہیں اس کا کوئی عمل نہیں۔ لہٰذا اول اپنے عمل کی بنیاد بذریعہ توحید کے اور اخلاص کے مضبوط کرا لیکے بعد اعمال کی تعمیر بنا اللہ جل جلالہ کی طاقت اور قدرت سے نہ کہ اپنی طاقت اور قدرت سے۔ توحید ہی کا ہاتھ ہے۔ تعمیر کنندہ نہ کہ شرک اور نفاق کا۔ موحد ہی ہے جس کے عمل کا ماہتاب بلند ہوا کرتا ہے اور جو منافق ہوتا ہے کہ کہتا ہے

میں بندۂ خدا ہوں اور ریا و نمود کے اعمال پتہ دے رہے ہیں کہ بندۂ خلق ہے تو اس کا قدم عمل اونچا نہیں اُٹھا کرتا۔ یا اللہ ہمارے اور نفاق کے درمیان ہمارے تمام احوال میں بُعد ڈال دے کہ کسی حالت میں بھی ماسوی اللہ کا وسوسہ پاس نہ پھٹکے اور عطا فرما ہم کو دنیا میں بھی خوبی اور آخرت میں بھی خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

ساتویں مجلس

یوم یکشنبہ ۱۷ شوال ۵۴۵ھ ہجری خانقاہ شریف

یا اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور صبر و استقلال کی مشکیں ہم پر خالی کر دے کہ کیسی ہی مصیبتیں کیوں نہ پڑیں مگر۔ مضطرب نہ ہوں اور اپنی راہ قریب پر ہمارے پاؤں جمائے رکھ کر پھسلنے نہ پائیں اور زیادہ کر ہمارے لیے اپنی عطا اور اس پر شکر کی توفیق ہم کو نصیب فرما الخ

صاحبو! صبر کرو کہ دنیا تو ساری ہی مجسم آفات و مصائب ہے کہ شاذ و نادر ہی اس کی کوئی حالت اس کے خلاف ہو گی۔ پس بادشاہ ہو یا فقیر جو بھی دنیا میں آیا وہ مبتلائے مصیبت ہونے سے بچ نہیں سکتا لہٰذا بجز صبر کے چارہ نہیں کہ صبر ہی سے اس کے مصائب ہلکے ہو سکتے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ یہاں کی کوئی نعمت بھی ایسی نہیں جس کے پہلو میں مصیبت نہ ہو اور کوئی خوشی ایسی نہیں جس کے ساتھ غم نہ ہو اور کوئی وسعت ایسی نہیں جس کے ساتھ تنگی نہ ہو۔ پس ظاہری لذتوں پر ریجھنا بھی غلطی ہے جیسا کہ اس کی تکلیفوں پر گھبرا جانا بے سود ہے۔ دنیا کی پیداوار پر چونکہ حق تعالےٰ نے تمہارا بقار حیات دنیا موقوف رکھا ہے لہٰذا اُس سے حاصل کرو جو قیام زندگی کے لیے درکار ہو کہ دنیا عطا کرو اپنی زندگانی کو اور کھاؤ اس سے اپنے اپنے مقسوم کی چیزیں مگر شریعت کے ہاتھ سے کہ دنیا سے لی ہوئی چیزوں کے کھانے کی دوا یہی ہے، ورنہ خلاف شرع غذا حرام ہے روحانی و جسمانی دونوں امراض پیدا ہو جائیں گے۔

عزیز من! اپنے مقسوم کی چیزیں شریعت کے ہاتھ سے لے جبکہ تُو مرید اور مبتدی ہو کہ شریعت کی اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ لے اور امر خداوندی کے ہاتھ سے لے جبکہ تو مراد و منتہی یعنی خاص اور صدیق بن جائے کہ جب تک قلب کو الہام کے ذریعہ کسی چیز کے لینے کا حکم نہ ہو اس وقت تک اس کو نہ لے اگرچہ شریعت اسے حلال بتا رہی ہو اور فعل الٰہی کے ہاتھ سے لے جبکہ تو پورا مطیع و واصل اور مقرب و محبوب الٰہی بن جائے کہ اس درجہ میں اپنا مقسوم لینے کے لئے تیرا ارادہ و قصد بھی فنا ہو جائے گا۔ تو مطلوب ہو گا اور رزق تیرا طالب کہ وہ تیری جانب چلا جائے گا اور حکم الٰہی تجھ کو اجازت و ممانعت کرے گا کہ اس کو لے اور اس کو نہ لے اور فعل حق تیرے اندر حرکت کرے گا اور تیرا کھانا پینا وغیرہ تمام افعال ایسے صادر ہوں گے جیسے مردہ کا نہانا اور کفن پہننا کہ دوسرے کا فعل ہے اگرچہ صادر ہو رہا ہے مردہ کے جسم پر۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مخلوق تین طرح کی ہے عامی اور خاص اور خاص الخاص۔ پس عامی تو پرہیزگار مسلمان ہے کہ شریعت کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور اس کا پابند رہتا ہے اور کسی حالت میں بھی اس کو چھوڑتا نہیں۔ وہ حق تعالےٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہے "اور جو کچھ تم کو رسُول دے اُسے لو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ" اس حکم کی بنا پر عادت ہو یا عبادت اور معاملہ ہو یا معاشرت بہر حال اوّل وہ شریعت سے اجازت چاہتا ہے۔ اگر وہ اجازت دیتی ہے تو اختیار کرتا ہے ورنہ یکسو ہو جاتا ہے پس جب یہ اتباع شریعت اس کے حق میں کامل ہو جاتا اور وہ اس پر ظاہری و باطنی عمل کرتا ہے تو قلب ایسا منوّر بن جاتا ہے کہ اس سے دکھائی دینے لگتا ہے۔ اس صاحب بصیرت کو خاص کہتے ہیں اور اس کو کسی شے کا استعمال کرنے کے لئے صرف شریعت کی اجازت سے تسلی نہیں ہوتی بلکہ جب یہ کوئی چیز شریعت کے ہاتھ سے لیتا ہے تو اس کا قلب اس چیز سے بے نیازی ظاہر کرتا اور حق تعالیٰ کا الہام چاہتا ہے کہ جب

تک بواسطہ الہام کھانے کا حکم نہ ہوگا۔ وہ کھانے کا نہیں اور یہ الہام کی خواہش دعوے ولائیت و تکبر نہیں ہے کیونکہ الہام خداوندی جو دل میں کسی مضمون کے ڈالنے کا نام ہے جانور اور نیک و بد ہر انسان کو بلکہ نباتات و جمادات ہر چیز کو شامل ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "پس اللہ نے الہام کیا ہر نفس کو اس کی بد دینی اور اس کا تقویٰ" الغرض اس کا قلب متقی بنتا اور حق تعالیٰ کے الہام کا منتظر رہتا ہے اور اس خاص شخص کی پہچان یہ ہے کہ اول ظاہری حالت کو دیکھے گا۔ مثلاً جس دوکان سے معاش خریدے گا اس کو دیکھ لے گا کہ اس دوکان میں جو آٹا دال موجود ہے وہ اس دوکاندار کا مملوکہ و مقبوضہ ہے لہٰذا شریعت اجازت دیتی ہے کہ جو کچھ تیرے مقسوم میں ہے وہ اس سے لے لے۔ مگر اس پر اکتفا نہیں کرتا۔ اور اپنے دل کی طرف رجوع کرتا اور نور قلب کی روشنی سے کام لیتا اور دیکھتا ہے کہ قلب کے نزدیک اس کے استعمال کرنے کا کیا حکم ہے۔ پس باوجود شرعی مباح ہونے کے اگر قلب رکتا اور استعمال سے وحشت کھاتا ہے تو فوراً باز آجاتا ہے مگر یہ مرتبہ کہ قلب میں نور آوے اور اس کی بصیرت کام دے۔ شریعت پر پورا عامل بننے کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد نصیب ہوتا ہے جبکہ ایمان اور شان توحید میں قوت آجائے اور ریا و نمود کا مادہ جاتا رہے اور قلب دنیا اور مخلوق سے باہر نکل جائے اور دنیا و مخلوق کے جنگلوں کو قطع اور سمندروں کو عبور کرے کہ طرح طرح کے مجاہدوں سے دنیا اور مخلوق کے تعلقات مختلفہ کو تدریجاً قطع کرکے ایک اللہ کا بندہ بن جاتے۔ پس اس وقت ظلمت قلب دور ہو کر صبح اس پر نمودار ہوتی ہے نور ایمانی اس پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ پروردگار جل جلالہ کے قرب کا نور اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ علم کا نور آتا ہے۔ صبر کا نور آتا ہے اور تامل و تحمل اور اطمینان کا نور آتا ہے۔ یہ سارے ثمرات قلب کو شریعت کے حقوق ادا کرنے کے بعد اور اس کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوا کرتے ہیں۔ اب رہے ابدال جن کو خاص الخاص کہتے ہیں سو ان کی حالت اس سے بھی بالا ہوتی ہے کہ

سب سے اول وہ شریعت کا فتویٰ حاصل کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں امر الٰہی کو کہ قلب پر اجازت کا الہام ہوا یا نہیں۔ اور منتظر رہتے ہیں اللہ کے دخل اور تحریک اور الہام کے کہ فاعل مختار خود ہی دلائے اور کھلانے کے لئے دہن کو حرکت دے اور حلق سے نیچے اتارنے کا الہام فرمائے تو کھائیں ورنہ بے حس و بے شعور پڑے ہوئے پڑے رہیں۔ جیسے مریض بے جان غشی کی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا کھانا پینا اس کے عزیزوں کے کھلانے اور حلق سے نیچے اتروانے کا نام ہے ورنہ بارادہ خود نہ وہ کھاتا ہے نہ چباتا ہے۔ پس ان تینوں درجوں کے علاوہ تو جو کچھ ہے وہ تباہی در تباہی ہے۔ بیماری در بیماری ہے، حرام در حرام ہے۔ درد ہے دین کے سر کا اور ڈول ہے دین کے قلب کا اور دسل ہے دین کے بدن کی۔ جس کا انجام بجز موت کے دوسرا نہیں۔

صاحبو! حق تعالیٰ تمہارے اندر طرح طرح کے تصرفات کرتا اور انقلاب و تغیرات جاری فرماتا رہتا ہے کہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔ یعنی صبر و استقلال کے ساتھ جمے رہتے ہو یا بھاگ کھڑے ہوتے ہو؟ آیا اس مضمون میں کہ مقلب الاحوال صرف خدائے واحد ہے اللہ اور رسول کی اطلاع کو قلب سے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔ پس اگر اپنی حالت میں فقر و مرض و تکلیف وغیرہ کا تغیر پیش آنے پر تم نے بے صبری کی شکوہ کیا اور مخلوق سے رفع تکلیف کی استدعا کی تو امتحان خداوندی میں ناکامیاب رہے کہ نہ مقدر کی تکلیف دور ہوئی اور نہ قدرت والے خدا کا حکم کوئی بدل سکا۔ تمہارا اتفاق کھل گیا کہ صورت سے بندۂ خدا اور متقی ہونے کے مدعی تھے اور حالت سے معلوم ہوا کہ بندۂ خلق اور اللہ سے بے تعلق ہو۔ خوب یاد رکھو جو شخص تقدیر کی موافقت نہ کرے گا نہ اس کو رفیق نصیب ہوگا نہ توفیق و کامگاری۔ جو قضاء و قدر پر راضی نہ ہوگا اس سے خدا اور اس کی مخلوق کوئی بھی راضی نہ ہوگا۔ جو اپنے ارادہ و خواہش کی باگ شریعت کے ہاتھ میں دے گا نہیں اس کو دربار خداوندی سے کچھ بھی نہیں

اور جو نفس پر غالب بن کر سوار نہ ہوگا اس کو مقبولیت کا تاج اور مخدومیت کی سواری بھی عطا نہیں ہوگی۔

اے نادان! تیرا امر مقدر سے گھبرانا تو یہ پتہ دے رہا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے چاہے ہوئے اور تقدیر میں لکھے ہوئے امر کو تو چاہتا ہے کہ بدل ڈالے۔ تو اپنے زعم فاسد میں دوسرا معبود اور خدائے قدیر کا مقابل بن گیا ہے بلکہ اپنے آپ کو عیاذ باللہ اس سے بھی بڑا سمجھ بیٹھا کہ چاہتا ہے اللہ جل جلالہٗ تیری موافقت کیا کرے اور تیری منشاء و خواہش کے خلاف کوئی تصرف ہی نہ کرے۔ یہ تو برعکس قضیہ ہوگیا۔ ہوش میں آ اور اپنی ہستی و حیثیتِ غلامی کو ملحوظ رکھ کر اس کا برعکس کر کے ٹھیک راستہ پر آجائے۔ یاد رکھ اگر انقلابات اور امور مقدرہ نہ ہوتے تو جھوٹے دعووں کی شناخت ہی نہ ہوتی کیونکہ تجربوں ہی کے وقت جواہرات کھلا کرتے ہیں۔

پس اگر بندۂ خدا ہونے کا تو دعوےٰ کرتا ہے تو اپنے نفس پر اعتراض اور اس کے ارادہ و خواہش کی گرفت کر جیسا کہ وہ اللہ جل جلالہٗ پر اس کے تصرفات میں گرفت کر رہا ہے۔ جب تو اپنے نفس پر معترض بنے گا تو دوسروں پر بھی اعتراض و گرفت کی قدرت و ہمت تجھ کو ہوگی۔ اور اصلاح و تربیت خلق کی خدمت تجھ سے انجام پائے گی۔ اور جتنی تیرے ایمان میں طاقت ہوگی اسی کے موافق تو بدافعالیوں کو دور کر سکے گا اور جتنا ایمان میں ضعف ہوگا اسی قدر تو بزدل اور مداہن بن کر اپنے گھر میں بیٹھے گا۔ اور ان کے دفع کرنے سے گونگا بنے گا۔ یہ محقق بات ہے کہ ایمان ہی کے پاؤں ہیں جو انسان اور جنات دونوں قسم کے شیطانوں کی جنگ کے وقت جما کرتے ہیں اور اکھڑتے نہیں۔ یہی پاؤں ہیں جو بلاؤں اور آفتوں کے نازل ہونے پر اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور پھسلتے نہیں۔ اور جب ذرا سے امتحان پر کھل گیا کہ تیرے ایمان کے پاؤں کو جماؤ نہیں ہے تو ایمان کا دعویٰ مت کر کہ اس جھوٹے

دعوے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہاں اگر مومن ہونے کا مدعی بنتا ہے تو سب سے نفرت کر اور سب کے پیدا کرنے والے اللہ جل جلالہٗ سے محبت کر پھر اگر وہ چاہے گا کہ ان چیزوں میں سے جن کو تو نے بُرا سمجھا ہے کسی چیز کو تیرا محبوب بنا دے تو اس کی محبت تیرے قلب میں ڈال دے گا اور تو اس کی محبت میں اس کے اثر بد سے محفوظ رہے گا کہ نہ وہ اللہ کی یاد سے غافل بنائے گی اور نہ رقیب خدا بن کر خدا سے دُور کرے گی کیونکہ اس کی محبت دینے والا تو وہی ہوا ہے نہ کہ تو۔ اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری محبوب بنا دی گئیں ہیں۔ تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کی محبت ان سے نفرت اور ترک اور بے رغبتی و اعراض کے بعد آپ کو اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے دی گئی لہٰذا کچھ بھی مضر نہ ہوئی۔ پس تو بھی اپنے قلب کو اللہ کے سوا ہر چیز سے خالی کر کہ کسی ایک شے کی بھی اس میں محبت و رغبت نہ رہے یہاں تک کہ وہ خود ہی تیرا محبوب بنائے اس میں سے جس شے کو بھی جی چاہے اس وقت ساری دنیا سے بھی محبت ہوگی تو ضرر نہ ہوگا۔

آٹھویں مجلس

وقت شام یوم سہ شنبہ ۱۹ ر شوال ۴۵ھ ۱۲۵ ھ معمورہ

ریاکار کا صرف کپڑا صاف ہے مگر قلب نجس۔ کہ زاہد بنتا ہے سباح چیزوں میں اور کاہلی کرتا ہے کمانے میں اور ذریعہ معاش بناتا ہے اپنے دین کو کہ پیر یا واعظ بن کر بیٹھ گیا تاکہ لوگ مولوی اور بزرگ سمجھ کر نذرانے دیا کریں اور پھر کوئی سود کا پیسہ دے یا رشوت کا کسی سے بھی احتیاط نہیں کرتا۔ اور تحقیق کرنے کی توفیق تو اس کو کیا ہو۔ صریح حرام آتا ہے تو وہ بھی آنکھیں بند کر کے کھا جاتا ہے۔ اور گرانی بھی نہیں لاتا۔ عوام پر اس کی حالت مخفی رہتی ہے کہ باایں حرام خوری و دین فروشی وہ اس کو دیندار سمجھ جاتے ہیں مگر خواص پر مخفی نہیں رہتی۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس کا سارا زہد اور طاعت اس کے ظاہر ہی ظاہر پر ہے۔ باطن پر خاک بھی اثر نہیں بلکہ دل میں حُبِ دنیا بھری پڑی ہے۔ اس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ وائے تجھ پر اے بندۂ خدا کیا اتنا نہیں سمجھتا کہ اللہ جل جلالہٗ کی طاعت قلب سے ہوتی ہے نہ کہ قالب سے۔ ان ساری چیزوں کا تعلق قلوب اور اسرار اور معانی سے ہے۔ تو جس لباس نفاق میں ہے اس سے برہنہ بن تاکہ میں تیرے لئے حق تعالیٰ سے وہ لباس حاصل کروں جو کبھی پرانا نہ ہوگا۔ تو کپڑے اتار یہاں تک کہ وہ خود ہی تجھ کو پہنائے جو حقوق اللہ میں اپنی کاہلی و کسل کے کپڑے اُتار۔ مخلوق کے ساتھ دل بستگی اور ان کو خدا کا شریک ٹھہرانے کے کپڑے اُتار۔ شہوتوں اور رعونتوں اور خود نمائی اور نفاق اور مخلوق

میں اپنی مقبولیت اور اپنے اوپر ان کی توجہ وعنایات اور ان کی عطا و سخا کی محبت و رغبت کے کپڑے اتار۔ دنیا کے کپڑے اتار اور آخرت کے کپڑے پہن۔ اپنی طاقت اور قدرت اور وجود سے الگ ہو۔ اور اللہ جل جلالہ کے سامنے آپڑ کہ نہ اپنی قدرت پر نظر ہو نہ طاقت پر گھمنڈ۔ نہ سبب کے ساتھ انس وقرار ہو نہ مخلوقات میں کسی شے کو اللہ کی جگہ نفع یا ضرر دینے والا سمجھنے کا مشرک ہو۔ پس جب تو ایسا کرے گا تو دیکھے گا کہ اس کی عنایتیں تیرے چار طرف ہوں گی۔ اس کی رحمت تجھ تک پہنچ کر تجھ کو اکٹھا کرے گی اور تیرے انتشار اور پراگندگی کو فنا کر دے گی۔ اس کا انعام واحسان تجھ کو لباس پہنائے گا اور اپنی چھاتی سے لگائے گا۔ اے پراگندہ دل اس کی طرف بھاگ۔ لباس دوئی سے برہنہ بن کر اسی کا ہو رہ کہ نہ اپنا آپا ہو نہ کوئی دوسرا۔ بس وہی وہ ہو۔ چل اس کی طرف غیر اللہ سے بے تعلق اور جدا ہو کر۔ چل اس کی طرف پارہ پارہ اور شکستہ بن کر کہ بدن کی کوئی طاقت تیرے ارادہ کے ماتحت نہ ہو اور ایک عضو کا دوسرے عضو سے اتصال جس پر حرکات وسکنات کا مدار ہے اپنے اختیار وتصرف میں نہ رہے۔ یہاں تک کہ وہی مولیٰ کریم جس کی فنائیت میں تو نے اپنے شیرازۂ ہستی کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا تیرے متفرق اجزا کو جمع اور اکٹھا کرے اور تیری ظاہری اور باطنی قوتوں کے جوڑ مضبوط کر کے تیرے حوالہ فرمائے۔ اب یہ خداداد قوت تجھ سے وہ کام لے گی جو بشری طاقت سے باہر ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حصول معاش کے سارے دروازے تجھ پر مقفل کر دئے جائیں کہ کہیں سے بھی روزی ملنے کی سبیل نہ ہو۔ اور سارے عالم کو تیرا اہل وعیال بنا دیا جائے کہ سب کے بوجھ بار تجھ پر ڈال دئے جائیں تو بھی تجھ کو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ بلکہ حق تعالیٰ اس میں تیری حفاظت فرمائے گا۔ کہ توکل قائم رہے گا اور فکر معیشت کی پریشانی نہ ہو گی اور حق تعالیٰ کے ساتھ جو دل کو قرار وسکون حاصل ہے نہ اس میں ذرہ برابر فرق آئے گا نہ قلب کو دوسری طرف مشغولیت ہو گی۔ جس نے مخلوق کو فنا کر دیا اپنی توحید کے

ہاتھ سے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی درجہ میں بھی با اختیار نہ سمجھا اور دنیا کو فنا کر دیا اپنے زہد کے ہاتھ سے کہ کسی شے کی بھی رغبت نہ رکھی اور اپنے پروردگار جل جلالہٗ کے سوا سب کو فنا کر دیا بے رخی کے ہاتھ سے کہ سب کی طرف سے رُخ پھیر کر ایک اللہ کا ہو رہا تو اس نے درحقیقت پوری صلاحیت و کامگاری کو حاصل کر لیا اور دنیا و آخرت کی خوبیوں کا حظ وافر اس کو عطا ہوا۔ پس اگر یہ نعمت لینی چاہتے ہو تو اس سے پہلے کہ تم کو موت آدے اپنے نفسوں اور اپنی خواہشوں اور اپنے بددین دوستوں اور بدخواہ شیطانوں کا مارنا تم پر فرض ہے اور عام موت سے پہلے اس خاص موت کی تم کو نہایت ضرورت ہے۔

صاحبو! میرا کہنا مانو کہ میں اللہ جل جلالہٗ کا داعی ہوں کہ تم کو بلاتا ہوں اس کے دروازہ اور اس کی طاعت کی طرف۔ میں تم کو اپنی ذات کی طرف نہیں بلاتا کیونکہ یہ نیابت ہے پیغمبر کی اور نائب رسول کا مقصود دعوت و پکار سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ والے بن جاؤ نہ یہ کہ میری عزت کرو اور نذرانے دو۔ ہاں جو منافق اور دین فروش ہوتا ہے وہ مخلوق کو اللہ کی طرف نہیں بلاتا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلایا کرتا ہے اس لئے کہ اگرچہ اس نے صورت بنا رکھی ہے زاہدانہ مگر درحقیقت لذات و جاہ کا طالب ہوتا ہے اور طالب دنیا ہوتا ہے۔

اے نادان عابد زاہد، تیری عقل پر افسوس کہ ان مفید اور مصلح قلب باتوں کا سُننا چھوڑ کر اپنے نفس اور اپنی خواہش کو لئے ہوئے اپنے عبادت خانہ میں جا بیٹھا اور اس کو کمال سمجھنے لگا۔ اوّل ضرورت تجھ کو صحبت مشائخ کی اور نفس و طبیعت و ماسوی اللہ کے قتل کرنے کی ہے کہ مشائخ کے گھروں کا دروازہ پکڑ لے۔ پھر اس کے بعد ان سے علیحدہ ہو اور اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ تنہا اپنے عبادت خانہ میں بیٹھے۔ جب دونوں کام ملے ہو جائیں گے کہ فیضان صحبت اہل اللہ سے قلب منور ہو جائے گا اور ان کی تعلیم کے

موافق عزلت و عبادت سے ریا اور حب جاہ و مال دور ہو کر زہد اور تعلق مع اللہ میں قوت آ جائے گی تب تیرے اندر ارشاد و تربیت خلق کی استعداد پیدا ہوگی اور تو باذن اللہ مخلوق کے لئے دوا اور راستہ دیکھا بھالا راہبر بن جائے گا۔ اور اس سے پہلے تو تیری ساری عبادت بیکار ہے کیونکہ صرف زبان پر احتیاط و تقویٰ ہے اور قلب میں فسق و فجور۔ صرف تیری زبان اللہ جل جلالہٗ کی حمد و ثنا کرتی ہے اور قلب اس پر اعتراض کر رہا ہے۔ بس تیرا ظاہر ہی ظاہر مسلمان ہے اور تیرا باطن کافر بنا ہوا ہے تیرا بیرون موحد ہے مگر اندرون مشرک تیرا زہد تیرے ظاہر ہی ظاہر پر ہے اور تیرا دین صرف ظاہر ہی ظاہر پر ہے اور باطن تیرا خراب و نجس ہے جیسے بیت الخلاء پر قلعی اور نجاست کی کوڑی پر سبزی۔ جب تو ایسا ہوا تب ہی تو شیطان نے تیرے قلب پر ڈیرہ لگا لیا اور اس کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ کیا تو اتنا نہیں سمجھتا کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے لہٰذا مومن اول اپنا باطن معمور کیا کرتا اور عقائد و اخلاق حسنہ سے قلب کو منور و آباد بناتا ہے۔ اس کے بعد ظاہر کو آباد کرتا اور شریعت کا غلام بن کر بدن کے تمام اعضاء کو اعمال صالحہ اور طاعت کا خوگر بنا دیتا ہے جیسے ایک شخص مکان بناتا ہے تو اس کے اندرون کی آرائش پر بہت کچھ مال و زر خرچ کرتا ہے اور دروازہ مکان کا ویران ہی پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اندرون کی تعمیر سے پوری طرح فارغ ہو لیتا ہے تب اس کا دروازہ بناتا ہے۔ اسی طرح ابتدا تو اللہ جل جلالہٗ اور اس کی رضا و خوشنودی ہے اس کے بعد مخلوق کی طرف التفات و توجہ اور وہ بھی باجازت خداوندی۔ ابتدا تو تحصیل آخرت سے ہو اس کے بعد اپنا مقسوم دنیا سے لے اور کھائے۔

نویں مجلس

وقت صبح یوم جمعہ ۲۲ر شوال ۱۳۵۰ھ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ "اللہ عذاب نہیں دیتا اپنے محبوب کو ولیکن کبھی کبھی اس کو آزمایا کرتا ہے" مطلب یہ ہے کہ بندۂ مومن کو کبھی مرض و تنگدستی وغیرہ کسی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو محض اس کے دعوے ایمان و محبت خدا و رسول کا امتحان لینا منظور ہوتا ہے نہ کہ اس کو سزا دینی یا دکھ پہنچانا کیونکہ محب کو اپنے محبوب کا مبتلائے عذاب کرنا گوارا نہیں ہوتا۔ ہاں جانچ کرتا ہے کہ اگر عشق میں سچا ہے تو مار پر بھی نہ ٹلے گا اور جھوٹا ہے تو طمانچہ پر لال پیلا ہو کر رُخ پھیرے گا۔ پس جو سچا مومن ہوتا ہے اُس کو تو یقین ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جو اس کو کسی تکلیف میں مبتلا فرماتا ہے تو ضرور کسی مصلحت و منفعت کے لئے فرماتا ہے جو اس کے پیچھے آئے گی۔ خواہ دنیا کی ہو یا دین کی لہٰذا وہ بلا پر راضی اور اس پر صابر رہتا ہے کہ اپنے رب جل جلالہٗ پر ظلم و تعدی کی تہمت نہیں دھرتا اور اس وجہ سے وہ تکلیف اس کے لئے تکلیف بھی نہیں رہتی کیونکہ اس کو مشغول بنا رکھا ہے اس کے پروردگار جل جلالہٗ نے اس تکلیف کے احساس سے۔ لہٰذا یہ حالت ہوتی ہے جیسے مجنوں کو لیلیٰ کے دھیان میں چلتے ہوئے ٹھوکر لگی اور پاؤں سے خون نکل کر اُس کو ٹکر معلوم نہیں ہوا۔ مگر اس کو وہی سمجھے جس کے قلب نے محبت کا مزہ چکھا ہو۔ پس اے دنیا میں مشغول و منہمک مولویو! ان مقامات میں گفتگو کرنا چھوڑ دو

کیونکہ تم گفتگو کرتے ہو اپنی زبانوں سے نہ کہ اپنے قلوب سے۔ تم روگرداں ہو اللہ جل جلالہ اور اس کے کلام سے اور اس کے نبیوں اور ان کے حقیقی اتباع کرنے والوں سے جو ان کے جانشین اور وصی ہیں۔ تم نزاع کرنے والے ہو کاتب تقدیر اور اس کی قدرت سے۔ تم اکتفا کر بیٹھے ہو مخلوق کی عطاؤں پر۔ خالق کی عطاؤں اور اس کے احسانات کو چھوڑ کر۔ تمہاری کوئی بات نہ اللہ جل جلالہ، کے نزدیک قابل سماعت ہے اور نہ اس کے نیک بندوں کے نزدیک یہاں تک کہ تم توبہ کرو اور اخلاص کے ساتھ توبہ کرو اور جمے رہو توبہ پر اور موافقت کرو قضاو قدر کی خواہ تمہارے مفید ہو یا مضر اور عزت دے یا ذلت اور تونگری کے متعلق ہو یا افلاس کے۔ صحت کے بارہ میں ہو یا مرض کے۔ اور ایسی ہو جو تم کو پیاری معلوم دے یا ایسے امر کے متعلق ہو جو تم کو گراں گذرے،

صاحبو! اتباع کرو یہاں تک کہ متبوع بن جاؤ۔ خدمت کرو یہاں تک کہ مخدوم بنو۔ اتباع کرو قضاو قدر کا اور اُن کے خادم بنے رہو یہاں تک کہ وہ تمہاری تابعدار اور خدمت گذار بن جاویں۔ تم جھکو اُن کے سامنے وہ جھک جائینگی تمہارے سامنے۔ کیا تم نے سُنا نہیں کہ "جیسا تو معاملہ کرے گا ویسا تیرے ساتھ معاملہ کیا جائے گا" جیسے تم ہو گے ویسے حاکم تم پر مسلط ہوں گے۔ گویا تمہارے اعمال ہی مجسم ہو کر تمہارے افسر بنیں گے۔ یاد رکھو کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر مطلق ظلم کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ اتنا شفیق و کریم ہے کہ قلیل کا صلہ کثیر عطا فرماتا ہے۔ صیحح کا نام فاسد نہیں رکھتا اور سچے کا نام جھوٹا تجویز نہیں فرماتا۔

عزیز من! جب تو خدمت کرے گا تو مخدوم بنے گا اور جب کسی کا غلام بن کر کھڑا ہو گا تب دوسروں کو تیری غلامی میں کھڑا کیا جائے گا۔ خدمت ہی سے مخدومیت اور آقا بننا نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا خدمت کر اللہ جل جلالہ، کی اور اس کو چھوڑ کر ان دُنیا کے بادشاہوں کی خدمت میں مشغول مت ہو جو تجھ کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ وہ تجھ کو دینگے کیا؟

کیا تجھ کو ایسی چیز دیں گے جو تیرے مقسوم میں نہیں ؟ یا اُن کو قدرت ہے کہ تیرے حصہ میں لگا دیں ایسی چیز جو اللہ جل جلالہ نے تیرے حصہ میں نہیں لگائی کوئی چیز ان کی طرف سے مستقل نہیں ہے اور جو کچھ ان کے ہاتھوں سے ملتا ہوا نظر آتا ہے وہ اسی تقدیر کی لکھت کا ظہور ہے جو تیری پیدائش سے قبل تجویز ہو چکی ہے۔ پس اگر تو اس کا قائل ہے کہ ان کی عطا ابتداً ان کی طرف سے ہے تو کافر ہو گیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بجز اللہ جل جلالہ کے نہ کوئی عطا کرنے والا ہے نہ روکنے والا ہے نہ نقصان پہنچانے والا ہے نہ نفع دینے والا ہے نہ آگے بڑھانے والا ہے نہ پیچھے ہٹانے والا ہے۔ پس اگر تو کہے کہ یہ تو میں جانتا ہوں تو میں کہونگا بھلا جانتا کیا خاک ہے جبکہ دوسرے کو اس پر مقدم کرتا اور سلاطین دنیا کو نفع و ضرر پہنچانے والا سمجھ رہا ہے کہ ہر وقت انہیں کی خدمت و خوشامد میں لگا ہوا ہے۔ وائے تجھ پر اپنی دنیا کی بدولت اپنی آخرت کو کیا خراب کر رہا ہے۔ اور اپنے نفس و خواہش نفسانی اور شیطان اور مخلوق کی اطاعت و خدمت سے اپنے مولیٰ جل جلالہ کی طاعت کو کیا خراب کر رہا ہے دوسروں سے شکوہ و شکایت کر کے اپنے تقوے کو کیا خراب کر رہا ہے کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ جل جلالہ پرہیزگاروں کا حافظ و ناصر اور دشمنوں کی ایذاؤں کو ان سے روکنے والا۔ ان کا معلم اور ان کو اپنی واقفیت دینے والا اور ان کا دستگیر ہے اور مکروہات سے ان کو نجات دینے والا ہے ان کے قلوب پر نظر رکھنے والا اور ان کو ایسی جگہ سے رزق پہنچانے والا ہے۔ جہاں اُن کا گمان بھی نہ جائے۔ پھر وہ حاجت کونسی ہے جس کے لئے کسی حاکم یا سلطان کی ضرورت ہو۔

حق تعالےٰ نے اپنی ایک کتاب میں فرمایا ہے کہ "اے ابن آدم مجھ سے شرما جیسا اپنے دیندار پڑوسی سے شرماتا ہے" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے دروازوں کو بند کرتا اور پردے ڈال لیتا اور

مخلوق سے چھپ کر خلوت میں اللہ جل جلالہٗ کا گناہ کرتا ہے تو حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ
اے ابن آدم تو نے اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب ہی سے زیادہ مجھ کو کمتر
بنایا کہ سب سے شرمایا مگر مجھ سے نہ شرمایا۔ پڑوسی اور راستہ چلتے کو واقف و
ناواقف کسی کے سامنے بھی گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی مگر میرے سامنے دلیر و
بے حیا اور بے باک بننے میں کچھ بھی لحاظ نہ آیا۔ بایں ہمہ میری عنایتیں تجھ پر کم
نہ کی گئیں ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم
کہ جرم بیند و نان بر قرار میدارد
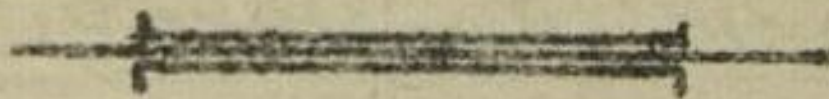
دسویں مجلس

وقت صبح یوم یکشنبہ ۲۴ شوال ۵۴۵ھ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ "میں اور میرے پرہیزگار امت تکلف و تصنع سے بری ہیں" یعنی جو متقی ہوتا ہے اس کو اللہ جل جلالہٗ کی عبادت میں بناوٹ اور تکلف کی ضرورت نہیں ہوا کرتی کیونکہ عبادت اسکی طبیعت اور عادت بن جاتی ہے۔ لہٰذا جس طرح چلنا پھرنا سونا سانس لینا وغیرہ تمام امور طبیعہ بے تکلف صادر ہوتے ہیں اسی طرح وہ اللہ کی عبادت اپنے ظاہر و باطن سے بلا تکلف کیا کرتا ہے۔ اور جو منافق ہوتا ہے وہ اپنی ساری حالتوں میں تکلف برتتا ہے اور ہر کام ظاہرداری اور دکھاوے کے سلئے کرتا ہے۔ خصوصاً اللہ جل جلالہٗ کی عبادت کہ دل تو اس کا چاہتا نہیں مگر دوسروں کے لحاظ سے بتکلف و گرانی صرف ظاہر میں نماز پڑھتا اور باطن میں اس کا تارک ہوتا ہے۔ اس کو قدرت نہیں ہوتی کہ پرہیزگاروں کے مقام پر قدم رکھ سکے اور ان کی طرح عبادت کو عادت یا طبیعت ثانیہ بنا سکے۔ مثل مشہور ہے کہ ہر کارے و ہر مردے اور عربی میں مثل ہے کہ لکل مکان مقال الخ۔ ہر محل کی گفتگو جدا ہوتی ہے۔ اور ہر کام کے لئے خاص آدمی ہوتے ہیں اور جنگ کے لئے خاص ہی آدمی بنائے گئے ہیں۔

اے منافقو! اپنے نفاق سے توبہ کرو اور اپنے فرار سے واپس آؤ۔ کس طرح شیطان کو چھوڑتے ہو کہ وہ تم پر ہنسے اور تم سے اپنے دل کی جلن نکالے کہ تمہاری عبادتوں کو

برباد ہوتا ہوا دیکھ کر خوش ہو اور اس کی مراد بر آئے۔ وائے افسوس تمہاری یہ حالت کہ گو نماز پڑھتے ہو اور روزہ رکھتے ہو مگر مخلوق کے لئے کرتے ہو نہ کہ خالق کے لئے۔ اور یہی حال تمہارے صدقات اور حج و زکوٰۃ کا ہے کہ سب کچھ مخلوق کے لحاظ اور انہیں کے خوف یا طمع میں کرتے ہو کہ اخلاص اور رضا جوئی خالق کا نام بھی نہیں۔ تمہاری اس بے کار محنت پر یہ مضمون صادق آرہا ہے کہ تم عمل کرتے ہو جس کا حاصل تکان سے سوا کچھ بھی نہیں۔ جیسے سخت پہاڑ میں کھیتی کرنا کہ مہینوں پانی دیا مگر ایک دانہ بھی نہ ملا لہٰذا اگر تم نے اس نفاق و نمود سے آئندہ کے لئے توبہ اور گذشتہ کی تلافی اور معذرت نہ کی تو عنقریب داخل ہوگے جلتی ہوئی آگ میں۔ اتباع کو اختیار کرو بلا ایجاد و بدعات سلف صالحین کا مذہب اختیار کرو اور راہ مستقیم پر چلو کہ خدا کے مشابہ کسی کو قرار دو نہ ذات حق کو معطل و خالی از کار سمجھو بلکہ اتباع ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا جس میں نہ تکلف اور بناوٹ ہو نہ گھڑت اور طبع آرائی ہو نہ تشدد و سخت گیری ہو نہ زبان چلانا اور باچھیں پھاڑنا ہو۔ نہ اپنی عقل و فہم کی پابندی ہو کہ شریعت کی جو بات عقل میں آئی وہ مانی اور جو عقل سے بالا ہوئی اسکو خلاف عقل کہہ کر نہ مانا اور انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کا نام اتباع سنت نہیں بلکہ اتباع عقل و طبیعت ہے۔ ہاں تمہارے لئے بھی وہی گنجائش ہے جو تم سے پہلوں کی تھی کہ متشبہات کی حقیقت نہ سمجھو تو مناسب معنی لے لو مثلاً کہدو کہ دست خدا سے مراد قدرت خدا ہے۔ وائے تجھ پر کہ حافظ قرآن بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظ بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ پھر تو حفظ کس غرض کے لئے کرتا ہے۔ وائے تجھ پر کہ لوگوں کو نیک عمل کا حکم دیتا ہے اور خود نہیں کرتا۔ دوسروں کو معصیتوں اور گناہوں کی ممانعت کرتا ہے مگر خود باز نہیں آتا۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے "غصہ کی بڑی بات اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ تم کہو ایسی بات جو خود نہ کرو"

پھر اے بد عمل واعظو ایسا کیوں ہے کہ کہتے ہو اور خلاف کرتے ہو؟ تم کو شرم نہیں آتی؟ کیوں دعوےٰ کرتے ہو ایمان کا اور ایمان لاتے نہیں؟ ایمان ہی تو ہے جو مقابلہ کرتا ہے آفتوں کا کہ کسی آفت و بلا کی تکلیف کا اثر نہیں لیتا۔ یہی تو جمتا اور ٹھہرتا ہے بوجھ کے نیچے۔ وہی وہ جیالا پہلوان ہے جو نفس و شیطان کو چت کیا کرتا ہے۔ وہی وہ جنگجو مردِ میدان ہے جس کے سامنے جو بھی لڑنے کو آتا ہے تلوار کے گھاٹ اترتا ہے اور ایمان ہی وہ سخی ہے کہ جو کچھ دنیا اس کے پاس ہوتی ہے سب کی سب لٹا دیتا ہے اور پروا بھی نہیں کرتا کہ کل کو خود کیا کھاؤں گا۔ اس پر اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ بعض اُمراء و دُنیا دار بھی نمود و تفاخر میں بڑا اماں لٹا دیتے ہیں تو دونوں کا فرق معلوم کرو کہ ایمان سخاوت کیا کرتا ہے اللہ واسطے۔ اور ہوائے نفس سخاوت کیا کرتی ہے شیطان کے لئے اور نفسانی اغراض کے لیے۔ لہٰذا مومن کی سخاوت کا صلہ اللہ جل جلالہٗ کے دربار سے دنیا اور دین دونوں جگہ ملتا ہے اور منافق و ریاکار کی سخاوت برباد و ضائع جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ جس سے حق تعالیٰ کا دروازہ چھوٹا وہ مخلوق کے دروازوں پر بیٹھا اور جس نے حق تعالیٰ کا راستہ کھویا اور اس سے بھٹکا وہ مخلوق کے راستہ پر بیٹھا کیونکہ دونوں راستوں میں تضاد ہے لہٰذا جو مخلوق میں مقبولیت کا طالب ہوگا وہ موحد و مخلص نہیں ہو سکتا اور جو اللہ واسطے عمل کرے گا وہ مخلوق سے خوف یا طمع رکھ کر مشرک، منافق نہیں ہو سکتا۔ پس جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو مخلوق کے دروازے بند کر دیتا اور ان کی عطا و سخا کو اس سے روک دیتا ہے کہ اس طرح پر اس کو اپنی طرف پھیر لیتا اور مومنوں سے ہٹا کر سمندر کے کنارہ کھڑا کر دیتا ہے اور لاشئے سے نکال کر شئے کی طرف لے آتا ہے۔ پس فقر و تنگدستی اور گمنامی و کس میرسی اس کے لئے توجہ الی اللہ کا باعث بن جاتی اور روحانی دولت سے اس کو مالا مال بنا دیتی ہے۔ وائے تجھ پر کہ دنیائے دنی کا فانی مال لے کر خوش ہوتا اور موسم سرما میں مومنوں کے پاس آ بیٹھنے پر مسرور ہوتا ہے کہ پانی بھی قلیل اور محدود اور وقت بھی بے نیازی

کا کہ پانی بھی ملے تو زیادہ تکلیف نہ ہو کیا تو نہیں سمجھتا کہ عنقریب گرمی آئے گی اور جو کچھ تیرے
پاس پانی ہے اس کو سکھا دے گی پس تو وہیں مر رہے گا۔ دُور اندیش بن اور شیدائے آخرت
بن کر ساحل سمندر پر آ کہ گرمی میں اس کا پانی ختم نہیں ہوتا اور سرما میں زیادہ اور بکثرت ہو
جاتا ہے یعنی اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ ہو کہ تونگر با عزت حاکم سردار اور راہبر بن جائے گا
اور دینی نعمت و سلطنت کے ساتھ دنیوی خوشحالی و مخدومیت بھی ملے گی۔ جو شخص اللہ عزوجل
کو لے کر غنی بنا ہر چیز اس کی محتاج ہو گئی اور یہ ایسی چیز ہے جو ظاہری آرائش اور محض تمنا
سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس قلبی اور اندرونی کیفیت یعنی محبت الٰہی سے حاصل ہوتی ہے جو
سینوں میں جگہ پکڑا کرتی ہے اور عمل اس کی واقعیت و سچائی ظاہر کیا کرتا ہے۔

عزیز من۔ چاہیئے کہ گونگا پن تیری عادت ہو اور گمنامی تیرا لباس اور مخلوق
سے بھاگنا تیرا انتہائے مقصود اور اگر تجھ سے ہو سکے کہ زمین میں سُرنگ کھود کر اس میں
گھس بیٹھے تو ایسا کر۔ یہی اخفاء و کتمان اور عزلت و گمنامی تیرا طریق رہے یہاں تک کہ تیرا
ایمان بالغ ہو جائے اور تیرے ایقان کے پاؤں مضبوط ہو جائیں اور تیرے صدق و اخلاص
کے بازوؤں پر پر نکل آویں اور تیرے قلب کی آنکھیں کھل جائیں پس اپنے گھر کی زمین سے اُٹھے
اور علم خداوندی کے خلا میں پرواز کرے اور گشت کرے مغرب و مشرق کا۔ خشکی و سمندر کا۔
نرم اور سخت زمینوں کا اور دورہ کرے زمین اور آسمانوں کا ہوشیار رفیق راہبر کو ساتھ لے کر۔
پس اس وقت اپنی زبان کو گفتگو میں کھول اور گمنامی کے کپڑے اتار اور مخلوق سے بھاگنا
چھوڑ اور اپنی سرنگ سے نکل کر ان کی طرف آ کہ اب تو ان کے لئے دوا ہے جس سے تجھ کو
بھی ضرر نہ پہنچے گا۔ کیونکہ اب شہرت و نصیحت اور مرجع خلائق بن کر معارف و حقائق
کا اظہار دنیا کے روحانی معالجہ کا سبب ہوگا اور کبر و حب جاہ و مال وغیرہ کی مضرت سے
تو بالکل محفوظ رہے گا۔ پس اب نائب رسول بن کر ارشاد و تربیت خلق میں مصروف ہو
اور نہ پرواہ کر ان کی قلت و کثرت کی۔ نہ ان کی توجہ و بے رخی کی اور نہ ان کی مدح اور مذمت کی،

غرض کوئی دوست بنے یا دشمن کچھ بھی پروانہ کر کیونکہ تو پرندۂ خدا بن گیا ہے اور دنیا کا وسیع دسترخوان تیرے لئے بچھا ہوا ہے۔ جہاں بھی تو گرے گا وہیں دانہ چگے گا اور اپنے پروردگار جل جلالہ کے ساتھ ہوگا کہ محبوب کی معیت اور بے فکری کے ساتھ روزی کا ملنا ہر وقت تیرے شامل حال ہوگا۔

صاحبو! خالق کو پہچانو اور اس کے سامنے ادب سے رہو۔ جب تک تمہارے قلوب اس سے دور رہیں گے اس وقت تک تم بے ادب کہلاؤ گے اور جب وہ قریب ہو جائیں گے تو ادب نصیب ہوگا۔ چنانچہ دنیا ہی میں دیکھ لو کہ غلاموں کی بک بک دروازہ پر اور بکواس اور بیہودہ گوئی بادشاہ کے تخت پر سوار ہونے سے پہلے ہی پہلے رہا کرتی ہے کیونکہ بادشاہ سے بُعد ہوتا ہے اور غلاموں کو مذاق سوجھنے لگتا ہے۔ مگر جب وہ تخت پر سوار ہوا تو سب گونگے بے زبان بن جاتے ہیں اور ادب آ جاتا ہے۔ کیونکہ اب وہ بادشاہ سے قریب ہیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر ایک اُن میں سے ایک کونے کی طرف بھاگنے لگتا ہے یہی حال قرب خداوندی کا ہے کہ غفلت و بُعد کی وجہ سے زبانیں چلتی ہیں اور تکلم بڑھتا ہے مگر قرب و حضور حق نصیب ہوتے ہی ادب، وہیبت اور خموشی و سکوت چھا جاتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ مخلوق کی طرف منہ کرنا اور ان کی توجہ و عنایت کو مطلوب سمجھنا بعینہٖ حق تعالیٰ کی طرف پشت کرنا اور بے تعلق و بے پروا بننا ہے۔ لہٰذا مخلوق اور دنیا کو پس پشت ڈال اور منہ پھیر کیونکہ تجھے کبھی فلاح نہ ہوگی جب تک جھوٹے معبودوں کو چھوڑے نہیں اور اسباب کو قطع نہ کریگا اور نفع و نقصان کے متعلق مخلوق پر نظر کرنا ترک نہ کریگا۔ تم بظاہر تندرست ہو مگر حقیقت میں بیمار اور صورۃً تونگر ہو مگر واقع میں مفلس زندہ ہو مگر مردہ، موجود ہو مگر معدوم بھلا یہ حق تعالیٰ سے بھاگنا اور اس سے اعراض کرنا اور آخرت کو ویران بنانا کب تک؟ تم میں ہر ایک کے پاس ایک ہی تو قلب ہے پھر اس سے دنیا اور آخرت دونوں کے ساتھ کس طرح محبت کر سکتا ہے؟ اور اس میں خالق و مخلوق دونوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ یہ بات ایک قلب کے لئے ایک حالت میں کسی

طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ بھلا کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ جس قلب میں دنیا کی محبت بھری ہوئی ہے اس میں اللہ کی محبت بھری ہوئی ہے۔ اگر کوئی اس کا دعوے کرے تو صریح جھوٹ ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ ایمان کا مغائر و اجنبی ہے"! اور تمہارے قلوب کا دنیا کی محبت سے لبریز ہونا تمہارے افعال و حالات سے مترشح ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہوا کرتا ہے۔ پس تیرے اعمال سے تیرے عقائد کا پتہ چل رہا ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ "ظاہر عنوان ہوا کرتا ہے باطن کا" اور عوام الناس کے سامنے تو کتنا ہی محب خدا اور بزرگ ہونے کا مدعی کیوں نہ بنے مگر تیرا باطن حق تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے نزدیک تو ظاہر ہے پھر اس طمع کاری سے نفع کیا۔ اگر تو اپنا بھلا چاہتا ہے تو جب ان خواص میں جن سے قلوب کی حالت مخفی نہیں رہتی اگر کوئی تیرے ہاتھ لگ جائے تو مؤدبانہ اس کے سامنے آ اور اس کی ملاقات سے قبل اپنے گناہوں سے توبہ کر۔ اس کے سامنے چھوٹا بن اور پستی اختیار کر۔ جب تو نے صالحین کے سامنے پستی اختیار کی تو اللہ تعالےٰ کے سامنے پستی اختیار کی لہٰذا جھک جا کیونکہ جو جھکتا ہے اللہ جل جلالہ اس کو بلندی دیتا ہے جو تجھ سے بڑا ہو اس کے سامنے حسن ادب سے آ۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "برکت تمہارے بڑوں میں ہے"، اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد فقط عمر کی بڑائی نہیں ہے بلکہ عمر کی بڑائی کے ساتھ تقویٰ اور دینداری کی بڑائی کا بھی اضافہ ہونا چاہیئے کہ امر الٰہی کی تعمیل اور ممنوعات سے بچنا اور کتاب و سنت کی پابندی بھی اس میں ہو ورنہ بہتیرے بڈھے ایسے ہیں جن کا نہ احترام جائز ہے نہ ان کو سلام کرنا اور نہ اُن کی زیارت میں برکت ہے کیونکہ وہ صرف عمر میں بڑے ہیں اور دین سے بے مس ہیں شریعت میں بڑے وہی ہیں جو متقی ہوں، نیکوکار ہوں، محتاط ہوں، علم پر عامل ہوں اور عمل میں اخلاص والے ہوں۔ بڑے حقیقت میں وہ قلوب ہیں جو صاف ہوں اور

ماسوی اللہ سے رُخ پھیرے ہوئے ہوں اور بڑے اللہ کے نزدیک وہ قلوب ہیں جو اللہ جل جلالہ
سے واقف و آگاہ ہوں اور اس کے قریب ہوں کیونکہ علم اور قرب میں تلازم ہے پس قلوب کا علم
جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی ان کو اپنے مولیٰ جل جلالہ سے قرب ہوگا۔ ہر قلب کہ جس میں دنیا کی
محبت ہو وہ محجوب ہے اللہ سے اور ہر قلب کہ جس میں آخرت کی محبت ہو وہ محجوب ہے اللہ کے
قرب سے۔ البتہ جس میں صرف اللہ جل جلالہ کی محبت ہو وہ مقرب ہے یہ بھی یاد رکھ کہ جس
قدر تیری رغبت دنیا میں بڑھے گی اسی قدر تیری رغبت آخرت کم ہوگی اور جس قدر تیری رغبت
آخرت میں بڑھے گی اسی قدر تیری محبت الہٰی گھٹے گی۔ پس تم اپنے قلوب کو ٹٹولو اور دیکھو کہ
جب وہ سارا ہی حُبّ دنیا میں غرق ہے تو محبت الہٰی کا دعوے کس منہ سے کرتے ہو۔ ذرا
اپنی حیثیت کو پہچانو اور اپنے نفسوں کو ایسے مرتبہ میں نہ اُتارو جہاں اُن کو اللہ نے نہیں اُتارا
اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے مرتبہ کو نہ پہچانا اس کو تقدیر اس کے مرتبہ کی
پہچان کرائے گی" کہ ایسے متکبر شخص کے مقدر میں ذِلت و رسوائی لکھی ہوتی ہے پس جب اس
کے موافق ظہور ہوگا تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے اور اپنی حقیقت و ہستی معلوم کرے گا۔ پس کبھی
اپنی حیثیت سے بالاتر مت بن اور ایسی جگہ مت بیٹھ جہاں سے تجھ کو اٹھا دیا جائے۔ اور جب تو کسی
کے گھر جائے تو ایسی جگہ مت بیٹھ جہاں مالک مکان نے تجھ کو بٹھایا نہیں کہ بلا قصد وہاں سے
اٹھا دیا جائے گا۔ اور اگر اٹھنے سے انکار کرے گا تو دوسروں کے ہاتھوں اٹھوایا جائے گا اور
ذلیل کیا جائے گا۔ اور نکال باہر کر دیا جائے گا۔

عزیز من! تو نے عمل کئے بغیر محض علم کی کتابت اور حفظ کرنے میں اپنی عمر کو برباد کر دیا۔
بھلا یہ تجھ کو کیا فائدہ دے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ جل جلالہ قیامت
کے دن انبیا اور اولیاء سے فرمائے گا کہ تم مخلوق کے محافظ و نگراں تھے پس بتاؤ اپنی رعایا
کے متعلق تم نے کیا کیا؟ اور فرمائے گا بادشاہوں اور تونگروں سے کہ تم میرے خزانے کے
خزانچی تھے پس فقرا کو پہنچایا اور یتیموں کی پرورش کی اور اس میں سے وہ حق نکالا جو تم پر

میں نے فرض کیا تھا یا نہیں؟

صاحبو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں سے منتفع ہو جاؤ اور آپ کے ارشاد کو قبول کرو۔ وائے افسوس تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے کہ کیسی ہی تم کو نصیحتیں کی جاویں مگر تمہاری غفلت کم نہیں ہوتی۔ پاک ذات ہے جس نے مخلوق کی سختیاں برداشت کرنے کی مجھے طاقت دی کہ تمہاری غفلتیں اور بے رُخی دیکھتا ہوں اور تم کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ اور جب یہ کوفت زیادہ بڑھتی ہے اور اُڑ جانے کا قصد کرتا ہوں تو تقدیر کی مقراض آتی اور میرے بازو تراش جاتی ہے کہ مقدر میں چونکہ تمہارے اندر رہنا لکھا ہے لہٰذا تمہارے چھوڑنے کا ارادہ فسخ کرنا پڑتا ہے۔ ہاں اس کوفت و پریشانی میں تسلی ہوتی ہے تو صرف اتنی بات سے کہ کوئی حال بھی ہو ہر حال ہوں تو شاہی یادگار پر متعیم اور لذت حضوری سے بہرہ یاب۔ وائے تجھ پر اے منافق و ریاکار۔ تو میرے اس شہر سے چلے جانے کا متمنی ہے تاکہ تیرا پردہ ڈھکا رہے اور نفاق کی قلعی نہ کھلے۔ حالانکہ اگر میں نے حرکت بھی کی تو معاملہ دگرگوں ہو جائے گا اور جوڑ جدا جدا ہو جائیں گے۔ اور بات بدل جائے گی کیونکہ اصلاح دین ہی کی وجہ سے ملک میں امان اور سلطنت کا نظام قائم رہا کرتا ہے اور جب میرے چلے جانے سے حق گوئی جاتی رہی تو اللہ کا عذاب سارے امن و سکون کو غارت کر دے گا۔ میں تو تم بدبختوں سے خود اتنا بیزار ہوں کہ کل کی جگہ آج کہیں چلا جاؤں مگر میں ڈرتا ہوں کہ عجلت کے سبب اللہ کا عتاب نہ ہو۔ لہٰذا میں جانے پر مستعد و طیار بھی نہیں۔ بلکہ تقدیر گویا چولہا ہے اور میں ہانڈی کی طرح اس کے پایوں پر رکھا ہوا ہوں کہ جلتا ہوں اور پکتا ہوں مگر اتنے میں عجلت نہیں کرتا اور اپنے امر مقدر سے اکتاتا اور بھاگتا نہیں بلکہ دل سے اس کی موافقت کرتا اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کئے ہوئے ہوئے ہوں۔

یا اللہ سلامتی و شان تسلیم نصیب فرما۔ اور اے منافق وائے تجھ پر کہ اپنی ریاکاری کا

سکہ قائم رکھنے کے لئے مجھ پر طعن کرتا اور میرا انداق اُڑاتا ہے حالانکہ میں کھڑا ہوا ہوں اللہ جل جلالہٗ کے دروازہ پر کہ مخلوق کو اُس کی طرف بُلا رہا ہوں۔ بہت جلد تجھ کو اپنا جواب نظر آجائے گا۔ میں اوپر کی جانب ایک ہاتھ چنائی کرتا ہوں تو نیچے کے رُخ ہزاروں ہاتھ۔ کیونکہ اصل مقصود میرا قلب اندرون کا درست کرنا ہے اگرچہ اعمال و ثمرات کم ہوں پس اے منافقو۔ عنقریب تم کو دیکھنا پڑے گا اللہ جل جلالہٗ کا عذاب دنیا و آخرت دونوں جگہ۔

یاد رکھو کہ زمانہ گویا حاملہ عورت ہے۔ جلد ہی تم کو نظر آجائے گا کہ اس سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ میں اللہ جل جلالہٗ کے دست تصرف میں ہوں۔ کہ کبھی وہ مجھ کو پہاڑ بنا دیتا ہے اور کبھی ذرّہ۔ کبھی وہ مجھ کو سمندر کر دیتا ہے اور کبھی قطرہ۔ کبھی وہ مجھ کو آفتاب بنا دیتا ہے اور کبھی محض چمک اور جھلک رہنے دیتا ہے۔ غرض وہ مجھ کو اس طرح پلٹتا رہتا ہے جیسے رات اور دن کو پلٹتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے کہ ہر دن وہ ایک جدا شغل میں ہے" بلکہ ہر لحظہ اس کی جدا شان ہے اور قدرت کا نیا کرشمہ اور جدید انقلاب رہتا ہے۔ کیونکہ دن تمہارے لئے ہے اور لحظہ ہے دوسروں کے لئے۔

عزیز من! اگر تو انشراح صدر و رضار قلب چاہتا ہے تو مخلوق کا قول مت سُن اور ترے ترک دنیا پر تجھ کو اپاہج یا لنگڑا گدا یا قل اعوذیا یا مسجد کا مُلّا یا مانع ترقی غرض کچھ ہی طعن کیوں نہ دیں ان کی باتوں کی طرف التفات ہی نہ کر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ اپنے خالق ہی سے خوش نہیں ہیں۔ پھر تجھ سے تو کس طرح خوش ہوں گے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ان میں سے اکثر نہ عقل رکھتے ہیں نہ بصارت اور نہ ایمان بلکہ عقل اور ایمان والوں کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور سچا بھی نہیں سمجھتے پھر ایسوں کی بات ماننا تو صریح حماقت ہے تو ان لوگوں کا تابع بن جو نہ بجز حق تعالیٰ کے کچھ سمجھتے ہیں اور نہ دوسروں کی سُنتے ہیں اور نہ اس کے سوا کسی کو دیکھتے ہیں اور اسی کی رضا جوئی کے لئے مخلوق کی اذیتوں پر صبر کر اور دل برداشتہ نہ ہو کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تجھ کو جس قسم کی بلاؤں میں مبتلا فرمائے اُن پر صبر کر

کہ اللہ جل جلالہ کی اپنے برگزیدہ اور اہل خضوع وخشوع بندوں کے ساتھ یہی عادت رہی ہے کہ
ان کو سب سے بے تعلق کرتا اور طرح طرح کی بلاؤں آفتوں اور رنج وغم میں مبتلا فرماتا اور
ان پر دنیا و آخرت اور عرش سے لے کر ثریٰ تک کو با این وسعت تنگ کر دیتا ہے کہ وہ
چار طرف نگاہ ڈالتے ہیں مگر کہیں پناہ دامن نہیں ملتا۔ اس طرح پر ان کے وجود کو فنا کر دیتا
ہے۔ یہاں تک کہ جب اُن کا وجود فنا کر چکتا ہے اور نفسانیت و اختیار کا مادہ اُن میں باقی
نہیں رہتا تب اُن کو ایسا وجود و ہستی عطا فرماتا ہے جو اللہ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ غیر کے لئے
اور اُن کو کھڑا کرتا ہے اپنی معیت میں۔ گویا ان کو دوسری پیدائش عطا کرتا ہے کہ اب جو فعل بھی ان
سے صادر ہوتا ہے وہ خالص اللہ کے لئے ہوتا ہے اور دوسری طلب کا اس میں شائبہ بھی نہیں
ہوتا۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ پھر ہم نے اس کو پیدا کیا دوسری پیدائش میں پس بابرکت ہے اللہ
جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے " پہلی پیدائش تو مشترک ہے کہ سب پیدا ہونے والو
کو حاصل ہوئی مگر یہ پیدائش خاص اور منفرد ہے کہ اس کو اس کے برادران اور جملہ ہم جنس
بنی آدم سے الگ کر کے اس کی پہلی ہستی کو جس میں نفسانیت بھری ہوئی تھی بدل ڈالتا اور
زیر و بالا بنا دیتا ہے کہ وہ اللہ والا روحانی بن جاتا ہے اور مخلوق کے دیکھنے سے اس کا دل
تنگ ہوتا اور اس کے باطن کا دروازہ مخلوق کی طرف سے بند ہو جاتا ہے۔ اس کو دُنیا و آخرت
اور جنت و دوزخ اور تمام مخلوقات اور سارے عالم ایسے نظر آتے ہیں جیسے ایک ذرا سی
چیز ہوتی ہے پھر وہ اس چیز کو اپنے دست باطن کے حوالے کرتا ہے اور وہ اس کو نگل
جاتا ہے اور اس میں اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس قلب میں بجز ذات واحد
جل جلالہ کے کسی شے کی بھی وقعت نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ اس میں اپنی قدرت ظاہر فرماتا
ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں ظاہر فرمائی تھی۔ پاک ذات ہے جو ظاہر
فرما دیتا ہے اپنی قدرت جس چیز میں بھی چاہتا ہے اور جب کے ہاتھ پر بھی چاہتا ہے۔
دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا عصا جادوگروں کی بنائی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں وغیرہ بہت

سی چیزوں کے بوجھ نگل گیا اور اس کے پیٹ میں ذرا بھی تغیر نہ آیا۔ جتنا کھانے سے پہلے تھا اتنا ہی کھانے کے بعد رہا۔ حق تعالیٰ نے چاہا کہ جادوگروں کو بتا دے کہ یہ قدرت محض ہے حکمت و فلسفہ نہیں ہے اس لئے کہ جادوگروں نے جو کچھ اس روز کیا تھا وہ حکمت و دانش اور فن ہندسہ کی کارگذاری تھی جس کو عقل سے تعلق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں جو بات ظاہر ہوئی وہ حق تعالےٰ کی قدرت تھی خارق عادت اور معجزہ۔ اور اسی لئے جادوگروں کے سردار نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا کہ موسیٰ کی طرف ذرا نگاہ تو کر کہ وہ کس حالت میں ہے؟ اس نے کہا کہ موسیٰ کے چہرہ کا تو ڈر کے مارے رنگ بدل گیا ہے مگر عصا اپنا کام کئے جا رہا ہے تو سردار نے کہا کہ بس معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ جل جلالہٗ کا فعل ہے۔ موسیٰ کا فعل نہیں ہے۔ کیونکہ ساحر اپنے سحر سے ڈرا نہیں کرتا۔ اور کوئی صانع بھی اپنی صنعت سے ڈرا نہیں کرتا اس کے بعد وہ ساحر ایمان لے آیا موسیٰ پر اور اس کے رفقا نے بھی اس کا ساتھ دیا کہ سب ایمان لے آئے۔

عزیز من! تو حکمت کو چھوڑ کر قدرت کی طرف کب کھڑا ہو گا؟ تیرا حکمت پر عمل اور عقل کا کارنامہ تجھ کو اللہ جل جلالہ کی قدرت تک کب پہنچائے گا؟ تیرا اپنے اعمال میں اخلاص تجھ کو تیرے پروردگار جل جلالہ کے دروازۂ قرب تک کب لائے گا؟ اور معرفت کا آفتاب تجھ کو عوام و خواص کے قلوب کے منہ کب دکھلائے گا؟ حق تعالےٰ سے اس کی ڈالی ہوئی بلا اور امتحانی تکلیف کے سبب بھاگے مت کہ یہ اس کے ناراض ہونے کی علامت نہیں ہے۔ وہ تو صرف تجھ کو آزماتا ہے تاکہ معلوم کرے کہ تو سبب کی طرف جاتا ہے یا نہیں اور اس کا دروازہ چھوڑتا ہے یا نہیں؟ اور ظاہر کی طرف آتا ہے یا باطن کی طرف۔ اس کی طرف جاتا ہے جس کا ادراک ہو سکتا ہے یا اس کی طرف جس کا ادراک نہیں ہو سکتا؟ اس جانب جاتا ہے جو دکھائی دیتی ہے یا اس جانب جاتا ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ پس اگر ظاہری صورت پر گیا تو برباد ہوا اور حقیقت پر نظر ڈالی کہ یہ بلا ایک تحفہ ہے محبوب کا تو بس

کام بن گیا۔ یا اللہ ہم کو آزمائش میں نہ ڈال۔ یا اللہ ہم کو نصیب فرما اپنا قرب بغیر بلا کے
یا اللہ قرب اور لطف نصیب فرما۔ یا اللہ قرب دے بلا فراق و بُعد کے کہ نہ ہم میں تجھ
سے بُعد و فراق کی طاقت ہے اور نہ بلا کے برداشت کی۔ پس ہم کو اپنا قرب نصیب فرما
آتشِ آفات کے بغیر اور اگر آتشِ آفات کا ہونا لازمی ہو تو ہم کو اس کے اندر سمندر کا جانور بنا دے
جو آگ کے اندر انڈے اور بچے دیتا ہے اور آگ اس کو نہ نقصان دیتی ہے نہ جلاتی ہے۔
آتشِ آفات کو ہمارے حق میں خلیل ابراہیم کی آگ جیسا بنا دے اور ہمارے ارد گرد سبز
گھاس اُگا دے جیسا کہ اُن کے گرد اُگا دی تھی اور ہم کو بے نیاز بنا دے تمام مخلوقات سے
جیسا کہ ان کو بے نیاز بنا دیا تھا۔ اور ہم کو اُنس عطا فرما اور ہمارا کارساز بن جیسا کہ اُن کا
کارساز بنا تھا اور ہماری حفاظت فرما جیسی کہ اُن کی حفاظت فرمائی تھی۔ آمین۔

ابراہیم علیہ السلام نے حاصل کر لیا تھا رفیق کو راستہ سے قبل اور پڑوس کو سکن
سے قبل اور انیس کو وحشت سے قبل اور پرہیز کو مرض سے قبل اور صبر کو رضا سے قبل اور رضا کو
قضا سے قبل۔ پس تم بھی اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے سبق لو اور اُن کے اقوال افعال
میں ان کا اقتدا کرو۔ پاک ذات ہے جس نے ان کو اپنی بلا و امتحان کے سمندر میں ڈال کر لطف
فرمایا اور ان کو بلا کے سمندر میں تیرنے کا مکلف بنایا اور خود ان کا ہاتھ تھاما۔ ان کو مکلف بنایا
دشمن پر حملہ کرنے کا اور خود گھوڑے کے سر کے پاس موجود رہا۔ ان کو مکلف بنایا اونچی جگہ چڑھنے
کا اور اپنا ہاتھ ان کی کمر میں ڈالے رہا۔ ان کو مکلف بنایا کھانے کی طرف مخلوق کو بُلانے کا اور
مصارف اپنے پاس سے عطا فرمائے۔ یہی ہے جس کو لطف باطنی و خفی کہتے ہیں۔

عزیز من! اللہ کی تجویز فرمودہ تقدیر اور فعل کے آنے کے وقت بالکل خاموش
اور حق تعالیٰ کے ساتھ رہ کر مشیتِ الٰہی سے اگر گردن بھی کٹے تو اُف بھی نہ نکلے اور اللہ کی
معیت ہاتھ سے نہ چھوٹے یہاں تک کہ الطاف کثیرہ اس کی طرف سے تجھ کو نظر آئیں۔
کیا تو نے جالینوس حکیم کے غلام کا قصہ نہیں سُنا کہ کس طرح گونگا اور بھولا اور چپ چاپ بنا

رہا یہاں تک کہ جتنا علم جالینوس کے پاس تھا وہ سب اُس نے یاد کر لیا۔ پس سکوت وہ نعمت ہے جو حکمت ہائے الٰہی کو قلب میں جمع کرتی اور اسرار خداوندی سے دل کو مالا مال بناتی ہے ورنہ تیری بیہودہ گوئی اور کثرت تکلم اور اللہ کے ساتھ نزاع ومناظرہ اور اعتراض کرنے سے اللہ جل جلالہ کی حکمت ودانش جس کو علم لدنی اور فہم صائب کہنا چاہیئے تیرے قلب کی طرف ہرگز نہ آئے گی۔ یا اللہ ہم کو نصیب فرما موافقت اور ترک منازعت اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

گیارھویں مجلس

وقت صبح یوم جمعہ ۲۹ر شوال ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

صاحبو! اللہ کو پہچانو اور اس سے انجان نہ رہو اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی معصیت نہ کرو۔ اس کی موافقت کرو اور مخالفت نہ کرو۔ اس کی قضا پر راضی رہو اور اس سے منازعت نہ کرو۔ اللہ کو پہچانو اس کی صنعت سے کہ عالم کی ساری مصنوعات اپنے صناع کا پتہ دے رہی اور بتا رہی ہیں کہ ایسی گوناگوں چیزوں کا بنانے والا بڑی ہی قدرت والا شاہنشاہ ہے۔ وہی ہے پیدا کرنے والا۔ رزق دینے والا سب سے پہلے اور سب کے بعد اور صفات کے اعتبار سے ظاہر اور ذات کے اعتبار سے باطن۔ وہی ہے قدیم اور اوّل۔ دائم اور ابدی۔ کر سکنے والا جو کچھ بھی چاہے اور جو کچھ کرے اُس کی باز پرس اُس سے نہیں ہو سکتی اور لوگوں سے باز پرس ہو گی۔ وہی ہے تونگر بنانے والا۔ وہی ہے فقیر بنانے والا۔ وہی ہے نفع پہنچانے والا۔ زندہ کرنے والا۔ مارنے والا۔ سزا دینے والا۔ ڈر کے قابل ہے اور اُمید کے لائق۔ اس سے ڈرو اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اس سے ہر قسم کی اُمید رکھو اور کسی سے امید مت رکھو۔ یاد رکھو کہ جو شے بلاواسطہ سبب ظاہر ہو جیسے دنیا میں معجزات انبیا یا کرامات اور آخرت کی جملہ اشیاء جنّت و دوزخ وغیرہ کا وجود یہ سب قدرت کہلاتا ہے اور جو شے بواسطہ اسباب ظاہری پیدا ہو جیسے دنیا کے اکثر کام پیدا ہونا۔ مرنا۔ جینا۔ مرض۔ صحت وغیرہ یہ سب حکمت خدا کہلاتا ہے کہ ہے یہ بھی قدرت کا کرشمہ مگر مخلوق کا امتحان لینے کے لئے کہ بندہ اسباب بنتے ہیں یا

بندۂ خالق اسباب۔ حکمت الٰہی نے قدرت پر سبب کا پردہ ڈال دیا کہ اسباب خود بھی قدرت ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس قدرت کی عظمت وحقیقت پر نظر رکھ کر عالم اسباب میں حکمت الٰہیہ کا بھی ادب کرو کہ اسباب کو بھی نہ چھوڑو مگر اُن کو موثر حقیقی بھی نہ سمجھو کہ قدرت کا اذعان ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اس کی قدرت اور حکمت دونوں کے ساتھ ایسے گھومتے رہو جیسے گاڑی چلنے پر پہیہ گھومتا ہے یہاں تک کہ قدرت غالب آجائے حکمت پر اور اب بلا واسطہ اسباب تمہاری ہر ضرورت منجانب اللہ پوری ہوا کرے۔ باادب ہو کتاب اللہ اور شریعت کے ساتھ اور اس کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی تعمیل کا پورا اہتمام کرو یہاں تک کہ وہ بات نصیب ہوئے جو آڑ بن جائے تمہارے اور اس کے درمیان کہ تم حدود شریعت کی مخالفت سے محفوظ ہو جاؤ اور تمہارا قلب رضاء خداوندی کا سانچہ بن جاوے کہ جو خیال و ارادہ بھی اس سے پیدا ہو وہ شریعت کے موافق ہو اور اعضا کے افعال جو قلب ہی کے آثار و ثمرات ہیں سُنّتِ محمدیہ کے مطابق ہوں۔ مگر یہ چیز کہ جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں ایک معنی در قلبی کیفیت ہے نہ کہ صورت یا کوئی عمل اور اس حالت تک صالحین میں سے بھی کوئی کوئی پہنچا کرتا ہے جن کو محفوظین کا گروہ کہتے ہیں۔ کہ غیبی چوکیداران کے نگران اور محافظ بنا دیے جاتے ہیں جو خلاف شریعت کسی فعل کا ان سے صدور ہی نہیں ہونے دیتے اور خود ان کو اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ ان کی طبیعت اور رغبت کہتی ہے کہ دائرۂ شریعت سے باہر ہماری کوئی حاجت و ضرورت ہی اٹکی ہوئی نہیں ہے مگر اس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو اس میں داخل ہوا ہو باقی محض بیان سے تو اُس کو پہچان ہی نہیں سکتا۔ پس اپنے جملہ معاملات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے حکم اور ممانعت اور اتباع کے تحت میں ہر وقت و ہمیشہ کمربستہ رہو یہاں تک کہ بادشاہ تم کو اپنی طرف بلائے اور آستانۂ خداوندی پر تمہاری

طلبی ہو۔ پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہو اور بادشاہ کے حضور میں جاؤ۔ ابدال کا نام جو ابدال رکھا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار کو ارادۂ خداوندی سے بدل لیا ہے کہ ارادۂ خداوندی کے سامنے نہ وہ کوئی ارادہ کرتے ہیں اور نہ اختیار خداوندی کے سامنے کسی اختیار کو عمل میں لاتے ہیں۔ شریعت کے حکم ظاہر کو مستحکم اور ظاہری اعمال شرعیہ پر بھی عمل کرتے ہیں اور پھر وہ اعمال بھی پورے کرتے ہیں جو انہیں کے لئے مخصوص ہیں۔ جوں جوں ان کے درجوں اور مرتبوں میں ترقی ہوتی ہے ووں ووں ان کے لئے امر و نہی کی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایسے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں نہ امر ہے نہ نہی۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ پابندئ شریعت ان پر لازم نہیں رہتی بلکہ یہ مطلب ہے کہ احکامات شرعیہ ان کے اندر خود صدور پاتے اور ان کی جانب منسوب کردئے جاتے ہیں۔ جیسے انجن کی حالت ہوتی ہے کہ اندرونی حرارت سے اس کا ہر پُرزہ اپنا کام کرنے لگتا اور ریل چلنے لگتی ہے حالانکہ انجن کو خبر بھی نہیں کہ میں کیا کام کر رہا ہوں۔ اسی طرح اقطاب و اولیا کے اعضاء ظاہری باطنی شریعت کے موافق اپنے اپنے کام کرتے ہیں کہ ذرہ برابر خلاف صادر نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ خود ارادہ و اختیار سے بالکل دُور ہوتے ہیں کہ ہر وقت اللہ جل جلالہ کے ساتھ عالم غیب و محویت و بے خبری میں رہتے ہیں اور حضور و احساس ہوتا ہے تو امر و نہی آنے کے وقت ہوتا ہے اور اُن میں بھی محبوب کی طرف سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے کہ شرعی حدود میں کسی ایک حد سے بھی باہر نہیں نکلتے اور ایک حد کو بھی ضائع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ فرض عبادتوں کا چھوڑنا زندیق بنتا ہے اور ممنوعات کا مرتکب ہونا معصیت و نافرمانی ہے پس کیسے ممکن ہے کہ مقبول و محبوب ہوں اور زندیق و عاصی بنیں۔ یہ بڑی جہالت ہے کہ بزرگوں کو اتباع شریعت سے مستثنےٰ سمجھا جائے اور کہا جائے کہ ان کے لئے خلاف شرع کام مضر نہیں ہے۔ خوب یاد رکھو کہ فرائض کسی حالت میں بھی اور کسی شخص سے بھی

ساقط نہیں ہو سکتے۔

عزیز من! عمل کر اس کے حکم اور علم پر کہ شریعت اس کا حکم ہے اور تقدیر کی لکھت اس کا علم۔ پس نہ تقدیر کے وثوق پر اتباع احکام ترک کر اور نہ ظاہری اعمال پر بھروسہ کر کے تقدیری فیصلہ سے غافل ہو۔ دونوں گو دو آنکھیں سمجھ اور احاطۂ غلامی سے باہر مت نکل۔ روز الست کے عہد و پیمان کو مت بھول۔ جہاد کر اپنے نفس اور اپنی خواہش نفسانی اور اپنے شیطان اور اپنی طبیعت اور اپنی دُنیا سے کہ ہمت اسی کا نام ہے اور ناامید نہ ہو اللہ جل جلالہٗ کی نصرت سے کیونکہ وہ ضرور آئے گی تیرے استقلال کے وقت۔ چنانچہ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ "بے شک اللہ ساتھ ہے صبر و استقلال کرنے والوں کے" اور فرماتا ہے کہ "بے شک اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے" اور فرماتا ہے کہ "جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو دکھا دیتے ہیں اپنے راستے" پس جب تو راہ خدا میں قدم رکھے گا اور جم کر ہمت کے ساتھ دشمنان خدا سے جنگ کرے گا تو ضرور فتح ہو گی۔ جس وقت تیری زبان مخلوق سے شکوہ کرے تو اس کو روک لے۔ اس زبان اور ساری مخلوق کے مقابلہ میں اللہ کا طرفدار بن کر ان کو حکم کرے اس کی اطاعت کا اور منع کرے اس کی معصیت سے اور ان کو روکے گمراہی اور بدعت اور خواہش نفس کے اتباع اور نفس کی موافقت سے۔ اور حکم کرے ان کو کتاب اللہ جل جلالہٗ اور سُنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا۔

صاحبو! احترام کرو اللہ جل جلالہٗ کی کتاب کا اور با ادب رہو اس کے ساتھ کہ وہی تمہارے اور اللہ جل جلالہٗ کے درمیان ذریعۂ اتصال ہے۔ فرقہ معتزلہ کی طرح اس کو مخلوق اور حادث مت کہو کہ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ "یہ میرا کلام ہے" مگر افسوس ہے تم کہتے ہو کہ نہیں۔ بھلا اس کفر و الحاد کا کیا ٹھکانا۔ جس نے اللہ کا قول رد کیا اور قرآن کو مخلوق بتایا جس سے لازم آیا کہ یہ اللہ کا کلام اور اس کی صفت

نہیں ہے تو وہ منکر ہوا اللہ جل جلالہ کا اور اس سے بیزار ہوا یہ قرآن۔ اور قرآن جس کو مخلوق کہنا کفر ہے اور جو اللہ کا کلام ہے وہ یہی قرآن ہے جو پڑھا جاتا ہے یہی جس کی تلاوت ہوتی ہے۔ یہی جو سننے میں آتا ہے۔ یہی جس پر نظر پڑتی ہے یہی جو مصحف میں لکھا ہوا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ قلم مخلوق ہے مگر اس سے لکھا ہوا قرآن غیر مخلوق ہے۔ قلب مخلوق ہے مگر قرآن جو اس میں حفظ ہوتا ہے۔ غیر مخلوق ہے۔

صاحبو! قرآن کے غیر خواہ بنو اس پر عمل کرو نہ کہ اس میں مجادلہ و مباحثہ کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ یاد رکھو کہ اعتقاد کے متعلق چند ہی باتیں ہیں اور اعمال بکثرت ہیں۔ پس قرآن پر ایمان لاؤ۔ اس کو سچا مانو اپنے دلوں سے اور عمل کرو اپنے اعضاء سے کہ یہی کام آنے والا ہے۔ پس اس کام میں مشغول ہو جو تم کو مفید ہو اور ناقص و کمزور عقلوں کی طرف توجہ ہی نہ کرو۔

صاحبو! منقول شرعی کبھی تابع عقل نہیں بن سکتا اور نص کو قیاس کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے۔ پس جب قرآن کا کلام الٰہی ہونا نقل اور نص صریح سے ثابت ہے تو عقل و قیاس دوڑانے کی ضرورت ہی کیا۔ اگر عقل کسی شے کا دعوےٰ کرے تب بھی اس کی تصدیق کے لئے نقل اور نص کی شہادت درکار ہے نہ کہ منقول کے لئے عقل کی شہادت۔ پس ایسا نہ کر کہ گواہ کو تو چھوڑ دے اور محض دعوے سے لئے کھڑا رہے۔ دیکھو گواہ کے بغیر دعویٰ کرنے سے تو لوگوں کے اموال بھی نہیں لئے جا سکتے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ بلا ثبوت محض دعویٰ کرنے سے لے لیا کریں تو بہتیرے لوگ دعوے دائر کر دیں لوگوں کے خون اور اموال کے ولیکن گواہ پیش کرنے لازم ہیں مدعی پر اور حلف ہے منکر مدعا علیہ پر" پس جب زبان سے قرآن پر ایمان لانے کے مدعی بنے ہو تو اس پر عمل اور صحیح عقیدہ کا ثبوت بھی لاؤ ورنہ اگر

زبان عالم ہے اور قلب جاہل تو یاد رکھو کہ یہ کبھی نافع نہیں ہوا کرتا بلکہ خطرناک ہوتا ہے
چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو بڑا اندیشہ جس کو اپنی امت کے
لئے خطرناک سمجھ رہا ہوں اس منافق کی طرف سے ہے جس کی زبان عالم اور خوب
ماہر ہو۔"

اے پڑھے لکھے اور اے ان پڑھو۔ اے حاضرین اور اے غیر حاضرو۔ اللہ جل جلالہٗ
سے شرماؤ اور اس کی جانب نظر کرو اپنے قلوب سے۔ اس کے سامنے جھکو۔ اس
کی تقدیر کے گرزوں کے نیچے اپنے نفسوں کو رکھ دو کہ جس طرح چاہے کچلے اور زبان و
دل سے اُف بھی نہ نکلے۔ اس کی نعمتوں کا شکر اپنے اوپر لازم کرو اور اس کی
اطاعت اور فرمانبرداری میں روشنی کو اندھیروں سے ملا دو کہ رات دن عبادت میں
لگے رہو۔ جب تم سے ایسا محقق ہو گا تب اللہ کا اکرام اس کا احترام اور اس کی
جنت تمہارے پاس آئے گی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

عزیز من! کوشش کر کہ دنیا میں کوئی چیز بھی ایسی باقی نہ رہے جس سے
تجھ کو محبت ہو۔ جب تیرے حق میں یہ مضمون کامل ہو جائے گا تو ایک لحظہ کے لئے
بھی تو اپنے نفس کے ساتھ نہ چھوڑا جائے گا۔ اگر تو بھولے گا تو یاد دلا دیا جاوے گا۔
اور غافل ہو گا تو بیدار کر دیا جائے گا۔ حق تعالیٰ تجھ کو نہ چھوڑے گا کہ تو کسی غیر اللہ
کی طرف بھی نظر کرے۔ مگر بات یہ ہے جس نے یہ ذائقہ چکھا ہے اسی نے اس کو
پہچانا اور مخلوق میں ایسے خال خال ہی ہوتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ سکون و قرار
کو قبول نہیں کرتے مگر اے منافقو۔ چونکہ تمہارے قلوب کے سروں پر آفات و بلایات
پڑ رہی ہیں جن سے قلوب مصدوم و ماؤف ہو گئے لہٰذا تم کو اس حالت کا سمجھنا
بھی مشکل ہے چہ جائیکہ نصیب ہوتا اور محبان خدا کی تو یہ حالت رہی ہے کہ جس
وقت بھی غیر اللہ پر ان کے قلب کی نگاہ پڑی اور اس کی محبت دل میں آئی تو

وہ ہلاک ہوگئے۔ کیونکہ ان کی نجات و سلامتی اسی میں ہے کہ اللہ سے ان کو سکون و قرار ہو اور اس کے حضور میں پڑے رہیں اور اس کی مخلوق سے آنکھیں بند کئے رہیں اور اس پر اعتراض کرنے سے اپنی زبانوں کو قطع کئے رہیں۔ پس رات دن اور مہینے اور سال ان پر بدلتے رہتے ہیں اور وہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ اُن کا برتاؤ اور تعلق بدلتا نہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقلمند یہی لوگ ہیں۔ اگرچہ تم ان کو دیکھو تو دیوانہ و مجنوں کہو اور وہ تمہیں دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ لوگ روز جزا پر ایمان ہی نہیں لائے ورنہ دنیا کے اتنے دلدادہ نہ ہوتے۔ اُن کے دل غمگین اور شکستہ ہوتے ہیں اللہ جل جلالہٗ کے سامنے ہمیشہ وہ خائف و ترساں رہتے ہیں جب کبھی عظمت و جلال خداوندی کا پردہ اُن کے قلوب کے لئے کھل جاتا ہے تو اُن کا خوف اتنا بڑھ جاتا ہے کہ قریب ہے اُن کے دل ٹکڑے ٹکڑے اور جوڑ بند جُدا جُدا ہو جائیں۔ پس جب حق تعالےٰ ان کی یہ حالت دیکھتا ہے تو اپنی رحمت اور جمال اور لطف اور امید کے دروازے ان کے لئے کھول دیتا ہے تو ان کی طبیعت ٹھہر جاتی ہے اور حالت میں سکون ہو جاتا ہے۔ مجھے گوارا نہیں کہ بجز طالبان آخرت اور طالبان حق کے دوسرے پر نظر ڈالوں اور جو کمبخت دنیا اور مخلوق اور نفس اور خواہش نفسانی کا طالب و شیدا ہے مجھے اس کا کیا کرنا۔ بجز اس کے کہ اس کا معالجہ پسند کرتا ہوں اور محض اس وجہ سے اس کے آنے اور پاس بیٹھنے کو گوارا کرتا ہوں کہ وہ بیمار ہے اور بیمار کی دوا دارو اور خدمت کی مشقت، پر طبیب ہی صبر کر سکتا ہے۔ وائے تجھ پر کہ اپنی حالت مجھ سے چھپاتا ہے حالانکہ وہ چھپتی نہیں تو مجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ طالب آخرت ہے حالانکہ تو طالب ہے دنیا کا۔ بیعت، اس لئے کرتا ہے کہ پیر بنوں اور لوگ نذرانے دیں یا حاضر ہونے والے اُمرا میں میرے ساتھ تیری ارادت و عقیدت جان کر اُن سے کچھ

حاصل ہوئے۔ یہ ہوس جو تیرے دل میں ہے کہ مال وجاہ دنیا ہاتھ آئے میرے لئے تیری پیشانی پر لکھی ہوئی ہے۔ تیرا راز میرے نزدیک بالکل علانیہ ہے اظہار حقیقت اور طلب وسلوک کا جو دینار تیرے ہاتھ میں ہے وہ بالکل ناقص اور کھوٹا ہے جس میں سونا تو صرف ایک دانگ وزن کا ہے اور باقی سب چاندی ہے کھوٹا روپیہ میرے سامنے پیش نہ کر کہ میں نے اس جیسے بہتیرے دیکھے ہیں۔ اس کو میرے حوالہ کر اور مجھے اختیار دے کہ میں اس کو پگھلاؤں اور جتنا اس میں سونا ہے اس کو الگ کر کے باقی کو پھینک دوں کہ قلیل چیز جو عمدہ ہو اس کثیر سے بہتر ہے جو ردی ہو۔ اپنے دینا پر مجھ کو اختیار دے کہ میں سکہ گر ہوں اور میرے پاس اس کا آلہ موجود ہے۔ پس میری فراست قلبی کے سامنے تیرے نفاق وریاکاری کی دال نہیں گلے گی۔ توبہ کر ریا و نفاق سے اور اپنے نفس پر اس کا اقرار کرنے سے شرما دے مت کہ اکثر اخلاص والے پہلے منافق ہی تھے۔ اور اس کو چھوڑ کر مخلص بنے ہیں اور اسی لئے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اخلاص کی شناخت ریاکار ہی کر سکتا ہے" اور شاذو نادر ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو شروع سے آخیر تک مخلص رہے ہوں۔ دیکھ بچے شروع میں جھوٹ بھی بولتے ہیں اور مٹی اور نجاستوں سے کھیلتے بھی ہیں اور اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے ہیں اور اپنے ماں باپ کی چوریاں بھی کرتے ہیں اور چغلیاں بھی کھایا کرتے ہیں مگر جوں جوں عقل ان میں اثر کرتی ہے وہ ایک ایک بات کو چھوڑتے اور اپنے ماں باپ اور استادوں کا طریقہ اختیار کرتے جاتے ہیں۔ بس اسی طرح حق تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے وہ ادب سیکھتا اور پہلی عادتیں جس پر مدتوں رہ چکا ہے چھوڑتا جاتا ہے اور جس کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اگرچہ بدحالی پر مجبور نہیں کرتا مگر اصلاح کی توفیق بخشنے کا احسان بھی نہیں فرماتا لہٰذا وہ اپنی پہلی ہی ناقص وخراب حالت پر جیتا رہتا ہے پس دنیا وآخرت دونوں میں برباد ہوتا ہے۔ خوب یاد رکھ کہ اللہ جل جلالہٗ نے

دوا اور بیماری دونوں پیدا کی ہیں کہ معصیتیں بیماری ہیں اور طاعت دوا ہے۔ ظلم بیماری ہے اور عدل دوا ہے۔ خطا و غلطی بیماری ہے اور صواب و درستی دوا ہے، مخالفت خداوندی بیماری ہے اور گناہوں کی مستی خمار کے نشہ سے توبہ کرنا دوا ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ دوا کا پورا اثر مجھ کو اس وقت ہوگا جبکہ اپنے قلب سے مخلوق کو جدا اور بیگانہ بنا دے اور اپنے پروردگار جل جلالہٗ سے قلب کو متصل کرے اور اس کی جانب اس کو چڑھائے کہ قلب آسمان میں ہو اور تیری روح اور بدن زمین میں ہو۔ قلب سے علم یعنی تقدیر پر یقین رکھے اور تعلقات باطنی میں اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ تو اکیلا اور تنہا ہو اور حکم یعنی شریعت پر عمل کرنے میں مخلوق کا شریک ہو اس کی کسی صورت میں بھی ان کی مخالفت نہ کرنا کہ حق تعالیٰ کو اور ان کو تجھ پر الزام کا موقع نہ ملے اپنے باطن سے تنہا حق تعالیٰ کے ساتھ اور اپنے بیرون سے مخلوق کے ساتھ ہو تو اپنے نفس کا سر سرکش گھوڑے کی طرح اونچا اٹھا ہوا مت چھوڑ۔ اگر تو اس پر سوار ہو گیا تو وہ قابو میں آجائے گا اور تجھ کو ہمیشہ آرام ملے گا۔ ورنہ وہ تجھ پر سوار ہو جائے گا اور پھر تجھ کو اس کا مطیع ہونا پڑے گا کہ جدھر چاہے تیری باگ پھیرے۔ نفس گویا ایک پہلوان ہے پس اگر تو نے ہمت مردانہ کے ساتھ اس کو پچھاڑ لیا تو بہتر ورنہ وہ تجھ کو گرائے گا۔ الغرض اگر وہ تیرا مطیع ہو جائے کہ اللہ جل جلالہٗ کی جو طاعت بھی تو کرنا چاہے وہ اس میں تیری اطاعت کرے تو بہتر ورنہ اس کو سزا دے بھوک پیاس ذلت برہنگی اور ایسی جگہ پر خلوت نشینی کے چابکوں کی جہاں مخلوق میں سے کوئی مونس نہ ہو۔ ان چابکوں کو اس سے مت ہٹا یہاں تک کہ وہ مطمئنہ بن جائے۔ کہ اس کا اضطراب اور بھڑکنا جاتا رہے، اور راحت ہو یا تنگی بہر حال اللہ جل جلالہٗ کی اطاعت کرے۔ پھر جب وہ مطمئنہ بن جائے تب بھی اپنے اور اس کے درمیان ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ ترک نہ کر اور اس کی پچھلی شرارتوں پر اس کو سرزنش کرتا رہ

کہ کیا تو نے فلاں وقت ایسا اور فلاں وقت ایسا نہ کیا تھا۔ پس اس طرح پر اس کو نادم و پشیمان بناتا رہ تاکہ ہر وقت شکستہ و سرنگوں رہے۔ مگر ان امور کی توفیق اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اللہ جل جلالہ کی مراد اور مرضی کی طلب اور اس کے ارادہ و مشیت کی موافقت ہو کہ بدن کا کوئی عضو اس کی مرضی کے خلاف حرکت نہ کرے اور قلب کسی انقلاب و گردش تقدیر پر گرانی و شکوہ نہ لائے اور اس کی نافرمانیاں چھوٹ جائیں اور تیرا ظاہر و باطن یکساں بن جائے کہ تو مجسم موافقت بن جائے جس میں مخالفت نام کو بھی نہ ہو۔ یعنی مجسم طاعت بلا معصیت کے۔ مجسم شکر بلا کفران۔ مجسم یاد بلا نسیان۔ مجسم خیر بلا شرارت۔ تیرے قلب کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اگر ایک بھی اللہ جل جلالہ کے سوا اس میں موجود ہوا۔ اگر تو نے ہزار سال بھی جینگاری پر ماتھا ٹیک کر اللہ کو سجدہ کیا مگر تیرے قلب کا رُخ دوسرے کی طرف رہا تو یہ تجھ کو کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ قلب کا انجام بخیر ہرگز نہ ہوگا اگر وہ اپنے مولا کے سوا دوسرے سے محبت رکھتا ہے۔ جب تک تو سب کو معدوم نہ کر دے گا محبت الٰہی کی سعادت تجھ کو حاصل نہ ہوگی۔ بھلا دنیا کی چیزوں میں تیرا زہد ظاہر کرنا تجھ کو کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ تو اپنے دل سے ان پر متوجہ ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ "اللہ باخبر ہے ان باتوں سے جو دنیا جہان کے سینوں میں ہیں"۔ اے بے حیا تجھے شرم نہیں آتی کہ زبان سے تو کہتا ہے میں نے اللہ پر بھروسہ کیا حالانکہ تیرے قلب میں غیر اللہ موجود ہے اور تیرا بھروسہ امرا اور سگان دنیا پر ہے کہ یہ دیں گے تب کھانے کو ملے گا ورنہ فاقہ ہوگا۔

عزیز من! حق تعالیٰ کی بردباری سے دھوکہ مت کھا اور اسی غرۃ پر مت رہ کہ آخر دنیا سب ہی کچھ کر رہی ہے مگر ہزاروں گناہ پر کسی کے سر میں درد بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا علم ہے کہ فوراً سزا نہ دی مگر یاد رکھ کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ کیونکہ بردبار جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ ان مولویوں سے جن کو اللہ جل جلالہٗ کی

جلالت شان وغضب بے پایاں کی خبر نہیں ہے دھوکہ مت کھا ان کا سارا علم ان کے لئے مضر ہے مفید نہیں۔ یہ اللہ جل جلالہ کے صرف احکام کے عالم ہیں اور شانِ خداوندی سے جاہل۔ لوگوں کو نیک کام کا حکم دیتے ہیں مگر خود اس کو نہیں کرتے۔ ان کو ایک کام سے منع کرتے ہیں مگر خود اس سے باز نہیں آتے۔ دوسروں کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور خود اس سے بھاگتے ہیں، معصیتوں اور لغزشوں کی مرتکب ہوتے اور اس طرح پر گویا اللہ جل جلالہ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ایسے ہی مولویوں اور واعظوں کے بارہ میں کسی نے کہا ہے ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند | چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند
مشکلے دارم ز دانشمند محفل باز پرس | توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

ان کے نام میرے پاس لکھے ہوئے۔ گنے ہوئے۔ موجود ہیں۔ یا اللہ توجہ فرما مجھ پر اور ان پر اور ہم سب کو غلام بنا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کا۔ یا اللہ ہم میں ایک کو دوسرے پر مسلط مت فرما کہ باہمی عداوتوں کے تختہ مشق بنیں۔ اور ہم میں ایک کو دوسرے سے نفع پہنچا اور ہم سب کو اپنی رحمت میں داخل کرلے۔ آمین۔

بارھویں مجلس

وقت صبح یوم یکشنبہ ۲ ذیقعدہ ۵۴۵ھ ہجری خانقاہ شریف

عزیز من! تیری ارادت اور یہ کہنا کہ میں اللہ جل جلالہٗ کو چاہتا ہوں صحیح نہیں ہے اور نہ تو اس کا چاہنے والا اور طالب ہے کیونکہ جو دعویٰ کرے اللہ جل جلالہٗ کی چاہ کا اور واقع میں طالب ہو غیر کا تو اس کا دعوےٰ باطل ہے۔ دنیا میں دنیا چاہنے والوں کی کثرت ہے اور آخرت چاہنے والوں اور اس کی چاہ میں پختہ اور سچوں کی تو بہت ہی کمی ہے۔ سچے تو بہت ہی کم ہیں کہ کمیابی و نایابی میں کبریت احمر جیسے ہیں شاذ و نادر ایک آدھ ہی ہوگا۔ حتیٰ کہ خاندان اور قبائل کے قبائل میں تلاش کیا جائے تو شاید کوئی نکل آوے۔ اور ظاہر ہے کہ زمین کے اندر جہاں دیکھو مٹی ہی ملتی ہے سونے یا لعل کی کان تو لاکھوں کوس چھاننے پر کہیں گزوں کی مقدار نصیب ہوگی۔ پس اللہ کے چاہنے والے بھی زمین کی معدنیات ہیں۔ زمین کے بادشاہ ہیں اور مخفی انتظام دنیا میں یہ حضرات کوتوال ہیں شہروں اور باشندوں کے کہ ان کے طفیل مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں برستی ہیں اور ان ہی کی برکت سے اللہ پاک آسمانوں سے پانی برساتا ہے اور ان ہی کے سبب زمین سے پیداوار ہوتی ہے اور غلہ اُگتا ہے۔ یہ اللہ والے حضرات اپنی ابتدائی حالت میں بھاگتے پھرا کرتے ہیں ایک پہاڑ کی چوٹی سے دوسری چوٹی پر۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف اور ایک ویرانے سے دوسرے ویرانہ کی جانب اگر جب کبھی کسی جگہ پر لوگ ان سے واقف

ہو جاتے ہیں اور ان کی لذت روحانی دیکسوئی میں رجوعات خلق کے سبب فرق آنے لگتا ہے تو وہاں سے چل دیتے ہیں۔ سب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکتے اور دنیا کی کنجیاں اہل دنیا کے حوالے کرتے ہیں کہ پتھر کنکر کے ڈھیر اور معدنیات و دفائن جن کی اصلیت مٹی ہی مٹی ہے نکالو اور بھرو۔ اور اللہ کے چاہنے والے اسی آزادی اور بے تعلقی و ویرانہ پسندی میں رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کو ان سے مخلوق کی اصلاح کا کام لینا منظور ہوتا ہے تو ان کے گرد غیبی قلعے تعمیر کر دئے جاتے ہیں کہ بستی سے باہر نکل نہیں سکتے اور علوم و حقائق کی نہریں ان کے قلوب کی طرف بہنے لگتی ہیں جو اُبل اُبل کر دہن تک پہنچتی ہیں اور ان کے وعظ ہائے شیریں سے دنیا کے پیاسے سیراب ہوتے ہیں اور حق تعالےٰ کی طرف سے فرشتوں کے لشکر ان کو اپنے احاطہ میں لے لیتے ہیں کہ کوئی دشمن ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور حفاظت کے لئے تو فرشتوں کی حاجت بھی نہ تھی، محض مشیت خدا کافی تھی۔ مگر جیسے دنیوی اعزاز کا قاعدہ ہے کہ ہر عہدہ دار سلطانی کے لئے چوبدار اور چوکیدار ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے ہر ایک، اپنے اعزازی اردلی و چپراسی میں مستقل ہوتا ہے۔ اس طرح یہاں ان کا احترام کیا جاتا اور حفاظت کرائی جاتی ہے اور ان کو مخلوق پر حاکم بنایا جاتا ہے مگر ان میں کی ہر بات، دنیاداروں کی عقلوں سے باہر ہے لہٰذا وہ اس کو شیخ چلی کا فرضی گھر ہی سمجھتے ہیں۔ الغرض اس وقت ان کو مخلوق پر توجہ کرنا فرض بن جاتا ہے کیونکہ وہ طبیبوں کی طرح بن جاتے ہیں اور ساری مخلوق بیماروں جیسی۔ وائے تجھ پر تو دعویٰ کرتا ہے کہ تو بھی ان میں سے ہے۔ ذرا بتا تو سہی تیرے پاس ان کی کون سی علامت ہے؟ حق تعالیٰ کے قرب و لطف کی کیا نشانی ہے؟ تو اللہ جل جلالہٗ کے نزدیک کس مرتبہ اور کس مقام میں ہے؟ ملکوت اعلیٰ میں تیرا نام اور لقب کیا ہے؟ ہر شب کو تیرا دروازہ کس حالت پر بند کیا جاتا ہے؟ تیرا کھانا اور پینا مباح ہے یا حلال خالص؟ تیری خوابگاہ جس پر تو شب گذارتا ہے

دنیا ہے یا آخرت یا قربِ الٰہی؟ تنہائی میں تیرا انیس کون ہے؟ خلوت میں تیرا ہمنشین کون ہے؟ اے دروغ گو تنہائی میں تو تیرا انیس نفس اور شیطان اور خواہش اور دنیا کے تفکرات ہیں۔ اور جلوت میں شیاطین الانس ہیں جو برے ہمنشیں، اور محض قیل و قال والے ہیں۔ یہ بات بکواس اور محض دعوے سے نہیں آیا کرتی۔ اس میں تیرا کلام کرنا محض ہوس ہے جو تجھ کو مفید نہیں۔ پس اللہ جل جلالہ کے سامنے سکون اور گمنامی کو اختیار کر اور بے ادبی چھوڑ اور اگر ان باطنی حقائق میں زبان چلائے بغیر تجھ کو چارہ ہی نہ ہو تو بس بسبیل تبرک ہونا چاہیئے کہ اللہ کی چاہ اور چاہنے والوں کا ذکر موجب برکت ہے نہ اس طرح کہ اس کا مدعی بن جائے اپنے ظاہر سے حالانکہ تیرا قلب اس سے خالی ہے ورنہ نفاق اور مخلوق کو دھوکہ دینے کا جرم تجھ پر عائد ہوگا۔ یاد رکھو کہ وہ زبانی دعوے اور حالت ظاہری کہ قلب و باطن اس کے موافق نہ ہو اس کا نام ہذیان ہے جس کے سننے کی طرف بھی کوئی کان نہیں لگاتا۔ عمل تو کیا کرے گا۔

کیا تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ "جو شخص غیبت کرکے دن بھر لوگوں کے گوشت کھاتا رہا اس کا روزہ نہیں ہوا" اس حدیث میں آپ نے بیان فرما دیا کہ روزہ صرف کھانے پینے اور افطار کرنے والی چیزوں کے چھوڑ دینے ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ گناہوں کا ترک بھی اضافہ کرنا چاہیئے۔

صاحبو! بچو غیبت سے کہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا لیتی ہے جس کو فلاح نصیب ہو جاتی ہے وہ کبھی غیبت کا خوگر نہیں ہوتا اور جو غیبت میں مشہور و معروف ہو جاتا ہے اسکی حرمت و قعت لوگوں کے نزدیک بھی کم ہو جاتی ہے۔ اور بچو اجنبی عورتوں اور حسین امردوں پر شہوت کی نگاہ ڈالنے سے کہ وہ تمہارے قلوب میں معصیت کا بیج بو دے گی

اور اس کا انجام نہ دنیا میں اچھا ہے نہ آخرت میں۔ اور یہ جھوٹی قسم کھانے سے کہ وہ شہروں کو بیابان بنا چھوڑتی ہے اور اس کی نحوست سے ویرانی چھاتی اور ایسا آسمانی وبال پڑتا ہے کہ مال اور دین دونوں کی برکت جاتی رہتی ہے۔ تجھ پر افسوس کہ اپنی دنیوی تجارت کو جھوٹی قسم سے رواج دیتا اور اپنے دین سے خسارہ اٹھاتا ہے اگر تجھے عقل ہوتی تو جانتا کہ اصل خسارہ یہی ہے تو کہتا ہے کہ "خدا کی قسم اس جیسا مال شہر بھر میں کہیں نہیں۔ اور ایسا مال کسی کے پاس موجود نہیں خدا کی قسم یہ اتنے کا ہے اور خدا کی قسم مجھ کو اتنے میں پڑا ہے۔" حالانکہ تو اپنی ساری باتوں میں جھوٹا ہے پھر اپنے جھوٹ پر گواہی دیتا اور اللہ جل جلالہ کی قسم بھی کھاتا ہے کہ "واللہ میں سچ کہتا ہوں" عنقریب وہ وقت آئے گا کہ تو اندھا اور اپاہج ہو جائے گا اور معصیت پر اس جرم کے وبال میں دنیا ہی کے اندر تجھ کو ذلت اور مخلوق کی محتاجی نصیب ہوگی۔

صاحبو! اللہ جل جلالہ کے سامنے ادب کے ساتھ رہو اور ہر وقت چونکہ اللہ ہی سامنے ہو لہٰذا اپنا ہر حال شریعت کے موافق رکھو کہ خدا کے ساتھ جس ادب و تہذیب کی ضرورت ہے اسی کی تعلیم کا نام شریعت ہے اور یاد رکھو کہ جو شخص آداب شریعت سے ادب نہ سیکھے گا اس کو قیامت کے دن آگ ادب سکھائیگی اور جہنم میں جا کر سب سلیقہ آجائے گا۔ اس مقام پر کسی نے سوال کیا کہ پھر جس شخص میں یہ پانچوں خصلتیں یعنی دعویٰ کمال اور غیبت اور نظر با شہوت اور کذب اور دروغ حلفی پائی جاتی ہوں یا ان میں سے چند موجود ہوں تو اس کے روزہ اور وضو کے باطل ہونے کا حکم کرنا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں روزہ اور وضو باطل تو نہ ہوگا لیکن یہ بصورت نصیحت اور تہدید و تخویف صادر ہوا ہے۔ کہ ان سے بچنے کی ضرورت بہت زیادہ ہے جیسے عمل کی رغبت دلانے کو کہا کرتے ہیں

کہ جس نے سب کچھ پڑھا مگر عمل نہ کیا وہ عالم نہیں ہے بلکہ جاہل ہے اور انسان نہیں ہے بلکہ گدھا ہے۔

عزیز من! کیا عجب ہے کہ کل کا دن آوے اور تو سطح زمین سے ناپید اور قبر کے اندر موجود ہو بلکہ کیا عجب ہے اگلی ساعت ہی ایسی ہو۔ کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ پس آنے والے وقت کو یاد کر اور ذلیل دنیا کی محبت میں اس کو مت گنوا ؎

عمر عزیز قابلِ سوز و گداز نیست　　ایں رشتہ را مسوز کہ چنداں دراز نیست

آہ۔ یہ غفلت کیسی کہ دنیا چھوٹنے کا بھول کر بھی وہم نہیں ہوتا۔ تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے؟ تم پتھر بن گئے ہو کہ میں بھی تم سے کہہ رہا ہوں اور دوسرے بھی کہہ رہے ہیں مگر تم ایک ہی حالت پر قائم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ قرآن تم پر پڑھا جاتا ہے۔ پیغمبر کے ارشادات اور اگلوں کے حالات تم کو سنائے جاتے ہیں مگر تم عبرت نہیں پکڑتے اور تمہارے کانوں پر جوں بھی نہیں چلتی نہ روحانی نجاستوں سے بچتے ہو اور نہ تمہارے اعمال بدلتے ہیں۔ جو شخص ایسی جگہ آیا جہاں وعظ تھا اور پھر نصیحت نہ پکڑی تو وہ بہترین مجلس میں آیا بدترین اہل مجلس قرار پایا۔

عزیز من! تیرا اولیا اللہ کو حقیر سمجھنا اس وجہ سے ہے کہ تجھ کو اللہ جل جلالہ سے واقفیت کم ہے چونکہ تیرے قلب میں ان کی وقعت نہیں اس لئے ان کی گوشہ نشینی اور توکل کو طرح طرح کے بہتان اور گندے خیالات سے منسوب کرتا اور کہتا ہے کہ یہ لوگ حجروں میں بیٹھ کر لوگوں کو خوب لوٹتے ہیں اور اندر ہی اندر مزے اڑاتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے ساتھ رہ کر ہماری سی کھلی زندگی کیوں نہیں گذارتے اور ہمارے پاس بیٹھتے اٹھتے کیوں نہیں۔ چوروں کی طرح ویرانوں اور بند مکانوں میں کیوں رہتے ہیں۔ وائے تجھ پر یہ تو اپنے نفس سے جاہل ہونے کی

بنا پر بکواس کر رہا ہے چونکہ اپنے نفس کے شناخت میں تیرے کمی آگئی اس لئے لوگوں کے مراتب اور شان کی شناخت میں بھی کمی آگئی۔ خوب یاد رکھ کہ دنیا اور دنیا کے انجام کو سمجھنے میں جتنی کمی ہوگی اسی قدر تو آخرت کی قدر و منزلت سے ناواقف رہے گا اور جتنی آخرت کی واقفیت و شناخت میں کمی ہوگی اسی قدر تو اللہ جل جلالہٗ سے ناواقف رہے گا۔ اے دنیا میں مشغول و منہمک شخص۔ عنقریب خسارہ و نقصان اور ہر قسم کی پریشانیاں تجھ کو نصیب ہوں گی جو دنیا و آخرت میں تجھ پر نمودار ہونگی اور پوری طرح تو تیری پریشانیاں قیامت ہی کے دن ظاہر ہوں گی جو بد اعمال بندوں کے لئے نقصان کا دن ہے رسوائی کا دن ہے اور پشیمانیوں اور خسارہ کا دن ہے اگر تو اس دن اولین و آخرین کے بھرے مجمع میں فضیحت و ندامت سے بچنا چاہتا ہے تو آخرت کے آنے سے پہلے اپنے نفس سے حساب لے کہ اللہ کے احسانات کا بدلہ کیا دیا اور محسن کی اطاعت کس قدر کی اور حق تعالیٰ کے علم اور کرم سے دھوکہ مت کھا اور یہ نہ سمجھ کہ اگر میری دینی حالت اچھی نہ ہوتی تو سزا کے بدلے تنعم و خوشحالی کیوں ملتی یہ تو حق تعالیٰ کا محض علم ہے ورنہ تو تو معصیتوں اور لغزشوں اور لوگوں پر ظلم و زیادتیوں کے بدترین حالات پر قائم ہے اور اندیشہ ہے کہ اس انہماک اور تغافل کا انجام کفر نہ ہو جائے کہ معصیتیں کفر کی قاصد اور پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں جیسے بخار موت کا قاصد ہوتا ہے۔ موت سے پہلے اور اس فرشتہ کے آنے سے پہلے جو ارواح قبض کرنے پر تعینات ہے توبہ کرنا ضروری سمجھ اور جلد سے جلد اپنی حالت درست کر ورنہ اسی حال پر موت آگئی تو خاتمہ بگڑ جانے کا خوف ہے۔

اے جوانو! توبہ کرو کیا تم دیکھتے نہیں کہ حق تعالیٰ تم کو بلا میں مبتلا کرتا ہے تاکہ خوشحالی و صحت سے جو غفلت پیدا ہوئی ہے وہ دور ہو اور تم توبہ کر لو۔ مگر تم سمجھتے

نہیں اور اڑے ہوئے ہو اس کی معصیتوں پر۔ اس زمانہ میں بجز خاص خاص افراد کے جو شخص بھی بلا میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لئے عذاب ہے نہ کہ نعمت اور گناہوں کی سزا ہے نہ کہ ترقی درجات و کرامات۔ البتہ اہل اللہ جو مبتلا ہوتے ہیں تو اسلئے ہوتے ہیں کہ ان کے مراتب بلند ہوں ان کے بادشاہ کے نزدیک اور ترقی ہو ان کی روحانیت ہیں۔ کیونکہ وہ دکھ میں بھی اللہ کے ساتھ اور اس کی رضا کے ایسے غلام بنے رہتے ہیں جیسے راحت اور سکھ میں تھے۔ اس لئے کہ وہ ذات حق کو چاہتے ہیں۔ اور دکھ بھی چونکہ اسی کا دیا ہوا ہے لہٰذا گھبراتے یا شکوہ و شکایت کرنا نہیں جانتے جب بلاد آفات پر اُن کا صبر و استقلال پُورا ہو جاتا ہے تو اُن کی روحانی سلطنت کامل ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب روحانی بادشاہت پوری ہو گئی۔ اور یہ پوری نہیں ہوتی تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ وہ ابھی ہلاکت و خطرہ میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ امتحان تو ہوا نہیں۔ کیا خبر ہے دُکھ درد میں بھی تعلق مع اللہ قائم رہے گا یا نہیں۔ اے میرے اللہ تباہ نہ کیجو۔ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے قرب کا اور تیرے دیدار کا دنیا اور آخرت دونوں میں کہ دنیا میں تجھ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھیں اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے۔

صاحبو! اللہ کی رحمت سے اور وسعت سے مایوس مت ہو کہ وہ قریب ہے کیسی ہی مصیبت کیوں نہ پڑے ہرگز ہرگز ناامید نہ ہو کیونکہ صانع تو اللہ ہے اور وہ خود فرماتا ہے کیا عجب ہے کہ اللہ اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرما دے! پس اگر ایسی تکلیف بھی ہے جس کے متعلق تمہاری عقل اور دنیا بھر کے مدبرین حکم لگا چکے کہ اس کا دور ہونا محال و ناممکن ہے تب بھی ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کی قدرت و صناعی کی حد کوئی بھی نہیں پا سکتا۔ پس اے عزیز بلا سے بھاگے اور گھبرائے مت کہ وہ بلا جو صبر کے ساتھ ہو ہر خیر و خوبی کی بنیاد ہے۔ خدا خود کہے گا

تو معلوم ہو جائے گا کہ نبوت کی۔ رسالت کی۔ ولایت کی۔ معرفت کی اور محبت کی سب کی بنیاد بلا و مصیبت ہی ہے کہ جس کو جو کچھ بھی ملا ہے بلا و مصیبت پر صبر کرنے کی بدولت ملا ہے۔ پس جب تو نے بلا پر صبر نہ کیا تو تیرے لئے بنیاد نہ رہی اور بنیاد کے بغیر تعمیر کو پائیداری نہیں۔ کیا تو نے کسی اونچی زمین کی کوڑی پر بھی کوئی مکان بنا ہوا اور قائم دیکھا ہے؟ پس تو جو بلا اور آفتوں سے بھاگتا ہے تو بس اس لئے کہ تجھے معرفت اور ولایت اور قرب الٰہی کی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اگر حاجت ہوتی تو بنیاد کا متمنی ہوتا اور تیرا رُواں رُواں تکالیف دنیا کا آرزومند ہو کر بزبان حال کہتا کہ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

پس صبر کر اور استقلال کے ساتھ اپنا کام کرتا رہ یہاں تک کہ حرم شاہی کا مخفی و پنہاں راستہ تیرے لئے کھل جائے اور تو اپنے قلب اور اپنے باطن اور اپنی روح سے اپنے پروردگار کے دروازۂ قرب کی طرف چلنے لگے ؎

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش ۔۔۔ بر بلائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال ۔۔۔ مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

تابعین رسالت کا خادم بن کیونکہ علما اور اولیاء اور ابدال حضرات انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں۔ حضرات انبیاء دینی ضروریات و لفائذ کے اصل سوداگر ہیں کہ جو بھی دین کا خریدار بن کر ان کے پاس آیا وہ کامیاب ہو کر گیا اور علما و ابدال ان کے پیش دست آواز دینے والے ہیں۔ جو ان کے خادم اور چاکر بن کر آواز لگاتے ہیں کہ اے دین کے چاہنے والو چلو اور اس مکان پہ آ کر سودا خریدو۔ سچے مومنین یہی ہیں اور مومن کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کے سوا نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ کسی سے توقع رکھتا ہے۔ اس کے قلب اور باطن میں ایک خاص قوت عطا کی گئی ہے جو اس کو سامنے عالم

سے نڈر اور مستغنی بنادیتی ہے اور مومنین کے قلوب اللہ جل جلالہ کی وجہ سے قوی کیسے نہ ہوں جبکہ اللہ نے ان کو چپکے ہی چپکے اپنی طرف چلایا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ واصل باللہ ہو گئے وہ ہر وقت اسی کے پاس رہتے ہیں۔ ان کے قلوب اس کے پاس رہتے ہیں اور قالب زمین پر۔ ان کا بدن مخلوق کے ساتھ مشغول رہتا ہے مگر جیسے عشاق کہ کچھ ہی کیوں نہ کرتے ہوں مگر دل ان کا محبوب میں پڑا رہتا ہے۔ اسی طرح ان کے دل اللہ جل جلالہ کے پاس رہتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے اور "بے شک وہ ہمارے پاس ہیں منتخب اور بہترین بندوں میں" یعنی ان کو انتخاب کیا جاتا ہے ان کے متعلقین اور ہمعصروں پر کہ ان کی قلبی کیفیات سب سے جُدا اور ابدان بالکل نور ہی نور ہو جاتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ مخلوق کو چھوڑ دیتے اور انسانی جملہ مرغوبات سے بے رغبت بن جاتے ہیں۔ وہ سامنے کے رُخ بڑھتے رہتے ہیں اور گھاس اُن کے پیچھے اُگتی چلی جاتی ہے کہ لوٹنے کی اُن کے لئے کوئی صورت نہیں ہوتی اور اُن کی روحانی ترقی کو تنزل سے واسطہ ہی نہیں رہتا۔ دنیا بھر کی عادت وطبیعت کے خلاف وہ تنہائی سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں اور سمندروں کے کناروں اور بنوں اور بیابانوں کو اختیار کرتے ہیں جنگلوں کی گھاس پات کھاتے اور تالابوں کے پانی پیتے اور وحشی حیوانات کی طرح بن جاتے ہیں۔ ان سے اگر کہا بھی جائے کہ خزائن ارض کی کنجیاں اور دین و دنیا کا جو کچھ بھی مال و اولاد و عیش چاہو لے لو۔ تو روتے اور عرض کرتے ہیں ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند ۔۔۔ فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہاں را بخشی ۔۔۔ دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند!

وہاں حق تعالیٰ ان کے دلوں کو قرب بخشتا اور ان کو اپنے ساتھ مانوس بناتا ہے۔ ان کے اجسام اور ظاہری ابدان پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں کے اجسام

کے ساتھ رکھے جاتے ہیں کہ اعمال وافعال میں ان حضرات سے موافقت ہوتی ہے اور ان کے قلوب کے تعلقات خاص اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت شب و روز اسی کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔ غرض اللہ جل جلالہ سے اُنس پانے والوں کی لذت اور مشتاقان جمال الہٰی کی راحت کا کوئی کیا ذکر کرے۔ وہی خوب سمجھتا ہے جو اس کا لذت چشیدہ ہو کہ اگر سلطنت کا تخت و تاج بھی اس لذت کے بدلہ دیا جائے تو اس پر لات مارتا ہے اور بزبان حال کہتا ہے ؎

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد | در دل اگر بود ہوسِ چتر سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب | من ملک نیم روز بہ یک جو نمی خرم

ان کی لذت کا کیا پوچھنا جن کو خلوت میں اپنے محبوب کا نام لینے سے وہ مزہ آئے جو دین و دنیا کو فراموش کر دے اور بے اختیار زبان سے نکلے کہ ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام | شیر و شکر میشود جانم تمام

یہ مشتاقان جمال عشاق اپنے محبوب کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہوئے نظارہ کا مزہ لیتے اور بزبان حال کہتے ہیں ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است | افتم بہ پائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را | کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

عزیز من! دنیا میں تو کسی کو بھی شیرینی و تلخی اور درستی و خرابی اور کدورت و صفائی پیش آئے بغیر چارہ نہیں کہ دنیا نام ہی تکدر و غبار کا ہے۔ پس اگر تو پوری صفائی چاہے تو اپنے دل سے مخلوق کو چھوڑ اور مفارقت اختیار کر اور اس کو اللہ جل جلالہ سے ملا۔ دنیا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ اور ان کو اپنے پروردگار جل جلالہ کے حوالے کر اور سب سے اپنے قلب کو برہنہ و خالی کر کے باہر نکل اور دروازۂ آخرت کے قریب آ اور پھر اس میں داخل ہو جا۔ پس اگر وہاں بھی اپنے پروردگار جل جلالہ

کو نہ پائے تو بھاگتا اور قرب حق کو ڈھونڈتا ہوا باہر نکل آ کہ جب تک خالق کی طلب خالص نہ ہو گی اس وقت تک عبادت بھی بے کار رہے گی۔ اور جب دنیا و آخرت غرض جملہ ماسوی اللہ کی طلب تیرے قلب سے نکل جائے گی اور وہ محبوب حقیقی تجھ کو مل جائے گا تو پوری صفائی دستفرائی وہاں تجھ کو میسر آئے گی۔ محب خدا بھلا غیر اللہ کو لے کر کیا کرے گا؟ جنت تو طلبگاران درجات کا مکان ہے۔ دین کے تاجروں کا مکان ہے کہ جنھوں نے دنیا کو بیچ کر اُسے خریدا اور اسی لئے حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جنت میں موجود ہے جو کچھ خواہش کریں نفس اور لذت پائیں آنکھیں"۔ دیکھو یہاں قلب کا ذکر نہیں فرمایا۔ باطن کا ذکر نہیں فرمایا۔ اندرون کا ذکر نہیں فرمایا کہ ان کی مرغوبات بھی موجود ہونگی یا نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ لذات دنیا چھوڑنے والوں کو جنت میں جسمانی لذتیں عطا ہونگی۔ باقی رہی قلب اور باطن کو لذت دینے والی شے سو وہ صرف محبین مخلصین کو ملے گی یعنی زیارت محبوب اور وصال دوست۔ غرض جنت ان کے لئے ہے جنھوں نے روزے رکھے۔ شب بیداریاں کیں۔ شہوتوں اور لذتوں میں زہد اختیار کیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ پس انہوں نے ایک غذا بیچی اور دوسری خریدی۔ ایک باغ دے کر دوسرا لیا۔ اور ایک گھر بیچ کر دوسرا گھر خریدا مگر عشاق نے تو اپنا دل و جان نثار کیا ہے لہٰذا اس کا صلہ و بدلہ جنت کس طرح ہو سکتی ہے۔ جان کا بدلہ تو وصالِ جاناں ہی بن سکتا ہے۔ فرہاد و مجنوں سے کوئی پوچھتا ہے کہ باغوں کی سیر اور لذیذ کھانوں کے طالب ہو یا لیلیٰ اور شیریں کے جمال اور جلوہ کے؟

ہر کجا یوسف رُخے باشد چو ماہ	جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ
با تو دوزخ جنت است اے جانفزا	بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

ہاں اگر ان کی دعا میں جنت کی طلب ہوتی بھی ہے تو صرف اس لئے ہوتی ہے کہ وہ زیارت محبوب کا مقام ہے اور محل وصالِ دوست ہے۔ جب حق تعالیٰ باایں بےنیازی

اپنے محبوب کی قیام گاہ یعنی شہر مکہ کی قسم کھائے تو طالبانِ حق کو طلب جنت کیوں نہ ہو ؎

گفت معشوقے بعاشق کائے فتا ۔۔۔ تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا!

پس کدامی شہر زانہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

صاحبو! میں چاہتا ہوں کہ تم سے کام سرزد ہو اور زبان نہ کھلے۔ عمل و حال ہو دعویٰ اور قیل و قال نہ ہو ؎

کار کُن کار بگذر از گفتار

کاندریں راہ بکار آید کار

عارف جو خالص بوجہ اللہ عمل کیا کرتا ہے وہ اہرن کی طرح ہوتا ہے کہ اس پر خوب خوب ہی ٹھکائی ہوتی ہے مگر وہ بولتا بھی نہیں اور زمین کی طرح ہوتا ہے کہ اس کو مخلوق اپنے قدموں سے روندتی ہے اور رات دن کچلتی ہے۔ کھودتی ہے اور الٹتی پلٹتی رہتی ہے مگر وہ گونگی بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کو مخلوق کے ہاتھوں کیسی ہی ایذائیں کیوں نہ پہنچیں مگر صبر و سکوت اُن کو بے زبان بنائے رہتا ہے کہ نہ غیر اللہ کو دیکھتے ہیں اور نہ غیر اللہ کی سنتے ہیں بس ان کے دل ہی دل ہوتے ہیں زبان نہیں ہوتی۔ وہ فنا شدہ اور گویا مُردہ ہوتے ہیں اپنے آپ سے اور مخلوق سے۔ ہر وقت ان کی یہی حالت رہتی ہے۔ اور جب اللہ چاہتا ہے تو ان کو زندہ کر دیتا اور قلب کو زبان بنا دیتا ہے۔ گویا کہ وہ متوالے اور مست ہوتے ہیں۔ جن کو بادشاہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اپنی شفقت اور رحمت کے ہاتھ سے۔ اور ان کو ڈھالتا ہے اپنے لئے۔ اور نیا جسم عطا فرماتا ہے اپنے لئے نہ کہ غیر کے لئے۔ ان کو خاص اپنے لئے بناتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے لئے بنایا تھا۔ چنانچہ ان کے لئے فرمایا ہے کہ "میں نے تم کو بنایا ہے خاص اپنے نفس کے لئے"۔

صاحبو! اس کی قدرت کے کرشموں کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اسکی طاقت

غیر متناہی ہے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اس نے اپنے عشاق وطالبین کو اتنا توانا اور مظہر قدرت بنایا کہ اُن کی راحت کو بلا تکلف بنا دیا کہ نام کو بھی کوفت لاحق نہیں ہوتی۔ اس پاک ذات نے اپنے آستانہ بوس غلاموں کو اُنس عطا فرمایا بلا وحشت۔ نعمت بلا نقمت۔ مسرت بلا حزن۔ شیرینی بلا تلخی۔ سلطنت بلا زوال۔ بس وہاں حکومت اللہ سچے ہی کی ہے۔ کہ جس کو چاہتا ہے بلا سبب و بے واسطہ عطا فرماتا ہے۔

صاحبو! جو شخص اس حالت تک پہنچا دُنیا میں اسی کو راحت ملی ہے۔ ورنہ اس حالت سے کہ جس میں تو پڑا ہوا ہے دُنیا میں کبھی راحت نہیں پا سکتا۔ کیونکہ دنیا تو کدورتوں کا اور آفتوں کا گھر ہے۔ تجھ کو ایک دن اس سے نکلنا اور اس کو چھوڑنا ضرور ہے۔ پس اپنے دل اور اپنے ہاتھ سے اس کو پہلے ہی نکال دے تاکہ مرتے وقت اس کا فراق کا رنج نہ ہو۔ اور ابھی راحت مل جائے۔ اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو صرف ہاتھ میں رہنے دے باقی دل سے تو ضرور ہی نکال دے۔ پھر جب تجھ میں ایمانی قوت آجائے اور اسباب پر نظر نہ رہے تو ہاتھ سے بھی نکال دیجو اور فقراء مساکین کو جو اللہ کی عیال ہیں سونپ دیجو۔ اور باوجود اس کے جو تیرا مقسوم ہے اور اس کا ملنا تیری تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور تجھ کو مل کر رہے گا اور ہرگز تجھ سے فوت نہ ہو سکے گا۔ وہ آئے بغیر نہ رہے گا خواہ تو غنی ہو یا فقیر۔ اور رغبت کرے یا نہ کرے۔ اس کو خوب یاد رکھ کہ دین اور دنیا دونوں جگہ راحت کا مدار قلب اور باطن کی صحت و صفائی پر ہے اور ان کی صفائی علم سیکھنے اس پر عمل کرنے۔ عمل میں اخلاص لانے اور حق تعالیٰ کی طلب میں سچا بننے سے ہوتی ہے کہ جان جائے مگر طلب نہ جائے ؎

مرد گہ اختصارے باید کرد | یک کار ازیں دو کارے باید کرد
یا تن برضائے دوست باید داد | یا قطع نظر ز یارے باید کرد

عزیزمن! کیا تو نے بزرگوں کی یہ نصیحت نہیں سُنی کہ فقہ حاصل کر اس کے بعد عزلت نشین بن" یعنی اوّل ظاہری فقہ اور علم دین حاصل کر۔ اس کے بعد باطنی فقہ کے لئے عزلت اختیار کر کہ ظاہر شرع پر عمل کرتا رہ۔ یہاں تک کہ یہ عمل اور اتباع شریعت کی پابندی تجھ کو اس علم تک پہنچا دے جو تو نے سیکھا نہیں۔ یہ ظاہری علم نور ہے ظاہر کا اور باطنی علم نور ہے باطن کا۔ وہ ایک خاص نور ہے تیرے اور تیرے پروردگار جل جلالہٗ کے درمیان۔ جتنا تو اپنے علم پر عمل کرے گا اسی قدر حق تعالیٰ کی طرف تیرا راستہ قریب اور تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان دروازہ کشادہ ہوتا جائیگا اور اس دروازے کی جو کھٹ کھڑی ہو جائے گی جو تیرے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ ہر بندے کے ساتھ حق تعالیٰ کا معاملہ جدا ہے۔ پس جو طریق تربیت اور اپنے واصل بنانے اور اپنے تک لے آنے کا جو خاص طرز حق تعالیٰ نے تیرے لئے تجویز اور مقدر فرمایا ہے وہ ثابت ہو کر ظہور پکڑے گا۔ اور تجھ کو داخلہ نصیب ہوگا۔ کیونکہ ادھر کی کشش کے بغیر بندۂ عاجز کو وصول وحصول محال ہے ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
طالب عاشق بیچارہ بجائے نرسد

اے ہمارے رب ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔

تیرھویں مجلس

وقت شام یوم سہ شنبہ ۴ ذیقعدہ ۵۴۵ھ در مدرسہ معمورہ

عزیز من! آخرت کو دنیا پر مقدم سمجھ۔ کہ اس طرح دونوں کا نفع پائے گا اور جب تو دنیا کو آخرت پر مقدم سمجھے گا تو دونوں کا خسارہ اٹھائے گا۔ اس جرم کی سزا میں کہ جس میں مشغول ہونے کا تجھ کو حکم نہیں دیا گیا تھا اس میں تو مشغول کیوں ہوا؟ اور جب تو دنیا کے ساتھ مشغول نہ ہوگا تو دین کے خسارہ سے بھی محفوظ رہے گا اور جس قدر دنیا تیرے مقدر میں لکھی ہوئی ہے وہ بہرحال تجھ کو میسر ہو کر رہے گی بلکہ حق تعالیٰ تیری مدد کرے گا۔ کہ دنیا حاصل کرنے میں اس کی اعانت شامل حال ہوگی اور جو دشواریاں کہ دنیا داروں کو پیش آیا کرتی ہیں وہ بالکل پیش نہ آئیں گی۔ اور دنیا لیتے وقت اپنی اطاعت اور حلال و حرام کے امتیاز کی توفیق بھی تجھ کو بخشے گا۔ اور جب تو اس میں سے کچھ دے گا تو اس میں برکت بھی عطا فرمائے گا۔ کہ اس کی ذرا سی مقدار میں وہ کام چلے گا جو دنیا داروں کی زیادہ مقدار میں بھی نہ چلے گا۔ الغرض جو مومن ہوتا ہے وہ دنیا کے بھی کام کرتا ہے اور آخرت کے بھی۔ مگر دنیا بقدر گذارہ جس قدر اس کو حاجت ہوتی ہے اور اسی قدر مقدار پر قناعت کرتا ہے جتنا سوار کا توشہ۔ وہ زیادہ دنیا حاصل ہی نہیں کرتا۔ اور جو آخرت سے جاہل ہوتا ہے اس کا سارا فکر و اہتمام دنیا ہی دنیا ہے۔ اور جو عارف ہوتا ہے اس کا سارا مقصود آخرت ہوتا ہے اور آخرت کے بعد مولیٰ تعالیٰ شانہ۔ لہٰذا جاہل مت بن اور دنیا کا خیال باطل دل سے نکال۔ جب دنیا کی ضروریات میں سے ایک روٹی تیرے

سامنے آئے اور تیرا نفس تجھ سے جھگڑا کرے کہ اتنا کم کیوں لایا اور خواہشات کا طالب ہو
تو اس وقت اس شخص کے حال پر نظر کر جسے ٹکڑا بھی میسر نہیں۔ اور نفس کو جواب دے کہ
بہتیرے انسان جو دماغ اور قابلیت اور طاقت میں مجھ سے بدرجہا زائد ہیں۔ اُن کو تو اتنا
بھی نصیب نہیں ہوا۔ پس اگر تو ایک روٹی کو غنیمت و نعمت اور احسان خداوندی
نہیں سمجھتا تو جانے دے اس کو بھی کوئی مسکین کھائے گا۔ الغرض جب تک تو حق تعالیٰ
کے معاملے میں اپنے نفس سے بُغض و عداوت نہ رکھے گا اس وقت تک تجھے ہرگز
فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اور اگر نفس کو دشمن سمجھے گا اور دنیا کی حرص و ہوس میں
اس کا کچھ بھی کہنا نہ مانے گا۔ تو صدیقیت کے درجے تک پہنچے گا۔ اور پھر وہ نورانیت و
فراست قلب میں جلوہ گر ہوگی۔ جس سے مردم شناسی آئے گی۔ اور صاحب کمال
کو شناخت کر سکے گا صدیقین باہم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرتے ہیں ہر صدیق دوسرے
صدیق سے مقبولیت و صدق کی بُو سُونگھتا ہے۔

اے حق تعالیٰ اور اس کے صدیق بندوں سے اعراض کرنے والے اور مخلوق کو شریک
خدا بنا کر ان پر متوجہ ہونے والے۔ یہ مخلوق پر تیری توجہ کب تک رہے گی؟ بھلا
وہ تجھے کیا نفع دے سکتے ہیں؟ وائے تجھ پر کیا اتنا نہیں سمجھتا کہ ساری مخلوق ضعیف و
کمزور اور سرتاپا حاجت ہے۔ نہ ان کے ہاتھ میں نقصان ہے نہ نفع۔ نہ عطا ہے نہ
منع۔ نفع اور نقصان کے متعلق تو ان میں اور پتھر کنکر وغیرہ جمادات میں کچھ بھی فرق
نہیں۔ پھر ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا کس درجہ حماقت ہے۔ خوب سمجھ
لے کہ دنیا و دین کا باختیار و صاحب اقتدار بادشاہ ایک ہی ہے۔ نقصان پہنچانے
والا ایک ہی ہے۔ نفع پہنچانے والا ایک ہی ہے۔ حرکت دینے والا وہی ایک،
سکون دینے والا وہی ایک۔ مسلط کرنے والا وہی ایک۔ مسخر بنانے والا وہی ایک،
معطی اور مانع وہی ایک اور خالق و روزی رساں وہی ایک۔ یعنی اللہ جل جلالہ،

وہی قدیم اور ازلی و ابدی ہے۔ وہی موجود تھا مخلوق سے پہلے تمہارے باپ اور ماں سے پہلے۔ اور تمہارے دولت مندوں سے پہلے۔ وائے افسوس کہ ماں باپ کنبہ اقارب اور امراو متمولین وسلاطین وحکام کو نفع یا نقصان دینے والا سمجھو اور اس پر خیال نہ کرو کہ جب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تب دنیا کے کام کون چلاتا تھا۔ وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن چیزوں کا جو اُن کے اندر ہیں اور اُن چیزوں کا جو اُن کے درمیان ہیں۔ اُس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ تم پر حسرت و افسوس اے مخلوق خدا تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے جیسا کہ پہچاننا چاہیئے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا۔ اس کی تم نے یہ قدر کی کہ جوان و عاقل بن کر اپنی جیسی محتاج اور خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق کی عطا و منع کا مالک سمجھ لیا اور صفات الٰہیہ میں شریک قرار دے لیا بلکہ شریک بھی بڑا شریک کہ دنیا کے رئیسوں کی طرف نظر جاتی ہے کہ یہ روزی بخشیں گے مگر خدا کی طرف نظر نہیں جاتی کہ وہ بھی بلا واسطہ وسبب روزی دے سکتا ہے۔ تمہارے اس شرک نے تم کو جہنمی بنا دیا جس پر مجھ کو رونا آتا ہے تم ہی بتاؤ میں کیا کروں اور کس طرح تم کو اس موجب جہنم شرک دریا سے نکالوں۔ مخلوق خدا ہونے کی وجہ سے مجھ کو جو شفقت تمہارے ساتھ ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر قیامت کے متعلق حق تعالیٰ کے نزدیک مجھے کچھ بھی اختیار حاصل ہو تو میں اوّل سے لے کر آخر تک تم سب کے بوجھ اُٹھالوں اور کسی پر آنچ بھی نہ آنے دوں۔ مگر وہاں تو اس کی گنجائش نہ ہوگی۔ جو کرے گا وہی بھرے گا۔ آہ وہ نفسی نفسی کا دن بھی کیسا ہولناک دن ہوگا۔ اے قرآن پڑھنے والے اہل آسمان و زمین کو چھوڑ اور مجھ پر قرآن پڑھ کہ مجھ ہی کو اس کا حظ کامل حاصل ہوتا ہے اور میں ہی اس کی قدر و منزلت جانتا ہوں۔

صاحبو! جو کوئی بھی اپنے علم پر عمل کیا کرتا ہے اس کے اور اللہ جل جلالہٗ کے

درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے کہ اس کے راستے سے اس کا قلب اس کی بارگاہ میں داخل ہوتا ہے مگر اے مولوی تو توقیل و قال میں مشغول اور اپنے علم پر عمل کرنے کے بجائے مال کے جمع کرنے میں مصروف ہے۔ پس یقیناً تیرے ہاتھ علم کی صرف صورت آئے گی نہ کہ معنی۔ جب حق تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو علم بخشتا ہے اور اس کے بعد عمل اور اخلاص القا فرماتا ہے اور اس کو اپنے آپ سے قریب کر لیتا اور اپنا مقرب بنا لیتا اور اپنی معرفت نصیب کرتا اور قلوب اسرار کا وہ علم اس کو تعلیم فرماتا ہے جو اس کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور منتخب فرماتا ہے جیسا کہ منتخب فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن سے فرمایا کہ میں نے تم کو خاص اپنی ذات کے لئے بنایا ہے یعنی کسی دوسرے کے لئے نہیں بنایا۔ نہ شہوتوں کے لئے۔ نہ لذتوں اور خرافات کے لئے۔ نہ زمین کے لئے۔ نہ آسمان کے لئے۔ نہ دوزخ کے لئے۔ نہ جنت کے لئے۔ نہ سلطنت کے لئے۔ نہ ہلاکت کے لئے۔ نہ کوئی چیز تم کو مجھ سے روک سکتی ہے اور نہ بجز میرے کوئی مشغلہ تم کو مشغول بنا سکتا ہے۔ نہ کوئی صورت تم کو مجھ سے قید کر سکتی ہے اور نہ کوئی مخلوق تم کو مجھ سے حجاب میں لا سکتی ہے۔ اور نہ کوئی خواہش تم کو مجھ سے بے نیاز و بے پروا بنا سکتی ہے۔

عزیز من! اگر تو کوئی گناہ کر بیٹھا ہے تو اس کی وجہ سے رحمت خداوندی سے ناامید مت ہو بلکہ اپنے دین کے کپڑے کی نجاست کو توبہ اور اس میں اخلاص اور توبہ پر بقا و ثبات کے پانی سے دھو ڈال اور پھر معرفت کی خوشبو سے اس کو دھونی دے اور معطر بنا کہ ایسا کرنے پر رحیم و کریم آقا کی رحمت تجھ کو اپنی چھاتی سے لگائے گی کیونکہ اس کا تقاضا تو یہ ہے ؎

این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ورنہ یہ گندی اور متعفن حالت کہ نہ معصیت سے توبہ کرے اور نہ حُبِّ دنیا سے باز آئے

بڑا خطرناک ہے۔ پس ہوشیار ہو اور اس منزل غفلت سے جس میں تو آ بیٹھا ہے ڈر کہ جدھر بھی تو رُخ کرے گا تیرے گرد درندے آنکھیں پھاڑے ہوئے اور ایذائیں تجھ کو اپنا مقصود سمجھے ہوئے موجود ہیں۔ لہٰذا یہاں سے رُخ پھیر اور اپنے قلب سے حق تعالےٰ کی طرف لوٹ۔ کہ دنیا میں رہ کر جو کام بھی کرے وہ محبوب و آقائے حقیقی اللہ جل جلالہٗ کی اجازت سے کر نہ کہ خواہشات نفسانیہ کے حکم سے۔ اور مت کھا اپنی طبیعت۔ اپنی خواہش اور اپنی شہوت نفسانیہ کے اقتضاء سے۔ مت کھا مگر دو عادل گواہ بنا کر۔ اور وہ دونوں گواہ کتاب اللہ اور سنّت رسُول اللہ ہیں۔ پھر ان کے بعد دوسرے دو گواہوں کا طالب بن اور یہ دو گواہ تیرا قلب اور فعل خداوندی ہیں۔ کہ جب کتاب اور سُنت اور تیرا قلب تینوں اجازت دیدیں تو پھر تجھ کی اجازت کا منتظر رہ یعنی اللہ جل جلالہٗ کے تصرف و فعل کا۔ کہ تیرے ارادہ و قصد کے بغیر تجھ کو کھانا نصیب ہو اور تقدیر میں لکھی ہوئی غذا و خوراک تیرے ارادے و طلب کے دخل ہوئے بغیر تجھ کو شکم سیر کرے رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح مت بن کہ وہ لکڑیاں اکھٹی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ میں کیا آتا ہے؟ خالق بھی ہو اور مخلوق بھی مگر دونوں اپنے منصب پر ہوں کہ اختیار و فعل سب خالق کا اور اکتساب و انفعال سب مخلوق کا۔ قلب کا سارا تعلق خالق سے اور بدن کو واسطہ با اجازت الہٰی اس کی مخلوق سے۔ اطاعت حقیقی محض اللہ کی اور اطاعت مجازی جس درجہ میں بھی جس کے لئے اللہ جل جلالہٗ نے تجویز کردی وہ مخلوق کی۔ مگر یہ بات ظاہری بناؤ سنگھار اور تمنا و ہوس اور تکلف و تصنع سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک چیز ہے جو سینہ میں جگہ پاتی ہے اور عمل اس کی تصدیق کیا کرتا ہے۔ لیکن کونسا عمل؟ وہ عمل کہ جس سے مقصود اللہ جل جلالہٗ کی ذات ہو اور اس میں نمود و ریا اور کسی مخلوق کے خوف و طمع کو دخل نہ ہو۔

عزیز من! عافیت اس میں ہے کہ عافیت کی طلب جاتی ہے۔ اور تونگری یہ ہے کہ تونگری کی طلب نہ ہو اور دوا یہ ہے کہ دوا کی طلب جاتی رہے کہ اگر کوئی بظاہر بیمار یا نادار ہو مگر نہ صحت کی اس کو طلب ہے نہ تونگری کی خواہش۔ تو حقیقتاً وہ تندرست اور تونگر ہے۔ کیونکہ تندرستی و تونگری سے مقصود یہی ہے کہ قلب کو راحت و سکون ملے اور مخلوق کا محتاج و دست نگر نہ ہو۔ سو وہ اس کو نصیب ہے۔ بس ساری دوا سے ہر مرض کا ازالہ یقینی ہے۔ شان تسلیم و تفویض میں ہے کہ قلب کے اعتبار سے اپنے آپ کو اللہ جل جلالہٗ کے حوالہ اور جملہ اسباب کو منقطع اور مخلوق کو کہ جسے معبود بنا رکھا ہے جُدا کر دے اور بزبان حال کہے کہ ؎

از ساحتِ دل غبار کثرت رفتن — خوشتر کہ بہرزہ دُرِ وحدت سُفتن

مغرور سخن شو کہ توحید خدا — واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

توحید اور زہد بدن اور زبان پر نہیں ہوا کرتے۔ توحید بھی قلب میں ہوتی ہے اور زہد بھی قلب میں ہوا کرتا ہے۔ اور تقویٰ بھی قلب میں ہوتا ہے اور معرفت بھی قلب میں ہوتی ہے۔ اللہ جل جلالہ سے واقفیت و آگاہی بھی قلب میں ہوا کرتی ہے اور اللہ جل جلالہ کی محبت بھی قلب میں ہوتی ہے اور اس کا قرب بھی قلب میں ہوا کرتا ہے سمجھ دار بن بوالہوس مت بن۔ اور نہ تصنّع کر نہ بناوٹ۔ تو ہوس اور تصنّع و تکلف اور کذب اور ریاد نفاق میں مبتلا ہے۔ تیرا سارا فکر جس میں رات دن ڈوبا رہتا ہے یہ ہے کہ مخلوق کی تیری طرف کشش ہو اور وہ کسی طرح تیری مسخر ہو جائے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جس وقت بھی تو مخلوق کی طرف ایک قدم چلے گا تو ضرور اللہ سے دُور پڑ جائے گا۔ تیرا دعوےٰ تو یہ ہے کہ تو طالب حق ہے حالانکہ تو طالب خلق ہے۔ تیری مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ میں مکہ جا رہا ہوں اور سمت اختیار کرے خراسان کی۔ پس مکہ سے دُور ہوتا چلا گیا ؎

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

دعویٰ تیرا یہ ہے کہ تیرا قلب مخلوق سے باہر نکل لیا حالانکہ تو انہیں سے ڈرتا اور انہیں سے امید رکھتا ہے۔ تیرا ظاہر زہد بنا ہوا ہے مگر باطن سرتاپا رغبت تیرا ظاہر حق ہے اور تیرا باطن خلق ہی خلق ہے

از بیروں چوں گور کافر پُر حُلل واندروں قہر خدائے عزّ و جل

از بیروں طعنہ زنی بر بایزید وز درونت ننگ میدارد یزید

جس طرح کوئی تونگری کا دعویٰ کرنے یا تونگروں کی سی باتیں بنانے سے تونگر نہیں ہوا کرتا بلکہ مال دار صاحب سیم وزر ہونے سے تونگر ہوا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی توحید کی تونگری زبان کی بک بک سے نہیں آیا کرتی۔ یہ تو ایک حالت ہے جس میں نہ خلق ہے نہ دنیا۔ نہ آخرت ہے ورنہ اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی چیز ہے

ترا از دوست بگویم حکایتے بے پوست ہمہ از دوست اگر نیک بنگری ہمہ اوست

وہ ایک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر ایک کو۔ کیونکہ یگانہ کسی شریک کو قبول نہیں کیا کرتا پس تو دنیا و آخرت ساری مخلوق کو چھوڑ کر اُسی ایک ذات کا ہو رہ۔ وہ تیری دنیا و آخرت کی ساری ضرورتوں کو خود پورا فرمائے گا۔ اور تیرے سارے کام انجام دے گا

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

تو ایک آقا کا غلام بن اور جو تجھ سے کہا جاتا ہے اس کو مان۔ خوب سمجھ لے کہ ساری مخلوق عاجز محض ہے۔ نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اور بظاہر ایک کو دوسرے سے جو نفع یا نقصان پہنچتا نظر آتا ہے تو حقیقت میں اللہ جل جلالہ اس کو ان کے ہاتھوں پر رواں کر دیتا ہے کہ دیکھنے میں اس کو کرتے ہوئے وہ نظر آتے ہیں مگر جیسے بھاپ مشین کے پرزوں سے اُلٹی اور سیدھی حرکتیں کراتی ہے اسی طرح فعل الہٰی تیرے اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے۔ نیز یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ جو کچھ تیرے لئے

مفید یا مُضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اور اس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔
لہٰذا کسی سے ڈرنا یا امید رکھنا یا سوال کرنا بالکل عبث و بے سود ہے۔ نیکو کار موحد بندے
ساری مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں کہ ان کو پیش کرکے سب کو الزام دیا جائے گا کہ ایسے
کیوں نہ بنے اور تم جیسے بشر ہو کر انہوں نے اخلاص و توحید کا حق ادا کر دیا۔ تو تم کو
کون مانع یا عذر پیش آیا کہ بندۂ خلق بن گئے اور جواب دے دیا کہ ہم بھلا بزرگوں کا سا
توکل و اعتماد کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور موحدین کو بھی حق تعالیٰ نے امراء و فقراء دونوں
قسم میں پیدا فرما کر دونوں فریق پر حجت پوری کر دی۔ چنانچہ اہل توحید مخلصین میں بعض
ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے عاری و بے تعلق رہتے ہیں کہ
جس طرح ان کا قلب دنیا سے فارغ ہوتا ہے اسی طرح ان کا ہاتھ بھی مال دنیا سے خالی
ہوتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو صرف قلب کی حیثیت سے دنیا سے بے تعلق ہیں اور ان
کا ہاتھ دولت دنیا سے بھرپور ہے۔ مگر باوجود اس کے حق تعالیٰ اُن کے اندرون پر دنیا
کا کوئی اثر بھی نہیں پاتا ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن
نے قماشش و نقرہ و فرزند و زن

یہی قلوب صاف کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ جو اس پر قادر ہوا اس کو مخلوق
کی بادشاہت مل گئی اور جو ایسا کر گزرا وہی بہادر پہلوان ہے۔ کیونکہ بہادر حقیقت میں
وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوا اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید
کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں
داخل نہیں ہونے دیتا۔ اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے۔ شریعت اس
کے ظاہر کو مہذب بناتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتے ہیں نہ شریعت
کو چھوڑتا ہے نہ طریقت سے محروم رہتا ہے اسی کا نام جامع بین الشریعت والطریقہ ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

اے شخص۔ اس سے کچھ حاصل نہیں کہ "انھوں نے یوں کہا" اور "ہم نے یوں کہا"
کام تو کام کرنے سے چلا کرتا ہے نہ کہ بحث مباحثہ اور قیل و قال سے ؎

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو | چو بگذشت بر عارفِ جنگ جو
گر ایں مدعی دوست بشناختے | بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

تو کہتا ہے کہ یہ چیز حرام ہے مگر اس کا مرتکب ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حلال ہے
مگر نہ اس کو کرتا ہے نہ استعمال میں لاتا ہے اور با ایں ہمہ بے عمل جنت کا متمنی ہے
بلکہ اپنے آپ کو اس کا وارث اور اس کو اپنی میراث سمجھے ہوئے ہے۔ تو سر تا پا ہوس
در ہوس بنا ہوا ہے۔ اور بوالہوسی سے خاک بھی نہیں بنا کرتا۔ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تباہی جاہل کے لیے ایک مرتبہ
اور عالم کے لئے سات مرتبہ۔ کیونکہ جاہل کے لئے تو ایک یہی افسوس ہے کہ عالم کیوں
نہ بنا اور احکام خدا کو معلوم کیوں نہ کیا۔ اور عالم کے لئے سات بار اس لئے کہ اس نے
جانا بوجھا اور پھر عمل نہ کیا۔ اس عالم بے عمل پر افسوس کہ علم کی برکت اس سے اٹھ
گئی اور حجت ہی حجت باقی رہ گئی۔

پس اے عزیز! اوّل علم حاصل کر اور اس کے بعد عمل کر اور پھر مخلوق سے
یکسو ہو کر اپنی خلوت میں تنہا بیٹھ اور اللہ جل جلالہٗ کی محبت میں مشغول ہو کر خلوت
کی چلہ کشی کے بغیر قلب صاف نہ ہوگا ؎

شنیدم رہروے در سرزمینے | ہمی گفت ایں معمّا با قرینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف | کہ در شیشہ بماند اربعینے

پس جب یکسوئی اور صحبت تیرے لئے صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھ کو اپنا مقرب بنا

اپنے نزدیک کرے گا۔ اور اپنی ذات میں فنا کرے گا۔ پھر اگر چاہے گا تو تیری شہرت فرمائیگا اور تجھ کو مخلوق کے لئے ظاہر کردے گا۔ اور جس قدر دنیا تیرے مقسوم میں لکھی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے تجھ کو آبادی کی طرف لوٹا دے گا۔ کہ تیرے متعلق اپنے علم اور تقدیر سابق کی ہوا کو حکم دے گا پس وہ تیرے خلوت خانہ کی دیواروں پر چلے گی اور ان کو توڑ کر پھینک دے گی۔ اور تیرا حال مخلوق پر کھول دے گی۔ پس ایسی حالت میں تو اپنی گمنامی و شہرت دونوں حالتوں میں اللہ ہی کے ساتھ ہوگا نہ کہ اپنے نفس کے۔ اور اپنی دنیا کا مقسوم پورا کرے گا نفس اور طبیعت اور خواہش نفسانی کی نحوست کے بغیر۔ اور تیرا مرجع خاص و عام پیشوائے زمانہ بنا کر اس مقسوم کے پورا کرنے کو جو نذر و ہدیہ بن کر تیرے پاس آئے گا گوشہ گمنامی و خلوت سے بستی و آبادی کی طرف لانا اس لئے ہوگا تاکہ اس کے علم کا قانون جس کو تقدیر کہا جاتا ہے تیرے متعلق غلط نہ ہو جائے۔ پس بحکم تقدیر الہٰی مال و متاع دنیا لینے میں تو اپنا مقسوم حاصل کریگا اور تیرا قلب اللہ جل جلالہٗ ہی کے ساتھ ہوگا کہ سیم و زر اور لذائذ دنیا سے تعلق صرف ہاتھ اور بدن کو ہوگا مگر دل میں بجز اللہ کے کوئی نہ ہوگا

اے حق تعالےٰ اور اس کے اولیاء سے ناواقفو! اور اے حق تعالیٰ اور اس کے اولیاء پر طعن کرنے والو سُنو اور عمل کرو۔ حق وہی حق تعالےٰ شانہٗ ہے اور باطل تم اے مخلوق۔ جو حق ہے وہ قلوب اور باطن اور معانی میں ہے اور باطل نفوس اور خواہشات اور طبیعتوں اور عادات اور دنیا اور ماسوی اللہ میں ہے۔ یہ قلب کبھی فلاح نہ پائے گا جب تک کہ متصل نہ ہو جائے۔ حق تعالےٰ کے قرب سے۔ جو قدیم ہے ازلی ہے۔ دائم ہے۔ ابدی ہے۔

اے منافق ریاکار! اپنی تونگری کے گھمنڈ پر اس روحانی بادشاہت کی مزاحمت مت کر۔ کہ جو تیرے پاس ہے وہ اس سے بہتر نہیں ہے۔ تو بندہ ہے اپنی روٹی کا۔

اپنے سالن کا۔ اپنی مٹھائی کا اپنے کپڑوں کا۔ اپنے گھوڑے کا اور اپنی حکومت کا۔ پھر ان تینوں کا شریک غلام اس کی برابر کس طرح ہو سکتا ہے جو سالم ایک کا غلام بنا ہوا ہے اور وہ ایک بھی قدرت والا شہنشاہ جس کو حکومت و شہنشاہی زیبا ہے۔ یاد رکھو کہ سچا قلب مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی طرف سفر کیا کرتا ہے۔ اور راستہ میں بہتیری چیزیں دیکھتا ہے اور اُن کو سلام کرتا ہوا کہ بس مجھے معاف رکھو آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور کسی سے بھی دل نہیں لگاتا۔ علما جو اپنے علم پر عامل ہیں وہ سلف کے جانشین ہیں۔ وہ انبیا کے وارث اور بقیۃ الخلف ہیں۔ وہ پیغمبروں کے پیش دست ہیں کہ لوگوں کو شریعت کے شہر آباد رکھنے کا حکم دیتے اور اس کی ویرانی سے ان کو منع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ اور انبیا علیہم السلام محشر میں جمع ہونگے اور انبیا علیہم السلام اپنے پروردگار جل جلالہٗ سے ان کی پوری مزدوری ان کو دلوائینگے۔ حق تعالےٰ نے اس عالم کو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا۔ گدھے کی مثل فرمایا ہے کہ وہ "اس گدھے کی مثل ہے جو علم کی کتابیں لادے ہوئے ہے" بھلا گدھے کو علم کی کتابوں سے کیا نفع؟ بجز تعب و مشقت کے اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔ جس شخص کا علم بڑھے تو چاہیئے کہ حق تعالےٰ سے اس کا خوف اور اطاعتیں بڑھیں۔

اے علم کا دعویٰ کرنے والے حق تعالےٰ کے خوف سے گریہ و بکا تیرا کہاں غارت ہو گیا۔ تیری احتیاط اور اندیشہ کہاں جاتا رہا۔ تیرا اقرار گناہ و آثام کہاں چلا گیا۔ اللہ کی اطاعت میں تیرا روشنی یعنی دن کو تاریکی یعنی رات سے ملانا کہاں گیا۔ تیرا اپنے نفس کو روب دنیا اور حق تعالےٰ کی جناب میں اس کا مجاہدہ اور اللہ اس کی عداوت اور دشمنان خدا سے اس کی مخالفت کہاں گئی۔ بھلا ان علامتوں کے معدوم ہونے پر کیونکر کہا جائے کہ تجھ کو علم حاصل ہے۔ ایسا علم جس کے آثار نمودار نہ ہوں جہل سے بدتر۔ تیری شادی کوشش و ہمت۔ کورتہ، عمامہ۔ کھانے پینے۔ نکاح

مکانات۔ دوکانوں اور مخلوق کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور انہیں کے ساتھ مانوس رہنے میں معروف ہے۔ اپنی ہمت کو ان تمام چیزوں سے علیحدہ کر۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شے تیرے نصیب میں ہوگی تو وہ اپنے وقت پر خود تیرے پاس آجائے گی اور تیرا قلب انتظار کی تکلیف اور حرص کے بوجھ سے آرام میں اور حق تعالےٰ کے ساتھ قائم رہے گا۔ پھر ایسی چیزیں جس سے روز ازل ہی میں فراغت ہو چکی مشقت اٹھانے سے تجھ کو کیا حاصل۔

عزیز من! تیری خلوت اور تنہائی کی حالت فاسد ہے۔ صحیح نہیں ہوئی اور نجس ہے پاک نہیں ہوئی۔ کیونکہ لوگوں کی موجودگی میں تو کچھ کرتا بھی ہے۔ مگر خلوت میں بھی کچھ نہیں کرتا۔ یہی علامت ہے کہ تیرے اندر نمود ہے۔ اخلاص نہیں۔ میں تجھے لیکر کیا کروں کہ تیرا قلب ایسا ہے جس میں توحید و اخلاص صحیح نہیں ہوئی۔

اے سونے والو! جن کی طرف سے خدا اور اس کے فرشتے سوئے ہوئے اور غافل نہیں۔ اور اے اعراض کرنے والو۔ جن سے اللہ بے رُخی نہیں کرتا اور اے بھول جانے والو۔ جن کو خدا نہیں بھولا۔ اور اے چھوڑ دینے والو جن کو اللہ اور اس کے مقبول بندے نہیں چھوڑتے۔ اور اے حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اگلے پچھلوں سے بے خبر جاہلو۔ تم ایسی سوکھی لکڑی جیسے ہو جو کھینچ کر ڈال دی جائے کہ کسی مصرف کی بھی نہیں۔ ہوش میں آؤ اور اللہ کا احسان مانو کہ تمہاری بے رخی و غفلت اور بے توجہی پر بھی تم کو سیدھے راستہ پر لانا اور کارآمد بنانا چاہتا ہے۔ اسکے پیغمبر اور پیغمبروں کے جانشین علماء اللہ کی رحمت ہیں جو بندوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ بس وقت کو غنیمت سمجھو اور جو کچھ لینا ہو دامن پھیلا کر جلد جلد لے لو ورنہ پچھتاؤ گے اور ہاتھ ملو گے۔

اے ہمارے پروردگار ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔

چودھویں مجلس

وقت صبح یوم جمعہ ۷؍ ذیقعد ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

اے منافق! اللہ جل جلالہٗ تجھ کو موت دے اور زمین کو تجھ سے پاک کرے۔ کیا تجھ کو تیرا نفاق کافی نہیں ہوتا کہ علماء و صلحاء اور اولیاء کی غیبت کرکے ان کے گوشت کھاتا ہے۔ تو اور تجھ جیسے تیرے منافق بھائی عنقریب کیڑوں کی غذا بنیں گے جو تمہاری زبانوں اور گوشت کو کھالیں گے اور تم سب کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کردیں گے۔ اور قبر میں دفن کئے جانے کے بعد زمین تم کو بھینچے گی پس تم کو پیس دے گی اور الٹ پلٹ کرے گی۔ جو شخص اللہ جل جلالہٗ اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہیں رکھتا اور ان کے سامنے جھکتا نہیں اس کو فلاح نصیب نہیں ہوتی اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل۔ خوار ہوتا ہے تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ تمام اہل دنیا کے سردار اور لشکر دیتہ کے امیر ہیں۔ تجھ کو ان سے نسبت ہی کیا ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

خدا تعالیٰ نے باندھنا اور کھولنا یعنی ساری دنیا کا انتظام ملکی ان کے حوالہ کیا ہے ان کی بدولت آسمان بارش برساتا اور زمین روئیدگی لاتی ہے۔ ساری مخلوق ان کی رعایا ہے ان میں ہر شخص استقلال و استقامت میں پہاڑ کی طرح ہے کہ اس کو آفات و مصائب کی آندھیاں نہ ہلاسکتی ہیں نہ جنبش دے سکتی ہیں اور مصیبتوں کے کیسے

ہی آرے ان کے سروں پر کیوں نہ چلیں۔ مگر وہ اپنی توحید کے مقام سے ہلتے بھی نہیں اور نہ اپنے نفسوں اور دوسروں کے لئے اپنے مولا کی خوشنودی کے طلبگار بننے سے ہٹتے ہیں۔ صابر و راضی بنے کٹتے رہتے ہیں اور فریاد و اعانت یا دفع مصیبت کے لئے کسی بڑی یا چھوٹی مخلوق پر نگاہ بھی نہیں اٹھا لیتے۔

صاحبو! توبہ کرو اللہ کی جناب میں اور معذرت کرو اور اقرار کرو اپنے گناہوں کا اپنے اور اس کے درمیان خلوت اور تنہائی میں۔ اور اس کے حضور میں گڑگڑاؤ۔ دیکھو تمہارے سامنے کیا ہے۔ اگر تم کو معرفت حاصل ہوتی کہ موت اور شاہنشاہی دربار کی پیشی سامنے آرہی ہے تو ضرور تم اس کے خلاف دوسری حالت پر ہوتے جس پر آج ہو اور یہ غفلت و انہماک دنیا نہ ہوتا۔ جس میں مبتلا نظر آرہے ہو۔ جاگو جاگو اور باادب بنو حق تعالیٰ کے سامنے جیسا کہ تمہارے اسلاف باادب رہتے تھے۔ تم ان کے مقابلے میں ہیجڑے اور عورتیں ہو۔ بس تمہاری شجاعت ان ہی باتوں میں ہے جن کا تم کو تمہارے نفس اور تمہاری خواہشات نفسانیہ اور تمہاری طبیعتیں تم کو حکم دیتی ہیں۔ حالانکہ شجاعت دین کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ہوا کرتی ہے۔

حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر مت سمجھو کہ ان کا کلام دوا ہے اور ان کے کلمات حق تعالیٰ کی وحی کا ثمرہ ہیں۔ چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہذا آج تمہارے درمیان صورۃً نبی موجود نہیں کہ تم اس کا اتباع کرو مگر جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والوں اور آپ کے حقیقی فرمانبرداروں کا اتباع کرو گے۔ تو گویا تم نے نبی ہی کا اتباع کیا اور جب ان کو دیکھا تو گویا نبی ہی کو دیکھ لیا۔ پرہیزگار علما کی صحبت اختیار کرو کہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تمہارے لئے برکت ہے۔ اور ان علماء کی صحبت مت اختیار کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے کہ تمہارا ان کی صحبت اختیار کرنا تم پر نحوست ہے ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا   گو نشیند در حضور اولیا

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

جب تو اس کی صحبت اختیار کرے گا جو تجھ سے تقویٰ اور علم میں بڑا ہے تو یہ صحبت تیرے لئے برکت ہوگی۔ اور جب ایسے کی صحبت اختیار کرے گا جو تجھ سے عمر میں بڑا ہے مگر نہ اس کے پاس تقویٰ ہے نہ علم تو یہ صحبت تیرے لئے منحوس ہوگی۔ عمل کر اللہ جل جلالہٗ کے لئے اور نہ عمل کر غیر اللہ کے لئے۔ اسی طرح جس معصیت کو بھی ترک کرے اس کو اللہ واسطے ترک کر اور غیر اللہ کے لئے ترک نہ کر کہ غیر اللہ کے لئے کوئی نیک عمل کرنا کفر ہے اور غیر اللہ کے لئے کسی گناہ کا ترک کرنا ریا و نمود ہے، جو شخص اس سے واقف نہ ہو اور اس کے سوا دوسری صورت کرے تو وہ مبتلائے ہوس ہے کہ نیکوکار اور متقی و پرہیزگار بنتا ہے تاکہ مخلوق اس کو دین دار سمجھ کر عزت کرے اور نذرانے دے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عنقریب موت آئے گی اور اس کی ہوس کو کاٹ ڈالے گی۔ اور دنیا کا سارا مال و جاہ جس کی ہوس میں اخلاص کو برباد کیا تھا دنیا کے چھوڑتے ہی غارت ہو جائے گا۔ وائے تجھ پر اپنے دل سے اپنے پروردگار جل جلالہٗ کے ساتھ علاقہ جوڑ اور غیر اللہ سے توڑ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوڑو اس علاقہ کو جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے کہ سعادت پاؤ گے۔ یعنی صاف رکھو وہ معاملہ جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے۔ اور حاضر و غائب یکساں ہو کہ حق تعالیٰ تمہارے قلب کو منور بنا دے گا۔ کیونکہ وہ صالحین کے قلوب کی حفاظت و نگہداشت فرماتا ہے۔

عزیز من! اگر تو غنی اور فقیر کے درمیان ان کے اپنے پاس آتے وقت کچھ بھی فرق پائے کہ فقیر کے آنے پر دل تنگ ہو اور امیر کے آنے پر بشاش تو یاد رکھ کہ ہرگز تجھے فلاح نصیب نہ ہوگی۔ صبر کے عادی و خوگر فقرا کا احترام و اکرام کیا۔ اور ان کو متبرک

سمجھ اور ان کی ملاقات اور ان کے پاس بیٹھنے کی برکت حاصل کر۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والے فقرا قیامت کے دن رحمن کے ہم نشین ہوں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ فقرا صابرین آج اللہ جل جلالہ کے ہمنشین ہیں اپنے قلوب کے اعتبار سے اور کل کو اس کے ہم نشین ہوں گے اپنے اجسام کے اعتبار سے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب نے دنیا سے زہد اختیار کیا اور دنیا کی زیب و زینت سے منہ پھیرا اور اپنے فقر کو تونگری پر ترجیح دی اور اس پر صابر رہے۔ پس جب یہ حالت ان کے لئے تام ہو گئی تو آخرت نے ان کے پاس پیام نکاح بھیجا اور اپنا نفس ان پر پیش کیا۔ پس ان کو آخرت سے وصل حاصل ہوا۔ اور جب آخرت ان کو حاصل ہو گئی تو انہوں نے دیکھا کہ یہ بھی خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہے۔ لہذا انہوں نے آخرت سے عقد کو فسخ کر دیا اور اپنے قلوب کی پشت اس کی طرف سے پھیر لی۔ اور اس سے بھاگے حق تعالیٰ سے شرما کر کہ غیر اللہ کے پاس کیوں ٹھہرے تھے۔ اور عادتاً مخلوق سے اُنس و قرار کیوں پایا تھا۔ پس انہوں نے اعمال اور حسنات کو اور جو کچھ بھی طاعتیں کی تھیں سب کو آخرت کے حوالہ کر دیا اور اس کے بعد اپنے صدق کے پروں اور سچی طلب کے بازوؤں سے اپنے مولیٰ جل جلالہ کی طلب میں اس کی طرف اڑے کہ آخرت کے پاس بدن کا پنجرہ چھوڑا اور اپنے وجود و ہستی کے پنجروں سے باہر نکل کر اپنے موجود کی طرف پرواز کی۔ انہوں نے طلب کیا رفیق اعلیٰ کو طلب کیا اول و آخر۔ ظاہر و باطن خدائے لایزال کو۔ جا پہنچے اس کے قرب کے برج تک۔ اور بن گئے ان لوگوں میں سے جن کے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک وہ ہماری سرکار میں منتخب اور برگزیدہ ہیں ان کے قلوب بھی ہمارے ہی پاس ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ والوں کے لئے جب یہ حالت تام اور کامل ہو جاتی ہے تو ان کے نزدیک نہ دنیا آتی ہے نہ آخرت۔ آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ بھی ہے ان کے قلوب اور باطن کے

عتبار سے سب لپٹ جاتے اور گویا معدوم ہو جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو اپنے غیر سے فنا کر دیتا اور اپنے ساتھ موجود فرماتا ہے۔ پھر اگر دنیا میں ان کے لیئے کوئی حصّہ مقدر ہوتا ہے تو ان کو ان کا مقسوم پورا کرنے کے لیئے ان کی آدمیت اور بشریت کی طرف واپس فرما دیتا ہے تاکہ علم اور قضا و قدر میں تغیر نہ آئے۔ پس وہ بشر بن کر اپنا مقسوم لیتے وقت اللہ کے علم اور قضا و قدر کے ساتھ حسن ادب ملحوظ رکھتے اور جو کچھ ان کو عطا کیا جاتا ہے اس کو زہد اور ترک کے قدم پر کھڑے ہو کر لیتے ہیں کہ لینے سے نہ انکار کرتے ہیں اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو حاجت نہیں دوسروں کو دے دو۔ کیونکہ ایسا کہنا گستاخی و بے ادبی ہے۔ اور نہ اپنے نفس اور خواہش اور ارادہ سے لیتے ہیں کہ مقدر حاصل کرتے وقت نفسانیت اور ہوائے نفسانی کو دخل دینا حُبِّ دنیا اور طلب غیر اللہ ہے۔ اور ان تمام حالتوں میں حکم شریعت ان کے نزدیک محفوظ رہتا ہے کہ نہ فنا و سکر میں خلاف شرع امر صادر ہوتا ہے نہ وجود و بقاء کے زمانہ میں شرعی خطا سرزد ہوتی ہے۔ نہ وہ دنیا کے متعلق مخلوق سے بخل کرتے ہیں نہ دین کے متعلق۔ جو شخص دنیا کی جو چیز بھی ان سے مانگتا ہے اس کو دیتے ہیں اور دین تقسیم کرنے کا تو ان کو اس درجہ شوق ہوتا ہے کہ اگر ان کو قدرت ہو تو ساری مخلوقات کو حق تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔ غرض مخلوقات اور محدثات میں سے کسی چیز کی بھی ان کے قلوب میں ذرہ برابر وقعت نہیں رہتی

اے مخاطب! جب تک تو دنیا کے ساتھ رہے گا اور دنیا کے جاہ و مال کی محبت و طلب تیرے قلب میں پیوست رہے گی اس وقت تک آخرت کے ساتھ تجھ کو اتصال نصیب نہ ہوگا۔ اور جب تک تو آخرت کے ساتھ رہے گا تو مولیٰ کے ساتھ تجھ کو اتصال نصیب نہ ہوگا۔ کار گذار بن۔ جان بوجھ کر جاہل مت بن تو ان میں سے ہے جن کو اللہ نے علم دے کر گمراہ بنا دیا۔ تیرا حال اس شعر کا مصداق ہے ہ

مونوی گشتی ز آگہ نیستی   خود کجا و از کجا و کیستی

عالم ہو کر بھیک مانگنے کا خوگر ہو گیا کہ جو وعظ کہتا ہے وہ صدقہ کی ترغیب کا کہتا ہے
اور خود کسی مسکین کو صدقہ دینا جانتا ہی نہیں اے بندۂ خدا اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ تعلق
ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ اللہ کے نام کا بھی نکالے۔
اور اس کو فقراء تک بہم پہنچا کر ان کی دستگیری کرے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ صدقہ ایک
معاملہ اور سودا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ جو غنی و بے نیاز اور کریم شہنشاہ ہے اور
کیا غنی و کریم کے ساتھ معاملہ کرنے والا بھی کبھی خسارہ میں رہا ہے۔ ایک ادنیٰ بادشاہ
دنیا کے ساتھ معاملہ کرنے والے کو خسارہ نہیں ہوتا۔ پھر خدائے غنی و کریم کا تو کیا پوچھنا
خوب یاد رکھ کہ بوجہ اللہ پاک ایک ذرہ خرچ کرے گا تو وہ تجھ کو پہاڑ عطا فرمائے گا۔
تو ایک قطرہ خرچ کرے گا تو وہ تجھ کو سمندر عطا فرمائے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں
بھی تیرا اجر اور تیرا ثواب بھرپور دے گا۔

صاحبو! جب تم حق تعالیٰ سے معاملہ کرو گے تو تمہاری کھیتیاں پھلیں گی
تمہاری نہریں بہہ پڑیں گی۔ تمہارے درختوں پر پتے بھی آئیں گے۔ شاخیں بھی پھوٹیں گی
اور پھل بھی پیدا ہوں گے۔ غرض ہر طرح کی وسعت و خوشحالی نصیب ہو گی اور دین
کے ساتھ دنیا بھی راحت میں گذرے گی۔ لہٰذا صدقات و خیرات دو اور دوسروں
کو بھی اس کی رغبت دلاؤ۔ ہر نیک کام کا حکم کرو اور بُرے کام سے منع کرو اور اس
طرح پر طاعت خداوندی کو پھیلانے کی اور ساری مخلوق کو پابند شریعت اور فرمانبردار
خدا بنانے کی کوشش کرکے اللہ جل جلالہٗ کے دین کی مدد کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت
کرو کہ جو اللہ کا حکم نہ مانے اور خلاف شرع ہو اس سے تعلق قطع کرو اور اس کو کیسا ہی
عزیز کیوں نہ ہو اپنا دشمن سمجھو۔ صدیق وہی ہے جو نیکوکاری کے تعلق اللہ سے سچا
دوستانہ کرے کہ خلوت و جلوت اور رنج و راحت اور تنگ حالی و بدحالی ہر حال میں

اس کی دوستی قائم رہے اور گرانی نہ لائے - اپنی حاجتیں حق تعالےٰ ہی سے مانگو اس کی مخلوق سے مت مانگو - اور اگر مخلوق سے مانگے بغیر چارہ نہ ہو تو اول اپنے قلوب کے اعتبار سے حق تعالیٰ کے پاس حاضر ہو کر اور دل کو بسوئے خالق متوجہ کر کے دیکھو کہ بارگاہ احدیت سے قلب کو کیا حکم ملتا ہے - پس وہ تم کو جہتوں میں سے کسی خاص جہت سے مانگنے کا الہام فرما دے گا اور اس وقت مخلوق سے مانگنا بھی تعمیل حکم بن جائے گا - پھر اگر تم کو وہاں سے ملا یا نہ ملا تو دونوں امر خدا ہی کی طرف سے ہونگے نہ کہ مخلوق کی طرف سے - غرض اس طرح پر قلب اللہ سے امنی رہے گا - اور ناداری میں بھی گرانی و ناگواری یا پریشانی مطلق نہ آئے گی - دیکھو اللہ والوں نے رزق کی فکر کو اپنے دلوں سے نکال ڈالا - انہوں نے جان لیا کہ رزق تو اوقات معینہ پر ملنے کے لئے مقدر ہو چکا ہے - لہٰذا انہوں نے اس کی تلاش چھوڑی اور اپنے بادشاہ کے آستانہ پر ڈیرہ جا لگایا - اللہ جل جلالہٗ کے فضل اس کے قرب اور اس کے علم کی نعمتیں لے کر دنیا کی ہر شے سے بے نیاز بن گئے - پس جب یہ حال ان کے لئے کامل ہو گیا تب وہ قبلہ مخلوقات بنے اور اپنے بادشاہ کے دربار میں مخلوق کو داخل کرنے کے لئے خطیب و منادی قرار پائے کہ ان کو اپنے دل کے ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر اس تک پہنچاتے ہیں اور ان کے لئے مقبولیت اور خوشنودی کے خلعتوں کا حق تعالیٰ سے باصرار سوال کرتے ہیں ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے وہ بندے جن کی عبودیت متحقق ہو چکی ہے حق تعالیٰ سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ آخرت بلکہ اس سے صرف اسی کو مانگتے ہیں کہ بس تو حاصل ہو جاؤ

از خدا غیر خدا را خواستن

نیست افزونی بلکہ کاستن

اے میرے اللہ ساری مخلوق کو اپنے دروازہ کا راستہ دکھلا دے - میرا سوال تو ہر وقت یہی ہے اور اختیار تیرے ہاتھ ہے چاہے قبول فرمائے یا نہ فرمائے - یہ عام دعا ہے

[illegible] دیکھا اور [illegible] اللہ حق تعالیٰ ہے کہ اپنی مخلوق کے متعلق جو چاہے کرے جس کو چاہے ہدایت کرے اور جسے چاہے نہ کرے اور بات یہ ہے کہ جب قلب صحیح بن جاتا ہے تو مخلوق پر شفقت و ترحم سے لبریز ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ مومن وہ ہے جو اکثر نیک کام کرے کیوں کہ سارے گناہوں کو تو صرف صدیق ہی چھوڑ سکتے ہیں۔ صدیق اول کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑتا ہے۔ اس کے بعد خواہشات شہوات کو ترک کرکے یعنی احتیاط و تقوے میں وقتیہ سختی اختیار کرتا ہے اور پھر اس مباح کو بھی جو سب میں مشترک ہے اور اس کی اباحت ساری مخلوق کے لئے عام ہے چھوڑتا اور حلال خالص کی تلاش کرتا ہے جو اپنے ارادہ اور اپنی تدبیر کے بغیر محض توکل سے حاصل ہو۔ صدیق ہمیشہ اپنی رات اور دن کا بڑا حصہ اپنے رب کی عبادت میں گذارتا اور مخلوق کی عادتوں یعنی عبادت میں کسل و کاہلی اور مشغولیت و طلب معاش اور انہماک و افکار دنیا وغیرہ کا پھاڑنے والا اور خلاف کرنے والا بنتا ہے لہٰذا اس کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے خارقِ عادت برتاؤ اور خلاف عادت معاملہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف و کرامات بنایا جاتا اور بلا واسطہ اسباب اس کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور اس کو رزق دیا جاتا ہے ایسی جگہ سے جہاں کسی کا گمان بھی نہیں جاتا پھر اس کو دیا جاتا ہے اور اس کو لینے کا حکم بھی کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا لینا بھی اس کو دیا جاتا اور امتثال امر الٰہی بن جاتا ہے۔ پس ساری چیزیں اس کے لئے خالص اور صاف ہو جاتی ہیں اور یہ پیار برتاؤ اس کے لئے اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ مدتوں اس کو کچھ نہیں دیا گیا اور اس کی حاجتوں کا اس کے سینہ میں چورا کیا گیا اور وہ اپنی اغراض کے شکستہ ہونے پر صبر کرتا رہا ہے۔ تمام حالتوں میں اس کو بے نیل و مرام لوٹا دیا جاتا تھا۔ اور وہ اف نہ کرتا تھا۔ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ اور وہ قبول نہ کی جاتی تھیں۔ درخواست کرتا تھا۔ اور اس کی درخواست منظور نہ کی جاتی تھی، شکوہ کرتا تھا اور جس مصیبت کا شکوہ کرتا تھا اس کو اور بڑھا دیا جاتا تھا۔ وہ خوشی

مانگتا تو اس کو پاتا نہ تھا۔ خوف کھاتا تھا اور کہیں کوئی صورت خلاصی کی دکھائی نہ دیتی تھی، موحد اور مخلص بن کر عمل کرتا تھا اور جس ذات کے لئے عمل کرتا تھا اس کا قرب بھی اس کو نظر نہ آتا تھا۔ گویا کہ وہ نہ مومن ہے نہ موحد۔ اور باوجود ان بے التفاتیوں کے ہمیشہ مدارات اور صبر کرنے والا بنا رہا کہ ان تمام حالات قبض اور بے توجہی محبوب کی خاطر داریاں کرتا اور جانے رہا کہ انجام کا صبر ہی اس کے قلب کی دوا اور اس کی صفائی و تقرب کا سبب ہے اور اس آزمائش کے بعد خیر ضرور بالضرور آئے گی۔ علاوہ ازیں سمجھتا رہا کہ یہ امتحان اس لئے ہے تاکہ مومن ہے اور کون ریا رکار؟ کون بہادر ہے اور کون بزدل؟ کون جمنے والا ہے اور کون چل جانے والا؟ کون صابر ہے اور کون گھبرا جانے والا؟ کون اہل حق ہے اور کون اہل باطل؟ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ کون دوست ہے اور کون دشمن؟ کون متبع ہے اور کون مبتدع؟ سن ایک بزرگ کیا فرماتے ہیں دنیا میں الیا بن جیسے زخمی مصیبت زدہ کہ اپنے زخم کی دوا کرتا ہے اور بلا کے زائل ہونے کی طمع میں دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے

اے مبتلائے ہوس ساری بلائیں اور بیماریاں بس یہ ہیں کہ تو مخلوق کو شریک خدا ٹھہرائے۔ اور نفع و نقصان اور عطا و منع کے متعلق ان پر نگاہ ڈالے کہ یہ چاہیں تو دیں اور نہ چاہیں تو نہ دیں اور ساری دوا اور بلاؤں کا ازالہ اس میں ہے کہ مخلوق تیرے قلب سے نکل جائے۔ اور قضا و قدر کے نازل ہوتے وقت تو پختگی کے ساتھ جارہے کہ نہ زبان پر شکوہ یا آہ واویلا ہو نہ قلب میں گرانی اور بے صبری۔ نیز یہ کہ مخلوق پر حکومت و رفعت کا طالب نہ بنے۔ اور ریاست و سرداری کی خواہش نہ ہو۔ اور تیرا قلب حق تعالیٰ کے لئے خالص، تیرا باطن اس کے لئے صاف اور تیری ہمت جانب بلند ہوتی رہے۔ جب تیرے لئے یہ امر متحقق ہو جائے گا تو تیرا قلب اونچا چڑھے گا اور نبیوں، پیغمبروں، شہیدوں، نیکوکاروں اور مقرب فرشتوں،

کی صفوں میں جا شامل ہوگا اور جتنی بھی تجھ کو اس پر بقا حاصل ہوگی اسی قدر تو بڑے گا
باعظمت بنایا جائے گا۔ صاحب رفعت ہوگا۔ آگے بڑھایا جائے گا۔ حاکم اور امیر
قرار دیا جائے گا تیرے پاس جو کچھ بھی آئے گا۔ ولایت نصیب ہوگی۔ تجھ کو جیسی بھی
نصیب ہوگی اور داد و دہش سے نوازا جائے گا جتنا کچھ نوازا جائے گا۔ طالب دنیا
بن کر اگر دس بیس نفر کا حاکم بھی بن گیا تو اس کو اس روحانی حکومت سے کیا نسبت
کہ دنیا والوں کے قلوب اور جنات و عالم ہائے ملکوتی بھی اللہ والوں کے زیر نگیں
ہوتے اور اشجار و احجار تک محکوم و مطیع بنتے ہیں ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

حرماں نصیب ہے جو اس کلام کے سننے - اس کا یقین لانے اور جن کو یہ حاصل
ہے ان کا احترام کرنے سے محروم رہا۔

اے وہ لوگو! جو مجھے چھوڑ کر اپنی معاش میں مشغول ہو اصل معاش میرے پاس ہے
اور منافع میرے پاس ہیں اور آخرت کا سودا میرے پاس ہے میں کبھی تاجر کا پیش دست
ہوں کہ گاہکوں کو آواز دوں - اور کبھی سوداگر ہوں اور کبھی خود متاع کا مالک کہ ہر شے
کو اس کا حق عطا کروں - جب آخرت کی کوئی چیز مجھ کو حاصل ہوتی ہے تو میں اس کو تنہا
نہیں کھاتا - اس لئے کہ کریم تنہا خور نہیں ہوتا - خوب کان کھول کر سن لے ہر وہ شخص جو
حق تعالیٰ کے کرم سے آگاہ ہو گیا ہے تو اس کے پاس بخل کا پتہ بھی نہ پائے گا - ہر وہ شخص
جو اللہ جل جلالہٗ کو پہچان گیا ہے اس کے نزدیک اللہ کے سوا ہر چیز بے قدر بن گئی
ہے - اس لئے کہ بخل تو خصلت ہے نفس کی - اور عارف کا نفس مخلوق کے نفوس کے
مقابلہ میں مرا ہوا ہے - پس بخل ہوگا تو زندہ نفس والوں میں ہوگا - نہ کہ مردہ نفس میں
اس کے نفس کو تو اللہ جل جلالہ کے وعدہ پر سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے - اور

اس کی وعید سے خوف و اندیشہ۔ اور بس۔ لہٰذا نہ اس کو رزق کے ختم ہونے کا فکر ہوتا ہے کہ بخل کرے نہ فاقہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ سخاوت میں دریغ کرے

یا اللہ ہم کو بھی نصیب فرما جو تو نے نصیب فرمایا اولیاء کو اور دے

ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔
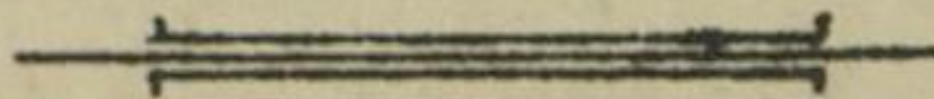
پندرھویں مجلس

یوم یکشنبہ ۹ ذیقعدہ ۵۴۵ھ ہجری خانقاہ شریف

مومن زاد لے لیتا ہے اور کافر مزے اڑاتا ہے۔ یعنی جس کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے وہ دنیا کی متاع صرف اس قدر لیتا ہے۔ جس قدر مسافر کا توشہ ہوتا ہے کیونکہ وہ برسر راہ ہے اور سفر آخرت طے کرنے کے لیے راستہ چل رہا ہے۔ پس اپنے تھوڑے سے مال پر قناعت کرتا اور بڑا حصہ آخرت کی طرف آگے بھیج دیتا ہے اپنے نفس کے لئے۔ اسی قدر رہنے دیتا ہے۔ جس قدر سوار کا توشہ ہوتا ہے اور جس کو وہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کا سارا مال آخرت میں ہے اس کا سارا دل اور ساری ہمت دہیں مصروف ہے اس کا دل دنیا سے ہٹ کر دہیں کا ہو رہتا ہے۔ وہ اپنی ساری طاعتوں کو آخرت ہی کی طرف چلتا کر دیتا ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کی طرف۔ اگر اس کے پاس عمدہ کھانا ہوتا ہے تو اس کو ایثار کرتا فقرا پر۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے بہتر کھانے کو ملے گا۔ اسی طرح جتنی بھی دنیا اس کو ملتی ہے وہ ذخیرہ آخرت بنانے کے لئے اس کو اللہ کے مسکین اور محتاج بندوں کے حوالہ کر دیتا ہے کہ جتنا یہاں دے گا اس کا ستر گنا زیادہ وہاں لے گا۔ الغرض مومن عارف و عالم کی ہمت کا منتہیٰ حق تعالیٰ کے قرب کا دروازہ ہے اور یہ کہ کسی طرح اس کا قلب آخرت سے قبل دنیا ہی میں وہاں پہنچ جائے۔ اس کے قلب کے قدموں اور باطن کی رفتار اور سیر کی غایت و انتہا بس

حق تعالیٰ شانہ کا قرب ہے کہ کسی طرح وہ حاصل ہو جائے۔ لہٰذا بجز اتنی دنیا کے جس کو بقائے حیات اور ادائے عبادت میں دخل ہو باقی سب کو پس پشت ڈالتا اور زبان حال کہتا ہے ؎

آفریں تجھ پہ ہے اے ہمت کوتاہ — طالب جاہ ہوں نہ طاقت نہ مال
مال اتنا کہ اس سے ہو خور و نوش — جاہ اتنا کہ بس نہ ہوں پامال

اے مخاطب! میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ کبھی قیام میں ہے۔ کبھی قعدہ میں کبھی رکوع میں ہے اور کبھی سجدہ میں۔ کبھی شب بیداری میں ہے اور کبھی دوسری عبادت کی محنت و مشقت میں۔ مگر تیرا قلب اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا اور خدا کی طرف نہیں چڑھتا۔ نہ وہ اپنے وجود وہستی کے گھر سے باہر نکلتا ہے کہ فنائیت حاصل کرے اور نہ اپنی خو اور عادت سے باز آتا ہے کہ مخلوق پر نظر رکھنے کے ریاو شرک ونفاق سے نجات پائے۔

اے بوالہوس۔ اپنے مولا کی طلب میں سچا بن کہ یہ سچا بننا تجھ کو بہتیری مشقت سے بے نیاز بنا دے گا۔ اور پھر اتنے مجاہدہ و ریاضت اور کثرت رکوع و سجود کی ضرورت نہ رہے گی۔ اپنے وجود اور ہستی کے انڈے کو اپنے صدق کی چونچ سے کھٹک اور اس مخلوق پر نگاہ رکھنے اور ان کے ساتھ مقید رہنے کی دیواروں کو اخلاص اور توحید کے پھاوڑوں سے ڈھا اور غلام خدا بن اشیار کی طلب و خواہش کے پنجرہ کو اپنے زہد کے ہاتھ سے توڑ ڈال اور اپنے قلب سے پرواز کر یہاں تک کہ تو قربت خداوندی کے ساحل سمندر پر آ اترے۔ پس اس وقت تقدیر الٰہی کا ملاح تیرے پاس آئے گا کہ اس کے ساتھ عنایت حق کی کشتی ہوگی۔ پس وہ تجھ کو کشتی میں بٹھائے گا اور سارا سمندر عبور کرا کے تجھ کو تیرے پروردگار جل جلالہ تک پہونچا دے گا۔ مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دنیا ایک سمندر ہے اور تیرا ایمان اس کی کشتی ہے

اور اسی لئے لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اے میرے بیٹے دنیا سمندر ہے اور ایمان کشتی ہے اور طاعات ملاح ہیں اور آخرت ساحل ہے اے معصیتوں پر اصرار کرنے والو۔ عنقریب تم کو اندھاپن بہراپن اور اپاہجی اور تنگدستی لاحق ہوگی کہ گناہوں پر اڑ کرنے کی سزا میں تمہارے دل بے نور اور تاریک ہو جائیں گے کہ نہ آنکھوں سے حق کا راستہ سوجھے گا۔ نہ ہدایت کی باتیں کان قبول کریں گے اور نہ طاعت کی طرف قدم بڑھ سکے گا۔ پس اندھے، بہرے لنگڑے لولے بن کر بیٹھ رہو گے اور مفلس قلاش بن جاؤ گے۔ نیز مخلوق کے قلوب تم پر سخت ہو جائیں گے کہ کوئی تم پر ترس نہ کھائے گا۔ تمہارا سارا مال و زر تجارتی نقصانات اور خساروں میں اور ٹیکس اور تاوانوں میں اور چوریوں میں برباد ہو جائے گا۔ سمجھدار بنو اور توبہ کرو اپنے پروردگار جل جلالہٗ کے حضور میں۔ اپنے اموال کو شریک خدا مت ٹھہراؤ کہ ان پر بھروسہ کر بیٹھو دیکھو ان کے ساتھ ٹھیرو بھی مت اور ان کا سہارا مت ڈھونڈو۔ ان کو نکال دو اپنے دلوں سے اور ان کو رکھو اپنے گھروں اور جیبوں میں۔ اور اپنے غلاموں اور ملازموں کے پاس اور منتظر رہو موت۔ اپنی حرص کو کم کرو اور آرزوؤں کو کوتاہ کرو۔ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ "مومن عارف اللہ جل جلالہٗ سے نہ دنیا مانگتا ہے نہ آخرت بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کو مانگتا ہے۔

عزیز من! اپنے دل سے اللہ جل جلالہٗ کی طرف رجوع کرو جو اللہ سے توبہ کرتا رہتا ہے وہی اسکی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ رجوع کرو اپنے رب کی طرف۔ یعنی جاؤ ہر چیز کو اس کے حوالہ کر دو۔ اپنے نفوس کو اس کے سپرد کر دو۔ اور ان کو اس کی قضاء و قدر اور امر و نہی اور تصرفات کے سامنے ڈال دو کہ جس طرح چاہے تصرف فرما دے اور اپنے قلوب کو اس کے آگے پھینک دو کہ نہ زبانیں ہوں نہ ہاتھ ہوں نہ پاؤں ہوں۔ نہ آنکھیں نہ چوں ہو نہ چرا۔ نہ منازعت ہو نہ مخالفت بلکہ ہر امر میں کامل فقط

ہی موافقت ہو اور ہر شان میں تصدیق۔ کہو کہ بیشک سچا ہے حکم۔ جس کا نام شریعت ہے اور جس کی ساری دنیا معمور ہے اور سچی ہے تقدیر اور سچا ہے علم سابق پس نہ طاعات کا حکم دینا تقدیر اور علم الٰہی کا مخالف ہے نہ تقدیر و علم الٰہی احکام شریعت کے مناقض۔ جب تم ایسے بن جاؤ گے تو ضرور تمہارے قلوب اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کا مشاہدہ کرنے والے بن جائیں گے، کہ اللہ کے سوا کسی چیز سے بھی مایوس نہ ہوں گے بلکہ عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز سے وحشت کھائیں گے، ساری مخلوقات سے بھاگیں گے اور جملہ محدثات سے الگ تھلگ رہیں گے شائخ کا حسن ادب وہی کر سکتا ہے جو ان کا خادم رہ چکا اور ان کے کسی قدر ان حالات سے جو اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ ان کے رہتے ہیں آگاہ ہو چکا ہو۔ اہل اللہ نے مخلوق کی مدح اور مذمت کو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے گرمی اور سردی یا جیسے رات اور دن کہ ان دونوں کو حقتعالیٰ ہی طرف سے جانتے ہیں۔ کیونکہ بجز اللہ جل جلالہٗ کے کسی کو بھی قدرت نہیں کہ مدح کو لائے یا ہجو کو۔ پس ان کے نزدیک یہ متحقق ہو گیا تو انہوں نے نہ تعریف کرنے والوں کا اعتبار کیا۔ اور نہ ہجو کرنے والوں سے جنگ کی اور نہ ان کے ساتھ مشغول ہوئے ان کے قلوب سے مخلوق کی محبت اور بغض دونوں نکل چکے کہ نہ وہ کسی سے محبت کرتے ہیں نہ بغض۔ ہاں البتہ مخلوق پر رحم و شفقت کرتے ہیں پس کسی پر ان کی نگاہ محبت یا کسی سے رنج و غصہ دیکھو کہ یہ شفقت ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو نہ کہ ذاتی محبت یا بغض۔ اے عالم بے عمل بھلا صدق و اخلاص کے بغیر تجھ کو علم کیا نفع دے گا؟ تجھ کو خدا نے علم دے کر گمراہ بنایا تیرا علم سیکھنا۔ نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا مخلوق کے لئے ہے تاکہ لوگ تیری ضیافتیں کیا کریں اور اپنے اموال تجھ پر خرچ کریں اور اپنے گھروں اور مجلسوں میں تیری مدح اور تعریفیں کیا کریں مان لے کہ یہ تجھ کو حاصل بھی ہو گیا۔ مگر جب تجھ کو موت آئیگی اور عذاب اور تنگی اور ہول

ہر اس کا سامنا ہوگا تو تیرے اور ان مدح سرائی کرنے والی مخلوق کے درمیان آڑ ہو ہو جائے گی۔ اور وہ لوگ تیرے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ اور انجام یہ ہوگا کہ جو کچھ ان سے تو نے مال حاصل کیا تھا اس کو کھائیں گے۔ تیرے بعد دوسرے اور اس کا عذاب حساب ہوگا۔ تجھ پر۔

اے مبتلائے ادبار، اور اے بے نصیب تو ان میں داخل ہے۔ جن کے حصہ میں صرف مشقت ہی مشقت ہے کہ آج دنیا میں بھی اعمال اور افکار معاش کی مشقت میں مبتلا ہیں اور کل دوزخ میں بھی طرح طرح کے عذاب کی تکلیفوں میں مبتلائے مشقت ہوں گے۔ عبادت ایک صنعت ہے اور اس کے اہل اولیاء و ابدال اور مخلصین اور حق تعالیٰ کے مقربین ہیں۔ پس جس طرح ہر صناعی اور پیشہ کو اس کے اہل اور پیشہ وروں سے سیکھنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر اہل صنعت نہیں بن سکتا اس طرح عبادت بھی از خود اور اپنی تجویز و رائے سے کرنا بے کار اور ایسا ہے جیسے خوشنویس سے سیکھے بغیر لکھنا اور ملاح سے تعلیم پائے بغیر کشتی چلانا سہ

گر ہوائے ایں سفر داری دلا	دامن رہبر بگیر و پس در آ
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
گر تو خواہی حری و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی ست	زندگی بے بندگی شرمندگی ست
ذوق باید تا دہد طاعات بر	مغز باید تا دہد دانہ شجر

وہ علماء جو علم پر عمل کرتے ہیں۔ درحقیقت اللہ کے نائب ہیں اس کی زمین میں اور اس کی اور اس کے پیغام رساں ہیں۔ وہی انبیاء و مرسلین کے وارث ہیں۔ نہ کہ تم بوالہوسو اور زبان کی بک بک میں اور باطن کی جہالت کے ساتھ ظاہری علم اور فقہ میں مشغول رہنے والو۔

عزیز من - تیرا تو کوئی حال بھی درست نہیں - نہ تیرا اسلام ہی صحیح ہوا جو بنیاد ہے اور جس پر تعمیر ہوا کرتی ہے اور نہ تیری شہادتِ توحید و رسالت پوری ہوئی - تو کہتا ہے - کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے - مگر جھوٹ کہتا ہے - کیونکہ معبودوں کا ایک بڑا گروہ تیرے قلب میں موجود ہے - اپنے بادشاہ اور اپنے میر محلہ سے تیرا ڈرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں اپنی کمائی اپنے نفع - اپنی طاقت - اپنی قوت - اپنی سماعت اپنی بصارت اور اپنی گرفت پر تیرا اعتماد کرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں تیرا نفع اور نقصان اور عطا اور منع میں مخلوق پر نظر رکھنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں - مخلوق میں بہتیرے لوگ ہیں جو اپنے قلوب سے اِن چیزوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں - اور ظاہر یہ کرتے ہیں - کہ ان کا بھروسہ خدا پر ہے - ان کا حق تعالیٰ کو یاد کرنا محض عادت کی بنا پر ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے ہے نہ کہ قلوب سے اور جب اس کی بابت ان سے کہا جاتا اور اس کی حقیقت ان پر واضح کی جاتی ہے - تو بھڑک اٹھتے اور کہتے ہیں - کہ ہم کو ایسا کس بنا پر کہا جاتا ہے ؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ؟ کیا ہم کلمہ گو نہیں ہیں - بس اس کا جواب یہ ہے کہ بہت اچھا چونکہ واسطہ اللہ جل جلالہٗ سے ہے جو راز ہائے قلوب سے آگاہ ہے لہٰذا اب اسوقت حقیقت معلوم ہوگی جبکہ کل کو ساری قضیحتیں کھل جائیں گی اور مخفیات ظاہر ہو جائیں گے - وائے تجھ پر کہ تو کچھ کہتا ہے تو اپنی بات کی ترویج کرتا ہے اچھا مان لے کہ ہم سے تیرا جواب بن نہ پڑا اور تو جیتا اور ہم ہارے - مگر اس سے واقعیت پر تو پردہ نہیں پڑ سکتا - نفع اور نقصان تو تجھ ہی کو ملنا ہے لہٰذا ذرا غور کر اور سوچ کہ لَآ اِلٰهَ میں پوری نفی ہے اور اِلَّا اللّٰهُ میں پوری اثبات و اقرار پس جب تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے جس میں تجھ کو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور

تو ہر شے سے معبودیت کا انکار کرتا ہے اور صرف اللہ جل جلالہ کی معبودیت کا
اقرار کرتا ہے کہ بس ایک اللہ ہی معبود ہے اور کوئی چیز بھی معبود نہیں - اب ذرا
قلب کی حالت پر غور کر کہ بادشاہ اور اہل مال اور حاکم اور مالدار مخلوق میں کس کس پر
اعتماد کئے ہوئے اور یوں سمجھے بیٹھے ہے کہ یہ راضی رہیں گے تو سب کچھ راحت و
عزت ہے - اور یہ ناراض ہوئے تو زندگی خراب ہے - پس جس وقت بھی تیرے
قلب نے اللہ جل جلالہ کے سوا کسی شے پر اعتماد کیا تو معبودیت کو اللہ کے لئے
ثابت اور مخصوص کرنے میں جھوٹا بن گیا اور وہی تیرا معبود بنا جس پر تو نے اعتماد کیا
تو اب تو ہی بتا کہ ظاہر کا اعتبار کر کے تجھ کو مسلمان کہیں یا قلب کا لحاظ کر کے اور
تیرے اعتماد و بھروسہ کو تجھ کو دیکھ کر بندۂ مخلوق بتائیں - کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ ظاہر کا
کچھ اعتبار نہیں ہوا کرتا کیونکہ زبان کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو منافق بھی پڑھتے تھے
پھر ان کو مسلمان کیوں نہ کہا گیا - عزیز من - قلب ہی ہے جس کے ساتھ ایمان کا تعلق
ہے - قلب ہی موحد ہوا کرتا ہے - قلب ہی میں اخلاص ہوتا ہے وہی متقی ہوتا ہے
وہی پرہیزگار - وہی زاہد وہی صاحب یقین وہی عارف - وہی افسر - وہی سردار
باقی زبان - ہاتھ پاؤں سب اعضا اس کے لشکر اور ماتحت ہیں - لہذا جب تو
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو اول اپنے قلب سے کہہ - اس کے بعد زبان سے اور اسی اللہ پر توکل کر اور اسی پر اعتماد کر
کسی پر نہ کر - اپنے ظاہر سے شریعت میں مشغول ہو تو اپنے باطن سے اللہ جل جلالہ کے ساتھ خیر و شر کو اپنے ظاہر پر چھوڑ اور باطن سے
مشغول ہو خالق خیر و شر کے ساتھ جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ اللہ کے سامنے عجز کا
اور اس کی زبان اس کے حضور میں گونگی بن گئی اور وہ اس کے اور اس کے نیکوکار
بندوں کے متواضع بن گیا اور اسکا فکر و غم اور گریہ المضاعف ہو گیا اور اس کا
خوف و خشیہ بڑھ گیا شرم بڑھ گئی اور اپنی گذشتہ تقصیر اس کی پشیمانی بڑھ گئی اور
جو معرفت الہیہ و علم باطنی اور قرب خدائے قدیر اس کو حاصل ہے اس کے جانے

رہنے کا خوف و اندیشہ بڑھ گیا۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ وہ کیا کرتا ہے اور مخلوق سے پوچھ ہوگی وہ ہر وقت دو نگاہوں کے اندر مبتلا اور متردد رہا کرتا ہے۔ کبھی تو اس کی نگاہ اپنی گذشتہ کوتاہی ہوئے جانے ونادانی اور بیباکی پر جاتی ہے تو شرم کے مارے پگھلا جاتا اور مواخذہ کے اندیشہ سے گھلا جاتا ہے اور کبھی آیندہ کی حالت پر نگاہ کرتا ہے کہ دیکھئے مقبول بنتا ہے یا مردود؟ اور جو کچھ عطا ہوا ہے وہ چھنتا ہے یا اپنے حال پر رکھا جاتا ہے اور دیکھئے قیامت کے دن ایمان والوں کی معیت وصحبت میں ہوگا یا کافروں کی؟ اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم سب سے زیادہ حق تعالےٰ کو پہچاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنیوالا ہوں جس سے معلوم ہوا کہ جس کو معرفت وعلم وقرب جتنا زیادہ نصیب ہوگا اسی قدر اس کا خوف وخشیہ زیادہ ہوگا۔ عارفین کے گروہ میں شاذ ونادر ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جنکو بجائے خوف کے امن نصیب ہوتا ہے کہ جو کچھ علم خداوندی میں ان کیلئے مقدر ہوا ہے وہ ان کو پڑھکر سنا دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا انجام اور وہ انعام جس کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے معلوم کر لیتے ہیں۔ پس ان کو حسن خاتمہ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور ان کا باطن قلب پڑھ لیتا ہے جو اس کے لئے لوح محفوظ میں مسطور ہے اس کے بعد وہ قلب کو اس سے آگاہ بناتا اور پوشیدہ رکھنے کی اس کو تاکید کر دیتا ہے کہ نفس اس پر مطلع نہ ہونے پائے کیونکہ نفس کی سرشت میں شرارت وطغیان ہے اور اس کو انجام کی خوبی کا علم حاصل ہونے سے معصیت پر جرأت ہوئی ممکن ہے کہ جب خاتمہ بخیر ہونا مقدر ہو چکا تو زندگی میں جو چاہے کرے۔ لہٰذا نفس کے لئے خوف اور خطرۂ انجام قائم رہتا ہے اور سرِّ قلب کو طمانیت حاصل ہوئی ہے۔ اس طریقت اور سلوک کی ابتدا تو اسلام

لانا یعنی دل سے اطاعت خدا کے لئے آمادہ ہو جانا اور پھر عمل کے درجہ میں حکم کی تعمیل کرنا۔ ممنوع سے بچنا اور تہذیب اخلاق کے درجہ میں اللہ کی ڈالی ہوئی تکلیفوں اور آفتوں پر صبر کرنا ہے اور اس کی انتہا جملہ ماسوائی اللہ سے زاہد و بے رغبت اور ایسا فانی و موحد بن جانا ہے کہ اس کے نزدیک سونا اور مٹی مدح اور ذم۔ عطا و منع جنت اور دوزخ۔ نعمت اور نقمت تونگری اور افلاس مخلوق کا وجود اور ان کا عدم سب یکساں ہو جائے پس جب یہ حال پورا ہو جائے تو ان سب کے بعد اللہ ہے کہ اسی کا نام وصل ہے جو سالک منتہائے مراد ہے اس کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے مخلوق پر حکومت و افسری کا فرمان آتا ہے اور وہ صاحبان خدمت کا افسر اعلیٰ بن جاتا ہے جس کو قطب زمانہ کہتے ہیں۔ جو کوئی بھی اس کو دیکھتا ہے وہ ہیبت حق اور نور الٰہی کے سبب جو اس کے ساتھ ہے کچھ نہ کچھ نفع ضرور اٹھاتا ہے یعنی اگر نور الٰہی قبول کرنے کا کسی میں مادہ ہے تو ہدایت و صلاح قلب حاصل کرتا ہے ورنہ ہیبت حق کی وجہ سے کھلم کھلا معصیت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اور ظلم و عصیان کرتے ہوئے ڈرتا اور بچتا ہے۔ بہر حال قطب الوقت کی زیارت ہر نیک و بد صالح اور طالع کے لئے دین و دنیا دونوں میں مفید ہوتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ؎

سولھویں مجلس

یوم سہ شنبہ - ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ - مدرسہ معمورہ

اوّل کچھ اور تقریر کی جو ضبط نہ ہو سکی اس کے بعد فرمایا "حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا کو حقیر اور ذلیل سمجھو کیونکہ خدا کی قسم وہ اپنی حقارت کے بعد ہی لذیذ و خوشگوار بنتی ہے - لہٰذا اگر کوئی لذات دنیا ہی کا طالب ہو تب بھی اسکو ضرورت ہے کہ دنیا کے ساز و سامان کو حقیر شے سمجھے کیونکہ رذیل و کمینہ کو جتنا منہ لگایا جاتا ہے وہ پھولتا اور بھاگتا ہے اور جتنا دابا اور بنگاہ حقارت دیکھا جاتا ہے اسی قدر خدمت گذار اور حاضر باش غلام بنتا ہے اسی لئے کتاب و سنت نے مومن کو دنیا کی تحقیر و اہانت کی تعلیم دی ہے تاکہ اُخروی زندگی کے ساتھ ان کی دنیوی زندگی بھی بالطف گذرے اور دنیا کی لذتوں سے ان کو حیات طیبہ نصیب ہو مگر وائے افسوس کہ ہم نے قرآن و سنت کی قدر نہ جانی اور یوں سمجھے کہ ان کی تعلیم ہماری دنیا کو بے مزہ اور زندگی کو تلخ بنانے کے لئے تھی کہ دنیا کی لذتوں کو چھڑاتی اور ترقی کو روکتی ہے -

عزیزمن قرآن پر عمل کرنا تجھ کو اپنے نازل فرمانیوالے خدا کے پاس لے جا کھڑا کرے گا اور سنت پر عمل کرنا تجھ کو پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچا کھڑا کرے گا - لہٰذا دونوں پر عمل ضروری سمجھ کہ

ایک مقصود ہے اور دوسرا واسطہ حصول مقصود ہے آنحضرت اگرچہ وصال فرما گئے اور جسد اطہر نہ بر زمین گیا مگر اپنے قلب اور اپنی ہمت و توجہ سے ہر وقت اہل اللہ کے قلوب کے پاس ہیں کسی وقت بھی کھسکتے نہیں۔ آپ ہی ان کو معطر اور خوشبودار بنانیوالے ہیں۔ آپ ہی ان کے باطن کی صفائی اور ان کا بناؤ سنگھار کرنیوالے ہیں آپ ہی ان کے لئے قرب الہٰی کا دروازہ کھلوانے والے ہیں آپ ہی پریشان بالوں میں کنگھا دینے والے۔ اور آپ ہی قلوب و اسرار اور ان کے پروردگار جل جلالہٗ کے درمیان سفیر ہیں۔ کہ آپ کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر کبھی کسی نہ کچھ ملا ہے اور نہ مل سکتا ہے جب کبھی تیرا آپ کی طرف ایک قدم بڑھے گا تو آپ کی مسرت بڑھے گی۔ اور نفع زیادہ ہوگا۔ جس شخص کو یہ حال نصیب ہو اس پر واجب ہے کہ شکر کرے اور اس کی طاعتیں بڑھ جاویں اور اس کے علاوہ تو خوش ہونا ہوس ہی ہوس ہے جاہل شاد اور خوش رہا کرتا ہے دنیا میں۔ اور عالم غمگین رہتا ہے دنیا میں۔ نادان مناظرہ اور منازعت کرتا ہے تقدیر سے۔ اور دانا اسی سے موافقت کرتا اور اس پر راضی رہا کرتا ہے۔ اے مسکین۔ تقدیر سے مناظرہ اور مخالفت مت کر ورنہ تباہ ہو جائے گا۔ ساری خوبیوں اور دینی و دنیوی راحتوں کا دارومدار اس پر ہے کہ تو حق تعالےٰ کے افعال پر راضی ہو اور اپنے قلوب کو مخلوق سے باہر نکال لے۔ کہ نہ کسی کا خوف ہو نہ کسی سے طمع ہو، نہ کسی کی تعریف پر خوشی ہو۔ نہ مذمت و ہجو گوئی پر ملال۔ اور پھر اپنے اس قلب کو لے کر خالق مخلوقات کے سامنے حاضر ہو اور اس سے ملاقات کرے۔ مگر ملاقات خالق تجھ کو ظاہری اور بواسطہ بدن نہ ہوگی بلکہ قلب اور باطن اور معنی کے ذریعے ہوگی بشرطیکہ تو حق تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور نیک بندوں کی ہمیشہ تابعداری میں

رہا۔ پس اگر تجھ سے ہو سکے کہ صالحین کی خدمت میں رہے تو ضرور ایسا کرکہ یہ
تیرے لئے دنیا و آخرت دونوں میں بہتر اور مفید ہے مگر افسوس کہ دنیا کی محبت
نے تجھ کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ایک دن کے لئے بھی کسی بزرگ کی خدمت
میں جانے سے تو دل چراتا ہے کہ ایک دن کی دوکان کا نفع اور مزدوری جاتی
رہے گی حالانکہ صلحاء کی صحبت سے جو صلاح قلب حاصل ہوتی ہے اس کے مقابلہ
میں مال و متاع دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے یاد رکھ کہ اگر ساری دنیا کا بھی تو مالک ہو
جائے مگر تیرا قلب اہل اللہ کے قلوب کی طرح نہ ہو تو گویا ایک ذرہ کا بھی مالک نہیں
اور اگر دنیا کمانے کے ساتھ دین بھی کمایا اور قلب کو اللہ والا بنالیا تو دنیا بھی لذیذ
بن جائے گی اور مال کے ساتھ جاہ بھی اتنا نصیب ہوگا کہ ہر شخص تیرے حکم کو
مانے گا۔ کیونکہ یہ تجربہ کیا ہوا مسلم امر ہے کہ ہر وہ شخص جس کا قلب اللہ جل جلالہ
کے لائق بن جاتا اور دنیا و آخرت میں اللہ کے ساتھ رہتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کے
حکم سے عوام اور خواص میں حکومت کیا کرتا ہے۔ وائے تجھ پر۔ اپنے مرتبہ کو
پہچان۔ ان کے سامنے تو چیز ہی کیا ہے؟ تیرا سارا فکر اور اہتمام و مقصود دکھانا
پینا اور پہننا اور نکاح اور دنیا جمع کرنا اور اس پر حرص بنا ہوا ہے تو دنیا کے کاموں
میں تو بڑا کار گذار ہے مگر آخرت کے متعلق بڑا کاہل اور بڑا کام چور۔ تو اپنے گوشت
کو فربہ کر رہا اور اس کو زمین کے کیڑے مکوڑوں کا نشانہ بنا رہا ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روزانہ
صبح و شام اس طرح ندا دیتا ہے کہ اے بنی آدم جیو موت کے لئے اور بناؤ ویرانی
کے لئے اور جمع کرو دشمنوں کے لئے۔ جب اولاد کی خوشی ہو تو اس کا خیال کر لیا
کرو کہ اس کو ایک دن مرنا ضرور ہے پس ایسی چیز کی ہوس سے کیا نفع جس کو
موت کا نوالہ بننا پڑے اسی طرح جو محل اور مکانات بنائے جاتے ہیں وہ یا

مکین کے مرجانے سے ایک دن ویران ہوتے ہیں یا گر جانے سے کھنڈر بن جاتے ہیں اور اسی طرح وہ مال اور زر و جواہرات جس کو جمع کرتے ہو ایک دن سب کو چھوڑ کر قبر میں جانا ہے کہ وہ ترکہ بن کر بادل ناخواستہ دشمنوں کے حوالہ ہوتا ہے پس اولاد و تعمیرات اور جملہ سیم و زر کا انجام یاد رکھو تو کسی چیز کی ہوس نہ ہو اور زہد حاصل ہو جائے کہ دنیا سے متنفر ہو کر اللہ والے اور طالبان آخرت بن جاؤ۔ پھر اگر یہ شبہ ہو کہ اللہ والے بلکہ پیغمبر بھی اولاد کے لئے نکاح کرتے اور رہنے کا مکان بناتے اور گذر اوقات کے لئے کسب معاش کیا کرتے ہیں تو یاد رکھو کہ ان کے یہ کام بھی دین ہی کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے کیونکہ مومن کی نیت اس کے تمام کاروبار میں نیک ہوا کرتی ہے۔ اور وہ دنیا میں رہکر دنیا کے لئے ایک کام بھی نہیں کرتا دنیا میں کوئی مکان بھی بناتا ہے تو آخرت کے لئے بنوایا کرتا ہے۔ مثلاً مسجدیں بنواتا ہے۔ پل بنواتا ہے مدرسے اور خانقاہیں بناتا ہے مسلمانوں کے راستے اور سڑکیں صاف کراتا ہے کہ بندگان خدا کو اس پر چلنے سے آرام ملے اور اس کو ثواب ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی اگر کوئی مکان بناتا ہے تو بال بچوں کے لئے اور رانڈوں اور محتاجوں کے لئے بناتا ہے یا اپنی سکونت کے لئے اتنی مقدار کا گھر بناتا ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اور گرمی سردی سے بچنا ضروری ہے تاکہ باطمینان قلب اللہ کی یاد اور عبادت کر سکے۔ یہ ساری تعمیرات اس لئے کرتا ہے تاکہ آخرت میں اس کا صلہ ملے اور اس کے لئے اس کا بدل تعمیر کیا جائے۔ اس کی تعمیر طبیعت اور نفس اور خواہش نفسانی کے لئے نہیں ہوتی پس ان کے اشتغال دنیا کو محض صورت کی مشابہت سے اپنے انہماک دنیا پر قیاس نہ کرو کہ ان کے کارہائے دنیا بھی کارہائے دین ہیں اور تیرے کارہائے دین بھی کارہائے دنیا ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر
شیر آں باشد کہ مردم می خورد | شیراں باشد کہ مردم می خورد

کیونکہ ان کا قلب سلیم وصحیح بن گیا ہے اس لیئے ان کو ہر وقت مولیٰ کریم کی معیت نصیب ہے اور کسی وقت بھی ان کو رفیق اعلیٰ سے غفلت نہیں ہوتی کیونکہ ابن آدم جب صحیح القلب بن جایا کرتا ہے تو ہر حالت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اس کا گم ہونا بھی اللہ سے ہوتا ہے اور اس کا وجود بھی اللہ سے۔ اگر گم نام یا خوابیدہ ہو تب بھی برضاء حق اور بمشیت الٰہی ہے اور شہرت یافتہ و بیدار ہو تب بھی بحکم خدا و بارادۂ ایزدی ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی کام کرتا نظر آئے تب بھی وہ اللہ کے ساتھ ہے اور دین کا کام کرتا ہو تب بھی۔ بہرحال یکساں اور ایک اللہ کا بنا ہوا ہے اس کا قلب جانتا ہے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ کیونکہ جو کچھ بھی وہ لے کر آئے تھے اس کا زبان سے قائل ہو کر اور اعضاء سے عمل کر کے اور قلب سے ایمان لا کر اور سر و باطن سے یقین رکھ کر قبول کرتا ہے۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ ان سے لاحق رہے دنیا اور آخرت میں

چنانچہ اس کو حیات سرمدی بھی نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر وقت اللہ جل جلالہٗ کو یاد رکھنے والا شخص سدا زندہ رہتا ہے کہ بظاہر جو اس کو موت آتی ہے تو وہ واقع میں مردہ نہیں بن جاتا بلکہ ایک حیات سے دوسری حیات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ کہ اول دنیوی حیات تھی جس کو تم بھی دیکھتے اور زندہ سمجھتے تھے اور اب برزخی حیات حاصل ہوئی جس کو تم دیکھ نہیں سکتے جیسے مسافر تمہارے شہر سے رخصت ہو کر دوسرے شہر میں چلا گیا تو تمہاری نگاہوں سے اوجھل اور غائب ہو گیا مگر واقع میں چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا ہے۔ پس ایک لحظہ کے سوا جس کو جانکنی اور خروج روح کہا جاتا ہے اس کو کبھی موت نہیں

الحاصل وہ بات حاصل کرے جس سے اللہ کی یاد ہر وقت قائم رہے کہ دائمی حیات نصیب ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ مرشد کا دامن پکڑ کر ذکر و شغل میں لگے رہو کہ ذکر کا اثر رگوں پٹھوں اور گوشت پوست میں سرایت کر جائے اور قلب میں جاگزیں ہو جائے۔ کیونکہ حق تعالےٰ شانہ کا ذکر جب قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ کا اللہ جل جلالہٗ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے۔ اگرچہ زبان سے اس کو یاد نہ بھی کرے اور جب بندہ ہر وقت اللہ جل جلالہٗ کی یاد میں رہتا ہے تو قضا و قدر میں اس کی موافقت اور افعال و تصرفات الٰہی پر رضا دائمی ہو جاتی ہے۔ اور یہ رضاء بر قضا ایسی نعمت ہے کہ اس کی بدولت دنیا کے انقلاب و گردش اور سختی سے تکلیف کا بھی درد محسوس نہیں ہوتا۔ دیکھو اگر گرمی کا موسم آئے اور ہم حق تعالیٰ کی موافقت نہ کریں یعنی اس پر راضی نہ ہوں بلکہ شور مچائیں ہائے وبلا کریں تو گرمی ہم کو پریشان کر دے گی۔ اسی طرح سردی کا موسم آنے میں اس کی موافقت کریں تو بہتر ہے ورنہ جاڑا ہماری ناگواری و شکایت سے جانے کا تو ہے نہیں اذیت ہی بڑھے گی کہ وہ ہم کو ٹھرادیگا اور ان دونوں موسموں میں موافقت کا اختیار کرنا اور سرجھکا کر اس کی برداشت کے لئے بخوشی تیار ہو جانا ان کی اذیت اثر کی شدت کو کہ اگر سردی و گرمی کی تکلیف معلوم بھی ہو گی۔ دل پر اس کا بار و بوجھ نہ ہو گا۔ یہی حال تمام بلاؤں اور مصائب و آفات کا ہے کہ ان کے نزول کے وقت ان کی موافقت کرنا اور برضاء قلب ان کی برداشت کے لئے تیار ہو جانا۔ ان کی کرب اور ضیق اور تنگدل اور اضطراب کو زائل کر دیا کرتا ہے اور زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ یہ تو ادنیٰ درجہ کا نفع ہے جو ہر دنیادار کو بھی حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ ذرا سوچ اور عقل سے کام لے باقی جن کو اللہ جل جلالہٗ سے

محبت کا تعلق ہوجاتا ہے ان کو آفات و مصائب کی طلب و محبت ہوتی ہے کہ ۔ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست ۔ ان کی مذاق طبعی ہوجاتا ہے ان کے قلبی ذوق پر نظر کرو تو بے اختیار کہہ اٹھو کہ سبحان اللہ اہل اللہ کے واقعات بھی کیسے عجیب اور ان کے حالات کس قدر پیارے ہیں کہ ان پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی آتا ہے وہ لذیذ ہوتا ہے حق تعالیٰ نے ان کو اپنی شراب معرفت پلا دی ہے اور اپنی آغوش لطف و کرم میں ان کو سلا لیا ہے اور اپنے انس سے ان کو مانوس بنا دیا ہے ۔ اس لیئے ضرور ہے کہ ان کو اسی میں لذت و مزہ آئے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ قیام اور جملہ ماسوی اللہ سے بے تعلقی و بے خبری نصیب رہے وہ حق تعالیٰ کے حضور میں ہر وقت ایسے رہتے ہیں جیسے مردہ کہ نہلانے والا اس کو جس کروٹ چاہے لٹائے اور سیدھا رکھے یا الٹا مگر اسے نہ اس کی پروا ہے نہ شکایت نہ گرانی نہ گلہ زندگی ہیں ان کی مردوں جیسی بے حسی اس لیئے ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی شاہنشاہی کی ہیبت ان پر مسلط ہے ۔ پس جب چاہے ان کو اٹھا کھڑا کرے اور حیات عطا فرمائے اور پیدا کرے ۔ وہ اس کے حضور میں ایسے ہیں جیسے اصحاب کہف اپنے غار میں جن کی بابت حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور ہم ان کو کروٹ دیتے رہتے ہیں داہنی طرف کی اور بائیں طرف کی" یہی حال ان بادہ نوش مستان خدا کا ہوتا ہے کہ لطف خداوندی کی گود میں پڑے سوتے ہیں اور عسر و یسر کی جس حالت میں بھی ان کو رکھا جاتا ہے اس کی شکایت و گلہ تو کیا کریں حس و شعور بھی نہیں ہوتا ۔ اس لیئے بے حسی دنیا ان کو بے شعور کہتی ہے مگر واللہ سب سے زیادہ عقلمند وہی ہیں کہ ہر حال میں اپنے پروردگار جل جلالہ سے مغفرت و نجات کی امید باندھے رکھتے ہیں یہ ہے ان کی ہمت سب پر

ان کو عاقل ترین قوم کہا جاتا ہے کہ اصل مقصود پر اتنے جمے کہ پہاڑ ٹل گیا مگر وہ نہ ٹلے۔ اب تو اپنی حالت دیکھ وائے تجھ پر کہ کام تو کرتا ہے دوزخیوں کے اور آرزو رکھتا ہے جنت کی پس تیری طمع بے محل طمع ہے اے بے وقوف مستعار شے پر مغرور نہ ہو اور اس کو اپنا مت سمجھ کہ وہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی دیکھ حق تعالیٰ نے تجھکو زندگانی عاریت دی ہے تاکہ اس میں تو اس کی اطاعت کرے مگر تو نے اس کو اپنی ہی چیز سمجھ لیا اور کرنے لگا جو چاہا۔ بھلا کوئی شخص پڑھنے کے لئے مدرسہ سے کتاب عاریتہً لے اور اس کو اپنا سمجھ کر جلا کر حقہ پئے اور کبھی پھاڑ کر بتی بنائے تو اس کو عاقل کون کہہ دے گا اسی طرح عافیت و تندرستی بھی تیرے پاس اللہ کی دی ہوئی عاریت ہے اور تونگری بھی تیرے پاس عاریت ہے اور امن و عزت اور جو کچھ تیرے پاس نعمتیں ہیں وہ سب تیرے پاس عاریت ہیں تیری ذاتی ملک نہیں ہیں۔ ان عاریتوں میں کوتاہی مت کر تجھ سے ان کا مطالبہ ہوگا اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق تجھ سے باز پرس ہوگی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں پس ان سے اعانت حاصل کرو طاعت پر اور ان سے وہی کام لو جن سے حق تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی بڑھے اور سچ پوچھو تو یہ چیزیں بھی رغبت کے قابل نہیں کیونکہ مقصود بالذات نہیں ہیں ان کی رغبت بھی تم ہی کو ہوتی ہے ورنہ وہ تمام چیزیں جن کو تم مرغوب سمجھتے ہو اہل اللہ کے نزدیک اللہ سے دل کو ہٹانے والی اور بیکار مشغلے ہیں ان کو تو دنیا اور آخرت بجز اس کے کچھ بھی درکار نہیں کہ ان کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف اور بے عیب رہے جن میں کوئی کھوٹ یا میل نہ ہو ایک بزرگ سے منقول ہے کہ مخلوق کے معاملات میں حق تعالیٰ کی موافقت کر اور حق تعالیٰ کے معاملہ میں مخلوق کی

موافقت مت کر۔ پس باپ ہو یا بھائی اور بیٹا ہو یا بیوی اگر ایسی بات چاہے جس میں اللہ کی ناراضی ہو تو اس کی طرف توجہ ہی مت کر ٹوٹ جاؤ جیسے ٹوٹا ہوا اور جڑا رہے جیسے جڑا رہتا ہے اور چونکہ کام اس کے کاریگر سے اور ہر فن صاحب مہارت سے سیکھا جاتا ہے لہٰذا حق تعالیٰ کی موافقت کرنا تم اس کے ان نیک بندوں سے سیکھو جو اس کی موافقت کرنے کے عادی اور شانِ تسلیم و تفویض کے خوگرفتہ ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری ؔدلا	دامن رہبر بگیر و پس درآ
دار ادت باش صادق اے فرید	تا بیابی گنج عرفاں را کلید
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

سترھویں مجلس

وقت صبح - یوم جمعہ - ۴ ذیقعدہ ۵۴۵ھ - مدرسہ معمورہ

اپنی روزی کی فکر میں مت پڑ کہ جتنا تو اس کو تلاش کرتا ہے اس سے بدرجہا زیادہ وہ تیری تلاش کرتی ہے جب تجھ کو ایک دن کی روزی مل جائے تو کل کی روزی کا فکر چھوڑ دے کہ جس طرح یوم گذشتہ تو چھوڑ گیا کہ وہ گذر لیا اسی طرح یوم آیندہ کے بابت کسی کو خبر نہیں کہ تجھ تک پہنچے گا یا نہیں - پس گویا زندگی آج ہی کے دن کا نام ہے لہٰذا آج ہی کے دن میں مشغول رہ - اور اگر تجھ کو حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی تو آج کی روزی میں بھی مشغولیت نہ ہوتی بلکہ اللہ کے ساتھ مشغول ہو کر تو رزق کی طلب ہی سے غافل بن جاتا اس کی ہیبت تجھ کو طلب معاش سے روک دیتی کیونکہ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گونگی بن گئی کہ نہ سوال کی ہمت رہی نہ طلب کی - عارف ہر وقت حق تعالیٰ کے سامنے زبان کا گونگا بنا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس طرح اصلاح خلق کے لئے واپس فرمائے - پس جب اس کو مخلوق کی طرف واپس کرتا ہے تو اس کی زبان سے ماندگی اور گونگے پن کو اٹھا لیتا ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب تک بکریاں چراتے رہے تو ان کی زبان میں لکنت اور عجلت اور رکاوٹ وہکلاہٹ رہی مگر جب حق تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمانا چاہا تو ان کو الہام فرما دیا کہ انہوں نے

دُعا کی "الہٰی میری زبان سے گرہ کھولدے کہ لوگ میری بات کو سمجھیں" گویا وہ
عرض کرتے تھے کہ جب تک میں بکریاں چرانے کو جنگل میں رہا تو مجھے اس کی
حاجت نہ ہوئی مگر اب مخلوق کے ساتھ میری مشغولیت اور ان سے گفتگو
کرنے کا وقت آگیا لہٰذا میری مدد فرما اور میری زبان سے ماندگی کو دور کر
چنانچہ ان کی زبان سے گرہ اور بندش کو اٹھا لیا گیا پس جتنی دیر میں دوسرا
شخص چند کلمات ادا کر سکتا تھا اتنی دیر میں آپ نو نوے کلمات صاف
اور واضح بولا کرتے تھے۔ بچپن میں فرعون اور آسیہ کے سامنے نا وقت
آپنے بولنے کا قصد کیا تھا اس لیئے اللہ جل جلالہٗ نے چنگاری کو آپ کا
لقمہ بنایا کہ زبان جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی۔ اس سے سبق ملا کہ اللہ
والوں کو زبان بند رکھنی چاہیئے۔ ہاں جب تعلیم وارشادِ خلق کا وقت
آئے گا۔ تو حق تعالیٰ خود ہی گویائی بخشیگا اور زبان کام دے گی۔ عزیز من۔
میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول کی معرفت
بھی تجھ کو کم ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور مخلوق میں اس کے خلفاء
اور نبیوں کے قائم مقام اقطاب و ابدالؒ کی معرفت بھی کم ہے تو معنی
سے بالکل خالی ہے تو بغیر پرند کا پنجرہ ہے۔ تو خالی اور ویران مکان ہے
اور ایسا درخت ہے جو سوکھ گیا اور اس کے پتے جھڑ گئے بندہ کے
قلب کی آبادی اس سے ہے کہ اوّل اسلام ہو اور پھر اسی کی حقیقت کی
تحقیق یعنی حوالہ کر دینا اور سب بدن دونوں کو خدا کے سپرد کر دینا تو
اپنے آپ کو بالکل خدا کے حوالہ کر دے۔ وہ تیرا نفس اور اس کے علاوہ
سب کچھ تیرے حوالہ کر دے گا۔ کیونکہ ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔
تجھ کو چاہیئے کہ اپنے آپ اور ساری مخلوق سے باہر اور اپنے کمپلے اور

مخلوق سے عریاں و برہنہ ہو کر اس کے حضور میں کھڑا ہو جائے کہ گو بدن کو بحکم شریعت خود اپنے یا دوسروں کے ساتھ ادائے حقوق کا تعلق ہے مگر قلب کو حضوری آستانہ الٰہی اور مشاہدۂ جمال خداوندی کے سوائے کسی سے بھی لگاؤ نہ ہو اور سب سے ایسا بے تعلق ہو جیسے برہنہ شخص کپڑے اور لباس سے الگ ہوتا ہے۔ پھر جب حق تعالیٰ چاہئے تجھ کو لباس دے اور تجھ کو کپڑے پہنائے اور مخلوق کی طرف واپس کر دے۔ کہ اہل و عیال اور احباب و مریدین سے تعلقات کا پابند بنا کر اصلاحِ خلق کی خدمت تیرے سپرد فرمائے اس وقت تجھ کو چاہئے کہ اپنے اندر اور مخلوق کے اندر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے بھیجنے والے خدا کی خوشنودی کے ساتھ اس کے اس حکم کی تعمیل کرے اور گذشتہ عریانی اور بے تعلقی کا طالب نہ ہو۔ پھر اس انتظار میں رہے کہ اب کیا حکم فرماتا ہے؟ تاکہ موافقت کرے ہر حکم کی جو تجھ پر صادر فرمائے جو شخص ماسوی اللہ سے مجرد اور اپنے قلب اور باطن کے قدموں پر حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا تو گویا بزبان حال اس نے کہا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں جلدی کی تاکہ تو خوش ہو جائے یعنی میں اپنی دنیا اور اپنی آخرت اور ساری مخلوق سے جدا ہوا اور اسباب کو میں نے قطع کیا اور اربابِ باطلہ کو چھوڑا اور عجلت کے ساتھ تیرے پاس آ حاضر ہوا تاکہ تو مجھ سے خوش ہو جائے اور ان چیزوں کے ساتھ میرے گذشتہ تعلق اور سابق انس و قرار کی خطا کو بخش دے۔ اے جاہل تجھے اور اس حال کو مناسبت کیا؟ تو اپنے نفس اور اپنی دنیا اور اپنی خواہش نفسانی کا بندہ ہے

تو بندۂ خلق ہے۔ کہ ان کو شریک خدا بنائے ہوئے ہے۔ کیونکہ نفع اور نقصان میں تیری نگاہ ان پر جاتی ہے اور تو بندہ بنا ہوا ہے۔ جنت کا کہ آرزومند ہے، اس میں داخلہ کا اور بندہ بنا ہوا ہے۔ دوزخ کا ڈرتا ہے اس کے داخلہ سے غرض جو کچھ خیال ہے مخلوق کا ہے، ورنہ تم پر اس مقلب القلوب اور مقلب الابصار کا خیال کہاں چلا گیا۔ جو شے کو فرماتا ہے کہ ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے اگر حقیقی خوف ورجا اور طلب کے قابل ہے تو وہی جبار و غفار شاہنشاہ ہے۔ جس کے اشارۂ کن میں جنت و دوزخ اور نفع و ضرر اور جملہ مخلوق کے آثار و تصرفات ہیں پس اے عزیز محکوم کو چھوڑ کر حاکم کو لے اور اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ مگر اپنی اطاعت پر مغرور و نازاں نہ ہو۔ حق تعالیٰ سے اس کے قبول ہو جانے کی درخواست کر اور اس کا اندیشہ و ڈر ہر وقت رکھ کہ دوسری حالت کی طرف سے تجھ کو منتقل نہ فرما دے۔ کیونکہ وہ بے نیاز ذات ہے اور رات دن کرشمۂ قدرت دیکھتے ہیں کہ آج ایک شخص دیندار ہے اور کل کو بد دین بن گیا۔ آج مقبول ہے اور کل کو مردود ہو گیا۔ پھر طاعت حسنہ پر بقار کا اطمینان کیسے ہو سکتا ہے بلکہ تیری طاعت کو اگر یوں حکم دے دیا جائے کہ معصیت بن جا اور تیری صفائی قلب سے ارشاد ہو کہ مکدر بن جا۔ تو بھلا اس اندیشہ کو کون دور کر سکتا اور اطمینان دلا سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو گا۔ عارف بن اور سمجھ لے کہ جس کو اللہ جل جلالہٗ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ نہ کسی شے سے قرار پکڑتا ہے اور نہ کسی شے پر مغرور ہوتا ہے اور جب تک اپنے دین کو سلامت اور اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان معاملہ کو محفوظ لے کر دنیا سے چلا نہ جائے اسی وقت تک بے خوف اور نڈر نہیں ہوا کرتا۔

صاحبو! قلوب کے اعمال اور ان کے اخلاص کو اختیار کرو اور پورا اخلاص یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے سوا سب سے خالص ہو اور جنت و دوزخ تک کی امید و خوف سے خالی ہو اور اللہ جل جلالہٗ کی معرفت سب کی جڑ اور اصل ہے کہ اس کے بغیر نہ قلبی عمل نصیب ہوتا ہے نہ عمل میں اخلاص میں تم میں اکثر کو خلوتوں میں اور جلوتوں میں اور اقوال افعال میں بھوٹا دیکھ رہا ہوں کہ صورت و دعویٰ ہے دین اور طلب حق کا اور حقیقت میں

طلب ہے خلق کی استقامت تم کو نصیب ہی نہیں۔ بس تمہاری باتیں ہی باتیں ہیں۔ فعل اور عمل بھی نہیں اور اگر فعل ہے بھی تو اخلاص اور توحید نہیں پھر ایسے عمل سے نتیجہ کیا اگر تو نے اس کسوٹی کو جو میرے ہاتھ میں ہے دھوکہ بھی دے دیا اور اس نے تجھے پسند بھی کر لیا تو اس سے تجھ کو فائدہ کیا ہوگا؟ تیری خواہش تو یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ جل جلالہ تجھے مقبول بنائے اور تجھ سے راضی ہو جائے۔ اور یہ اخلاص کے بغیر کبھی ہوگا نہیں۔ چونکہ وہاں کی کسوٹی دھوکا کھا نہیں سکتی پس عنقریب آگ کے دھونکانے اور تپا کر ڈھالنے کے وقت تیرے تیرہ دل فضیحت ہو جائے گا۔ اور کہہ دیا جائے گا کہ یہ سفید ہے اور یہ سیاہ اور یہ مخلوط پس سب کو نکال کر اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا یاد رکھ کہ قیامت کے دن تیرے تمام اعمال سے جن میں تو نے نفاق برتا ہے اور خالص اللہ کے واسطے نہیں کیا یہی کیا جائے گا۔ اور تو خالی ہاتھ رہ جائے کہ کف افسوس ملے گا۔ اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا

صاحبو! خوب سمجھ لو کہ جو عمل بھی غیر اللہ کے لئے وہ باطل اور بے کار ہے۔ پس کام کرو اور محبت کے ساتھ کرو اور رفیق ساتھ لے کرو اور طالب بنو اس کے جس کی مثال کوئی چیز نہیں اور وہ سب کی سننے والا اور سب کو دیکھنے والا ہے۔ اوّل نفی کرو اس کے بعد اثبات۔ یعنی نفی کرو۔ اس سے ہر اس چیز کی جو اس کو شایاں نہیں، اور اس کے لئے ثابت کرو ہر اس شے کو جو اس کے لئے شایاں ہے اور وہی صفات ہیں جن کو اس نے خود اپنے لئے پسند فرمایا ہے، اور جن کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے پسند فرمایا ہے، جب تم ایسا کرو گے تو تشبیہ اور تعطیل تمہارے قلوب سے زائل ہو جائے گی کہ نہ مخلوق کی طرح خالق کو اسباب کا محتاج سمجھو گے اور نہ نفع نقصان پہنچانے میں مخلوق کو متصرف و مختار اور خالق کو معطل و بے کار قرار دو گے۔ اور زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے یقین کرو گے۔ کہ ذات واجب الوجود بے مثل اور یکتا ہے۔ جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے، اور کوئی دم نہیں مار سکتا۔ جو کچھ ہوتے نظر آ رہا ہے، وہ اسی کے فعل کا ظہور ہے۔ صحبت اختیار کرو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول

اور اس کے نیکو کار بندوں کی تعظیم و تکریم و احترام ہے کہ یہی ان کی صحبت میں رہنے کی صورت ہے۔

صاحبو! اگر تم فلاح اور اصلاح قلب چاہتے ہو تو جو کوئی بھی تم میں سے میرے پاس آئے وہ حسن ادب کے ساتھ آئے ورنہ آیا ہی نہ کرے۔ وائے افسوس کہ تم ہر وقت فضولیات میں رہتے ہو پس جتنی دیر میرے پاس رہا کرو اس میں تو فضولیات کو چھوڑ دیا کرو۔ کہ اکثر اس مجمع میں وہ فرشتے اور ارواح طیبات ہوتی ہیں، جن کا احترام اور پورا ادب کیا جاتا ہے اگرچہ یہ تمہاری عقل اور وہم سے باہر ہے، کہ تم نہ ان کو دیکھ اور پہچان سکتے ہو نہ ادب و احترام کی ضرورت سمجھ سکتے ہو۔ مگر باورچی اپنے پکائے ہوئے کھانے کو خوب پہچانتا ہے اور نان بز اپنی روٹی کو پہچان لیتا ہے اور صناع اپنی صنعت پہچانتا ہے اور دعوت کرنے والا ان کو پہچانتا ہے جن کی دعوت کرتا ہے اور جو اگر شریک ہوئے۔

اسی طرح اہل بصیرت اور اقطاب و ابدال ان ارواح طیبات و ملائکہ کو پہچانتے ہیں جو ان کی مجلسوں میں آتے اور شریک محفل ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ تمہاری دنیا نے اپنا متوالا اور دیوانہ بنا کر تمہارے قلوب کو اندھا بنا دیا ہے۔ لہٰذا تم کو ان سے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ڈرو دنیا سے اور بچو کیونکہ اس کی حقیقت بازاری عورت کی سی ہے کہ اوّل تم کو اپنے نفس پر آہستہ آہستہ قدرت دے گی۔ یہاں تک کہ جب دیکھ لیگی کہ تم اس کے شیدا بن کر اس کی مٹھی میں آگئے۔ اور اب اس کے جال سے نکل کر نہیں [illegible] سکتے۔ تو تم کو چاروں طرف سے گھیر کر اس طرح لپیٹ لے گی جیسے ڈبہ کسی مکھی کو بند کر لیتا ہے، اور آخیر میں تم کو ذبح کر ڈالے گی۔ اوّل تم کو اپنی شراب اور بھنگ پلا کر متوالا بنائے گی۔ کہ اس کے نشہ میں تم کو اپنے نفع نقصان کا حس و شعور نہ رہے گا۔

اس کے بعد تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹیگی اور آنکھوں میں گرم سیخوں کی سلائی پھیرے گی پس جب قبر میں جا کر بھنگ کا نشہ اتر جائے گا۔ اور ہوش آئے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا یہ ہے انجام دنیا سے محبت رکھنے کا اور اس کے پیچھے دوڑنے

ور اس کے اکھٹا کرنے کی حرص کرنے کا اور یہ ہے اس کا برتاؤ اپنے محبین اور عشاق کے ساتھ لہٰذا اس سے بھاگو اور بچو ؂

دنیائے دنی کی بس ہوس جانے دو گلچیں ہو تو بس خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

عزیز من! دنیا سے کچھ بھی محبت رکھے گا تو ہرگز تجھ کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اور اے حق تعالیٰ کی محبت کے مدعی جب تک تو آخرت کو یا حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو بھی محبوب سمجھے گا ہرگز تجھ کو فلاح نہ ہوگی۔ عارف محب نہ اس کو محبوب رکھتا ہے اور نہ اُس کو اور نہ حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو۔ جب اس کی محبت حق تعالیٰ کے ساتھ کامل اور محقق ہو جاتی ہے، تو دنیا کے عیش جو اس کے مقسوم میں ہیں مبارک اور خوشگوار بن کر اس کے پاس آتے ہیں اور اسی طرح جب وہ وفات پاکر آخرت میں پہنچے گا تو تمام چیزیں جن کو اپنی پشت کے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ سب کو حق تعالیٰ کے دروازے کے پاس دیکھے گا۔ اور وہ اس سے پہلے وہاں حاضر ہوگئیں اس لئے اس نے ان کو اللہ جل جلالہٗ کے لئے چھوڑا تھا۔ یہ نہ لیکہ اللہ کو مطلوب بنایا اس کے ساتھ تبعاً دنیا و آخرت کی نعمتیں بھی اس کو حاصل ہوئیں اور جو دنیا یا آخرت کا طالب بنا تو مطلوب حقیقی کو چھوڑنے کے سبب نہ دنیا میں لذت ملے گی نہ آخرت میں۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ مقدر کی روزی ملے بغیر نہیں رہتی پس حق تعالیٰ اپنے اولیا، کو وہ چیزیں جو ان کے مقسوم میں ہیں عطا فرماتا ہے اور وہ ان کی طلب و ہوس بلکہ خیال سے بھی یکسو ہوتے ہیں اور وہ ظاہر ہے کہ خیال و انتظار کے بغیر دفعۃً جو شے ملا کرتی ہے اسکی لذت و مسرت دوبالا ہوتی ہے پس تارکین دنیا اور طالبین مولےٰ کے لئے لذت ہائے دنیا کی بیشی کا یہ ثبوت تو ادنیٰ عاقل کی سمجھ میں بھی آسکتا ہے اب رہے قلوب کے حظ جن میں دلوں کو مزہ آتا ہے سو وہ باطنی ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ والوں ہی کیلئے مخصوص ہیں اور نفس کے حظ چونکہ ظاہری ہیں جن کو زبان اور جسد سے تعلق ہے لہٰذا جب

تک نفس کو اس کی حظ والی چیزوں سے نزدو کا جائے تو قلب کو حظ دینے والی چیزیں نصیب نہیں ہوتیں اور جب نفس اپنے حظوظ سے رک جاتا ہے تو حظوظِ قلب کے دروازے کھل جاتے ہیں اور قلب کو ہر قسم کا حظ و مزہ ہر وقت حاصل ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قلب بھی اپنے ان حظوظ سے جو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں استغناء برتتا اور کہتا ہے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں تو چونکہ اب اس کو حظ اور التذاذ پہنچانے والی کوئی شے نہ رہی لہٰذا حق تعالیٰ کو اس پر ترس آتا ہے اور نفس کے لئے رحمت و شفقت خداوندی آتی ہے اور اس بندہ کہا جاتا ہے کہ اپنے نفس کو قتل و تباہ مت کر کہ تیری تقدیر میں اس طرح بے لذت زندگی گذارنے کی موت نہیں لکھی گئی۔ پس اس وقت حظوظ نفس بھی آجاتے ہیں اور نفس ان کو مطمئنہ بن کر استعمال کرتا ہے۔ پس تجھ کو حقیقی لذت اور حظوظ نفس کا بے ضرر طریق معلوم ہو گیا تو اب اس پر چل اور ان لوگوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا چھوڑ جو تجھ کو دنیا کی رغبت دلائیں۔ اور کسی اللہ والے کے پاس نشست و برخاست کا طالب و جویاں بن جو تجھ کو اس سے بے رغبت بنائے، کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہر جنس اپنے ہم جنس کی طرف جھکا کرتی ہے اور ہر قماش کا شخص اپنے ہم قماش ہی کے گرد چکر لگایا کرتا ہے، لہٰذا تیری طبیعت میں جس کی طلب کا مادہ ہوگا اس کی طلب والوں سے تیرا میل جول اور محبت ہوگی۔ پس جس کے قلب میں عشق و محبت ہوگی وہ عشاق اور محبین ہی کا طواف کرتا رہے گا اور ان کے پاس سے ہٹنے کا نام بھی نہ لے گا۔ یہاں تک کہ اپنا محبوب ان کے پاس پائے اور کامیاب ہو جائے۔ شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ طلب تو سب کو معشوق کی ہے پھر ایک عاشق کو دوسرے عاشق کے پاس چکر لگانے سے معشوق کہاں ملا سو حق تعالیٰ کی طلب میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ عاشق کو دوسرے عشاق کی معیت و ہم نشینی و مصاحبت ہی سے مطلوب ملا کرتا ہے اس لئے کہ محبین خدا حق تعالیٰ ہی کے لئے باہم معیت رکھتے ہیں پس لابد حق تعالیٰ ان کو محبوب بناتا اور ان کی تائید فرماتا اور ان میں ایک کو دوسرے سے تقویت پہنچاتا ہے وہ مخلوق تبلیغ کرنے میں ایک دوسرے کے معاون بنتے ہیں۔ کہ ایمان و توحید اور اعمال

اخلاص پیدا کرنے کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ لوگوں کے ہاتھ پکڑتے اور ان کو اللہ جل جلالہٗ کے راستہ پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ جس نے خدمت کی وہ مخدوم بنا اور جو احسان کرتا ہے اس کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ اور جو کسی کو دیتا ہے اسی کو دیا بھی جاتا ہے اس طرح معیت و خدمت عشاق الٰہی سے سب کچھ مل جاتا اور وصال محبوب کے ساتھ دنیا کی مخدومیت و سرداری خلق بھی عطا ہوتی ہے اور جب تو لوگوں کے کام کرے گا۔ تو کل کو تیرے لئے آگ ہی ہو گی۔ کیونکہ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ خوب سمجھ لو کہ جیسے نیک یا بد عمل تم کرو گے ویسے ہی نرم دل شفیق یا سخت دل ظالم وامراء و حکام تم پر تعینات کئے جائیں گے۔ یوں سمجھو کہ تمہارے کرتوت اور اعمال ہی تمہارے افسر اور حکام بنا دئے جاتے ہیں وائے تجھ پر کہ کام دور جھوٹ کے سے کرتا ہے اور امیدوار ہے اللہ جل جلالہٗ سے جنت کا تعجب ہے کہ عمل کے بغیر جنت کی تمنا و امید کس طرح کرتا ہے؟ اہل جنت تو وہ بنیں گے جو دنیا میں اہل تھے کہ دل سے عمل کرتے تھے، نہ کہ فقط اعضاء سے بھلا قلب کی موافقت کے بغیر عمل کیا کام دے سکتا ہے؟ ریا کار اپنے اعضاء سے عمل کیا کرتا ہے اور مخلص اپنے قلب اور اعضاء دونوں سے عمل کیا کرتا ہے، اور اعضاء سے قبل قلب سے عمل کرتا ہے، مومن زندہ ہے اور منافق مردہ مومن عمل کرتا ہے اللہ جل جلالہٗ کے لئے اور منافق عمل کرتا ہے مخلوق کے لئے کہ اپنے عمل پر انہیں سے عطا اور مدح کا طالب ہوتا ہے۔ مومن کا عمل بظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی۔ خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی، راحت میں بھی اور تکلیف میں بھی اور منافق کا عمل صرف جلوت میں ہے، ان کا عمل فقط راحت کے وقت ہے اور جب تکلیف کا وقت آتا ہے تو نہ اس کا عمل رہتا ہے نہ حق تعالیٰ کی معیت۔ نہ اللہ جل جلالہٗ پر ایمان رہتا ہے نہ اس کے رسولوں اور کتابوں پر۔ نہ وہ حشر و نشر کو یاد رکھتا ہے۔ اور نہ حساب و کتاب کو، اس کا مسلمان ہونا صرف اس لئے ہے کہ دنیا میں اس کا سر اور مال محفوظ ہے نہ اس لئے کہ آخرت میں اس آگ سے محفوظ رہے، جو حق تعالیٰ کا عذاب ہے، اس کا روزہ۔ نماز۔ اور علم پڑھنا لوگوں کے روبرو ہوتا ہے، پس جب ان سے جدا ہو کر خلوت میں جاتا ہے،

تو اسی اپنے شغل اور کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ پس یہ ہے امتحان جس سے مخلص اور ریاکار کی شناخت ہوتی ہے، یا اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس حالت سے اور تجھ سے سوال کرتے ہیں اخلاص کا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آمین

عزیز من! اعمال میں اخلاص اختیار کر اور نظر ہٹالے اپنے عمل سے گویا کچھ کیا ہی نہیں اور مخلوق خالق سے اس پر کسی صلہ اور معاوضہ کی خواہش سے بھی نظر اٹھالے۔ کیونکہ اس نیت سے عمل کرنا کہ مجھ کو جنت ملے یہ بھی خالص اللہ کے لئے عمل کرنا نہ ہوا بلکہ اللہ کی نعمت کے لئے ہوا لہٰذا خاص اللہ کے لئے عمل کر نہ کہ اس کی نعمتوں کے لئے، ان لوگوں میں سے بن جو اس کی ذات کے طالب ہیں تو بھی اس کی ذات کا طالب بن یہاں تک کہ وہ تجھ کو عطا فرمادے۔ پس جب وہ تجھ کو اپنی ذات عطا فرمادیگا۔ تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ تجھ کو جنت مل جائے گی کہ دنیا میں اس کا قرب اور آخرت میں اس کا دیدار اور یہ جزا جس کا وعدہ ہے یہ ایک بیع ہے باضمانت کہ جو خریدار بنے گا اس تک خدا بیع پہنچانے کا خاص ذمہ دار ہے۔

عزیز من! اپنے نفس اور اپنے مال اس کے حکم اور قضاء و قدر کے سپرد کردے بیچا ہوا سودا اس کے خریدار کے حوالہ کر اور ادھار کا اندیشہ نہ کر کہ خریدار کوئی غیر معتبر نہیں بلکہ کریم شاہنشاہ ہے لہٰذا کل قیامت کے دن تجھے قیمت دے گا۔ اے اللہ کے بندو اپنے نفسوں کو اس کے حوالہ کرو قیمت بھی اسی کے حوالہ اور سودا بھی اسی کے حوالہ یوں کہہ دو کہ ہمارا نفس اور مال اور جنت سب تیری اور تیرا ماسوا سب کچھ تیرا ہم کچھ بھی نہیں چاہتے سوا تیرے پڑوسی حاصل کرو مکان سے پہلے اور رفیق حاصل کرو راستہ سے پہلے۔ اے وہ شخص جو جنت چاہتا ہے اس کی خریداری اور آبادی آج دنیا میں ہوگی۔ نہ کہ کل روز جزا کو آج دنیا میں رہ کر اس کی نہروں کو زیادہ کر اور ان میں پانی بہا نہ کہ کل قیامت کے دن، کیونکہ وہ جزا کا دن ہے عمل کا نہیں۔

صاحبو! قیامت کے دن قلوب الابصار الٹ پلٹ جائیں گے وہ ایسا دن ہے جس میں پاؤں پھسلیں گے مومنین کے سامنے ہر شخص اپنے ایمان و تقوی کے قدم پر کھڑا

ہوگا اور مخلوق کے پاؤں کا جاؤ ایمان کی مقدار کے موافق ہوگا کہ جتنا کسی کا ایمان قوی ہوگا اسی قدر اس کے قدم جمیں گے اور جتنا اس کے ایمان میں ضعف ہوگا اسی قدر اس کے قدم پھسلیں گے اور لڑکھڑائیں گے۔ اس دن گناہگار ستمگار اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا آہ کیسا ستم کیا مفسد اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا کہ کیسا فساد مچایا اور اصلاح نہ کی۔ اپنے آقا سے بھاگا پھرا اور توبہ نہ کی۔

عزیز من! عمل پر مغرور مت ہو کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔ حق تعالیٰ سے یہ درخواست کر کہ وہ تیرا خاتمہ بخیر فرمائے اور اس عمل پر تیری روح قبض فرمائے جو اس کو سب سے زیادہ پیارا ہو جب تو توبہ کرے تو تیج اور بہت بچ کہ اس کو توڑ بیٹھے اور پھر معصیت کی طرف لوٹ جائے۔ کسی کے بھی کہنے سے تو اپنی توبہ سے رجوع مت کر اپنے نفس اور اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کی موافقت میں اللہ جل جلالہٗ کی مخالفت نہ کر۔ معصیت و نافرمانی تجھ کو آج اور کل دونوں دن ذلیل وخوار کرے گی کہ دنیا میں لوگوں کے دلوں سے تیری محبت وہیبت نکل جائے گی اور آخرت میں روسیاہ ہو کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔ جب تو حق تعالیٰ کی معصیت کرے گا تو وہ تجھ کو رسوا فرمائے گا۔ اور اس کام میں جس کو تو نے باقتضاء نفس کرنا چاہا ہے تیری مدد نہ کرے گا۔

اے میرے اللہ میری مدد فرما اپنی طاعت کی توفیق دے کر اور ہم کو رسوا نہ فرما اپنی معصیت سے اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔

اٹھارویں مجلس

وقت صبح۔ یوم یک شنبہ۔ ۱۶ ذیقعدہ ۵۴۵ھ خانقاہ شریف

حق تعالےٰ نے تجھ کو دو جہان کی اطلاع دی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی پس باطنی تو نفس اور خواہش نفسانی اور طبیعت اور شیطان سے جنگ کرنا اور معصیتوں اور لغزشوں سے تائب ہونا اور اس توبہ پر قائم رہنا اور حرام خواہشات وشہوات کا چھوڑنا ہے اور ظاہری جہاد اُن کافروں سے جنگ کرنا ہے جو عناد رکھتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی تلواروں ان کی برچھیوں اور ان کے تیروں کی سختیوں کا جھیلنا ہے کہ قتل کریں اور قتل کئے جاویں۔ پس جہاد باطن زیادہ سخت ہے جہاد ظاہر سے اس لئے کہ وہ ہر وقت اور بار بار کا جہاد ہے اور جہاد ظاہری سے زیادہ سخت کیوں نہ ہو جبکہ وہ نام ہے نفس کی مرغوب والفت والی حرام چیزوں سے بے تعلق اور جدا ہو جانے کا اور شریعت کے احکام بجالانے اور ممنوعات سے باز رہنے کا۔ تو جس شخص نے دونوں جہادوں کے متعلق حق تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کی اس کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ انعام ومعاوضہ ملا۔ شہید کے بدن میں جو زخم لگتے ہیں وہ ایسے جیسے تم میں کسی شخص کے ہاتھ میں فصد کھولی جائے کہ شہید دل کو ان کا ذرا بھی دکھ نہیں ہوتا اور اپنے نفس سے جہاد کرنے والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے کے حق میں موت ایسی ہے جیسے آدمی کا ٹھنڈا پانی پینا کہ تکلیف تو درکنار وصال محبوب کا وسیلہ ہونے کے سبب پیاری معلوم ہوتی ہے۔

صاجبو۔ حق تعالیٰ تو ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے اس کا ارشاد تو یہ ہے کہ ہم تم کو کسی شے کی تکلیف ایسی نہیں دیتے جس سے بہتر تم کو عطا نہ کر دیتے ہوں لہٰذا جہاد نفس کی تکلیف سے گھبراؤ مت کہ دشمن نفس کے بدلہ دوست نفس ملیگا اور دنیا کی ناپائیدار لذتوں کے بدلہ آخرت کی پائیدار لذتیں عطا ہوں گی محبوب کے لئے ہر لحظہ ایک خاص اور خاصی تجلی ہوتی ہے جو بلحاظ قلب اسی کے لئے مخصوص ہے۔ بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ صرف ظاہری اور عام احکام شریعت کے مکلف ہیں اور بخلاف دشمنان خدا اور رسول منافقوں ریاکاروں بد دینوں کے کہ حق تعالیٰ کی عدم معرفت وجہالت وعداوت کے سبب دوزخ میں جائیں گے اور کیوں نہ جائیں جبکہ یہ لوگ دنیا میں مخالفت کرتے رہے حق تعالیٰ اور موافقت کرتے رہے اپنے نفسوں اپنی خواہشوں۔ اپنی طبیعتوں۔ اپنی عادتوں اور اپنے شیطانوں کی اور ترجیح دیتے رہے دنیا کو اپنی آخرت پر وہ دوزخ میں کیوں نہ جائیں حالانکہ انہوں نے قرآن کو سنا اور اس پر ایمان نہ لائے نہ اس کے احکام پر عمل کیا اور نہ اس کی منہیات سے باز آئے ردی کاغذ جو کسی کام کا نہ ہو آگ ہی میں جلایا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے شریر متمرد اور باغی و بدعمل جہنم ہی کے سزادار ہیں۔

صاجبو۔ اس پر ایمان لاؤ اور اس پر عمل کرو اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو نہ اپنے اعمال میں ریاکار و منافق بنو اور نہ مخلوق سے مدح اور اعمال پر معاوضہ چاہو مخلوق میں شاذ نادر ہی ہیں جو اس قرآن پر سچا ایمان لاتے اور خالص اللہ جل جلالہ کے لئے اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی لئے اخلاص والوں کی قلت ہے اور نفاق والوں کی کثرت۔ تم لوگ طاعت خدا میں کس قدر سست ہو اور اللہ کے دشمن اور اپنے شیطان لعین کی طاعت میں کس قدر چست ہو کہ یہ برعکس معاملہ دیکھکر مجھ کو حیرت ہوتی ہے اس کا سبب بجز اس کے کیا ہے کہ تم کو حق تعالیٰ سے محبت و تعلق نہیں ہے اور اسی کا نام نفاق اور قرآن پر ایمان نہ لانا ہے اور اگر تعلق ہوتا تو حق تعالیٰ کے تصرفات اور ظہور مقدرات اور دامادی خدمات پر شکوہ و اضطراب و وحشت کے بدلے

لذت وانس اور احتفاظ و سکون ہوتا۔ کیونکہ اللہ والے تو تمنائیں کیا کرتے ہیں کہ ان کا لطیف خداوندی سے کبھی خالی نہ رہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کی تکلیفوں اور اس کے قضاء و قدر پر صبر و سکون اختیار کرنے میں دنیا اور آخرت کی بہت کچھ بہبود اور خوبی ہے وہ موافقت کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی اس کے تصرفات اور اس کی تبدیلیوں میں وہ کبھی صبر میں ہیں اور کبھی شکر میں کبھی قرب میں ہیں اور کبھی بعد میں کبھی شغف میں اور کبھی راحت ہیں۔ کبھی تونگری میں اور کبھی فقر میں کبھی عافیت میں اور کبھی مرض میں ان کی ساری آرزو یہ ہے کہ ان کے قلوب حق تعالیٰ کے ساتھ محفوظ ہیں اور یہ تغیر نہ آئے۔ یہی ان کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ اہم چیز ہے وہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش ان کو اور ساری مخلوق کو حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ سلامتی نصیب ہو کہ سب کا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف اور ظاہر و باطن یکساں ہے وہ ہمیشہ مخلوق کی بہبودیوں اور منفعتوں کے سائل رہتے ہیں۔

عزیز من۔ صحیح بن کہ فصیح ہو جائے گا۔ تو حکم میں صحیح بن کہ تعمیل میں کوتاہی نہ ہو۔ پس علم میں فصیح بن جائے گا کہ اس کے چشمے زبان سے جاری ہو پڑیں گے پوشیدہ صحیح بن علانیہ فصیح بن جائے گا اور قلب کو درست کر زبان میں بااثر گویائی آجائے گی۔ یعنی اللہ سے معاملہ صاف رکھ وعظ و ارشاد اثر پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ساری سلامتی حق تعالیٰ کی طاعت میں ہے کہ جو کچھ بھی وہ فرمائے سب کی تعمیل ہو اور جس شے سے بھی منع فرمائے اس سے باز رہے اور بحکم قضا و قدر جو کچھ بھی صادر فرمائے اس پر صبر ہو۔ جو شخص اللہ کی بات مانتا ہے تو اللہ اس کی بات مانتا ہے اور جو اللہ کی طاعت کرتا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق کو اس کا مطیع بنا دیتا ہے۔

صاحبو۔ میرا کہنا مانو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں اپنی تمام حالتوں میں علیحدہ اور یکسو ہوں اپنے آپ سے اور تم سے۔ میں ان سب سے الگ ہوں تماشہ دیکھتا اور نظارہ کرتا ہوں تصرفات الہیہ اور فعل خداوندی کا اپنے اور تمہارے اندر۔ پس اس بنا پر مجھ کو متہم مت کرو۔

اور بے دردیہ سمجھو کہ کسی کی تکلیف سے دل ہی نہیں دکھتا بات یہ ہے کہ شان تسلیم اور محبت قضا و قدر۔ میری عین مراد ہے کہ اسی میں دنیا و دین کی راحت ہے اور میں تمہارے لئے وہی چاہتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے یہ ارشاد ہے ہمارے سردار کا۔ ہمارے افسر کا۔ ہمارے حاکم کا۔ ہمارے سپہ سالار کا۔ ہمارے سفیر کا ہمارے شفیع کا اور اس پیارے رسول کا جو زمانہ آدم سے لیکر قیامت تک کے سارے پیغمبروں اور نبیوں کا سردار ہے کہ نفی فرمادی کمال ایمان کی اس شخص سے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسی چیز کو محبوب نہ سمجھے جس کو اپنے لئے محبوب سمجھ رہا ہے۔ پس جب تو نے اپنے نفس کے لئے تو مزیدار کھانے اور نفیس کپڑے اچھے مکان حسین صورتیں اور ہر قسم کے اموال کی کثرت کو محبوب سمجھا اور اپنے مسلمان بھائی کے لئے ان کے برخلاف پسند کیا تو اپنے کمال ایمان کے دعوے میں تو جھوٹا بن گیا۔ اے کم عقل تیرا پڑوسی فقیر ہے اور تیرے متعلقین حاجتمند ہیں۔ اور تیرے پاس اتنا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تجھ کو تجارت میں نفع بھی ہے بلکہ ہر دن گذشتہ دن کے نفع سے زیادہ اور تیرے پاس تیری ضرورت سے اتنا ہے جو زائد و فاضل ہے اس پر بھی ان کو نہ دینا درحقیقت ان کے فقر پر جس میں وہ مبتلا ہیں رضامند ہونا ہے اور کمال ایمان کے بالکل خلاف ہے۔ البتہ اگر اپنے لئے بھی فقر و فاقہ و عسر کو پسند کرے کہ یہ طریقہ ہے پیغمبروں کا اور پڑوسی کی اس حالت فقر پر دل نہ دکھے تو عین کمال ایمان ہے مگر جب تیرا نفس اور خواہش نفسانی اور تیرا شیطان تیرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ تو ضروری بات ہے کہ کار خیر تجھ کو آسان نہ ہو اور اپنے خوشحال ہوتے ہوئے پڑوسی کے فاقے پر نہ دل دکھے نہ سلوک کی ہمت ہو تیرے ساتھ تو حرص کی قوت امیدوں کی کثرت دنیا کی محبت اور تقوی اور ایمان کی قلت لگی ہوئی ہے تو اپنے نفس اور مال اور مخلوق کو شریک خدا بنائے ہوئے ہے اور تجھ کو خبر نہیں۔ بس نفس میں دنیا کی رغبت زیادہ ہوئی اور اس پر اس کی حرص بڑھی

اور وہ مرنے اور حق تعالےٰ سے ملنے کو بھولا اور حلال و حرام میں تمیز نہ کی بس وہ ان کافروں کے مشابہ ہو گیا جنہوں نے کہا تھا کہ بس ہماری زندگی تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہم کو نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ گویا انہیں میں سے ایک تو بھی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ ان کا کفر سب کو معلوم تھا اور تو نے اسلام کا زیور پہن لیا تھا اور کلمہ شہادت سے اپنی جان کو جہاد و قتل سے محفوظ کر لیا اور نماز و روزہ میں مسلمانوں کی محض عادت کے درجہ میں موافقت کرنے لگا ہے نہ کہ بطور عبادت بس تیرے ظاہری اسلام سے دیکھنے والوں کو تیرے مسلمان ہونے کا یقین ہو گیا اور کہنے لگے یہ کافر نہیں ہے وائے تجھ پر تو لوگوں سے ظاہر کرتا ہے کہ متقی ہے حالانکہ تیرا قلب فاجر ہے خوب یاد رکھ کہ اللہ جل جلالہ کو دھوکہ نہیں ہو سکتا اور یہ دعویٰ تجھ کو فائدہ مند نہ ہوگا

صاحبو - صوفی اور صائم الدہر بن کر دن بھر بھوکا اور پیاسا رہنا اور رات کو حرام پر افطار کرنا تم کو کیا کار آمد ہوگا؟ دن کو تم روزے رکھتے ہو اور رات کو معصیتیں کرتے ہو اے حرام خورد تم دن میں تو اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو۔ کہ ان پر ظلم کرکے اور ان کے دل کڑھا کر جو مال حاصل کیا ہے اس کو نگلتے ہو۔ اور بعض تم میں ایسے بھی ہیں جو دن بھر روزہ دار بنے رہتے ہیں اور رات کو فاسق و فاجر بن جاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میری امت ذلیل و خوار نہ ہوگی جب تک کہ ماہ رمضان کی عظمت کرتی رہے گی" اس کی عظمت یہ ہے کہ اس میں تقویٰ ہو اور یہ کہ اس میں روزہ رکھو خالص اللہ واسطے شریعت حدود کو ملحوظ و محفوظ رکھ کر

عزیز من - روزہ رکھ اور جب افطار کرے تو اپنی افطاری ہی سے کچھ فقراء کو بھی دیا کر تنہا مت کھا کیونکہ جو شخص تنہا کھاتا ہے اور دوسروں کو کھلاتا نہیں اس پر اندیشہ ہے محتاج اور بھیک منگا بن جانے کا۔

صاحبو - افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو حالانکہ تمہارے پڑوسی بھوکے پڑے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم مومن ہیں تمہارا ایمان ہرگز نہیں حالانکہ تم میں سے ایک شخص

کے سامنے اتنا زیادہ کھاتا ہوتا ہے جو اس سے اور اس کے بال بچوں سے فاضل ہوتا ہے اور
ضرورتمند سائل اس کے دروازہ پر کھڑا رہ کر ناکام و خالی ہاتھ واپس ہو جاتا ہے قریب ہے
وہ وقت کہ تجھ کو اپنا حال نظر آجائے گا۔ عنقریب تو بھی اسی جیسا فقیر و محتاج بن جائے گا
اور جس طرح دینے کے قدرت کے باوجود تو نے اس کو خالی ہاتھ لوٹا دیا اسی طرح تجھ کو بھی رد
کیا جائے گا تجھ پر افسوس کہ تو کھڑا کیوں نہ ہوگیا کہ جو کچھ تیرے سامنے رکھا ہوا تھا اس کو اٹھا تا
اور اسے دے دیتا کہ دونوں خصلتوں کا جامع بن جاتا۔ یعنی خود کھڑے ہونے میں تواضع بھی اور
اپنے مال کے دینے میں سخاوت دیکھ سردار دو عالم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو اپنے ہاتھ
سے دیا کرتے تھے خود ہی اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے خود ہی اس کا دودھ دوہتے اور خود ہی اپنا
کرتہ سی لیا کرتے تھے تم آپ کی متابعت کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو۔ حالانکہ آپ کی مخالفت
کر رہے ہو۔ آپ کے افعال و اقوال میں سب ہی تمہارا دعویٰ تو بڑا لمبا چوڑا ہے مگر گواہ کوئی
نہیں۔ کہاوت کہی جاتی ہے کہ یا تو خالص یہودی بن یا توریت کی محبت مت بگھار اسی طرح
میں تجھ سے کہوں گا یا تو اسلام کی جملہ شرائط کا پابند ورنہ یوں مت کہہ کہ میں مسلمان ہوں
صاجبو ۔ غفلت چھوڑو اسلام کی شرائط لاؤ اسلام کی حقیقت حاصل کر یعنی حق تعالیٰ
کے سامنے گردن جھکا دو دل سے اس کو اپنا آقا اپنا مولیٰ اپنا شاہنشاہ اپنا محبوب اپنا
حاکم سمجھو اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کر دو بدن کا رواں رواں پکار رہے ؎

سپردم بہ تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

آج تو مخلوق کی غمخواری کر۔ تاکہ کل کو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تیری غمخواری فرمائے
تو رحم کر زمین والوں پر تاکہ تجھ پر رحم کرے جو آسمان میں ہے۔
جب تک تو اپنے نفس کو ساتھ ہے اس وقت تک اس مقام تک کبھی نہ پہنچے گا۔
جب تک تو نفس کو اس کی لذتیں اور حظوظ پہنچاتا رہے گا۔ اس وقت تک تو اس کی قید
میں ہے کہ وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور قیدی بنا کر تجھ سے جو چاہے گا خدمت لیا کرے گا

پس اگر اس کی قید سے رہائی چاہتا ہے تو اس کا حق تو اس کو پورا دے مگر اس کے حظ سے اس کو باز رکھ کہ اس کا حق تک پہنچا دینے میں اس کی بقاء ہے اور بقاء کے بغیر عبادت ناممکن اور اس کا حظ اس کو پہنچانے میں اس کی ہلاکت ہے اور خوب سمجھ لے کہ اس کا حق تو صرف اتنی مقدار کھانا اور پانی اور کپڑا اور پڑ رہنے کے قابل مکان ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اور اس کا حظ لذتیں اور خواہشات ہیں جن کے ملنے سے وہ فربہ اور شریر بنتا ہے اور نہ دینے سے بقاء زندگی میں فتور نہیں آتا پھر اس کا بھی خیال رکھنا کہ اس کا حق بھی جس کا پہنچانا ضروری ہے شریعت کے ہاتھ سے اور اس کے خط کو تقدیر اور حق تعالیٰ کے علم سابق کے حوالہ کر کے بمقدار ہوگا تو اسی طرف سے حکماً پہنچے گا الغرض اس کو حلال و مباح کھلا نہ کہ حرام، شریعت کے دروازہ پر بیٹھ اور اس کو پابند بنا اس کی خدمت کا کہ ضرور فلاح پائے گا۔ کیا تو نے حق تعالےٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ جو کچھ تم کو رسول دے اس کو لو اور جس سے وہ تم کو منع کرے اس سے باز رہو اس سے پابندی شریعت کی ضرورت کیسے صاف لفظوں میں ظاہر ہوئی پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول کی شریعت کا خلاف کرے اور اللہ والا کہلائے اور حلال و مباح میں بھی تھوڑی چیز پر قناعت کر۔ اور اسی پر اپنے نفس کو جمائے رکھ کہ زیادہ کی خواہش ہی نہ کرے۔ پھر اگر علم سابق اور تقدیر کے ہاتھ سے زیادہ آئے گا بھی تو اس میں تو خود ہی بلا طلب دھوں کے مشغول اور متمتع ہو جائے گا خوب سمجھ لے کہ جب تو تھوڑے پر قناعت کرے گا تو تیرا نفس ہلاک نہ ہوگا اور جو کچھ اس کے مقسوم میں ہے وہ اس سے جان سکے گا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مومن کو تو اتنی مقدار کافی ہے جتنی بکری کے بچہ کو کافی ہے یعنی ایک مٹھی ناقص چھوارے اور ایک گھونٹ پانی صلحا نے زہد و قناعت کو ہمیشہ اپنا شعار بنایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کی حقیقت پر نظر ہوئی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسافر اور دنیا کو سرائے اور پڑاؤ سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کو صرف قوت

مالا یموت درکار ہے۔ کہ کمر مضبوط رہے اور سفر کر سکے اور جس کو خدا سے تعلق نہیں ہوتا یعنی دنیا دار منافق اس کو دنیا اپنا گھر معلوم ہوتا ہے اور آخرت سے بے خبری ہوتی ہے لہٰذا اس کو مزا اڑانا اور چین کرنا منظور ہوتا ہے پس دنیا کے گلچھرے اڑانا اور ہوس کثرت کے پیچھے قناعت کو بھول جاتا ہے۔ مومن بقدر ضرورت لیتا ہے۔ کیونکہ وہ راستہ میں ہے اور آخرت کے پڑاؤ تک ابھی پہنچا نہیں وہ جانتا ہے کہ اس کے لئے پڑاؤ پر ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ لہٰذا راستہ میں ضرورت سے زیادہ بوجھ اٹھانا حماقت ہے اور منافق کا نہ کوئی پڑاؤ ہے نہ کوئی مقصد۔ جہاں پہنچے کے مقصد ت پر چلا ہو۔ لہٰذا اس کو دنیا جمع کرنے میں تامل نہیں ہوتا۔ وائے افسوس ایام اور مہینوں کی بابت تمہاری کوتاہی کس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ سال پر سال اسی غفلت و بے حسی میں گذر رہے ہیں اور تم اپنی زندگیاں بیفائدہ ختم کر رہے ہو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اپنی دنیا کے معاملہ میں تو کوتاہی کرتے نہیں اور اپنے دین کے بارہ میں کوتاہیاں کرتے ہو اس کا عکس کردو ٹھیک راستہ پر آجاؤ گے۔ اس ہرجائی بازاری دنیا دنی سے دل نہ لگاؤ۔ دیکھو دنیا کسی کے پاس بھی نہیں رہی اور اسی طرح تمہارے پاس بھی نہ رہے گی۔

صاحبو۔ کیا تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے زندگی کا کوئی پروانہ آگیا ہے؟ تمہاری انجام بینی کس قدر کمزور ہو گئی؟

کہ موت سے اطمینان ایک سانس بھی نہیں اور سامان ہے ہزار برسوں کا جو شخص اپنی آخرت کو ویران کر کے دوسروں کی دنیا کو آباد کرتا ہے وہ اپنے دین کو ٹکڑے کر کے دوسروں کے لئے دنیا جمع کرتا۔ اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان عداوت ڈالتا اور اپنی جیسی مخلوق کی رضامندی کے لئے خدا کا غصہ اپنے اوپر لیتا ہے۔ اگر اس کو علم و یقین ہو کہ وہ عنقریب مرنے والا۔ اور اپنی جمع کی ہوئی دنیا دوسروں کے مزے اڑانے کو چھوڑ جانے والا ہے اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے والا اور اپنے جملہ حرکات و افعال کا حساب دینے والا ہے۔

تو اپنی بہت کچھ بداعمالیوں سے رک جائے حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔
انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے جس طرح تو بیمار ہو جاتا ہے اور تو نہیں سمجھ سکتا کہ کس
طرح بیمار ہو گیا اسی طرح تو مر جائے گا اور سمجھ نہ سکیگا کہ کس طرح موت آ گئی۔ اس نصیحت
کو غور سے سمجھو اور موت کا دھیان نہ کھاکر و نہ خدا جانے ایکا یک کس وقت آ جائے۔
وائے افسوس کہ میں تم کو ڈرتا اور محبت دنیا سے منع کرتا ہوں مگر تم نہ ڈرتے ہو اور نہ
باز آتے ہو۔ اے بھلائی سے غائب اور دنیا میں منہمک و مشغول لوگو عنقریب دنیا
تم پر اچانک حملہ کرے گی اور تمہارے گلے گھونٹ دے گی اور جو کچھ تم نے اس کے
ہاتھ سے لے کر جمع کیا اور اس کے مزے اڑائے وہ تم کو کچھ بھی نفع نہ دیں گے۔
بلکہ وہ سب الٹے تم پر وبال ہو جائیں گے۔

عزیز من ۔ برداشت اور قطع شر کی عادت ڈال کہ کوئی تجھکو گالی دے تو
صبر کرے اور سمجھے کہ جواب دینے میں شر بڑھے گا اور تحمل کر لینے سے شر دب جائیگا۔
ورنہ بات کا سلسلہ تو دور تک چل سکتا ہے اور کلمات کے ہم رشتہ دوسرے کلمات
ہوتے ہیں۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ باتوں کی بہتری بہنیں ہوتی ہیں جب کوئی شخص
تجھ سے ایک بات کہے گا پھر تو اس کا جواب دے گا تو اس کی بہنیں دوسری
باتیں آئیں گی اور یوں ہی سوال و جواب ہو کر دو طرفہ بات بڑھتی رہے گی پھر تم
دونوں کے درمیان شر موجود ہو گا اور لڑائی ہونے لگے گی۔ مخلوق میں شاذ و نادر
ہیں جنہیں مخلوق کو حق تعالیٰ کے دروازہ کی طرف بلانے کی خدمت کا خدمت
کا اہل بنایا جاتا ہے اگر لوگ ان کے بلاوے کو قبول نہ کریں تو یہ ان پر حجت
بنتے ہیں۔ مومنین کے حق میں نعمت اور دین خداوندی کے دشمن منافقوں کے
لئے نعمت و عذاب۔ یا اللہ ہم کو عطر توحید معطر فرما اور مخلوق اور جملہ ماسوا سے
فنائیت کی دولت دے۔

اے موحدو اور اے مشرکو مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں سب عاجز ہیں۔
کیا بادشاہ اور کیا غلام، کیا سلاطین اور کیا اغنیاء اور کیا فقراء سب تقدیر خداوندی کے
قیدی ہیں۔ سب کے قلوب اس کے ہاتھ میں ہیں کہ ان کو جس طرح چاہے پلٹے اس کی مثل
کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ اپنے نفسوں کو ملامت کرو، ورنہ تم ہی کو کھائیں گے
جیسے کوئی شخص کتے کے بچے کو لیکر پالے اور کھلا پلا کر اس کو فربہ کرے اور تنہائی میں
اس کو پاس رکھے تو ضرور وہ اسی کو پھاڑ دے اور کھائے گا۔ نفسوں کی باگ مت چھوڑ دو
اور ان کی چالوں کو توڑتے ہوئے دو ورنہ وہ تم کو ہلاکت کے جنگل میں پھینکیں گے اور تم کو دھوکہ
دینگے اس کے مادہائے شر و عناد کو قطع کر دو اور اس کی خواہشات میں اس کو آزادی نہ دو
ورنہ پھر ان کا قابو میں آنا مشکل ہو جائے گا۔ یا اللہ ہمارے نفسوں کے مقابلہ میں ہماری
مدد کر اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے

انیسویں مجلس

وقت شام ۔ یوم سہ شنبہ ۔ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ مدرسہ معمورہ

اگر حق تعالے شانہٗ دوزخ و جنت کو نہ پیدا فرماتا تب بھی اس کی ذات امید و بیم اور خوف و رجا کی مستحق تھی ۔ اس کی اطاعت کرو اس کی ذات کی طلب میں نہ کہ جنت کی طمع یا دوزخ کے خوف سے ۔ یوں سمجھو کہ گویا تم پر نہ اس کی عطا نہ سزا ۔ اور اس کی اطاعت اس کے حکم کی تعمیل اور اس کے ممنوع سے رکنے اور اس کے قضا و قدر پر صبر کرنے میں ہے گذشتہ تقصیر سے توبہ کرو ۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ اس کے سامنے گریہ و زاری کرو اور اپنی آنکھوں اور قلوب کے آنسو بہا کر اس کے سامنے ذلیل بنو کہ رونا بھی عبادت ہے کیونکہ وہ کامل درجہ کی ذلت ہے جبکہ توبہ اور نیت صالح اور پاکیزہ اعمال پر مرلگا تو حق تعالے تجھ کو نفع بخشیگا اور آفت رسیدوں کی مکافات کا ولی و سرپرست بن جائے گا ۔ کیونکہ وہاں اس کے سوا کوئی نہیں جو اپنے فرمانبرداروں پر اپنی رحمت و شفقت ظاہر فرمائے ۔

پس دنیا و آخرت میں تو اس کی محبت اختیار کر کہ اسی کی محبت کو اپنے نزدیک ہر چیز سے زیادہ اہم اور مہتم بالشان قرار دے کہ اس کے بغیر تجھکو چارہ نہیں کیونکہ وہی تجھکو مفید ہوگی ۔ ساری مخلوق تجھکو چاہتی ہے اپنے فائدہ کے لئے اور حق تعالے تجھکو چاہتا ہے ۔ تیرے ہی نفع کے لئے ۔

صاحبو ۔ تمہارے نفس خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں تم کو خبر نہیں ۔ اس لئے کہ وہ حکم چلاتے ہیں حق تعالے پر اور اس کے خلاف چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے اور اس کے دشمن

یعنی شیطان ملعون کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اللہ سے محبت نہیں کرتے اور جب اس کے احکام قضا و قدر واقع ہوتے ہیں تو وہ نہ ان کی موافقت کرتے ہیں اور نہ ان پر صابر رہتے ہیں بلکہ معارضہ و نزاع کرتے ہیں کہ یوں کیوں ہوا۔ اور یوں کیوں نہ ہوا۔

ان کو گردن جھکانے کی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے وہ اسلام کے صرف نام پر قناعت کر بیٹھے سو یہ ان کو مفید نہیں اور اس سے ان کی کوئی کاربرآری نہ ہوگی۔

عزیز من۔ جب تک تجھ کو تقارب حاصل نہ ہو اور تیرے قلب اور بدن کے پاؤں اس کے سامنے مضبوط کے ساتھ قائم نہ ہو جائیں اور جب تک تیرے ہاتھوں میں وہاں کی دستاویز حوالہ نہ کر دی جائے۔ اس وقت تک برابر دل آزاد اور مطمئن مست ہو۔ ہاں شاہی فرمان ملنے پر تجھ کو زیبا ہے کہ مطمئن ہو جاتے۔ جب وہ تجھ کو امان نصیب فرمائیگا تو اس کے پاس بہت کچھ بھلائی دیکھیگا اور جب وہ تجھ کو امان دیگا تو اس کو قرار بھی ہوگا۔ اس لئے کہ وہ جب جو کچھ عطا فرماتا ہے تو اس کو واپس نہیں لیتا۔ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو نوازتا ہے تو اس کو قریب کر لیتا اور پاس بلا لیتا ہے اور جس وقت بھی اس پر خوف غالب ہوتا ہے تو اس پر ایسی چیز القاء فرماتا ہے جو خوف کو دور کر دیتی اور اس کے قلب اور باطن کو سکون بخشتی ہے۔ اور یہ بندہ اور یہ بندہ اور حق تعالیٰ ہی کے درمیان رہتا ہے۔ جس کی دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔

اے نادان! افسوس کہ حق تعالیٰ سے رخ پھیرتا اور اس کو قلب کی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر مخلوق کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی خدمت کا شغل اختیار کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے قلوب کو اپنے قریب کر لیا اور ان کو اپنی شناخت کرا دی پس وہ اس کو پہچان گئے۔ ان میں سے جب کوئی حق تعالیٰ کا عارف بن جاتا اور اپنے نفس و خواہش اور طبیعت و شیطان کی جنگ سے فارغ ہوتا اور ان دشمنوں سے اپنی دنیا سے خلاصی پا جاتا اور حق تعالیٰ اس کے لئے قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے تب وہ کسی خدمت و مشغلہ کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کو کرے پس اس کو ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے پچھلے رخ لوٹ اور مخلوق کی خدمت کا شغل اختیار کر

اور ان کو ہم تک پہونچنے کا راستہ بتا ان کو حکم ہے کہ ان کی خدمت کرو جن کو ہماری
طلب اور ہماری چاہت ہو۔

۵۔ اجو۔ اہل اللہ جس کیف اور روحانی التذاذ میں ہیں تم اس سے غافل اور بے خبر ہو۔
تم اپنے نفسوں کی راحت کے لئے جو حقیقت میں تمہارے دشمن ہیں۔
رات اور دن محنت و مشقت کے اندرون کو بات سے ملاتے۔ اور ہر وقت اسی
جد و جہد میں ہو کہ نفس کو مزہ آئے اپنے پروردگار جل جلالہ کو ناراض کرکے اپنی بیبیوں
کو راضی کرتے ہو کیا یہ معصیت کبیرہ نہیں ہے کہ شہوت نفس کے عارضی تعلق والی عورت
کی رضاجوئی اور خوشنودی کی خاطر شریعت کے خلاف اور خالق و مدبر کو ناراض کیا جائے
اور کیا بہترین مخلوق ایسی نہیں ہے جو اپنی بیبیوں اور بچوں کی رضاجوئی و خوشی کو
حق تعالےٰ کی رضا پر مقدم رکھتی اور مقابلہ کے وقت ترجیح دیتی ہے کہ چاہے خدا ناخوش ہو جائے
مگر بی بچوں کی خلاف شرع ضد اور ہٹ پوری ہو جائے

وائے بر حال تو میں دیکھتا ہوں کہ تیری سب حرکات و سکنات اور تیرا اسلما فکر
نفس اور بی بی بچوں کے لئے ہے۔ اور حق تعالیٰ شانہ کی تجھکو کچھ بھی پروا اور خبر نہیں۔
وائے تجھ پر تیرا اشمار مردوں میں نہیں ہو سکتا کیونکہ مرد جو اپنی مردانگی میں پورا ہوتا ہے وہ
حق تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے عمل نہیں کیا کرتا تیرے قلب کی دونوں آنکھیں اندھی
ہو گئیں اور تیرے باطن کی صفائی مکدر بن گئی تو حق تعالےٰ سے محجوب ہو گیا اور تجھے خبر نہیں
اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ وائے حسرت ان محجوبین پر جن کو اپنا محجوب ہونا بھی
معلوم نہیں تجھ پر افسوس تیرے ہر سینہ میں گنج کا چور ملا ہوا ہے اور تو اس کو کھلائے جاتا ہے
اور غلبہ شہوت و قوت حرص اور شدت ہوس کے سبب اس سے آگاہ بھی نہیں گھڑی
گھڑی کے بعد وہ تیرے معدے کے ٹکڑے کر دے گا اور تو ہلاک ہو جائے گا۔ تیری ساری مصیبت
اپنے مولےٰ سے دور پڑ جانے اور غیر اللہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہے اگر تو مخلوق کو آزماتا تو

ضرور ان کو برا سمجھنا اور ان کے خالق کو محبوب بنانا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ازمانے اس کو برا سمجھنے لگے گا۔" تو جانچ بغیر بغض و محبت رکھتا ہے۔

جانچنے کے لئے عقل چاہیئے اور وہ میرے پاس ہے نہیں آزمانا تو قلب کا کام ہے اور قلب تجھ کو نصیب نہیں، قلب ہی سوچتا اور عبرت و نصیحت پکڑتا ہے اور حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بیشک اس قرآن میں نصیحت ہے۔

اس شخص کے لئے ہو یا وہ کان لگا کر سنے۔ بحضور قلب" عقل ہی منقلب ہو کر قلب بن جاتی ہے اور قلب باطن بن جاتا ہے۔ اور باطن فنا بن جاتا ہے اور فنا منقلب ہو کر وجود بن جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی شہوتیں اور رغبتیں موجود تھیں۔ مگر فرق یہ تھا کہ وہ اپنے نفوس کی مخالفت کرتے اور اپنے پروردگار جل جلالہ کی خوشنودی کے خواہاں رہتے تھے اور تم شہوت کو نفس کی موافقت میں خرچ کر کے اللہ کو ناراض کرتے ہو۔ بس اسی وجہ سے وہ مقبول ہوئے اور تم مردود۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں صرف ایک خواہش کی اور تمام جنت کی حالت میں صرف ایک لغزش کھائی تھی اس کے بعد توبہ کر لی اور پھر کبھی ایسا نہ کیا حالانکہ ان کی خواہش بھی محمود تھی کیونکہ انہوں نے چاہا کہ کسی طرح حق تعالیٰ کے پڑوس سے جدا نہ ہوں اور شیطان نے قسمیں کھا کر یقین دلایا تھا کہ اگر اس ممنوع درخت کا پھل کھالوگے تو سدا یہیں رہو گے پس خواہش کے حسن ہونے کے باوجود محض تدبیر میں لغزش کھانے کی جب یہ سزا ملی تو کیا پوچھنا ان کا جن کی خواہش بھی قبیح اور نفسانی؟ اور بعد عن اللہ کے لئے ہے اور تدبیر بھی گندی اور کھلی معصیت ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام اپنے نفوس اپنی شہوات اور اپنی طبائع کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے نفسوں کو مشقتوں میں ڈالنے اور مجاہدوں کی کثرت کے سبب حقیقت کے اعتبار سے فرشتوں سے لاحق ہوئے انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ اپنے قلب اور بدن اور طبیعت غرض ہر جز سے حکم خداوندی پر صبر کیا کرتے ہیں۔

لہٰذا تم بھی صبر کرنے میں ان کی موافقت کرو۔

عزیز من ۔ اپنے دشمن کی مار پر صبر کر کہ عنقریب اپنے صبر کے صلہ میں تو اس کو مار یگا بھی ۔ اور قتل بھی کرے گا اور اس کے سامان پر بھی مال غنیمت بناکر قبضہ کرے گا ۔ اور اس کے بعد بادشاہ کی طرف سے جنت کے جاوید ملک کی خلعت و جاگیر بھی حاصل کریگا۔

عزیز من ۔ کوشش کر کہ کسی کو بھی ایذا نہ دے ۔ اور یہ کہ تیری نیت ہر شخص کے لیے بخیر ہو مگر ہاں جس کو ایذا پہنچانے کا شریعت حکم دے وہاں اس کو ایذا پہنچانا ہی عبادت ہے صاحبان عقل و شرافت صدیقین کا نفخ صور تو وقوع میں آچکا اور انہوں نے اپنے نفسوں پر پہلے ہی قیامت قائم کرلی اور اپنی ہمتوں سے انہوں نے دنیا کی طرف سے رخ پھیر لیا اور تصدیق و ذریعہ پل صراط کو عبور کیا اور اپنے قلوب سے چلے ۔ یہانتک کہ جنت کے دروازہ پر جا ٹھہرے ۔ وہ لوگ راستہ کے پاس کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ نہ ہم تنہا کھائیں گے نہ تنہا پئیں گے ۔ اس لئے کہ کریم تنہا نہیں کھایا کرتا پس دنیا کی طرف اپنے الٹے پاؤں لوٹ آئے کہ لوگوں کو اللہ جل جلالہ کی طاعت کیطرف بلاتے اور وہاں کی نعمتوں کی ان کو خبریں سناتے ہیں تاکہ دخول جنت کے سامان ان کے لئے بھی آسان بنادیں اور غذائے جنت کھانے کے قابل بن کر ان کے شریک طعام بن سکیں جس شخص کا ایمان قوی ہو جاتا اور یقین جم جاتا ہے وہ قیامت سارے معاملات جن کی حق تعالےٰ نے خبر دی ہے قلب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ دیکھتا ہے جنت اور دوزخ کو اور جو کچھ راحتیں اور تکلیفیں ان میں ہیں سب کو اور وہ دیکھتا ہے صور کو اور اس فرشتہ کو جو اس پر تعینات ہے ۔ وہ دیکھتا ہے تمام چیزوں کو جیسی کہ حقیقت میں وہ ہیں وہ دیکھتا ہے ۔ دنیا کا زوال اور اہل دنیا کی دولت و حکومت کے انقلاب کو ۔ وہ دیکھتا ہے مخلوق کو گویا کہ وہ قبروں کے مدفون مردے ہیں جو چل پھر رہے ہیں جب قبروں پر اس کا گذر ہوتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے وہ عذاب و ثواب جو اس کے اندر ہو رہا ہے ۔ وہ دیکھتا ہے

حق تعالےٰ کی رحمت، اور عذاب کو دیکھتا ہے فرشتوں کو کھڑا ہوا اور انبیاء ومرسلین اور ابدال
اور اولیاء کو اپنے اپنے مرتبوں۔ وہ دیکھتا ہے جنتیوں کو کہ ایک دوسرے کے پاس ملنے
جلنے کو آجا رہے ہیں اور دیکھتا ہے دوزخیوں کو آگ کے اندر ایک دوسرے سے دشمنی کر رہے
ہیں جس شخص کی نظر صحیح ہو جاتی ہے وہ اپنے سر کی آنکھوں سے مخلوق کو دیکھتا ہے اور
اپنے قلوب کی آنکھوں سے اللہ جل جلالہ کے فعل جو مخلوق میں صادر ہوتا ہے اس کو نظر آتا ہے
حق تعالےٰ کا مخلوق کو حرکت دینا اور سکون دینا۔ پس یہ نگاہِ عزت ہے جس سے حق تعالےٰ
نے ان کو نوازا ہے۔ بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ جب کسی شخص پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ
دیکھتے جب اس کے ظاہر کو اپنے سر کی آنکھ اور اس کے اندر کو قلب کی آنکھ سے اور اپنے
مولےٰ جل جلالہ کو اپنے باطن کی آنکھ سے چونکہ جو خدمت کیا کرتا ہے مخدوم بنا کرتا ہے۔ لہٰذا
ان کو یہ مرتبہ اسی صلہ میں ملا کیونکہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب تقدیر خداوندی ان کے متعلق
آئی تو یہ اس کی موافقت کرتے تھے خواہ وہ ان کو خشکی میں لیجائے یا سمندر میں۔ نرم زمین
میں پہنچا دے یا پتھریلی زمین میں اور پیٹھ کھلائے یا گرا دے اس کی موافقت کرتے تھے
عزت کے متعلق بھی اور ذلت کے متعلق بھی تندرستی کے متعلق بھی اور بیماری کے متعلق بھی
تونگری کے متعلق بھی اور افلاس کے متعلق بھی یہ تقدیر کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ یہاں
تک کہ جب تقدیر نے جان لیا کہ یہ تھک گیا تو اس کے عند اللہ محترم اور مقرب ہونے کی وجہ
سے وہ اتر پڑی اور اپنی جگہ اس کو سوار کر دیا اور خود اس کے ہمرکاب بن کر چلی اور اس کی نگاہ
بن گئی اور اس کے سامنے واضح سے جھک گئی یہ سب کچھ اس کو اپنے نفس اپنی خواہش اور
اپنی طبیعت اپنی عادت اپنے شیطان اور برے ہم نشینوں کی مخالفت کی بدولت نصیب ہوا
اے میرے اللہ ہم کو تمام حالتوں میں اپنی تقدیر کی موافقت نصیب فرما اور ہم کو عطا کر
دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

بیسویں مجلس

وقت صبح - یوم جمعہ ۲۱ ذیقعدہ ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

اے باشندگان بغداد تمہارے اندر نفاق بڑھ گیا اور اخلاص کم ہوگیا۔ اقوال بڑھ گئے بلا اعمال کے اور عمل کے بغیر قول کوئی بھی نہیں بلکہ وہ حجت ہے نہ کہ قرب حق کا راستہ قول بلا عمل ایسا ہے جیسے مکان بغیر دروازہ اور بلا حق آسایش گویا خزانہ ہے جس سے خرچ نہیں کیا جاتا۔ وہ محض دعویٰ ہے بلا گواہ کے۔ صورت ہے بلا روح کی اور بت ہے۔ جس کے ہاتھ پیر نہ پاؤں اور نہ پکڑنے کی طاقت تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسد بلا روح ہے کیونکہ روح تو اخلاص اور توحید اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر قایم رہنا ہے اور تمہارے اکثر اعمال اس سے خالی ہیں۔

صاحبو۔ غافل نہ بنے رہو اور حالت کو پلٹو کہ راہ صواب پاؤ۔ حکم کی تعمیل کرو۔ ممنوعات سے باز آؤ۔ اور تقدیر کی موافقت کرو۔ مخلوق میں چندہی ہوتے ہیں۔ جن کے قلوب کو انس و مشاہدہ اور قرب کی شراب پلادی جاتی ہے کہ ان کو تقدیر اور مصیبتوں کی تکلیف کا حس نہیں رہتا مصیبت کے دن گذر بھی جاتے ہیں اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی پس وہ اللہ جل جلالہٗ کی حمد و شکر کرتے ہیں کہ الحمد للہ مصیبت کے وقت شراب انس کی مدہوشی و محویت و بے خبری کے سبب موجود ہی نہ تھے جو اپنے پروردگار جل جلالہ پر اعتراض کرنے کی نوبت آتی۔ آفات و مصائب اہل اللہ پر بھی ایسی ہی نازل ہوتی ہیں جیسی تم پر لیکن بعض

ان میں وہ ہیں جن کو حس ہوتا ہے مگر وہ صبر کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو آماتی سے اور ان پر صبر کرنے سے شراب الست کی مدہوشی کے سبب غائب و بے خبر ہیں۔ تکلیف سے پریشان ہونا ایمان کی کمزوری ہے اور ایمان کی طفولیت کے زمانہ ہوتا ہے اور جب ایمان نوجوان و قریب بلوغ بن جاتا ہے تو صبر ہوتا ہے کہ گو دکھن اور درد محسوس ہوتا ہے مگر اف نہیں نکلتی اور اس کے کمال جوانی کو پہنچ جانے کے وقت موافقت ہوا کرتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو جیسے پھوڑے پھنسی میں مریض نشتر لگواتے وقت چیر پھاڑ کی تکلیف پر دل سے موافقت کیا کرتا ہے اور اس وقت جبکہ ایمان بڑھاپے کے قریب پہنچ جاتا ہے تو مرتبہ رضا حاصل ہوتا ہے کہ بہ نگاہ علم اپنے پروردگار جل جلالہ کو دیکھتا اور بزبان حال کہتا ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور غیبت و فنائیت ہوا کرتی ہے۔ اس وقت جبکہ قلب اور باطن دنیا سے کوچ کر جائے اور موجود ہو حق تعالےٰ کے پاس۔ پس یہ حالت مشاہدہ اور ہمکلامی کی ہے کہ مخلوق کے اعتبار سے اس کے وجود اور ہستی فنا ہوتی ہے کہ موجود ہی نہیں ہے جو نفع و نقصان میں کسی پر نگاہ کرے اور خالق جل جلالہٗ کے پاس صاحب وجود ہوتا ہے کہ وہ اس کو مٹاتا اور وہاں پگھلاتا ہے۔ اس کے بعد جب چاہتا ہے اس کو حیات دے کر اٹھا بٹھاتا ہے اور جب اس کو توڑنا چاہتا ہے تو توڑ دیتا ہے کہ اس کے متفرق اور منتشر اجزاء کو اکٹھا فرما دیتا ہے جیسا کہ قیامت کے دن مخلوق کے اجسام کو ان کے بکھر جانے اور ٹکڑے ہو جانے کے بعد اکٹھا فرمائے گا۔ کہ ان کی ہڈیوں اور گوشت اور بالوں کو جمع فرمائے گا پھر ان میں روح پھونک دیگا اسرافیل کو حکم دیگا۔ یہ تو عام مخلوق کے حق میں ہے لیکن اہل اللہ کا جو فنائیت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاتے ہیں بلا واسطہ اعادہ فرمائے گا کہ ایک نگاہ ان کو فنا کر دے گی اور ایک نگاہ پھر ان کو پہلی حالت پر لے آئے گی شرط محبت یہ ہے کہ اپنے

محبوب کے ساتھ رہ کر تیرے لئے ارادہ باقی رہے اور نہ اس کو چھوڑ کر دنیا یا آخرت یا کسی مخلوق سے مشغولیت ہو۔ اللہ جل جلالہٗ کی محبت کوئی آسان بات نہیں ہے کہ ہر کوئی اس کا دعویٰ کرنے لگے بہترے لوگ اس کے مدعی ہیں حالانکہ وہ اس سے کوسوں بعید ہے اور بہترے ایسے ہیں جو اس کے مدعی نہیں ہیں اور وہ ان کے پاس موجود ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ حق تعالےٰ کے اسرار ان کے اندر تخم ریزی کی طرح بکھیر دئے گئے ہیں۔

پس کیا پتہ ہے کہ کس زمین میں کتنا بیج مدفون ہے اور کس کا قلب بار آور ہو کر ولی بن جائے۔ اپنے نفسوں میں تواضع پیدا کرو اور بندگان خدا پر تکبر مت کرو اپنی غفلتوں سے جاگ اٹھو کہ تم بڑی گہری غفلت میں ہو گویا کہ تم حساب سے فارغ ہو چکے اور پل صراط کو عبور کر چکے اور جنت میں اپنے مکانات دیکھ چکے ہو نیا ٹھکانا اتنے بڑے دھوکہ کا؟ تم میں سے ہر شخص حق تعالےٰ کی بہتری نافرمانیاں کر چکا ہے مگر نہ ان میں غور و فکر کرتا ہے اور نہ ان سے توبہ کرتا ہے یوں گمان کئے ہوئے ہے کہ وہ معصیتیں بھولی بسری ہو گئیں حالانکہ وہ تمہارے نامۂ اعمال میں اپنے اوقات کی تاریخوں کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہیں ان میں سے قلیل اور کثیر کا حساب لیا جائیگا اور سزا دیجائے گی۔ بیدار ہو جاؤ۔ اے غفلت شعارو۔ جاگ اٹھو۔ اے سونے والو۔ حق تعالےٰ کی جمت کے سامنے آؤ کہ ایک جھونکا بھی لگ گیا تو بیڑا پار ہو جائے گا۔ جس شخص کی معصیتیں اور لغزشیں شدید ہو گئیں اور وہ ان پر اڑا رہا کہ نہ توبہ کی اور نہ نادم ہوا۔ پس اگر اس نے معاملہ کی تلافی نہ کی تو سمجھ لو کہ کفر کا قاصد آ گیا اور اب اندیشہ قوی ہے اس کا ایمان سلب ہو جائے اے دنیا دنیا کرنے والے جسے آخرت سے واسطہ نہیں اور اے مخلوق کے شیدا کہ خالق سے غرض نہیں۔ تو اگر ڈرتا ہے تو صرف افلاس سے ڈرتا ہے اور تجھ کو آرزو ہے تو صرف تونگری کی ہے حالانکہ دنیا کا خوف مطمع سود ہے واقع تجھ پر ذرا غور کر کہ رزق تو مقسوم اور مقدر ہو چکا ہے کہ نہ زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم اور نہ مقدم ہو سکتا ہے نہ مؤخر۔ بایں ہمہ

ترا افلاس سے ڈرنا بتارہا ہے کہ تجھ کو حق تعالےٰ کی ذمہ داری میں شک ہے اور تو حریص ہے اس کی طلب کا جو تیرے مقسوم میں نہیں ہے۔ بھلا اس گستاخی اور بے باکی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ تیری حرص تجھ کو علمار کی صحبتوں اور خیر کے جلسوں میں جانے سے رد کر دیا۔ تجھ کو اندیشہ ہے کہ جتنا وقت یہاں صرف ہوگا اسی میں دوکان بند رہے گی اور تیرے نفع میں کمی آجائے گی اور تیری تجارتیں قلیل رہ جائیں گی وائے تجھ پر۔ بھلا جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں بچہ تھا تو اس وقت تجھ کو کھانا کس نے دیا تھا؟ آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے آپ پر مخلوق پر اپنے دنیا والوں پر اپنے درہموں پر اپنی خرید فروخت پر اور اپنے حاکم شہر پر۔ بھلا ماں کے پیٹ میں تیری تجارت۔ تیری تدبیر۔ تیرے افسر کہاں تھے کیا تو اتنا نہیں سمجھتا کہ ہر وہ چیز جس پر تو اعتماد کرے گا وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا تو [illegible] رکھے وہ تیرا معبود ہے۔ اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں نہ سمجھے کہ حق تعالےٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرا ڈالتا ہے تو وہ کوئی تیرا معبود ہے پھر اگر کہا جائے کہ تو نے اسلام و توحید کا دعوے کرتے۔ بہتسوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو اس میں جھوٹ کیا ہے؟ عنقریب تجھے اپنا انجام نظر آجائے گا کہ حق تعالےٰ تیری سماعت۔ تیری بصارت۔ تیری قوت گرفت۔ تیرا مال اور وہ چیز جس پر تو ہے اس کو چھوڑ کر اعتماد کیا چھین لیگا اور تیرے اور مخلوق کے درمیان قطع تعلق کر دے گا اور ان کے قلوب تجھ پر سخت بنا دے گا کہ مارین گے اور ترس نہ کھائیں گے ان کے ہاتھ تیری طرف سے کھینچ لیگا۔ کہ ایک حبہ بھی تجھ کو کوئی نہ دے گا۔ تجھ کو تیرے شغل سے برخاست کر دیگا۔ تجارت بھی نہ ہو سکیگی۔ اور تیرے چہرہ پر سارے دروازوں کو بند کر دیگا کہ کہیں مراد پوری ہوتی نظر نہ آئے گی اور کوئی بھیک بھی نہ دے گا تجھ کو در بدر پھرائے گا اور پھر بھی نہ ایک لقمہ دیگا نہ ذرہ۔ اور جب تو اس سے دعا مانگیگا کہ اس ادبار و بد حالی کو دور کر دے تو اس کو قبول نہ فرمائے گا یہ سب اس لئے کہ

تو نے اس کا شریک گردانا اور اس کا شریک گردانا اور اس کے عزیز پر اعتماد کیا اور اس
کی قسمتیں مجردوں سے طلب کیں اور نعمتوں سے اس کی معصیتوں پر اعانت حاصل کی میں اس
قسم کے لوگوں میں بہتیروں کے ساتھ ایسا ہوتا ہوا دیکھ چکا ہوں اور زمانوں کے متعلق
اکثر یہی ہوا ہے۔ ہاں کوئی ان میں ایسا بھی نکل آتا ہے کہ جو مجھ سے معاملہ کی تلافی کر لیتا ہے
پس حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا۔ اور بہ نگاہ رحمت اس کی طرف دیکھتا اور لطف
و کرم کا اس کے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے اے مخلوق خدا توبہ۔ اے مولویو۔ اے فقیرو۔ اے زاہدو
اے عابدو۔ تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو توبہ کا حاجتمند نہ ہو۔ میرے پاس تمہاری موت
اور تمہاری حیات کی ساری خبریں ہیں جب تمہارے احمد کی ابتدا اور تمہاری ظاہرداری
کے سبب مجھ پر مشتبہ ہو جاتی ہے تو انجام کار اس کا تمہاری موت کے وقت مجھ کو انکشاف
ہو جاتا ہے۔ کہ اچھی موت مرا تو مومن ہونا کھل گیا اور اگر بری موت مرا تو منافق ہونا ظاہر
ہو گیا۔ جب تم میں سے کسی کے مال کی اصلیت مجھ پر پوشیدہ ہوتی ہے تو میں اس کے خرچ
کا انتظار کیا کرتا ہوں۔ پس اگر اولاد اور اہل نفقہ میں یا حق تعالیٰ کے فقیروں اور مخلوق
کی مصلحتوں میں خرچ ہو تو میں جان لیتا ہوں کہ اصل مال حلال طریقہ سے آیا تھا ورنہ
حق تعالیٰ اس کو اچھے مصرف پر خرچ نہ ہونے دیتا اور اگر ان صدیقین پر خرچ ہوا
جو حق تعالیٰ کے خواص ہیں تو میں جان لیتا ہوں کہ اصل مال اور اس کی تحصیل حق تعالیٰ
شانہ پر توکل سے ہوئی تھی اور یہ کہ وہ خالص حلال ہے۔ میں بازاروں میں تمہارے ساتھ
نہ تھا مگر حق تعالیٰ اس طریقہ سے اور نیز دوسرے طریقوں سے تمہارے اموال کی حالت
مجھ پر ظاہر فرما دی ہے کہ حلال ہیں یا حرام۔

عزیز من جو کچھ بھی حسین صورتیں تجھ کو نظر آ رہی ہیں اور ان کو تو محبوب سمجھتا ہے یہ
سب ناقص محبت ہے جس پر تجھ کو سزا دی جائے گی۔ صحیح محبت جس میں کبھی تغیر نہ آئے
وہ اللہ جل جلالہٗ کی ہی محبت ہے مگر وہ ایسی ذات ہے جس کو تو اپنے قلب کی آنکھوں سے

دیکھے گا کہ ظاہری آنکھوں سے اور وہی صدیقین اور روحانیت والوں کا محبوب ہے
انہوں نے اس کو صرف ایمان کے ذریعہ محبوب نہیں سمجھا کہ کسی کے محض کہنے پر مان لیا اور
محبوب بنا لیا بلکہ الیقان اور معائنہ سے سمجھا ہے کہ ان کے قلوب کی آنکھوں سے سارے
پردے اٹھا دیئے گئے۔ پس جو غیب میں تھا وہ نظر آگیا ہے اور انہوں نے ایسا نظارہ دیکھا
جس کی شرح ان سے ہو نہیں سکتی یا اللہ ہم کو عفو اور عافیت کے ساتھ اپنی محبت نصیب فرما
صاحبو۔ تمہارے مقسوم ان اوقات پر پہنچانے کے لئے دنیا کے پاس امانت رکھدیئے
گئے ہیں۔ حق تعالےٰ کو معلوم ہیں اور کسی کی طاقت نہیں ہے کہ ان کے مالک یعنی اللہ کی اجازت
آجانے کے وقت ان کو تمہارے حوالہ ہونے سے روک سکے پس وہ مخلوق پر ہنستے اور ان کی عقلوں
پر آوازہ کستے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ جب ہم خود ہی بالضرور آنیوالے ہیں تو ہماری فکر و
تلاش میں تمہاری دوڑ دھوپ کیسی حماقت ہے اور ہنستے ہیں اس پر بھی جو ایسی چیز طلب
کرے جو اس کے مقسوم میں نہیں ہے اور اس پر بھی جو اپنا دنیوی مقسوم حق تعالےٰ
کی اجازت کے بغیر طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ پیش از قسمت اور قبل از وقت کسی کو ملنا محال ہے۔
صاحبو۔ اگر تم نے مقسوم اور مقدر ارزاق و متاع دنیا سے دروازہ سے منہ پھیر لیا اور
حق تعالےٰ کے دروازہ کی طرف رخ کر لیا تو وہ خود نکلکر تمہارے پیچھے آئیں گے۔ تم حق تعالےٰ سے
عقل مانگو اور خود آنے والی شے کی طلب میں پڑنے کی بیوقوفی سے پناہ چاہو۔ جب دنیا
اولیاء اللہ پر متوجہ ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جا کسی دوسرے کو دھوکہ دیجیو۔ ہم تو تجھ سے
واقف ہیں۔ ہم تجھ کو خوب دیکھ چکے ہیں۔ ہم کو مت آزما ہم تیری حقیقت جان چکے ہیں۔
اپنے گھوڑے دینار کی جھنکار ہم کو مت دکھا کہ ہم تیرا دینار صرف ظاہری حسن لئے ہوئے ہے تیرا
سنگھار لکڑی کے گھوڑے بت پر ہے جس میں روح نہیں۔ یہ ظاہر محض ہے بلا معنے کے
اور فقط دکھاوا ہے۔ بغیر حقیقت کے دیکھنے اور پرکھنے کی چیز تو در حقیقت آخرت ہے
پس دنیا اپنا سا منہ لیکر رہ جاتی اور ذلیل سا کی بنکر حکم تقدیر ان کی خادم بنتی ہے

اہل اللہ پر جب دنیا کے عیوب کھل گئے تو وہ اس سے بھاگے اور جب مخلوق کے عیوب ان
پر ظاہر ہوئے تو وہ ان سے بھی غائب ہو گئے اور بھاگے اور ان سے متوحش ہو کر مانوس ہوئے
جنگلوں اور بنوں اور ویرانوں اور غاروں اور جنات اور ان فرشتوں سے جو زمین میں
گشت لگاتے پھرتے ہیں کہ جنات اور فرشتے اپنی صورتیں بدل کر ان کے پاس آتے ہیں۔ کبھی تو
زاہدوں اور نیچی ڈاڑھیوں والے راہبوں کی صورت میں اور کبھی جنگلی جانوروں کی شکل میں
غرض جس صورت میں چاہتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جنات اور فرشتوں کے نزدیک
مختلف صورتیں ایسی ہیں۔ جیسے تم میں سے کسی کے پاس مختلف قسم کے کپڑے لٹکے ہوئے ہوں
کہ جس کو چاہے پہن لے۔ حق تعالیٰ کی ارادت میں سچا ہوتا ہے اپنی ابتدائی حالت میں مخلوق
کے دیکھنے اور ان کی کوئی بات سننے اور دنیا کا ایک ذرہ دیکھنے سے بھی تنگدل ہوا کرتا ہے
وہ مخلوقات میں کسی ایک چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا قلب حیران۔ اس کی عقل گم اور
اس کی نگاہ پتھرائی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ برابر اسی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے
قلب کے سر پر رحمت کا ہاتھ آ ٹھہرتا ہے۔ پس اس کو قرار آ جاتا ہے۔ وہ ہر وقت مست و
مدہوش بنا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بوئے قرب حق اس کی ناک میں پہنچتی ہے۔ نفخہ نفخہ کا کام
دیتی ہے۔ تب اس کو ہوش آتا ہے اور جب اپنی توحید و اخلاص اور اپنے پروردگار جل جلالہ
کی معرفت اور اس کے علم اور اس کی محبت میں راسخ بن جاتا ہے تو استقامت اور مخلوق
کی گنجائش آتی ہے۔ کہ اب ساری مخلوق سے بھی تعلق ہو تو نہیں گھبراتا ہے نہ تنگدل ہوتا ہے
نہ اپنے جادہ تعلق مع اللہ سے ہٹتا اور پھسلتا ہے۔ اللہ جل جلالہ کی طرف سے اس کو طاقت
آتی ہے کہ ساری مخلوق کے بوجھ بلا کلفت اپنے اوپر لاد لیتا ہے ان کا قرب اختیار کرتا اور ان
کا طالب بنتا ہے اور اس کا ہر شغل ان کی مصلحتوں میں منحصر ہو جاتا ہے۔ اور بایں ہمہ اپنے
پروردگار جل جلالہ سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہیں ہوتا جو شخص اپنے زہد میں مبتدی
ہے کہ تکلف سے زاہد بنتا ہے وہ مخلوق سے بھاگا کرتا ہے اور اپنے زہد میں کامل بن جانے والا تعلقات

مخلوق کی پروا بھی نہیں کرتا نہ ان سے بھاگتا ہے بلکہ ان کا طالب بنتا ہے کیونکہ وہ حق تعالےٰ شانہٗ کو پہچان گیا۔ اور جو حق تعالےٰ کو پہچان گیا ہے وہ نہ کسی چیز سے بھاگے اور نہ خدا کے سوا کسی شے سے ڈرے۔ مبتدی تو فاسقوں اور نافرمانوں سے بھاگا کرتا ہے کہ ان کی بد دینی کا اثر مجھ پر نہ پڑ جائے اور منتہی ان کو طلب کیا کرتا ہے اور طلب کیوں نہ کرے کہ ان کی ساری دوا تو اسی کے پاس ہے پس اگر طبیب اور ڈاکٹر ہی مریضوں اور زخمیوں سے بھاگے تو پھر ان کا علاج کون کرے اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ فاسق کے منہ پر نہیں ہنستا مگر عارف۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی معرفت میں کامل ہو جاتا ہے وہ اس تک پہنچانے کے لئے راہبر اور جال بن جاتا ہے کہ اس کے ذریعے سے مخلوق کا دنیا کے سمندر میں سے شکار کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو جبراً پھانس کر ڈبونے والی دنیا سے باہر نکالتا ہے اس کو اتنی قوت دی جاتی ہے کہ ابلیس اور اس کے لشکر کو بھگا دیتا اور ان کے ہاتھوں سے مخلوق کو چھین لاتا ہے اے وہ شخص جو جہالت کو لئے ہوئے زاہد بن کر گوشہ میں جا بیٹھا ہے آگے بڑھ اور سن میں کیا کہتا ہوں۔ اے دنیا بھر کے زاہدو آگے بڑھو اپنے ان خلوت خانوں کو ویران کر دو اور میرے قریب آ جاؤ۔ تم اپنی خلوتوں میں اصل کے بغیر جا بیٹھے ہو۔ لہٰذا تمہارے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا آگے بڑھو اور حکمت و دانش کے پھل چکھو جو میرے منہ سے جھڑ رہے ہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تمہارا آنا اپنی غرض کے لئے نہیں چاہتا، بلکہ تمہاری ہی غرض کے لئے چاہتا ہوں۔

عزیزمن۔ تجھ کو ضرورت ہے کہ محنت اور تعب اٹھائے یہاں تک کہ صنعت کو اچھی طرح سیکھ جائے جب ہزار مرتبہ بنائیگا اور توڑیگا تب ایسا عمدہ بنا سکیگا جس کو توڑا نہ جائیگا جب تو بنانے اور توڑنے میں فنا ہو جائے گا تب حق تعالےٰ تیرے لئے وہ تعمیر بنادے گا جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔

صاحبو۔ تم کو عقل کب آئے گی؟ جس طرف میں چل رہا ہوں اس کو تم کب پاؤ گے؟ طالبانِ حق کی تلاش میں چار طرف گھومو۔ اور جب وہ تمہارے ہاتھ آجائیں تو ان کی

ان کی خدمت کرو اپنے مال اور جان سے اور ان کے غلام بن جاؤ کہ ؎

یار باید راہ را تنہا مرو　　بے رفیقے اندرین صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادرے ایں رہ برید　　ہم بعون ہمت مرداں رسید

سچے طالبان حق کے لئے ایک خاص خوشبوئیں ہوتی ہیں ان کی علامتیں ہیں کھلی ہوئی جو ان کے چہروں پر دمکتی ہیں مگر آفت تمہاری اور تمہاری آنکھ اور تمہاری بیمار سمجھ کے اندر ہے کہ نہ صدیق اور نہ زندیق میں امتیاز کرتے ہو نہ حلال و حرام میں نہ زہر آلودہ اور بغیر زہر کے کھانے میں نہ مشرک اور موحد میں۔ نہ مخلص اور منافق میں نہ قربان اور فرمانبردار بندہ میں اور نہ طالبان حق اور طالبان خلق میں اگر اہل اللہ کو پہچاننا چاہتے ہو تو علماء باعمل کی صحبت و خدمت میں رہو کہ وہ ہر چیز کی حقیقت سے تم کو واقف بنا دیں گے۔ حق تعالیٰ سے واقف بننے کی کوشش کرو۔ کیونکہ جب تم اس سے واقف ہو جاؤ گے تو جملہ ماسوا سے واقف ہو جاؤ گے۔ اس کو پہچانو اس کے لئے۔ اس سے محبت کرو جب تم اس کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تو اپنے قلوب کی آنکھوں سے دیکھو۔ جب تم نعمتوں کو اس کی طرف سے سمجھو گے تو ضرور اس سے محبت بھی کرو گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے محبت کرو۔ ان نعمتوں کی وجہ سے جن کو وہ تمہاری غذا بناتا ہے اور مجھ سے محبت کرو بایں وجہ کہ اللہ جل جلالہ مجھ سے محبت فرماتا ہے "

صاحبو۔ اس نے اپنی نعمتوں کو تمہاری غذا بنایا جبکہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اور اس سے باہر نکلنے کے بعد بھی پھر تم کو تندرستیاں اور قوتیں اور گرفت کی طاقت بخشی اور تم کو اپنی طاعت نصیب فرمائی اور تم کو مسلمان اور متبع بنایا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پس آپ کی شکر گذاری اور محبت حق تعالیٰ اس کی شکر گذاری اور محبت کی طرح ضروری ہے۔ جب تم نعمتوں کو اس کی طرف سے سمجھو گے تو مخلوق کی محبت تمہارے قلوب سے جاتی رہے گی کہ جب کوئی نفع نہیں تو محبت کیسی۔ حق تعالیٰ کا عارف اس کا محب اور اپنے

قلوب کی آنکھوں سے اس کا ارادہ ہے جو احسان و بدسلوکی سب اپنی خدا کی طرف
سے سمجھے مخلوق میں جو کوئی بھی اس کے ساتھ بدسلوکی یا سلوک کرے اس کی نظر اس پر نہ
جائے اگر مخلوق کی طرف سے سلوک ظاہر ہو تو اس کو حق تعالےٰ کے مسخر بنا دینے کی وجہ سے سمجھے
اور اگر ان کی طرف سے بدسلوکی ظاہر ہو تو حق تعالےٰ کے مسلط کر دینے کی وجہ سے سمجھے اس کی نظر
مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور باوجود اس کے شریعت کا حق شریعت کو
برابر دیتا ہے اور اس کے حکم کو ساقط نہیں کرتا کہ بدسلوکی کو نصیحت بھی کرتا ہے اور منعم کا شکر
گذاری بھی بنتا ہے عارف قلب ہمیشہ ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔
یہانتک کہ مخلوق سے زہد اور ان کا ترک اور ان سے بے رخی و اعراض قوت پکڑ جاتا ہے
اور حق تعالےٰ کی رغبت بڑھ جاتی ہے اور اس پر توکل قوی ہو جاتا ہے۔ مخلوق سے اشیاء کا
لینا جاتا رہتا ہے اور مخلوق سے اشیاء لیتے وقت حق تعالےٰ کے ہاتھ پر لینا باقی رہ جاتا ہے
وجہ حقیقت کسی شخص نے کوئی چیز ان کو دی تو سمجھتے ہیں کہ جس نے دی اس نے خدا کو دی اور
خدا کے ہاتھ سے ہم نے لی۔ ان کی وہ عقل بھی جو ان کے اور ساری مخلوق کے درمیان شرک
ہے قوی اور مؤید ہو جاتی ہے اور ایک دوسری عقل کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے اور وہ عقل
من دیکھتی ہے اسے مخلوق کے محتاج اور ان کو شریک خدا قرار دینے والے خدا کہ اسی حالت
پر موت نہ آ جائے جس میں تو ہے۔ پس نہ حق تعالےٰ تیری اور کے لئے اپنا دروازہ
کھولیگا اور نہ اس کی طرف نظر فرمائیگا کیونکہ وہ ہر ایسے شخص سے جو شرک اور غیر اللہ پر
اعتماد کرنے والا ہو سخت ناراض ہے اول اپنے نفس سے زاہد ہو اس کے بعد مخلوق سے
یکسوئی اختیار کر پھر دنیا سے خلوت کر اس کے بعد آخرت سے علیحدگی اور اس کے بعد مولیٰ کے
سوا جملہ اشیاء سے گوشہ نشین بن جانے کو لازم پکڑ۔ جب تو مولیٰ کے ساتھ خلوت رکھنے کا
ارادہ کریگا تو اپنے وجود اپنی تدبیر اپنی بگ و دو سے خالی ہو جا۔ تجھ پر افسوس کہ تو بیٹھا
اپنے خلوت خانہ میں ہے اور تیرا دل مخلوق کے گھروں میں پڑا ہے کہ ان کی رجوعات اور

ان کے نذرانوں کا منتظر ہے۔ اور اسی کا نام حب جاہ ہوملل ہے تیرا سارا وقت ضائع
تو بیکار گیا اور تیرے لئے صورت رہ گئی بلا معنی کے۔ اپنے نفس کو ایسی چیز کا اہل مت سمجھ
جس کی اہلیت تجھ کو حق تعالے نے عطا نہیں فرمائی اگر تیرے پاس اہلیت حق تعالے کی طرف
سے نہ آئی ہوگی تو تو اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کو نہ لا سکے گی۔ جب وہ تجھے کو کسی کام کے
لئے چاہیگا تو خود ہی تجھ کو اس کے لئے تیار کر دے گا اور جب تجھ کو باطن صحیح نصیب ہو تمہیں اور رہ
ماسوی اللہ سے خالی ہوجانے والا قلب حاصل ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو
خلوت کا اہل نہیں بنایا تو پیرانہ صورت بنا کر اور زاہد و درویش بن کر محض خلوت میں بیٹھ جانا
تجھ کو مفید نہیں۔ یا اللہ تجھ کو بھی نفع دے اس کلام سے جو میں کہہ رہا ہوں اور حاضرین کو بھی
نفع دے اس سے جو میں کہہ رہا ہوں اور وہ سن رہے ہیں۔

اکیسویں مجلس

وقت شام۔ یوم سہ شنبہ ۵ اذیقعدہ ۵۴۵ھ بمدرسہ معمورہ

دنیا حجاب ہے آخرت کے لئے دنیا اور آخرت کے پروردگار سے اور ساری مخلوق حجاب اور یاد حقیقی کرنیوالی ہے۔ خالق جل جلالہ سے۔ لہذا جب تو کسی شے کے ساتھ دل لگا دے گا تو وہ تیرے لئے حجاب بن جائے گی۔ اور اپنی طرف متوجہ کر کے دوسری جانب توجہ ہی نہ ہونے دیگی اگر وصول الی اللہ کا طالب ہے تو التفات نہ کر مخلوق کی طرف اور نہ دنیا کی طرف اور نہ حق تعالےٰ کے سوائے کسی چیز کی طرف جبتک کہ تو اپنے باطن اور ما سوی اللہ میں مجھ نہ دیدے تعلق کے پاؤں سے حق تعالےٰ کے دروازہ پر اس حالت سے نہ پہنچ جائے کہ سب سے عریاں اور مجرد ہو۔ اسی میں متحیر ہو۔ اسی کی طرف فریاد کر رہا ہو۔ اسی سے مدد چاہ رہا ہو۔ اور اسی کے علم اور تقدیر کی طرف نظر جمائے ہوئے ہو۔ پس جب تیرے باطن اور تیرے قلب کا وصول متحقق ہو جائے اور یہ دونوں اسی کی بارگاہ میں داخل ہو جائیں اور وہ تجھ کو مقرب کر لے اور اپنے پاس بلا لے اور تجھ کو محبوب بنا لے اور قلوب پر تجھکو حکومت بخشے۔ دوان پر تجھ کو افسر مقرر کر دے اور تجھ کو ان کا طبیب بنا دے تو اس وقت مخلوق اور دنیا کی طرف بالضرور التفات کر کہ اب ان کی جانب تیرا التفات کرنا ان کے حق میں نعمت ہے کہ اس کی بدولت ان کو فلاح و صلاح قلب نصیب ہوگی اور تیرا ان کے ہاتھوں سے دنیا کا لینا اور انہیں کے مساکین پر واپس کر دینا اور اس میں سے اپنے مقسوم کا پورا کر لینا عبادت اور طاعت ہو۔ سو نتیجہ یہ ہے جو شخص دنیا اس کیفیت سے لیگا تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائے گی بلکہ وہ اس کے شر اور اثر بد سے محفوظ رہیگا

اور جو چیزیں اس کے مقسوم میں ہیں وہ اپنے تکدر کی عفونت سے اس کے لئے صاف بن جائیں گی
یاد رکھو کہ بزرگی اور ولایت کی خاص علامت ہے جو اولیاء اللہ کے چہروں پر نمودار ہوتی ہے
اس کو اہل فراست پہچانتے ہیں کیونکہ ولایت کی خبر اشارے ہی دیا کرتے ہیں نہ کہ زبان
جو شخص فلاح چاہے اس کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کے لئے اپنا مال اور اپنی جان خرچ کرے اور اپنے
قلب سے مخلوق اور دنیا کو چھوڑ کر ایسا نکل جائے جیسے بال آٹے اور دودھ سے نکل جاتا ہے
اور اسی طرح آخرت سے نکل جائے اسی طرح جملہ ماسوی اللہ سے بس اسوقت تو مصاحب
حق کو اس کا ادا کرے گا تو تعالیٰ کے سامنے اور دنیا و آخرت کا جتنا حصہ تیرے مقسوم
میں ہے اس کو کھائے گا ایسی حالت سے کہ تو اللہ کے آستانہ پر کھڑا ہوگا اور دنیا آخرت
دونوں خادم بنی ہوئی تیرے سامنے کھڑی ہوں گی۔ دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح
مت کھا کہ وہ مخدومہ بنی بیٹھی ہو اور تو خادم اور سائل بنا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہو
بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح دکھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق بنے سر پر رکھے ہوئے
کھڑی ہو۔ دنیا اس کی خادمہ بنا کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے
اور جو دنیا کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہوتا ہے دنیا اس کو ذلیل کیا کرتی ہے لہٰذا اللہ کے
حاصل ہونے سے جو عزت اور تونگری تجھ کو ملی ہے اس کے پاؤں پر کھڑا ہو کر دنیا کو
استعمال کر نہ کہ دنیا کا محتاج و ذلیل ہو کر اللہ والے اپنے جل جلالہ سے اس پر خوش ہیں
کہ دنیا میں ان کو افلاس و فقر دے اور آخرت میں ان کو اپنا قرب عطا فرمائے۔
ان کو دنیا کا زر و مال درکار ہے نہ آخرت میں جنت اور حوریں مطلوب وہ اللہ
جل جلالہ سے بجز اس کی ذات کے کچھ بھی نہیں مانگتے ان کو علم ہو گیا کہ دنیا مقسوم
و مقدر ہو چکی ہے جو بلا فکر و جستجو ضرور آتی ہے لہٰذا اس کی طلب کو چھوڑ دیا اور یہ بھی
ان کو معلوم ہو گیا کہ آخرت کے درجات اور جنت کی نعمتیں بھی مقسوم ہو چکی ہیں
لہٰذا اس کی طلب اور اس کے لئے عمل کرنے کو بھی انہوں نے چھوڑ دیا کہ مقدر د

شدہ امر کی طلب اور اس کے لئے محنت و مشقت کا اٹھانا عبث بے سود ہے۔ ہاں اللہ کی ذات ایسی شے ہے کہ اگر اس کا حصول مقدر بھی ہو چکا تب بھی اس کی محبت و عشق بے اختیار اس کی طلب پر مجبور کرتا ہے اور یہ طلب و تلاش کی محنت محب کے لئے مستقل نعمت و لذت ہے۔ لہٰذا وہ بجز ذات حق کے کچھ بھی نہیں چاہتے حتیٰ کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو جب تک حق تعالیٰ کے چہرہ کا نور نہ دیکھیں گے تو اپنی آنکھوں کو کھولنے کے بھی بس تجرید اور تفرید کو محبوب سمجھ۔ کیونکہ جس شخص کا قلب مخلوق اور اسباب سے مجرد خالی نہ ہو وہ ابخیار و صدیقین اور صالحین کے راستہ پر چل ہی نہیں سکتا جب تک تھوڑی سی دنیا پر قناعت اور نازکو وسعت تقدیر کے حوالہ نہ کر دے بس زیادہ کی طلب کے درپے ہو ورنہ تباہ ہو جائے گا۔ ہاں جب تیرے اختیار و ارادہ کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف سے تیرے پاس زیادہ آئے گا تو اس میں تو محفوظ رہے گا۔ اور تباہی لاحق نہ ہوگی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے واعظ لوگوں کو نصیحت کر اپنے علم اور اپنے کلام سے یعنی اگر وعظ کہے تو لوگوں کو اپنے باطن کی صفائی اور اپنے قلب کے تقویٰ سے وعظ کر۔ اور اس حالت سے وعظ نہ کر کہ اپنے ظاہر کو جبہ و عمامہ سے مزین و خوبصورت بنائے اور باطن خراب و قبیح ہو۔ حق تعالیٰ نے مومنین کے قلوب میں ان کے پیدا کرنے سے قبل ہی ایمان لکھ دیا ہے اس کا نام سابقہ اور تقدیر ہے مگر سابقہ کے ساتھ ٹھہر جانا اور اس پر بھروسہ کر لینا کہ اب ایمان کے ذکر و تحصیل کی کیا ضرورت ہے جائز نہیں ہے بلکہ کوشش اور توجہ کرے اور جہاں تک ہو سکے ایمان اور ایقان کی تکمیل میں جد و جہد کو ختم کر دے اور حق تعالیٰ شانہ کی خوشبوؤں اور مہک کے سامنے آئے۔ اور اس کے دروازہ پر پڑا رہے بس جائے قلوب کو ایمان کے اکتساب میں کوشش ضرور کرنی چاہئے پھر کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو کسب اور مشقت کے بغیر بخشدے۔ تم کو شرم نہیں

آتی کہ حق تعالےٰ تو اپنے نفس کے لئے ایسی صفات بیان فرماتا ہے جن کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور تم ان میں تاویلیں کرتے اور ان کو حق تعالےٰ پر رد کئے دیتے ہو۔ کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ کیا تمہیں گنجایش نہیں ہے جو تمہارے متقدمین صحابہ اور تابعین کو تھی کہ حق تعالےٰ نے فرمایا عرش پر مستوی ہوا تو انہوں نے اس کو علیٰ حالہ رکھا کہ واقعی ہمارا پروردگار جل جلالہٗ عرش پر ہے مگر بلا تشبیہہ و بلا تعطیل اور بلا جسمیت پس ایسا ہی متشابہات میں تم کو عقیدہ رکھنا چاہئے اور چھان بین نہ کرنی چاہئے کہ جب عرش پر ہوا تو اس کے لئے جسم ثابت ہو گیا اور ایک جگہ پر محدود ہو گیا کہ دوسری جگہ کا خالی ہونا لازم آیا یہ الجھن اس لئے ہوئی کہ اس کو مخلوق کے مشابہ سمجھ لیا اور جب یوں سمجھ گے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہہ نہیں دے سکتے تو تعطل و جسمیت بھی ثابت نہ ہوگی اور نص قرآنی کا ترجمہ بھی اپنی جگہ پر رہے گا۔ یا اللہ ہم کو ہدایت نصیب کر اور اتباع کی توفیق بخش اور بچا ہم کو بدعتوں اور نئے مطالب کی ایجاد سے اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

بائیسویں مجلس

وقت صبح ختم ذیقعدہ ۵۴۵ھ - خانقاہ شریف

کچھ تقریر کے بعد ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ میں اپنے قلب سے دنیا کی محبت کس طرح نکالوں - آپ نے فرمایا کہ دنیا کا اپنے طالبوں اور خواستگاروں کے ساتھ جو الٹ پھیر اور بے مروتی اور دو کھے پن کا ادا ہے اس میں غور کر کہ یہ ان پر کیسی چالیں چلتی ہے - ان کے ساتھ کھیلتی ہے اور ان کو اپنے پیچھے دوڑاتی ہے اس کے بعد ان کو درجہ بدرجہ ترقی دیتی ہے یہاں تک کہ ان کو بہترین مخلوق سے اونچا کرتی اور لوگوں کی گردنوں پر ان کو قبضہ دلاتی ہے کہ صاحب رفعت و شان ہو کر زمیندار و افسر بن جاتے ہیں - اسی طرح اپنے خزانوں اور اپنے عجائبات کو ظاہر کرتی رہتی ہے - آخر ایسی حالت میں کہ وہ اپنی رفعت اور اپنے اختیارات اور اپنی خوش عیشی اور دنیا کو اپنا خادم بنا ہوا دیکھ کر مگن بنے ہوئے ہوتے ہیں دفعتہً ان کو پکڑ کر قید کرتی اور دھوکہ دے کر اس بلندی سے سر کے بل ان کو پھینک دیتی ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور وہ کھڑی ان پر ہنستی ہے اور شیطان اس کے پہلو میں کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہنستا ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک بہتیرے سلاطین اور بادشاہوں اور تو نگروں کے ساتھ اس کا یہی برتاؤ رہا کہ اس طرح اونچا اٹھاتی اور پھر نیچا دکھاتی ہے - دل آگے بڑھاتی ہے پھر پیچھے ہٹاتی ہے - تونگر بناتی ہے اور پھر فقر کر دیتی ہے پاس بلاتی ہے اور پھر ذبح کر ڈالتی ہے پھر اب کیا ضرور ہے کہ جب اپنی ذات پر تجربہ ہو جبھی تجھ کو یقین آئے جیسا سب کے ساتھ طرز رہا غالب یہی ہے کہ تیرے ساتھ بھی وہی

طرز رہیگا اور شاذ و نادر ہیں وہ لوگ جو اس سے سالم رہے کہ اس پر غالب آگئے اور وہ ان پر غلبہ نہ پاسکی۔ سو ان پر قیاس کر کے اس کا شیدا بننا ایسا ہے جیسا اتفاق سے کسی نے سانپ پکڑا اور سانپ نے اس کا غلام بن کر اس کو وہ دفینہ بتلایا جس پر وہ بیٹھا تھا اور وہ دوسرا شخص یہ حال دیکھ کر سانپ پکڑنے لگا اور ہلاک ہوا۔ بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر تو حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے کہ ان کی دنیا کے مقابلہ پر مدد کی جاتی اور اس کے شر سے بچے رہتے ہیں اور وہ ہیں بھی دو چار ہی لہٰذا ان کی حرص کرنی فضول ہے اعتبار تو کثرت کا ہوتا ہے۔ ہاں دنیا کے شر سے وہی بچتا ہے جس نے اس کو پہچان لیا ہو اگر دنیا کے عیوب کی طرف تو اپنے قلب کی آنکھوں سے نظر کرے گا تب تو اس کو قلب سے باہر نکال سکیگا۔ کیونکہ حقیقت معلوم ہو کر ان سے نفرت ہو جائے گی اور اگر اپنے سر کی آنکھوں سے ان کو دیکھے گا تو حقیقت واضح نہ ہوگی اور عیوب کے بدلہ اس کی زینت نظر آئے گی اور اسی میں تو مشغول ہو جائے گا اور پھر اس کو اپنے قلب سے نکالنے اور اس میں زہد اختیار کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔ اور جب اس کے ظاہری بناؤ سنگھار پر فریفتہ ہوا تو جس طرح وہ دوسروں کو قتل کر چکی ہے اسی طرح تجھ کو بھی قتل کر ڈالے گی اور قلب کی آنکھ سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کا طریق اختیار کر اور اپنے اور اپنے نفس سے جہاد کرتا رہ یہاں تک کہ وہ مطمئنہ بن جائے اور جب وہ مطمئنہ بن جائے گا تو دنیا کے عیوب سے واقف ہو جائے گا۔ اور اس کا مطمئنہ بننا یہ ہے کہ وہ قلب کی بات کو قبول اور باطن کی موافقت کرنے لگے اور ان دونوں کا فرمانبردار بھی بن جائے ان احکام میں بھی جن کا یہ دونوں اس کو حکم دیں اور ان ممنوعات میں بھی جن سے یہ دونوں اس کو منع کریں۔

اور قانع بن جائے ان دونوں کے دیئے ہوئے پر اور جو چیز اس کو نہ دیں اس پر صابر بنا ہے بس جب وہ مطمئنہ بن جائے گا تو قلب سے جا ملیگا اور وہ اس کے پاس سکون پائے گا اور اب تو دیکھے گا کہ تقویٰ کا تاج اس کے سر پر ہے اور قرب کا خلعت اس کے بدن پر

صاحبو - ایمان اور تصدیق ایک ضروری شے ہے - اسی طرح اہل اللہ کو جھٹلانا اور ان سے نزاع و خلاف کرنا سخت مضر ہے اس کو چھوڑ دو اور ان سے منازعت نہ کرو کہ وہ بادشاہ ہیں دنیا و آخرت میں وہ مالک ہوئے قرب خداوندی کے لیے اور الگ ہو گئے جملہ ماسوی اللہ کے حق تعالے نے ان کے قلوب کو غنی بنا دیا اور اپنے قرب اور اپنے ساتھ انس اور اپنے انوار و کرامت سے ان کو لبریز کر دیا ہے ان کو پروا نہیں ہوتی کہ دنیا کس کے ہاتھ میں جاتی ہے اور کون اس کو کھاتا ہے وہ دنیا کے شروع کو نہیں دیکھتے بلکہ اس کے انجام اور فنا پر نظر ڈالتے ہیں وہ حق تعالے کو ہر وقت اپنے باطن کی آنکھوں سے سامنے رکھتے ہیں نہ وہ ہلاک کے خوف سے عبادت کرتے ہیں اور نہ حکومت اور سلطنت کی طمع اور توقع میں اس نے ان کو پیدا فرمایا ہے اپنے لیے اور سدا اپنی صحبت میں رکھنے کے لئے چنانچہ اسی ممتاز گروہ کی طرف ان آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے اور وہ پیدا فرماتا ہے ایسی مخلوق جس کو تم نہیں جانتے" اور وہ جو چاہتا ہے کیا کرتا ہے"

صاحبو - موحد و مخلص بنو اور منافق نہ بنو حدیث میں آیا ہے " منافق جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے" پس جو شخص ان خصلتوں سے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے بری ہو تو وہ شخص نفاق سے بری ہے کیونکہ یہی خصلتیں کسوٹی ہیں اور مومن و منافق کے درمیان ما بہ الفرق - اس کسوٹی اور اس آئینہ کو لے اور اس میں اپنے قلب کا منہ دیکھ - پھر غور کر کہ آیا تو مومن ہے یا منافق ؟ اور موحد ہے یا مشرک ؟ ساری دنیا فتنہ اور مشغلہ ہے بجز اس مقدار کے جو آخرت کے لئے اچھی نیت سے لی جا‌ئے کیونکہ دنیا میں تصرف کرنے اور کسب معاش یا خرید و فروخت کے متعلق جب نیت درست ہوتی ہے - تو وہ بھی آخرت ہی بن جاتی ہے اور اس پر عبادت کا اجر ملتا ہے خوب یاد رکھو ہر وہ نعمت جو حق تعالے کے شکر سے خالی ہو وہ نعمت اور وبال ہے کہ نہ اس میں برکت ہو گی نہ اس کو پائداری دلتا حق تعالے کی نعمتوں کو اس کے شکر سے مقید کرو کیونکہ شکر گذار ہو گے تو وہ جانے سکیں گی اور

حق تعالےٰ کی شکر گذاری کے دو جز ہیں ایک یہ کہ ان نعمتوں سے طاعتوں پر اعانت چاہی
جائے اور حاجتمندوں کی غمخواری و مدد ہو۔ اور دوم یہ کہ نعمتوں کے بخشنے والے خدا کے لیے
ان نعمتوں کا اعتراف واقرار کرے اور ان کے نازل فرمانیوالے یعنی حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے
ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو تجکو حق تعالےٰ سے غافل بناکر اپنے
ساتھ مشغول کرے وہ تیرے لئے منحوس ہے۔ اگر اللہ کا ذکر بھی تجکو اللہ سے مشغول و غافل
بنائے تو وہ بھی تیرے لئے منحوس ہے۔ اور نماز۔ روزہ۔ حج اور تمام افعال خیر تیرے لئے
منحوس ہیں اگر وہ تجکو اس سے غافل بنائیں اور جب اس کی نعمتیں تجھکو اس طرف سے غافل
و مشغول بنائیں تو وہ بھی تیرے لئے منحوس ہیں۔ پس جب دنیا کا جاہ مال جو اللہ کی نعمت تھی
تیرے لئے اللہ سے غفلت کا سبب بن گیا تو پھر اس کے منحوس ہونے میں شک ہی کیا ہے۔
اور تونے تو اس سے بڑھ کر یہ غضب کیا کہ اس کی نعمتوں کا مقابلہ کیا معصیتوں سے اور مہمات میں
دوسروں کیطرف رجوع کرنے سے کہ صاحب مال و حکومت ہوکر ظلم کرنے لگا اور ترقی دنیا یا دفع مصائب
میں اپنی جیسی عاجز مخلوق کو حاجت روا اور مشکلکشا بنا بیٹھا اور جتنا خدا کی طرف سے
زیادہ ملا اسی قدر تیرا یہ شرک و کفران زیادہ بڑھا۔
واقعی جھوٹ اور نفاق جگہ پکڑ گیا تیری حرکات و سکنات اور صورت و معنی میں تیری
رات میں بھی اور تیرے دن میں بھی بیشک شیطان کا حیلہ تیرے اوپر چل گیا اور اس نے
جھوٹ اور بد اعمالیوں کو تیری نظر میں آراستہ کر دکھایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے یہانتک کہ اپنی
نمازمیں بھی اس سے نہیں چوکتا۔ کیونکہ زبان سے کہتاہے اللہ اکبر کہ اللہ سب سے بڑا ہے
اور اس کلمۂ تکبیر میں جھوٹ بولتا ہے کیونکہ تیرے قلب میں دوسرا معبود موجود ہے جس کو تو اپنا
مطلوب اور اپنا حاجت روا اور مشکلکشا سمجھے ہوئے ہے کیا تو اتنا نہیں سمجھتا کہ ہر وہ چیز
جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہی ہے اور ہر وہ شئے جس سے تو خوف کرے یا امید رکھے
وہ تیرا معبود ہے۔ پس جب تیرا اعتماد اور خوف و طمع امراء دنیا یا فقراء و صلحا کی ذات پر رہے

تو وہی تیرے معبود ہوئے پھر تیرا زبان اللہ اکبر کہنا کیسا ہوا۔ افسوس کہ تیرا قلب تیری زبان سے موافقت نہیں کرتا اور تیرا فعل تیرے قول کی موافقت نہیں کرتا چاہئے تو یہ کہ اللہ اکبر اپنے قلب سے ایک ہزار مرتبہ کہے اور اپنی زبان سے ایک مرتبہ تجھے شرم نہیں آتی کہ زبان سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے حالانکہ تیرے لئے اس کے علاوہ ہزار معبود ہیں جن بُرے عقائد میں تو مبتلا ہے اللہ جل جلالہ کے حضور میں سب سے توبہ کر اور اے وہ شخص جو علم پڑھتا ہے کہ عمل چھوڑ کر علم کے صرف نام پر قناعت کر بیٹھا بھلا یہ تجھکو کیا فائدہ دیگا جب تونے کہا کہ میں عالم ہوں تو بیشک تونے جھوٹ بولا۔ تو اپنے نفس کے لئے اس بات پر کس طرح راضی ہو گیا کہ دوسروں کو حکم دے ایسی باتوں کا جس پر خود عمل نہ کر۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے "کیوں کہتے ہو ایسی بات جس کو خود کرتے نہیں"۔ تجھ پر افسوس کہ لوگوں کو حکم کرتا ہے سچ بولنے کا اور خود جھوٹ بولتا ہے ان کو حکم کرتا ہے توحید کا اور خود مشرک بنا ہوا ہے ان کو حکم کرتا ہے اخلاص کا اور خود ریاکار منافق بنا ہوا ہے ان کو حکم کرتا ہے معصیتوں کے چھوڑنے کا اور خود ان کا مرتکب ہوتا ہے تیری آنکھوں سے شرم اٹھ گئی اگر تیرے پاس ایمان ہوتا تو ضرور تجھکو شرم آتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شرم جزو ہے ایمان کا۔ اور تیرے پاس نہ ایمان ہے نہ ایقان اور نہ امانت داری تو نے خیانت کی علم کی کا جو حق تھا وہ ادا نہ کیا اور مقصود یعنی عمل کو چھوڑ کر علیحدہ کر لیا پس تیری امانت داری جاتی رہی اور تو اللہ کے ہاں سخت خیانت کرنے والا لکھا گیا میں تیرے لئے بجز توبہ کے اور اس پر قائم رہنے کے اور کوئی دوا نہیں پاتا جس شخص کا ایمان اللہ جل جلالہ اور اس کی تقدیر پر صحیح ہو جاتا ہے وہ اپنے جملہ امور کو اس کے سپرد کرتا ہے اور ان میں کسی کو بھی اس کا شریک قرار نہیں دیتا تو مخلوق اور اسباب کو شریک مت قرار دے اور نہ خدا کو چھوڑ کر ان کی قید میں پڑ۔ پس جب مومن کی یہ حالت متحقق ہو جاتی ہے تو حق تعالےٰ اس کو جملہ حالتوں میں آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے اس کے بعد وہ درجہ ایمان سے درجہ ایقان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پھر اس کو ولایت ہے لیے جو ابدال کا تمغہ امتیاز ہے نصیب ہوتی ہے

اس کے بعد ولایت غیبیہ آتی ہے اور لبا اوقات ساری حالتوں کے آخر میں ولایت خطبیہ حاصل ہوجاتی ہے ۔۔۔ جو نام ہے نیابت نبوت کا اور سرداری ہے جملہ اولیاء زمانہ کی کہ اس کے ذریعہ سے حق تعالےٰ اپنی ساری مخلوق یعنی جن وانس اور ملائکہ وغیرہ پر فخر فرماتا ہے دیکھو ہمارے بندوں میں ایسے ایسے باکمال ہیں اس کو آگے بڑھانا ۔ اپنا مقرب بنانا اور اپنی مخلوق کا سرپرست قرار دینا ۔ ان کا بادشاہ گردانتا اور ان پر اختیار بخشنا ہے خود بھی اس کو محبوب سمجھتا اور اپنی مخلوق کا بھی اس کو محبوب بنا دیتا ہے

اس سب کی بنیاد وابتدا حق تعالےٰ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لانا اور خدا اور رسول کو سچا سمجھنا ہے ۔ اس کمال کی بنیاد اسلام ہے ۔ اس کے بعد ایمان ۔ اس کے بعد اللہ جل جلالہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل اور اس کے بعد عمل میں اخلاص ۔ کہ کمال ایمان کے ساتھ قلب کو توحید نصیب ہو جب یہ سب مراتب طے ہو جاتے ہیں تب اس کا نام مومن ہوتا ہے اور مومن فنا ہو جاتا ہے اپنی ذات سے اپنے عمل سے اور جملہ ماسوی اللہ سے کہ اعمال کرتا ہے مگر ان سے یکسو ہو کر کرتا ہے وہ ساری مخلوق کو حق تعالےٰ کے ایک جانب بٹھا کر اپنے نفس کے مجاہدہ میں مشغول رہتا ہے یہانتک کہ حق تعالےٰ اس کو اپنے راستہ کی خود ہدایت فرماتا ہے چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے جو لوگ مجاہدہ کرتے ہیں ہماری طلب میں ہم ان کو ضرور ہدایت دیتے ہیں اپنے راستوں کی ۔

صفا جسو ۔ حق تعالےٰ کی تدبیر پر راضی ہونا چاہتے ہو تو تمام اشیاء میں زاہد بن جاؤ کہ اپنی طرف سے کسی شئے کی بھی رغبت نہ ہو اس نے اپنے انتظام سے جو کچھ مقدر میں لکھدیا وہ خود آئیگا اور وہی مفید کارآمد ہوگا جو لوگ اس کی تدبیروں پر جس کا نام تقدیر ہے راضی ہو جاتے ہیں وہ ترقی پاتے ہیں کہ حق تعالےٰ ان کو اپنی تقدیر کے ہاتھ میں الٹا پلٹتا رہتا ہے ۔ پھر

جب وہ اس کی موافقت کرتے ہیں تو ان کو منتقل فرمالیتا ہے۔ اپنی قدرت کی جانب کہ اول بواسطہ اسباب ملتا تھا اور اب محض قدرت سے سب کچھ عطا فرماتا ہے۔ پس مبارک ہو اس کو جس نے تقدیر کی موافقت کی اور تقدیر لکھنے والے کے فعل اور تصرف بالذات کا منتظر رہا۔ تقدیر پر عمل کیا اور تقدیر کے ساتھ ساتھ چلا اور مقدرات کا بھی کفران نعمت نہ کیا یعنی یہ نہ سمجھا کہ یہ تو ملنا ضروری تھا اور اس لئے ضروری تھا کہ ....

تحریر لوح محفوظ غلط نہ ہو جائے۔ لہٰذا مجھ پر احسان ہی کیا ہوا اور مقدر کو نعمت سمجھنے کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کا قرب اور اس کے سبب اس کی ساری مخلوق سے استغنار نصیب ہو۔ کیونکہ بندہ کا قلب جب اپنے پروردگار جل جلالہٗ تک پہنچ جاتا ہے تو حق تعالےٰ اس کو اپنے ساتھ مشغول بناکر مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے اس کو اپنا قرب دیتا۔ اور صاحب اختیار اور بادشاہ بنادیتا ہے اور اس سے کہتا ہے "بیشک آج تو ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ امانت دار ہے"۔ اس کو اپنے ملک میں خلیفہ بناتا ہے جیسا کہ شاہ مصر نے تدبیر خداوندی کے ماتحت بن کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو تخت کا جانشین بنالیا اور اپنے ملکی معاملات ان کے حوالہ کئے اور اپنے نوکر چاکر اپنے ملک کا انتظام اور اسباب و وسائل ان کی سپردگی میں دے کر اپنے خزانوں کا ان کو امین مقرر کیا اسی طرح جب قلب صحیح ہو جاتا اور اس کی شرافت اور ماسوای اللہ سے طہارت ظاہر ہو جاتی ہے تو حق تعالےٰ اپنے بندوں کے قلوب پر اس کو قبضہ بخشتا اور اپنی مملکت یعنی دنیا و آخرت پر اس کو اختیار عطا کرتا ہے پس مریدوں اور طالبوں کا کعبہ بن جاتا ہے کہ آفاق ارض سے سب اس کی طرف جوق جوق کھنچے چلے آتے ہیں۔ مگر اس کا طریقہ اور تدبیر بس علم دین کا سیکھنا اور علم ظاہر پر عمل کرنا ہے کہ جتنا اتباع شریعت میں پختہ ہوگا اسی قدر مقرب اور قطبیت و مخدومیت کا اہل بنے گا پس حق تعالےٰ کی اطاعت سے کاہلی و بیکاری کا خوگر مت بن کہ وہ تجھکو مبتلائے عذاب کردے گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب بندہ عمل
میں کوتاہی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو فکر میں مبتلا کر دیتا ہے یعنی ان چیزوں کے فکر میں مبتلا
کرتا ہے جو اس کے مقسوم میں نہیں یا مثلاً اس کو مبتلا کرتا ہے اہل وعیال کے فکر میں یا بی بی
بچوں کی تکلیف میں یا معیشت کے اندر منافع کی کمی میں یا اولاد کے نافرمان بن جانے
بی بی کے ساتھ باہم نفرت ہو جانے میں غرض وہ جدھر بھی جاتا ہے ٹھوکر ہی کھاتا ہے اور یہ
سب سزا ہے حق تعالیٰ کی طاعت میں کوتاہی کرنے اور اللہ کو چھوڑ کر دنیا اور مخلوق کے ساتھ
مشغول ہو جانے کی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو اللہ کو بلا وجہ فکر و عذاب میں مبتلا کرنے کی ضرورت ہی
کیا تھی وہ خود فرماتا ہے "اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گذار بنو اور ایمان
لے آؤ" اور کسی کو جائز نہیں کہ اس کی قضا و قدر سے اس پر حجت لانے لگے۔ کہ جب ہماری
تقدیر میں یہی لکھا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ قصور نہ کریں بات یہ ہے کہ تقدیر نے اختیار و
ارادہ انسانی کو سلب نہیں کیا بلکہ جو کام انسان نے اپنے ارادہ سے کئے ہیں ان کو پہلے
سے لکھدیا ہے اور اس پر بھی تسلی نہ ہو تو آخری فیصلہ یہ ہے کہ اللہ کو ہر قسم کے تصرف
وحکم کا اختیار ہے جو وہ کرے اس سے اس کی پوچھ نہیں ہوگی اور دوسروں سے پوچھ ہوگی
پس بندہ کو غلام بن کر کام کرنا چاہئے نہ کہ اترانا اور زبان چلانا اور بڑبڑانا کہ بکواس کرنے
سے سزا میں کمی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ زیادتی ہی ہوگی بادشاہ کسی کو بے وجہ بھی مارے تو
مار سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ قصور کا اقرار کرے ورنہ الزام دینے پر تو دوہرا قصور ہو کر
جوتیاں زیادہ ہی پڑیں گی۔ وائے تجھ پر حق تعالیٰ سے غافل رہ کر اپنے نفس اور اپنے
بال بچوں میں کب تک مشغول رہیگا؟ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب
تیرا لڑکا چھوارے کی گٹھلیوں کا چننا سیکھ جائے تو اس کی طرف سے تو تنہا اور اپنے
پروردگار اللہ جل جلالہ کے ساتھ مشغول ہو! مطلب یہ ہے کہ جب کچھ سمجھنے لگے چھوارے
کی گٹھلیاں بھی کسی کام آیا کرتی ہیں اور ان سے ٹکے حاصل ہو سکتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ معاش

حاصل کرنا سیکھ گیا اور اس قابل ہو گیا کہ اپنی ذات کے لئے تعب و مشقت اٹھانے اور پیٹ پالے۔ بس اب تو اپنا وقت اس پر مشقت اٹھانے میں مت ضائع کر اس لئے کہ اس کو تیری حاجت نہیں رہی غرض اپنی اولاد کو کسی قسم کی صنعت سکھا۔ اور فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو۔ کیونکہ بی بی بچے اللہ کے سامنے تیرے کچھ بھی کام آ سکیں گے اتنی مقدار پر جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ قناعت کر لینا تیرے نفس پر لازم کر اور اپنے بی بی بچوں پر بھی۔ اس کے بعد تو اور وہ سب اپنے مولا کی عبادت کے لئے فارغ ہو جاؤ پھر اگر غیب میں تمہارے رزق کی فراخی مقدر ہو گی تو اپنے وقت مقررہ عند اللہ پر خود ہی آ جائے گی کہ تو اس کو خدا کی طرف سے سمجھے گا اور اسباب کو محض واسطہ عطاء الٰہی جان کر شرک باتخلق سے بچا رہے گا اور اگر تقدیر میں تیرے لئے فراخی نہ ہوگی تو اپنے زہد و قناعت کے سبب تجھ کو تمام چیزوں سے غنا حاصل ہی ہے اور اس طرح پر فقر و تنگدستی میں بھی تمول و سلطنت کا مزہ آ رہا ہے پھر وسعت معاش کو لیکر کرنا ہی کیا۔ قانع مسلمان جب دنیا کی کسی چیز کا ضرورت مند ہوتا ہے تو اپنے سوال اور تضرع اور ذلت اور توبہ کے قدموں پر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ بس اگر وہ اس کو اس کی مراد عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے عطا پر۔ اور اگر عطا نہیں فرماتا۔ اس نہ دیئے جانے میں بھی اس کی موافقت کرتا اور اعتراض و منازعت کے بغیر اس کی مشیت پر صابر بنا رہتا ہے۔ اپنے دین اور ریا و نفاق اور طمع کاری کے ذریعہ سے تونگری و تمول نہیں چاہا کرتا جیسا کہ اے منافق تو کیا کرتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ ریا و نفاق اور نامرادیاں ہر قسم کی فقر و ذلت اور حق تعالےٰ کے دروازے سے دھکے ملنے کا سبب ہیں ریاکار منافق دنیا لیا کرتا ہے اپنے دین کے ذریعہ سے اور نااہل ہونے کے باوجود نیکوں کی سی صورت بنا کر دنیا کمایا کرتا ہے کہ ان جیسی باتیں بناتا اور ان کا سا لباس پہنتا ہے حالانکہ ان جیسے کام نہیں کرتا ان کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ ان کی طرف اس کی نسبت درست نہیں۔ تیرا لا الہ الا اللہ کہنا ایک دعویٰ ہے اور اللہ پر توکل اور اس پر بھروسہ رکھنا اور اپنے قلب کو غیر اللہ سے ہٹا لینا گواہ ہیں۔

پس جب گواہ نہیں تو دعویٰ توحید و ایمان جھوٹا رہا۔

اے جھوٹو۔ سچے بنو اور اے اپنے آقا سے بھاگنے والو لوٹ آؤ اپنے دلوں سے اللہ کے دروازہ کا قصد کرو اور وہاں پہنچ کر صلح و معذرت کرو تو بحالت ایمان جو کچھ دنیا لیگا باجازت شرع لیگا کہ جو شریعت نے مباح کیا ہے وہی حاصل کرے گا اور ولایت کی حالت میں امر خداوندی کے ماتحت رہے گا مع کتاب و سنت کی گواہی کے کہ اول شرعاً حلال ہونا متحقق کرے گا اور پھر حکم خداوندی کا بھی منتظر رہیگا اور جب بدلیتہ قطبیت کی حالت ہوگی۔ جو عام ولایت سے بالا اور ابدال کے درجے ہیں تو اللہ جل جلالہ کے فضل سے لیگا کہ ساری چیزوں کو اس کے حوالہ کر دے گا اور وہی کھلائیگا تو کھائے گا۔ اپنا نہ اختیار ہوگا نہ انتظار۔

عزیز من۔ تجھے شرم نہیں آتی اپنے نفس پر روگے تو راہ صواب و توفیق سے محروم ہوگیا ہے تجھے شرم نہیں آتی آج فرمانبردار بنتا ہے اور کل کو نافرمان بن جاتا ہے۔ آج مخلص اور کل مشرک۔ بھلا اس تلون اور تنزل کا کیا ٹھکانا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو دن مساوی ہوں کہ ترقی نہیں ہوئی بلکہ جس درجہ پر کل تھا اسی پر آج رہا تو وہ نقصان میں ہے اور جس کا گذرا ہوا دن آج سے بہتر رہا تو وہ بدنصیب ہے کہ بجائے ترقی کے رو بہ تنزل ہے۔

عزیز من تجھ سے نہیں کچھ ہو سکتا اور تیرے لئے بغیر چارہ بھی نہیں۔ بس کوشش تو کر اور ورد کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے اس سمندر دنیا میں جس کے اندر تو ہے ہاتھ پاؤں ضرور ہلا کہ موجیں تجھ کو ابھار کر اور بیٹھ دے دلا کر کنارہ تک لے ہی آئینگی تیرا کام دعا مانگنا ہے اور قبول کرنا اس کا کام ہے تیرا کام سعی کرنا ہے اور توفیق دینا اس کا کام ہے تیرا کام معصیتوں کا چھوڑنا ہے اور بچائے رکھنا اس کا کام ہے تو اس کی طلب میں سچا بن جا یقیناً وہ تجھ کو اپنے قرب کا دروازہ دکھلا دیگا تو دیکھیگا کہ اس کی رحمت کا ہاتھ تیری طرف دراز ہوگیا اور اس کا لطف و کرم اور اس کی محبت تیری مشتاق بنی ہوئی ہیں اور یہی اہل اللہ کا غایت مقصود ہے کہ نفسوں

اور طبیعتوں اور خواہشوں اور شیاطین کے بندو میں تمہارا کیا بناؤں میرے پاس تو حق ہی حق

ہے مغز در مغز صفائی در صفائی اور توڑنا اور جوڑنا ماسوی اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

اے منافقو۔ اور اے مدعیو۔ اے جھوٹو۔ میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں ہوں کیونکہ باتیں

بنانا اور کام کچھ نہ کرنا ہوس عبث ہے طلب نہیں ہے۔ میں تمہارے چہروں سے شرماتا نہیں

ہوں کہ لحاظ کے سبب بوالہوس کہنے کی جرأت نہ کر سکوں اور تم سے شرماؤں کیوں؟

حالانکہ تم نہیں شرماتے اپنے حق تعالیٰ سے اس کے روبرو بے حیائیاں کرتے اور اس کی نظر کو، اور

اس کے ان فرشتوں کی نظر کو جو تم پر تعینات ہیں آدمیوں کی نظر سے بھی حقیر سمجھتے ہو کہ خلوتوں

میں معصیت کرتے ہو حالانکہ خدا اور فرشتے دیکھ رہے ہیں میرے پاس صدق ہے کہ اس سے ہر

کافر و کذاب و منافق کا سر قطع کرتا ہوں جو نہ توبہ کرتا ہے اور نہ اپنی توبہ اور معذرت کے پاؤں

سے اپنے رب کی طرف لوٹتا ہے ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ صدق اللہ کی

تلوار ہے اس کی زمین میں کہ جس پر رکھی جاتی ہے اس کو کاٹ ڈالتی ہے میرا کہنا مانو کہ میں تمہارا خیر خواہ

ہوں اور تم کو چاہتا ہوں تمہارے نفع کے لئے میں تم سے مردہ ہوں کہ کوئی طمع یا خود کا واسطہ

نہیں رکھتا اور زندہ ہوں حق تعالیٰ کے ساتھ جس کسی نے میری سچی صحبت اختیار کی وہ

مستغنی و بامراد ہوا اور جس نے مجھ کو جھٹلایا اور میری صحبت میں جھوٹا ہوا وہ محروم اور دنیا

و آخرت میں سزایاب ہوا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ منازعت اور اس پر اعتراض کا ترک کرنا

اور اس کی تدبیر پر راضی ہونا معرفت الٰہی کے اسباب میں سے ہے اور اسی لئے مالک بن دینار نے

اپنے مرید سے فرمایا تھا کہ اگر معرفت الٰہی چاہتا ہے تو اس کی تدبیر اور تقدیر پر راضی ہو جا اور اپنے

نفس یا اپنی خواہش اپنی طبیعت اور اپنے ارادہ کو تدبیر و تقدیر کے بارہ میں خدا کا شریک مت بنا

کہ ان کی بنائی ہوئی تدبیر پر اعتماد کرنے لگے۔ اے تمدن دوستو اور اے اعمال سے بے فکر ہو جانے

والو۔ حق تعالیٰ کے انعامات و عطایا سے تمہارا کیا کچھ ضائع ہو رہا ہے اگر تمہارے دل اس سے

آگاہ ہو جائیں تو تم کو بڑی حیرت و پشیمانی ہو۔ جاگو اے صاحبو۔ عنقریب تم مر جاؤ گے فاصلہ ہو

روؤ اپنے نفسوں پر اس سے پہلے کہ دوسرے تم پر روئیں تمہارے لئے اتنے گناہ ہیں کہ اوپر تلے
چڑھ گئے اور انجام مبہم ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ توبہ کی توفیق ہوگی یا نہیں تمہارے دل دنیا
کی محبت اور حرص کے مرض میں مبتلا ہیں ان کا علاج کرو زہد اور ترک دنیا اور حق تعالے
کی طرف توجہ کرنے سے اصل دین کا محفوظ رہنا اس المال ہے اور اعمال صالحہ اسکے منافع ہیں
اور جو چیز تم کو شرع نے بتائے اور تردد بیجا کی سکھائے اس کی طلب چھوڑو اور اس پر قناعت
کرو جو تم کو کافی ہو جائے سمجھدار شخص کسی چیز پر خوش نہیں ہوا کرتا کیونکہ ہر وقت فکر آخرت
میں ڈوبا رہتا ہے اس کا حلال حساب ہے یعنی قیامت کو پوچھا جائے گا کہ اس کے معاوضہ میں
کیا عمل کئے اور حرام اس کا عذاب ہے کہ کیوں کھایا تھا مگر تم میں بہتیروں نے تو عذاب و حساب کو
بھلا ہی دیا اس لئے ہر وقت ہنسے اور جو چاہئے کھاتے پیتے رہتے ہو۔
عزیز من۔ جب دنیا کی کوئی چیز تیرے سامنے آئے اور تو اپنے دل کو اس سے منقبض دیکھے
تو اس کو ترک کر مگر تیرے پاس دل ہی نہیں پھر کسی شے سے منقبض ہو تو کون ہو تو تو سراپا
نفس اور طبیعت اور خواہش ہے اور اہل دل کی صحبت اختیار کر تاکہ تو بھی صاحب دل ہو جائے
تیرے لئے ضرورت ہے شیخ کی جو سمجھدار اور حکم خداوندی کی تعمیل کرنے والا ہو کہ تجھ کو مہذب بنائے
علم پڑھائے اور نصیحت کرے اے وہ شخص جس نے آخرت کو جو سب کچھ تھی دنیا کے بدلے میں
جو کوئی چیز بھی نہیں بیچ ڈالا اور ناچیز کو خرید لیا چیز کے بدلہ میں تو نے خرید لیا دنیا کو آخرت کے بدلے
تو ہوش در ہوس ہے۔ علم در عدم ہے۔ جہل در جہل ہے کھاتا ہے جیسے چوپائے کھایا کرتے ہیں
کہ نہ تحقیق ہے نہ تفتیش نہ پوچھ گچھ ہے نہ کوئی نیت نہ حکم کا انتظار اور نہ فعل کا۔ بندہ
مومن کھاتا ہے شریعت سے مباح کی تحقیق کرکے اور ولی کھانے کا طلب کے ذریعہ سے حکم
ہوتا ہے تب وہ کھاتا ہے اور مبالغت کی جاتی ہے تو وہ رک جاتا ہے اور ابدال کھانے اور نہ
کھانے میں سے کسی چیز کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ خود چیزیں ان میں ابنا اثر کرتی ہیں اور وہ اپنے
پروردگار جل جلالہ کی معیت اور اشیاء سے غائب اور فنائیت میں ہوتے ہیں پس دل

قائم ہے حکم کے ساتھ اور ابدال مسلوب الاختیار ہیں اور یہ سب کچھ حدود شریعت کو محفوظ رکھ کر ہے کہ شریعت کے بغیر تو قرب حق نصیب ہی ہو سکتا جو شخص اپنے وجود اور مخلوق سے فنا ہو جاتا ہے اور وہ حدود شریعت کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کے بعد قدرت کے سمندر میں پہنچتا ہے کہ اے قدرت والے خدا میری دستگیری فرما پس اس کی موجیں کبھی اس کو اوپر اٹھاتی ہیں اور کبھی نیچے بٹھا دیتی ہیں کبھی ساحل پر لا ڈالتی ہیں اور کبھی منجدھار میں گراتی ہیں مگر وہ تصرفات خداوندی وانقلابات کے امتحان میں صابر و ساکت بنا رہتا ہے وہ اصحاب کہف جیسا ہو جاتا ہے جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں داہنی طرف اور بائیں طرف"۔ یعنی ان کے لئے نہ عقل ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن رہ لطف و قرب کے مکان میں ظاہر اً و باطناً آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ پس اسی طرح اس مقرب بندہ نے بھی اپنے قلب کی آنکھوں کو ماسوی اللہ سے بند کر لیا پس وہ نہیں دیکھتا مگر اسی کے لئے اور نہیں سنتا مگر اس کی بات کو۔ اے میرے اللہ ہم کو فنا کر اپنے ماسوی سے اور موجود کر اپنے ساتھ اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

تیئسویں مجلس

وقت صبح۔ یوم جمعہ ۔ ۱۲ ذی الحجہ ۴۵ھ ۔ مدرسہ معمورہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "ان قلوب پر بھی زنگ آجاتا ہے اور قرآن پڑھنا موت کو یاد رکھنا اور وعظ کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان کی صیقل ہے" یعنی جس طرح تانبے وغیرہ کے برتنوں پر زنگ آیا کرتا ہے۔ اسی طرح قلب بھی زنگ آلود ہوجاتا ہے پس اگر صاحب قلب نے اس کا تدارک کر لیا جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو بہتر ورنہ وہ زنگ چند روز بعد سیاہی بن جاتا ہے۔ یعنی قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ بوجہ نور سے دور ہوجانے کے کالا پڑ جاتا ہے دنیا کو محبوب سمجھنے اور تقوی کے بغیر اندھا بن کر اس پر گرنے کی وجہ سے کیونکہ دنیا کی محبت جس کے قلب میں جگہ پکڑ جاتی ہے اس کا تقوی جاتا رہتا ہے وہ دنیا جمع کرنے لگتا ہے خواہ حلال سے خواہ حرام سے اس کے جمع کرنے میں اس کی تمیز اٹھ جاتی ہے اور حق تعالیٰ سے اس کے ملاحظہ سے شرمانا زائل ہوجاتا ہے۔

صاحبو۔ اپنے نبی کے ارشاد کو قبول کرو اور اپنے دلوں کا زنگ اس دوا سے جو آپ نے تم پر ظاہر کر دی ہے صاف کر لو۔ مگر تم میں کسی شخص کو کوئی مرض لاحق ہوجائے اور کوئی طبیب اس کی دوا بتائے تو جب تک اس کا استعمال نہیں کر لیتے زندگی دوبھر ہوجاتی ہے - پھر قلب کے مرض میں پیغمبر کی بتائی ہوئی دوائی کے استعمال سے بے پروائی کیوں کر رہے ہو۔

اپنی خلوتوں اور اپنی جلوتوں میں اپنے پروردگار جل جلالہ کا مراقبہ و دھیان رکھو۔ اس اپنا نصب العین بنالو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیوں کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو

دیکھ رہا ہے۔ پس اس کا ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کا دل سے دھیان رکھنا ہی مراقبہ ہے
ذاکر وہی ہے جو اپنے قلب سے اللہ کا ذکر کرے قلب سے ذکر نہ کرے وہ ذاکر نہیں۔ زبان تو
قلب کی غلام و خادم ہے۔ اور اعتبار آقا کا ہوا کرتا ہے نہ کہ غلام کا۔ وعظ کے سننے پر مداومت کر
کیونکہ قلب وعظ کے سننے سے جب غیر حاضر رہنے لگتا ہے تو اندھا بن جاتا ہے توبہ کی حقیقت
جو یہ ہے کہ جملہ احوال میں حق تعالےٰ کی عظمت ملحوظ رہے اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا
ہے کہ "ساری بھلائی دو باتوں کے اندر ہے یعنی حق تعالےٰ کے حکم کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور
اس کی مخلوق پر شفقت کرنا" ہر وہ شخص جو حق تعالےٰ کے حکم کی عظمت ذکرے اور اللہ کی
مخلوق پر شفقت نہ رکھے وہ اللہ سے دور ہے حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے پاس وحی بھیجی تھی کہ رحم کرتا کہ میں تجھ پر رحم کروں۔ میں بڑا رحیم ہوں۔ اور جو رحم کیا کرتا
ہے اس پر رحم کیا کرتا ہوں اور اس کو اپنی جنت میں داخل کر لیتا ہوں۔ پس مبارک
رحم کرنے والوں کو کہ وہ رحمت الٰہی کے مستحق بنتے ہیں۔ وائے افسوس کہ تمہاری تو عمر اس
قصہ میں برباد ہوئی کہ انہوں نے یہ کھایا۔ انہوں نے یہ پیا اور ہم نے یہ پیا۔ انہوں نے یہ پہنا
ہم نے یہ پہنا۔ انہوں نے اتنا جمع کیا ہم نے اتنا جمع کیا اور جو کام کی بات ہے یعنی اصلاح
قلب اور اطاعت حق اس کی طرف تم کو توجہ بھی نہیں جو شخص فلاح چاہئے اس کو چاہئے
کہ اپنے نفس کو جو بات اور شبہات اور خواہشات سے روکے اور حق تعالےٰ کے حکم کی
تعمیل اور ممنوعات سے احتراز اور اس کی تقدیر کی موافقت پر ہمیشہ قایم رہے اہل اللہ
حق تعالےٰ کی معیت ہوتے ہوئے ہر تکلیف و مصیبت اور فقر و احتیاج پر صابر رہنے اور
اور خدا سے محبت کر سکے۔ کہ دنیا کی نعمتیں ملیں مگر خدا نہ ملتا تو یہ گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے صبر
کیا اس کے لئے اور اسی کے متعلق انہوں نے صبر کیا تاکہ اس کی معیت نصیب ہو اور طالب
بنے تاکہ اس کا قرب ان کو حاصل ہو جائے اور اپنے نفسوں اور اپنی خواہشوں اور اپنی طبیعتوں
کے گھروں سے باہر نکل گئے شریعت کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے پروردگار اللہ جل جلالہ کی طرف چلے۔

پس ان کے سامنے آفتیں آئیں ہول ومصائب بھی آئے غموم وہموم بھی آئے بھوک پیاس بھی آئی۔ برہنگی بھی آئی۔ ذلت وخواری بھی آئی مگر انہوں نے کسی کی بھی پروا نہ کی نہ اپنی رفتار سے باز آئے اور نہ جس کے درپے تھے اس سے بدلے ان کا رخ آگے کی جانب رہا کہ ان کی چال سست نہ پڑے۔ برابر ان کی یہی حالت رہتی ہے یہانتک کہ قلب اور قالب کا بقا متحقق ہو جاتا ہے۔

صاحبو۔ بقاء خداوندی کے لئے عمل کرو اور وہ کام کرو جو اللہ ملاقات کے لئے شایاں ہیں اور اس کی ملاقات سے پہلے اس سے شرماؤ کہ کیا منہ سامنے لیکر جائیں گے مومن کی حیا اول حق تعالےٰ سے ہے اس کے بعد اس کی مخلوق سے البتہ اس صورت میں جس کا دین سے تعلق ہو اور شریعت کی حدود کا ہتک ہوتا ہو تو اس وقت اس کو حیا کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دین خداوندی کے متعلق شرم کو بالائے طاق رکھے اور بیباک بن کر احد رو رعایت نصیحت کرے اور دین کی حدود کو قایم کرے اور حق تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کرے کیونکہ وہ خود فرماتا ہے کہ اللہ کے دین میں مجرموں کو سزا دیتے وقت تم کو شفقت نہ ہونی چاہیئے۔ اس پر پورا عمل تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کر دکھایا ہے کہ باوجود ناکتخدا لڑکی سے زیادہ شرمیلے اور ماں سے زیادہ شفقت والے ہوئے مگر شرعی حد قائم کرتے وقت معصیت میں روک ٹوک کرنے میں کبھی نہ شرمائے نہ ترس کھایا باقی آپ کی امت میں جس پر حق تعالےٰ کا فضل ہوتا ہے وہ آپ کا اتباع کرتا اور قدم بہ قدم چلتا اور سدھ پاتا ہے کہ آپ کا تابع ہوتا جس شخص کے لئے صحیح ہو جاتا ہے تو حضرت اس کو اپنی زرہ اور خود پہناتے اپنی تلوار اس کے گلے میں ڈالتے اپنے ادب اور اپنے خصائل وعادات میں سے اس کو عطا فرماتے اور اپنی خلعتوں میں سے اس کو بخشتے ہیں اور اس سے آپ کو نہایت خوشی ہوتی ہے کہ آپ کی امت میں کیسا ہونہار نکلا اور اس پر اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایسی سعادت مند روحانی اولاد عطا فرمائی پھر اس کو

اپنی امت میں اپنا نائب اور امت کا راہنما اور ان کو دروازۂ خداوندی کی طرف بلانے والا بنائے ہیں۔ اصل بلانے والے اور راہنما آپ ہی تھے مگر جب آپ کو حق تعالےٰ نے اٹھا لیا تو اس کے لئے آپ کی امت میں سے وہ لوگ قائم کر دیئے جو ان میں آپ کے جانشین بنتے ہیں اور وہ لاکھوں بلکہ ان گنت مخلوق میں سے ایک دو ہی ہوتے ہیں وہ مخلوق کو رستہ بتلاتے ہیں اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کر کے ہر وقت ان کی خیر خواہی میں لگے رہتے ہیں منافقوں اور فاسقوں کے منہ پر ہنستے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کو اس حالت سے چھڑائیں جس میں وہ مبتلا ہیں اور حق تعالےٰ کے دروازہ پر ان کو لاڈالیں اور اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ فاسق کے منہ پر مومن ہنستا مگر عارف یعنی عارف اس کے منہ پر ہنستا اور ایسا ظاہر کرتا ہے گویا اس سے واقف ہی نہیں حالانکہ وہ آگاہ ہے اس کے خانۂ دین کی ویرانی سے اور اس کے چہرۂ قلب کی سیاہی سے اور اس کے کھوٹ اور تکدر کی کثرت سے فاسق اور منافق تو یوں گمان کرتے ہیں کہ ہمارا حال اس سے مخفی رہا اور اس نے ہم کو پہچانا نہیں نہیں نہیں ان کی عزت نہیں۔ جس کے سبب ان کا حال مخفی رہے وہ عارف چھپ سکتے ہیں عارف ان کو پہچان لیتا ہے نگاہ اور نظر اور بات اور حرکت سے اس کو شناخت کر لیتا ہے ان کے ظاہر و باطن سے اور اس میں مطلق شک نہیں۔ افسوس کہ تم گمان کرتے ہو کہ تمہاری حالت صدیقین و عارفین اور عاقلین سے پوشیدہ رہتی ہے حالانکہ یہ محض تمہارا گمان اور بے اصل خیال ہے تم کب تک بندۂ درہم و دینار بنے رہوگے اور کس وقت تک اپنی عمروں کو نافرمانی کے اندر ضائع کرتے رہوگے۔ اے گمشدگان راہ اس کے طالب بنو جو تم کو آخرت کا راستہ بتائے۔

اللہ اکبر اے مردہ دلو اور اے اسباب کو شریک خدا سمجھنے والو اور اے اپنی طاقت اپنی قوت، اپنی معاش، اپنے راس المال کے بتوں کو اور اپنے شہروں اور جس سمت کی طرف جا رہے ہو ان کے بادشاہوں کو پوجنے والو۔ یہ سب اللہ جل جلالہ سے محجوب ہیں

ہر وہ شخص جو نفع اور نقصان کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھے وہ خدا کا بندہ نہیں وہ اسی کا بندہ ہے جس کی طرف سے نفع و نقصان سمجھا پس وہ آج غصہ و حجاب کی آگ میں ہے اور کل کو جہنم کی آگ میں ہو گا اللہ کی آگ سے وہی بچ سکتے ہیں جو پرہیز گار ہوں صاحب توحید ہوں۔ مخلص ہوں اور تائب ہوں۔ توبہ کر دا پنے دلوں سے اس کے بعد اپنی زبانوں سے توبہ حکومت کی کایا پلٹ ہے کہ تیرے نفس و تیری خواہش۔ تیرے شیطان اور تیرے برے ہم نشینوں کی حکومت کو پلٹ دے گی کہ پہلے وہ تجھ پر حاکم تھے اور اب وہ غلام بن گئے۔ اور شریعت جو پہلے متروک تھی اب تیری حاکم بنی جب تو نے توبہ کی۔ تو گویا اپنے کان اپنی آنکھ، اپنی زبان، اپنے دل اور اپنے سارے اعضاء کو پلٹ دیا اور دنیا کے جن فانی دھندوں میں وہ مشغول تھے ان سے ہٹا کر پائیدار شغلوں میں ان کو لگا دیا کہ اپنے خورد و نوش کو حرام اور شبہ سے صاف کرے گا اور اپنی معاش اور خرید و فروخت میں محتاط بنے گا اور اپنا سارا مقصود اپنے مولے جل جلالہٗ کو بنائیگا۔ عادت کو زائل کریگا اس کی جگہ عبادت کو رکھیگا۔ معصیت کو مٹائے گا اور اطاعت کو قائم کرے گا اس کے بعد شریعت کی اصلاح اور گواہی کے ساتھ طریقت و حقیقت میں رسوخ پائے گا۔ کیونکہ ہر حقیقت جسکی شہادت شریعت نہ دے وہ زندقہ ہے۔ پس جب تیرے لئے یہ حال متحقق ہو جائے گا تو اس وقت تجھ کو فنا حاصل ہو گی بداخلاقیوں سے اور ساری مخلوق کی طرف نظر کرنے سے۔ کہ بجز خدا کے کسی پر نظر نہ جائے گی۔ بس اسوقت تیرا ظاہر محفوظ بن جائیگا کہ خلاف شرع کام صادر نہ ہونے پائے گا تیرا دل اپنے رب کے ساتھ مشغول ہو گا پس جب یہ حالت تیرے لئے کامل ہو جائے گی تو اگر دنیا مع اپنے جملہ متعلقات کے بھی آئے اور تجھ کو اپنے اوپر اختیار و قدرت دے اور اگلی پچھلی ساری مخلوق بھی تیری تابع بن جائے تو نہ یہ تیرے لئے مضر ہو گا اور نہ تجھ کو تیرے مولا جل جلالہٗ کے دروازے سے لوٹا سکیگا اس لئے تو حق تعالےٰ کے ساتھ قائم اس پر متوجہ اس کے ساتھ مشغول اور اس کے جلال و جمال کی طرف

نظر رکھنے والا ہوگا کہ جب اس کے جلال کیطرف نظر کرے گا تو پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اور جب
اس کے جمال کیطرف نظر کرے گا تو مجتمع اور اکٹھا ہو جائے گا۔ جلال کو دیکھتے وقت تو خائف
ہوگا اور جمال کے دیکھنے کے وقت متوقع جلال پر نظر پڑنے کے بعد نابود ہو جائے گا اور جمال پر
نظر پڑنے کے وقت موجود بن جائے گا۔ پس مبارک ہو اس کو جس نے اس کھانے کا مزہ چکھا یا اللہ
ہم کو اپنے قرب کا کھانا کھلا اور ہم کو اپنے انس کی شراب پلا اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی
اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

چوبیسویں مجلس

وقت صبح یوم یکشنبہ ۱۴ ذالحجہ ۱۳۸۵ھ - خانقاہ شریف

حق تعالے کی تدبیر اور اس کے علم میں اپنے نفسوں اور اپنی طبیعتوں کو اس کا شریک مت بناؤ یعنی جو صورت بھی مقدر سے پیش آئے وہ کیسی ہی خلاف طبیعت اور خلاف خواہش نفس کیوں نہ ہو چونکہ اللہ جل جلالہ کی تجویز و تدبیر اور اس کے علم سے پیش آئی ہوئی ہے لہذا اسی کو محبوب سمجھو۔ اور اللہ سے ڈرو اپنے دوسروں کے بارے میں کہ اپنے واقعات ہوں یا دوسروں کے ان پر ناگواری یا شکوہ کر کے مستحق عتاب نہ بنو۔ ایک بزرگ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے بارے میں حق تعالے کی موافقت اختیار کر اور حق تعالے کے بارے میں مخلوق کی موافقت مت کر۔ ٹوٹ جائے جسے ٹوٹ جانا ہو اور جڑا رہے جسے جڑنا ہو یعنی کسی سے تعلق و دوستی رہے یا نہ رہے پروانہ کر اور معصیت و خلاف شرع امر کا مرتکب ہرگز نہ ہو۔ اب اگر اس کی تمنا ہو کہ موافقت الہٰی حاصل کرو تو ظاہر ہے کہ ہر کام اس کے کاریگر اور ماہر فن اسی سے حاصل ہو سکتا ہے لہذا حق تعالے کی موافقت کرنا اس کے نیکوکار اور موافقت کرنے والے بندوں سے سیکھو۔ اور بندگان رضا و تسلیم اللہ والوں کی خدمت میں رہ کر ان کی غلامی کرو محض مولوی بنجانے کو کافی نہ سمجھو کہ اپنے آپ کو استاد سمجھ کر تعلیم کا اہل سمجھنے لگو۔ کیونکہ علم تو عمل کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ حفظ کرنے اور مخلوق پر پیش کرنے کے لیے لہذا علم سیکھو اور عمل کرو تاکہ اخلاق درست اور احوال قلب صالح بن جاویں اور رضا و تسلیم حاصل ہو کہ حق تعالے کی غلامی اور عبدیت جو علم کا ثمرہ ہے حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد

دوسروں کو پڑھائیو۔ خوب سمجھ لے کہ جب تو عالم بن کر اپنے علم کا عامل بن جائے گا تو معلم مجسم بن جائے گا کہ خود ہر علم تیری طرف سے نائب ہو کر کلام کرے گا اگر تو خاموش بھی بیٹھا رہے گا۔ تب بھی تو بزبان عمل واعظ کہے گا اور تیرا عمل دوسروں کو خود تعلیم دے گا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ مگر اس زمانہ میں اکثر بزبان علم ہی وعظ و نصیحت ہوا کرتی ہے اس لئے موثر نہیں ہوتی کیونکہ مفید نصیحت وہی ہے جو بزبان عمل ہو اس لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس کی نگاہ تجھ کو نافع نہ ہو اس کا وعظ بھی نافع نہ ہو گا۔ یعنی جو عامل نہیں اس کا وعظ بے اثر ہے یاد رکھ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور اپنے علم سے خود بھی مستفید ہوتا ہے اور دوسرے بھی مستفید ہوتے ہیں کیونکہ اللہ جل جلالہ میرے پاس حاضر ہونیوالوں کے حالات کے انداز پر جو چاہتا ہے مجھ سے کلام کراتا اور جو شخص جتنی عقیدت لے کر میرے پاس آتا ہے اسی قدر میرے وعظ سے فائدہ اٹھاتا ہے ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تو عداوت ہے کہ نہ تم کو مجھ سے انسیت ہے اور نہ مجکو تم سے محبت یہ بالکل صحیح ہے کہ میری آبرو اور مال سب تم پر نثار ہے اور میرے پاس کچھ ہے نہیں اگر کچھ ہوتا تو میں تم کو اس سے بھی نہ روکتا اور ظاہر ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ وغیرہ کا تعلق نہیں جس کی بناء پر یہ شفقت و محبت ہو بجز خیر خواہی کے کہ میں تم کو محض اللہ واسطے نصیحت کرتا ہوں نہ کہ اپنے نفس کے لئے لہذا مجھ کو ماں باپ سے شفیق سمجھ کر میری نصیحت کو مان اور تقدیر کی موافقت کر ورنہ وہ تیری گردن توڑ دے گی اس کے ارادہ پر اس کے ساتھ چل ورنہ وہ تجکو ذبح کر ڈالے گی۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جا یہانتک اس کو تجھ پر ترس آئے اور وہ تجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھائے اہل اللہ کے سلوک کا آغاز کسب سے ہوتا ہے کہ دنیا کا مال و متاع بقدر ضرورت شریعت کے ہاتھ سے لیتے اور مباح کے طریقہ سے مزدوری یا تجارت کو سبب معاش بناتے ہیں یہانتک کہ جب اس کے جسم کسب سے تھک جاتے ہیں اور توکل کا مزہ آتا ہے تو اس کے قلوب پر مہر لگا دیتا اور ان کے اعضا کو قید کر لیتا ہے کہ نہ کسب

معاش میں ان کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں اور نہ اس کی تدبیر میں عقل و دماغ کام دیتا ہے تب دنیا میں جو کچھ ان کا مقسوم ہے وہ ان کے پاس خوشگوار و کافی بن کر بلا مشقت و کلفت آتا ہے اور یہ عیش و آرام بلا ارادہ و بغیر طلب کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ تو بجز قرب حق کے کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ بعض مقربین کو جنت کی نعمتوں کا انتفاع بھی بلا ارادہ سے ہوگا کہ ان کی مراد دیدار خدا اور وصال محبوب ہے نہ کہ ثمار جنت پس ان کا جنت میں جانا اپنی خواہش سے نہ ہوگا بلکہ وہ اس میں صرف ارادہ خداوندی کی موافقت کریں گے اس نے ان کو اس جگہ ٹھہرانا چاہا انہوں نے وہاں رہنا منظور کر لیا جیسا کہ اس کی موافقت کرتے رہے اس مقسوم کے استعمال کرنے میں جو ان کے لئے دنیا میں تجویز ہوا تھا کہ نہ ان کو جاہ و مال دنیا درکار تھی نہ راحت و آرام جسمانی مگر چونکہ محبوب حقیقی نے چاہا کہ ان کو سب کچھ ملے اور ان کی تقدیر میں راحت دنیا لکھ دی لہٰذا انہوں نے اس کو مشیت الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ الغرض طالبان خدا کو طلب بجز ذات حق کے دین یا دنیوی کسی چیز کی نہیں ہوتی مگر اللہ نے ان کے مقسوم میں دونوں جہان کی نعمتیں جو نکہ لکھی ہیں لہٰذا ان کو دنیا و آخرت میں ان کا مقسوم پورا دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

عزیز من ۔ یاد رکھ کہ تیری ہمت کے موافق تجھ کو دیا جائیگا لہٰذا عالی ہمت بن اور جنت ہو یا راحت دنیا غرض حق تعالےٰ کے سوا سب سے تعلب دور ہو کر اللہ سے قریب ہو جائے اور مخلوق سے مرجا کہ یقیناً تیرے اور خدا کے درمیان کے پردے اٹھ جائینگے اگر کوئی کہے کہ کس طرح مرجاؤں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرجا اپنے نفس اور اپنی خواہش اور اپنی طبیعت اور اپنی عادتوں کی پیروی اور مخلوق اور اسباب کے پیچھے پڑنے سے کہ جس طرح مردہ میں خواہش نفس کے اتباع اور سبب ظاہری یا مخلوق پر نفع نقصان کی نظر ڈالنے کا مادہ نہیں رہتا اسی طرح تو بھی بے تعلق بن جا اور سب سے ناامید

ہو جا اور ان کو شریک خدا بنانا اور سوائے خدا کے کسی سے کوئی چیز مانگنا چھوڑ دے
اپنے سارے اعمال کو خالص اللہ کی ذات کے لئے بنا نہ کہ اس کی نعمتوں کی طلب
کے لئے اس کی تدبیر اس کی قضا و قدر اور اس کے افعال پر راضی ہو پس جب تو نے
ایسا کیا تو مر گیا اپنے نفس سے اور زندہ ہوا حق تعالیٰ سے تیرا قلب اس کا مسکن بن
جائے گا کہ جس طرح سے چاہے اس کو پلٹے اور وہ اس کے کعبۂ قرب کے پردوں کو پکڑے
ہوئے ہوگا کہ اسی کی یاد ہوگی اور باقی سب کو بھولا ہوا ہوگا۔ آج اور کل دونوں عالم
میں جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے بشرطیکہ اپنے نفس اور اپنے
غیر اللہ کے سوا ہر چیز سے فنا ہو جائے اور شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہو یا غاث
والانہار دالامکان کو عام مسلمانوں کے نزدیک جنت ہے مگر اللہ والوں کی جنت تو قرب
خدا ہے اور اس کا بعد ان کی دوزخ بجز اس جنت کے وہ کسی جنت کے امیدوار
نہیں اور بجز اس دوزخ کے کسی سے خائف نہیں ورنہ اس آگ کی جس کو عام
لوگ جہنم کہتے ہیں ان کے نزدیک حقیقت ہی کیا ہے جس سے وہ خوف کریں۔ وہ
نار جہنم تو مومن سے خود پناہ مانگتی ہے اور بھاگتی ہے پھر بھلا محبین و مخلصین سے تو
کیوں نہ بھاگے گی مومن کی بھی دنیا اور آخرت میں کیا خوب حالت ہے کہ دنیا میں کسی حال
کے اندر کیوں نہ ہو اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا رب اس سے راضی ہے تو پھر اس کو کچھ بھی
پروا نہیں ہوتی پرند کی طرح جہاں کہیں اترا وہاں اپنے مقسوم کا دانہ چگا اور اس پر
راضی ہو گیا جدھر بھی رخ کیا بنور خدا دیکھ لیا۔ اس کے اندھیرے کا وجود ہی نہیں۔ اس کے
اشارے اللہ ہی کیطرف ہیں اس کا پورا اعتماد اسی پر ہے۔ اس کا سارا توکل اسی پر ہے
صاحبو۔ بندۂ مومن کی ایذارسانی سے بچو کہ وہ ایذارساں کے بدن میں بمنزلہ زہر
کے ہے اور اس کے فقر و عذاب کا سبب ہے۔ اے اللہ اور اس کے خاص بندوں سے
ناواقف۔ خاصان خدا کی غیبت کا مزہ مت چکھ کہ وہ سم قاتل ہے۔ بچا اپنے آپ کو اور پھر

کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بچا اور بہت بچا اس سے کہ ان کے ساتھ کسی قسم کی بھی برائی سے پیش آئے۔ کیونکہ ان کے لئے ایک بڑی قدرت والا آقا ہے جس کو ان پر غیرت آتی ہے کہ ان کے ساتھ کسی کی بدسلوکی برداشت نہیں کرسکتا۔ اے منافق تیرے قلب میں ان کی بابت منافقانہ شک وابستہ ہوگیا اور تیرے ظاہر و باطن کا مالک بن چکا ہے کہ محض ظاہر میں ان کے ہاتھ چومتا ہے اور دل میں ان کی عظمت نہیں تو ہر حال میں توحید اور اخلاص کا استعمال کر کہ یقیناً شفا پائے گا اور تیرا شک جاتا رہے گا۔ کس درجہ کثرت کے ساتھ تم لوگ شریعت کی حدود کو پھاڑنے اور اپنے تقویٰ کی زرہ کو پارہ پارہ کرنے اور اپنی توحید کے کپڑوں کو ناپاک بناتے اور اپنے ایمان کی روشنی کو بجھائے ڈالتے اور اپنے تمام اقوال و افعال میں اپنے رب کے دشمن و مبغوض بنے جاتے ہو۔ جب تم میں کوئی فلاح پاتا اور نیک کام کرتا بھی ہے تو اس میں آمیزش ہوتی ہے خود پسندی اور مخلوق کے ریا و نمود اور اس پر مدح کی طلب و خواہش کی تم میں جو شخص اللہ کی عبادت کرنی چاہے تو اس کو مخلوق سے کنارہ کش ہونا چاہئے کیونکہ اعمال میں مخلوق کا دکھاوا جس کو نمود اور ریا کہتے ہیں اعمال کو باطل کردینے والی چیز ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گوشہ نشینی کو لازم پکڑو کہ وہ عبادت اور گذشتہ صالحین کی عادت ہے۔ لازم پکڑو ایمان کو پھر ایقان کو اور پھر فنا کو۔ اور اللہ جل جلالہ کے ساتھ وجود کو نہ کر اپنے ساتھ اور نہ کسی دوسرے کے ساتھ اور یہ سب کچھ حدود شریعت کو محفوظ رکھ کر ہو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر کے اور کلام اللہ کو خوشنود بنا کر جو تلاوت کیا جاتا سنا جاتا دیکھا جاتا ہے جو اس کے خلاف کہے نہ اس کی کرامت معتبر نہ خرق عادات بھی قرآن جو کاغذوں اور تختیوں پر لکھا ہوا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا کلام ہے کہ ایک کنارہ اس کے ہاتھ میں ہے اور ایک کنارہ ہمارے ہاتھ میں۔ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچ سکتے ہیں

پس اللہ ہی کا ہو رہے اور اسی سے تعلق رکھنے کو ضروری سمجھ کہ دنیا اور آخرت کی
ضرورتوں میں وہ تجھ کو کافی ہو جائے گا اور تیری حفاظت فرمائیگا حیات و ممات میں
اور تجھ سے مضرتوں کو دفع کرے گا ہر حالت میں سپیدی پر سیاہی یعنی اوراق مصحف
کی تحریر کو مضبوط پکڑ۔ اس کا خادم بن تاکہ وہ تیری خدمت انجام دے کیونکہ تیرے قلب
کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پروردگار جل جلالہ کے سامنے لاکر کھڑا کرے اس پر عمل کرنا تیرے قلب
کے بازوؤں پر لگا دیگا پس تو ان سے اپنے پروردگار جل جلالہ کیطرف اڑ جائے گا اے وہ شخص
جس نے صوفی بننے کے لئے اپنے بدن پر صوف پہن رکھا ہے اول اپنے باطن کو صوف
پہنا اس کے بعد اپنے قلب کو پھر نفس کو اور پھر اپنے بدن کو۔ زہد کی ابتدا یہاں باطن سے
ہوا کرتی ہے نہ کہ ظاہر سے باطن کی طرف جب باطن صاف ہو جائے گا تو قلب اور نفس اور
اعضاء و لباس تک صفائی پہنچ جائے گی اور تیری ساری حالتوں میں صفائی کا اثر سرایت
کر جائے گا کہ عبادت اور عادت سب سنت کے موافق اور رضاء خالق کا سبب ہوگی۔
ہر شخص جانتا ہے کہ دل مکان کا اندرون تعمیر کیا جاتا ہے۔ پس جب اس کی تعمیر پوری کر چکے
تو اب دروازہ بنانے کیلئے باہر آنا نہ کہ ظاہر ہو اور باطن نداردند یہ کہ خلق سے انس و
تعلق پر اور خالق کا دھیان و خیال بھی نہیں اور یہ کہ دروازہ ہو مکان کے بغیر قفل ہو ویرانہ
یہ کہ دیکھنے والے سمجھیں اندر خزانہ ہے حالانکہ بجز کھنڈر کے خاک بھی نہیں۔ الغرض قلب
کی صفائی و اصلاح مقدم ہے اور اعمال کی اصلاح چونکہ اسی کا اثر ہے لہذا وہ تبعاً بطور
لزوم خود پیدا ہو جائے گی۔ باقی نیک عملی جو قلب کی گندگی کے ساتھ بہ تکلف و تصنع پیدا
ہوتی ہے وہ محض بیکار ہے اے سرتاپا دنیا کہ آخرت سے واسطہ نہیں اور اے خلق کے شیدا کہ
کہ خالق سے غرض نہیں جن حالات و مشاغل اور ہوا و ہوس میں تو مرا اور کھپ رہا ہے
ان میں کچھ بھی تیرے لئے قیامت کے دن مفید نہ ہوگا بلکہ الٹا تجھے ضرر پہنچے گا۔ ریا و نمود
کے ساتھ اعمال کا جو مال و متاع تو نے جمع کیا ہے اور تیرے پاس ہے وہاں کسی قیمت پر بجز

سے خریدا نہ جائے گا کیونکہ تیرا مال و متاع مجسم ریا و نمود و نفاق اور معاصی ہیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا بازار آخرت میں رواج نہیں ہے۔ پس جس طرح رانگ کا روپیہ اپنے شہر کے بازار میں کوئی شخص دھیلے کے برابر بھی نہیں لیتا اسی طرح تیرے منافقانہ اعمال اور دھوکہ دینے والی ملمع کی نیکیوں کو بازار آخرت میں کوئی پوچھنے کا بھی نہیں اگر تو چاہتا ہے کہ آخرت کا سودا نصیب ہو تو اول ایسا اسلام صحیح کر اس کے بعد تیرا دل چاہے وہ کھا پی۔ مگر یہ خوب سمجھ لے کہ اسلام مشتق ہے استسلام سے جس کا ترجمہ اپنے آپ کو دوسرے کے حوالے کر دینا لہٰذا اسلام صحیح ہونے کا یہ مطلب ہوا کہ تو حق تعالےٰ کا کام اس کے سپرد کرے اور معاش و موت و حیات وغیرہ میں فکر یا طلب کو دخل نہ دے الغرض اپنا نفس اس کے حوالہ کرے اور اس پر بھروسہ و اعتماد کرے کہ جس حال میں رکھیگا وہ بہتر اور مفید ہوگا اپنے ندر اور اطاعت کو بھول جائے اور جو کچھ دنیا تیرے پاس ہو اس کو اس کی اطاعت میں خرچ کر ڈالے نیک کام کرے اور ان کو بھی اس کے حوالہ کر کے بھول جائے کہ نہ معاوضہ کا متوقع ہو۔ نہ اپنے آپ کو کارگزار اور نیکو کار سمجھے جب تیری یہ حالت ہو جائے تب سمجھ کر اسلام صحیح ہو گیا نہ یہ کہ صرف زبان سے کلمۂ توحید پڑھ لیا اور قلب کو اللہ جل جلالہ سے لگاؤ بھی نہیں وائے بجھ پہ تیرا سارا عمل خالی اخروٹ ہے جس میں مغز گری کا نام بھی نہیں کیونکہ ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو چھلکا اور پوست ہے کہ جس میں گری نہ ہو یا لمبی لکڑی ہے جو زمین پر پڑی ہو کہ چولھے میں جلانے کے سوا کسی مصرف کی نہ ہو یا جسم بلا روح ہے۔ یا صورت ہے بلا معنی و بلا حقیقت۔ اور ایسے عمل منافقوں کے ہوتے ہیں نہ کہ مسلمانوں کے۔

عزیزمن۔ ساری مخلوق بمنزلہ آلہ و اوزار کے ہے اور حق تعالےٰ ان کا کاریگر اور ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ کہ جس طرح کاریگر اپنے اوزاروں سے لکڑی کو چھانٹتا اور جوڑتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فعل بڑھئی کا ہے اوزاروں کا نہیں ہے کہ اوزار برائے نام واسطہ ہیں اسی طرح حق تعالےٰ جس مخلوق سے جس کو چاہتا ہے نفع پہنچا تا ہے اور جس سے چاہتا ہے نقصان

کراتاہے ۔ مومن سمجھتا ہے کہ اصل فعل حق تعالےٰ کا ہے اور مخلوق کہ جس سے سلوک یا
بدسلوکی ظاہر ہوئی ہے محض آلہ اور واسطہ ہیں پس جس نے اس کو سمجھ لیا اس نے اوزار کی
پابندی سے رہائی پائی اور ان تصرف کرنے والوں پر نظر رکھی کہ نجار کے آری چیر سکتی ہے
اور نہ کیل وہ جداجدا تختوں کو جوڑ سکتی ہے ۔ لہٰذا اس کی نظر مخلوق سے اٹھ جاتی ہے اور
شکر و سوال و اظہار احتیاج سب کچھ حق تعالےٰ سے ہونے لگتا ہے کیونکہ مخلوق
پر نظر قاصر رکھنا اور آلات و اوزار پر رک جانا ناگواری اور کلفت اور کرب کا موجب
ہے اور حق تعالےٰ پر نظر ٹھہرانا سبب فرحت و راحت اور نعمت ہے اے راستہ
سے دور پڑے ہوئے اور اے وہ شخص جس کو انسان و جنات دونوں طرح کے
شیاطین نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے کہ جس طرح چاہتے ہیں نچاتے اور تماشہ دیکھتے
ہیں اور اے نفس اور خواہش نفس اور طبیعت کے غلام ذرا غور کر کہ تو حضرات
متقدمین کے راستہ سے بالکل علیحدہ ہے تیرے اور ان کے درمیان کوئی مناسبت ہی
نہیں رہی تو اپنی رائے پر قناعت کر بیٹھا اور تو نے اپنا استاد نہیں بنایا جو تجھ کو آگاہ
کرتا اور ادب سکھاتا ۔ تجھ پر افسوس کہ تو گونگا بن گیا ۔ تجھ سے دعا بھی نہیں
مانگی جاتی زبان ہی سے کام لے اور فریاد کر کہ حق تعالےٰ کی جناب میں پشیمانی و معذرت
کے قدموں سے اس کی جانب چل تاکہ وہ تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑالے اور
تجھ کو تیری ہلاکت کے سمندر سے بچائے ۔

عزیز من ۔ جس گندی حالت میں تو مبتلا ہے اس کے انجام کو سوچ کر پھر اس کا
چھوڑنا یقیناً تجھ کو آسان ہو جائے گا تو غفلت کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا ہے
اس کے سایہ سے باہر نکل کہ یقیناً آفتاب کی روشنی تجھ کو نظر آئے گی اور راستہ
معلوم کرنے لگا خوب سمجھ لے کہ غفلت کے درخت کی پرورش جہالت کے پانی سے
ہوتی ہے اور بیداری و معرفت کا درخت [illegible] اور انجام کے فکر کے پانی سے

پرورش پایا کرتا ہے اور توبہ کے درخت کی پرورش ندامت کے پانی سے ہوا کرتی ہے اور محبت کا درخت قضاء و قدر کی موافقت کے پانی سے پرورش پاتا ہے - پس جیسے درخت کی ضرورت ہو ویسا پانی دے۔

عزیز من - جس وقت تو بچہ اور جوان تھا تو نا سمجھی یا غلبہ نفس و شہوت کا کچھ عذر تھا بھی لیکن اب کیا عذر ہے جبکہ تیری عمر چالیس کے قریب ہو گئی یا اس سے بھی بڑھ گئی اور تو وہی کھیل کھیل رہا ہے - جو بچے کھیلا کرتے ہیں جاہلوں سے خلا ملا اور عورتوں سے اور لڑکوں کے ساتھ خلوت رکھنے سے بچ - پرہیزگار بوڑھوں کی صحبت اختیار کر اور جاہل نوجوانوں سے بھاگ لوگوں سے ایک کنارہ ہو کر کھڑا ہو جا پھر ان سے جو کوئی تیرے پاس آئے تو اس کے حق میں ایسا بن جیسے طبیب کہ اس کا معالجہ مقصود ہو اور اس کے مرض و تکلیف سے دل دکھے اور اس سے ملنا جلنا بنگاہ تربیت و اصلاح ہو نہ کہ اس سے مال و زر حاصل کرنے کے لئے - الغرض مخلوق کے لئے ایسا بن جیسے شفیق باپ اپنے بچوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ ذکر الٰہی میں مشغول ہو یعنی اللہ جل جلالہ کی طاعت زیادہ کر کہ اس کی اطاعت ہی اس کا ذکر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے حق تعالیٰ کی اطاعت پس بیشک اس نے خدا کو یاد کیا اگرچہ اس کی نماز روزہ اور تلاوت قرآن قلیل ہو - اور جس نے اس کی نافرمانی کی - بیشک اس نے اللہ کو بھلایا - اگرچہ اس کی نماز روزہ اور تلاوت قرآن کثیر ہو - الغرض بندہ مومن اپنے رب کا مطیع اس کی موافقت رکھنے والا اور اس کی صحبت پر جمنے والا ہوتا ہے کہ اپنی لغزشوں اپنے کلام اپنے کھانے اپنے پینے اپنے پہننے اور اپنے جملہ افعال و تصرفات کے وقت تامل و توقف کرتا ہے کہ اجازت اور خوشنودی خدا معلوم ہوئے بغیر استعمال کی جرأت نہیں کرتا اور منافق اپنی تمام حالتوں میں ان چیزوں کے اندر بے پروا بنا رہتا ہے کہ نہ اجازت شریعت کا اس کو انتظار ہوتا ہے نہ رضا رخداوندی کی طلب و فکر ہوتی ہے اور اسے پتہ چل جاتا ہے کہ منافق کون ہے اور مومن کون؟

عزیزِ من۔ اپنے معاملہ میں فکر کر اور اپنے اندر وہ بات ثابت کر جو درحقیقت تیرے اندر نہیں ہے۔ اگر تو غور کرے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ نہ تو طلب کے مضمون میں سچا ہے اور نہ اہل اللہ کا دوست ہے نہ خدا کا محب ہے نہ قضاء و قدر کی موافقت کرنے والا ہے نہ تصرفات الٰہی پر راضی ہے، اور نہ صاحب معرفت ہے۔ تو نے اللہ جل جلالہ کی معرفت کا دعویٰ کیا ہے مگر ذرا مجھے بتا تو سہی کہ اس کی معرفت کی علامت کیا ہے تو اپنے قلب میں کونسی حکمتیں اور انوار دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اولیاء و انبیاء کے جانشین ابدال کی بھلا علامت کیا ہے؟ وائے تجھ پر تیرا گمان یہ ہے کہ جو کوئی بھی کسی چیز کا دعویٰ کرنے لگے گا وہ تسلیم کر لیا جائے گا اور نہ شہادت طلب کی جائے گی اور نہ اس کے دینار کو کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ لے مجھ سے سن اللہ جل جلالہ کے عارف کی علامتوں میں کھلی علامت یہ ہے کہ وہ مصیبت پر صبر کرتا ہے اور تمام حالتوں میں اپنے نفس اپنے اہل و عیال اور جملہ مخلوق کے متعلق حق تعالیٰ کے جملہ احکام قضاء و قدر پر راضی رہا کرتا ہے۔

عزیزِ من۔ حق تعالیٰ کی محبت اور غیر کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتیں، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ نے کسی شخص کے لئے بھی اس کے اندرون میں دو قلب نہیں بنائے" پس قلب ایک ہے تو وہ ایک ہی کی محبت کا محل و مسکن بن سکتا ہے غرض نتیجہ نکل آیا۔ کہ دنیا و آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور خالق و خلق ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا دونوں میں ایک کو اختیار کر اور ظاہر ہے کہ زیادہ نفع والی چیز آخرت اور خالق کی رضا ہے لہٰذا دنیا کی ناپائیدار چیز کو چھوڑ تاکہ وہ شے حاصل ہو جسے فنا نہیں — اپنے نفس اور مال کو خرچ کر تاکہ تجھ کو جنت حاصل ہو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "بیشک اللہ نے مومنین سے ان کے نفس و مال کو خرید لیا اس قیمت پر ان کے لئے جنت ہے۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن نے فنا ہونے والے نفس و مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا اور بدنی و مالی تکلیفیں برداشت کیں تب ان کو جنت عطا کی گئی پھر اس کے بعد جنت وغیرہ جملہ

ماسویٰ اللہ کی محبت کو اپنے قلب سے نکال یہاں تک کہ اس کا قرب تجھ کو حاصل ہو جائے
اور تو اس کی صحبت میں رہے دنیا و آخرت میں۔ اے محب خدا اس کی قضاء و قدر کے ساتھ
گھومتا رہ جس طرح بھی وہ گھومے۔ اور اپنے قلب کو جو قرب حق کا مسکن ہے اور مقام ہے۔
پاک رکھو۔ ماسویٰ اللہ سے اس کو جھاڑ دے اور توحید و اخلاص اور صدق کی تلوار لیکر
اس کے دروازے پر بیٹھ اور اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی اس کو مت کھول اور اپنے قلب
کے گوشوں میں سے کسی گوشہ کو بھی غیر اللہ سے مشغول مت بنا۔ اے لہو و لعب والو میرے
پاس لہو و لعب نہیں ہے اور اے چھلکو میرے پاس بجز مغز کے کچھ نہیں۔ میرے پاس تو اخلاص
ہے بلا نفاق کے اور راستی ہے بلا دروغ کے۔ پس اگر صدق و اخلاص کے متمنی و قدردان ہو
تو میرے پاس آؤ اور اس کو حاصل کرو کیونکہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب سے تقویٰ اور
اخلاص کا خواہاں ہے وہ تمہارے ظاہری اعمال کو نہ دیکھیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ
تک قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز نہ پہنچیں گے ولیکن اس تک تمہارا تقویٰ پہنچے گا۔
لہٰذا قلب کو درست کرو اور اللہ کے احسانات میں غور کرو کہ بنی آدم جو کچھ بھی دنیا اور
آخرت میں ہے سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا گیا ہے پھر تمہارا شکر کہاں چلا گیا؟ تمہارا
تقویٰ اور اس کی طرف اشارات کہ جو بات زبان سے نکلے وہ تقویٰ کی خبر دے اور تمہاری
خدمتیں کہاں گئیں؟ کاہل اور اپاہج نہ بنو کہ ایسے عمل کرو جن میں روح نہ ہو خوب سمجھ لو
کہ اعمال کے لئے بھی جسم ہوتے ہیں اور روح اخلاص ہے۔ لہٰذا ہمت کرو اور جیتے
جاگتے کارآمد اعمال کرکے دکھاؤ تاکہ مخلص و صاحب دل مردان خدا اور اولوالعزم قرار
پاؤ۔

ما نصیحت بجائے خود کردیم
روزگارے دریں بسر بردیم

پچیسویں مجلس

۱۹ ذی الحجہ ۵۴۵ھ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی خوشبو ان کی ناک میں آتی تو اپنی
ناک بند کر لیا کرتے اور یوں فرمایا کرتے کہ یہ بھی دنیا ہی ہے اور اپنے قول و فعل سے زہد کا دعویٰ
کرنے والو۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ حال و قال تم پر حجت ہے کہ تم نے کپڑے تو زاہدوں
کے سے پہن لئے ہیں مگر تمہارے اندرون مال و دنیا کی رغبت اور افلاس و تنگدستی دنیا
پر حسرت سے بھرے ہوئے ہیں اگر تم ان کپڑوں کو اتار ڈالتے اور جو رغبت تمہارے دلوں میں
ہے اس کو ظاہر کر دیتے تو یہ تمہاری لئے بہت بہتر اور نفاق سے زیادہ دور ہوتا اس پر
شبہ نہ کرنا کہ پھر جن بزرگوں کو خوشحال اور دنیوی لذتوں سے متمتع دیکھتے ہیں وہ
زہد سے بے بہرہ ہیں بات یہ کہ جو شخص اپنے زہد میں سچا ہوتا ہے وہ دنیا کا طالب و محب
اور لذات فانیہ سے مانوس و راغب نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ ہی جب اس کا مقسوم
اس کی طرف آتا ہے۔ تو وہ اس سے انکار و فرار کو چونکہ بے ادبی سمجھتا ہے۔ لہذا محض
اس وجہ سے کہ وہ تجویز خدا اور عطاء محبوب ہے اس کی طرف مشتاقانہ بڑھتا اور اس کو
لے لیتا ہے۔ بس اس کا۔ بیرون اس سے مستفید ہوتا ہے اور اس کا قلب اس کی اور
اس کے سوا دوسری چیزوں کی بے رغبتی سے بدستور لبریز رہتا ہے اور اسی لئے ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے قلبی زہد کے ساتھ دنیوی نعمتوں کا بحکم تقدیر بہت
کچھ استعمال فرمایا ہے زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جنہوں نے قلبی زہد کے

بھی نعمتوں کے استعمال سے بچایا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے
زیادہ بڑھے ہوتے تھے کیونکہ بدن لذت اٹھائے اور قلب میں رغبت نہ آئے اس کی
بہ نسبت کہ بدن ہی لذت سے محروم ہو تاکہ قلب میں رغبت نہ آئے پائے زیادہ دشوار
اور ہمت کا کام اور مسلمان کا کمال ہے ہاں آپ نے خود فرمایا ہے کہ تمہاری دنیا میں سے
تین چیزیں میری محبوب بنائی گئی ہیں۔ یعنی خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک
نماز میں رکھی گئی ہے، تو باوجودیکہ آپ نہ ان چیزوں میں رغبت تھی اور نہ ان کے علاوہ
کسی اور چیز میں جیسا کہ صیغہ مجہول سے پتہ چل رہا ہے کہ از خود محبوب نہیں ہیں۔ بلکہ
محبوب بنائی گئی ہیں مگر پھر بھی اپنے ان کو محبوب سمجھا تو اس لئے سمجھا کہ یہ چیزیں آپ کے
مقسوم میں تھیں اور ان کے ساتھ حق تعالے کا علم پہلے ہی متعلق ہو چکا تھا کہ آپ ان کو
استعمال فرمائیں گے پس۔ آپ علم خداوندی کی موافقت کے حریص بن کر حکم کی تعمیل
میں ان چیزوں کا استعمال فرماتے اور ان کو محبوب سمجھتے تھے اور حکم خداوندی کی تعمیل
چونکہ عین اطاعت ہے لہذا یہ لذتہائے دینویہ کا استعمال بھی طاعت و عبادات
ہوا اور زہد کے خلاف نہ بنا تو جو شخص بھی اپنا مقسوم اس صورت سے لیگا وہ طاعت
ہی میں سمجھا جائے گا اگرچہ ساری دنیا سے بھی متمتع کیوں نہ ہو۔ اے جہالت کے قدموں
پر زاہد بننے والو سنو۔ اور ان تحقیقی امور کو سچا سمجھو جھکا ڈ مت اس محمدی زہد کو
سیکھو تاکہ جو نعمتیں بحکم تقدیر تم کو دی جائیں ان کو اپنی جہالت کے سبب خلاف زہد
سمجھ کر رد نہ کرنے لگو کہ ایسا کرنا اور مقدر سے بھاگنا چونکہ علم خداوندی کو خلاف واقع
اور غلط بتانے کے درپے ہوتا ہے لہذا معصیت اور قلبی و اخلاقی جرم ہے جو شخص
علم سے ناواقف اپنی رائے پر قائم اور بڑوں کے مشورہ سے مستغنی اور اپنے نفس اور اپنی
خواہش نفس اور اپنے شیطان کی بات ماننے والا ہے وہ ابلیس کا بندہ اور اسی کا تابع
ہے کہ اس کو اپنا پیر بنا لیا ہے۔ اے نادانو۔ اور اے منافقو تمہارے دل کس درجہ

سیاہ اور تمہاری گو کس درجہ گندی اور تمہاری زبانوں کی بک بک کس درجہ گندی ہو گئی؟
جس سے گندی حالت میں تم مبتلا ہو اس سے توبہ کرو۔ اللہ جل جلالہ اور اس کے اولیاء کو
جنہیں وہ محبوب سمجھتا اور وہ اس کو محبوب سمجھتے ہیں طعن دینا چھوڑ دو اور مقسوم کے استعمال
کی بابت ان پر اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ دنیوی لذتوں کا جو کچھ بھی استعمال کر رہے ہیں
موافقت خداوندی و محبت تقدیر میں حکماً استعمال کر رہے ہیں۔ نفسانی خواہش سے نہیں
کر رہے ان کے پاس حق تعالے کی محبت اس کا اشتیاق اس کے سوا ہر چیز میں سے یعنی
اور ظاہر و باطن کا سب سے رخ پھیر لینا بشدت موجود ہے۔ جس کا مقتضا یہ ہے کہ کسی
ادنیٰ چیز کے استعمال کو بھی ان کا دل گوارا نہیں کرتا لیکن ان کے مقسوم جن کے ساتھ
حق تعالے کا علم پہلے ہی متعلق ہو چکا ہے کہ یہ یہ چیزیں استعمال میں لائیں گے ان کے استعمال
کئے بغیر ان کا چارہ نہیں پس ان کا استعمال کرنا دوسرا مجاہدہ ہے کہ گو دل نہ چاہے مگر حکم
خداوندی کی پوری تعمیل ہو جائے ان کے لئے دنیا میں قیام اور اس عالم میں رہنا اور اپنے مقسوم
سے مستفید ہونا اور جو حق تعالے کے اور ان کے جھٹلانے والے ہیں ان کو دیکھنا اور صبر کرنا
سخت ترین مصیبت ہے مگر وہ اس پر راضی اور استقلال کے ساتھ جمع ہوئے ہیں کیونکہ
یہ بھی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور تقدیر پر رضا و محبت عین طاعت ہے۔

عزیز من۔ جب تک تو اپنے نفس اور اپنی خواہش نفس کے ساتھ قائم ہے اسوقت
تک مخلوق کو وعظ کہنا ترک کر کہ یہ تجھ کو شایاں نہیں لہذا سکوت و صموت اختیار کر اور
کلام سے گویا مردہ بن جا کہ تکلم کی طاقت ہی نہ رہے۔ پھر جب حق تعالے تجھ سے
نیابت رسالت اور تبلیغ کا کوئی کام لینا چاہے گا تو اس کے لئے تجھ کو خود تیار کرے گا
اور گویائی دے کر ارشاد خلق کا کام لیگا وہ جب چاہیگا تجھ کو زندہ کرے گا اور اہلیت
نصیب فرمائے گا۔

اور تجھ کو غلط نصیحت کے لئے کھڑا کر دے گا اور جب ایسا ہوگا تو تیرا بولنا اور زبان ہلانا اور
نیکنامی و شیخوخت کے ساتھ مشہور ہونا بھی عبادت بن جائے گا۔ کیونکہ تیرا ظاہر کرنے
والا وہی بنے گا نہ کہ تو خود۔ پس اپنے نفس اپنے کلام اور اپنے جملہ احوال کو اس کی تقدیر کے حوالہ کر
کہ جس وقت جو کچھ مقدر ہوگا وہ خود اپنے وقت پر ہو رہے گا۔ قبل از وقت یعنی فکر و تدبیر اور
سعی بے سود ہے۔ خدا کا کلام خدا کے سپرد کر اور خود اس کی خدمت اور کارگذاری م
اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جا خلاصہ یہ ہوا کہ زبان دونوں سے کام نہیں چلتا۔ عمل بن
بلا گفتگو کے اور اخلاص بن بلا ریائے اور توحید بن بلا شرک کے اور گمنامی بن بلا شہرت کے
اور خلوت بن بلا جلوت کے اور باطن بن بلا ظاہر کے اپنی نیت فاسدہ اور نقص معاوضہ
و اجرت طاعت کو باطل کرکے باطن سے ایسا مشغول ہو جیسا فانی مستغرق کا حال ہوتا ہے
دیکھو نماز کے اندر قول ایاک نعبد و ایاک نستعین میں حق تعالےٰ کو خطاب کرتا اور اس کی طرف
اشارہ کرتا ہے کہ یا اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ کو معلوم
ہے کہ یہ خطاب ہے حاضر و موجود کے لئے کہ اے وہ ذات جو میرے نزدیک حاضر و موجود ہے
اے وہ ذات جو مجھ سے واقف اور میرے قریب ہے اے وہ ذات جو مجھ پر مطلع ہے۔ پس اپنی
نماز اور دوسری سب حالتوں اسی نیت اور اسی طریقہ سے اس کو خطاب کیا کرتا کہ ہر لحظہ
مشاہدہ و حضور کی کیفیت حاصل ہو جائے - اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی عبادت کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو نہیں دیکھتا تو
وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے -

عزیز من - اکل حلال سے اپنے قلب کی صفائی کر کہ معرفت رب تجھ کو نصیب ہوگی اپنے اقوال
اپنے لباس اپنے دل کو صاف کر کہ بالیقین صوفی اور صافی بن جائے گا۔ دیکھ تصوف لفظ
صفا سے مشتق ہے نہ کہ صوف سے پس اے وہ شخص جس نے صوفی کہلانے کو بدن پر
صوف پہن رکھا ہے۔ خوب سمجھ لے کہ جو صوفی اپنے تصوف میں سچا ہوتا ہے اس کا قلب مولیٰ

کے سوا تمام چیزوں سے صاف ہوا کرتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو گیروے رنگ کر کپڑوں کا رنگ بدلنے اور ریاکاری کی ریاضتیں کر کے چہروں کو زرد بنانے اور پیروں کی صورت بنا کر گندھوں کو سمیٹنے۔ اور واعظ لسان بن کر بزرگوں کی حکایتیں اور قصے بیان کرنے میں زبان چلانے اور کثرت وظائف اختیار کرے۔ تسبیح وتہلیل میں انگلیاں ہلانے سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ حق تعالےٰ کی طلب میں سچا بننے۔ دنیا سے بے رغبت ہونے۔ مخلوق کو قلب سے باہر نکالنے اور اپنے مولا کے سوا سب سے قلب کے خالی ہو جانے سے حاصل ہوا کرتی ہے ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر و پس درآ
در ارادت باش صادق اے فرید — تا بیابی گنج عرفاں را کلید
جز خضوع و بندگی و اضطرار — اندریں حضرت ندارد اعتبار
ذوق باید تا دہد طاعات بر — مغز باید تا دہد دانہ شجر

ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے عرض کیا کہ "یا اللہ ان نعمتوں کو مجھ سے مت روک جن کے ملنے سے میرا فائدہ ہے اور تیرا کچھ نقصان نہیں" اور بار بار یہی دعا مانگی۔ اس کے بعد سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا گویا کوئی کہنے والا کہتا ہے" اور تو بھی ایسے عمل کرنے سے باز نہ آ جن کے کرنے سے تیرا نفع ہے اور ایسے ناجائز کام کرنے سے باز آ جن سے تیرا نقصان ہے کیونکہ نعمتوں کے مستحق تو کام کرنے والے ہوا کرتے ہیں اور جن کو اپنے نفع بنقصان کا خود فکر نہ ہو وہ ہم سے راحت دین و دنیا کا سوال کس منہ سے کرتے ہیں۔

صاحبو۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے انتساب کو صحیح کرو۔ کیسی شرم کی بات ہے کہ مسلمان کہلاتے ہو۔ اور صورت وسیرت میں مشابہت کا نام بھی نہیں اس انتساب کی صحت کا مدار تو اتباع واطاعت پر ہے کہ آپ کا متبع ہونا جس کے لئے صحیح ہوتا ہے

اسی کا انتساب بھی صحیح ہوگا اور اتباع کئے بغیر تیرا یوں کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں
تیرے لئے مفید نہیں ہے اور متابعت کا ثمرہ ہے معیت و موافقت۔ لہذا جب تم
آنحضرت کے افعال و اقوال میں حضرت کا اتباع کروگے آخرت میں بھی تم حضرت کے ساتھ
اور حضرت کی صحبت میں رہوگے کیا تم نے حق تعالےٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ "پیغمبر جو تم کو دے
اس کو لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آؤ" اس سے رک جاؤ۔ یعنی آنحضرت جو کچھ حکم کو
دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی مخالفت کریں۔ ایسا کروگے تو بیشک دنیا میں
حق تعالےٰ کے قریب ہوجاؤگے اپنے قلوب کے اعتبار سے اور آخرت میں قریب ہوجاؤگے
اجسام و نفسوں کے اعتبار سے لے لاہتم اچھا زہد اختیار نہیں کرتے کیونکہ اپنے نفس اور
اپنی خواہشات نفس کی تعلیم کے موافق زاہد بنتے ہو اور اپنی رائے کو مستقل سمجھتے ہو کہ
نہ بزرگوں سے استفسار کی حاجت اللہ کی نوبت والے شیخ کی صحبت اختیار کرو جو عالم باعمل ہو۔ اور بطا
طمع خیر خواہا: زبان سے مخلوق پر متوجہ ہیں کہ ان کو قلبی شفقت سے نصیحت کرتے اور تعلیم
وتلقین کرتے ہیں چونکہ ان کے قلوب تم سے روگرداں اور اللہ جل جلالہٗ پر متوجہ ہیں اسلئے
طمع جاتی رہی اور اب کسی مال یا جاہ کے لالچ سے وعظ و نصیحت نہیں کرتے وہ خدا کی طرف
متوجہ ہیں اور اس کے سوا سب سے روگرداں۔

عزیز من۔ اس سے قبل کہ تجھ کو موت آجائے اور تیری جگہ تیرا کوئی جانشین بیٹھے تو
اپنے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کر مر کر اللہ کی طرف جانا غیر اختیاری اور روح و بدن
کا ہوگا اور اس زندگی میں قلب سے حق تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا اور لو لگانا اختیاری
دل کا ہوگا جو پیدائش کا مقصود اعظم اور منتہائے مراد ہے صالحین کے حالات میں
تو صرف ان کے تذکرہ اور ان کی تمنا و ہوس پر اکتفا کر بیٹھا اور سمجھ لیا کہ صلحاء کا ذکر کافی
ہے جیسے کوئی شخص پانی کو مٹھی میں لے اور سمجھے کہ بس اتنا کافی ہے حالانکہ جب اپنا
ہاتھ کھولے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا نہ پانی رہے گا نہ پیاس بجھے گی وائے تجھ پر کیا تو اتنا

بھی نہیں سمجھتا کہ تمنا و ہوس ایک حماقت کا جنگل ہے جس میں بجز خار و خاشاک کے کچھ بھی حاصل نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچاؤ اپنے آپ کو تمنا سے کیونکہ وہ حماقت کا جنگل ہے کہ جس کے اندر خزانہ مل جانے کی امید و ہوس میں احمق ہی مارا مارا پھرتا ہے۔ ذرا غور کر کہ تو کام تو اہل شر اور فاسقوں کے سے کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے اہل خیر اور صالحین کے درجات کی؟ بھلا یہ حماقت نہیں تو کیا ہے؟ یاد رکھ جس کی رجا کو خوف پر غلبہ ہوا اور وہ اس غرہ پر رہا کہ محنت و مجاہدہ کئے بغیر سب کچھ ملیگا اور اس بنا پر عذاب و عتاب الٰہی کا خوف اس کو کم ہو گیا تو چونکہ تعمیل حکم خدا کے بغیر نجات مل جانے کی توقع میں اس کے عذاب سے نڈر بن گیا لہذا مرتد و زندیق ہوا کہ معاصی پر جراءت کرنا اور بیباکی کا بڑھنا سبب کفر ہے اور جس کا خوف اس کی رجا پر غالب تھا کہ مغفرت اور عطاء الٰہی کی آس اور امید بھی کم ہو گئی اور خوف و خشیۂ عذاب بڑھ گیا تو وہ ناامید و مایوس بنا کہ توبہ کی بھی توفیق جاتی رہے گی لہذا ان دونوں خطرناک حالتوں سے بچ اور یاد رکھ کہ سلامتی و نجات ان کے اعتدال میں ہے کہ ترازو کے دونوں پلڑوں کی طرح جس درجہ میں فضل کی امید ہو اس درجہ میں عذاب کا خوف ہو دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمن کے خوف و امید کو اگر وزن کیا جائے تو دونوں برابر نکلیں گے"۔ ایک بزرگ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ "میں نے" سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ حق تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک پاؤں پل صراط پر رکھا اور دوسرا جنت میں کہ عبور میں دیر نہ لگی اور ان سے ارشاد فرمایا کہ یہ نجات مجھ کو رجاء و خوف کے ہم پلہ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی کہ ایک نظر خوف جہنم پر تھی تو دوسری نظر امید و توقع جنت پر۔ لہذا وہی صورت آخرت میں آلہ سلامتی تھی ان پر اللہ کا سلام نازل ہو۔ واقعی وہ بڑے فقیہ اور بڑے زاہد و محتاط تھے۔ علم بھی سیکھا اور

اس پر عمل بھی کیا۔ علم کا حق علم کو دیا اور اس پر عمل کر کے عمل کا حق عمل کو دیا اس میں اخلاص برت کر۔ اور اللہ جل جلالہ نے ان کو اپنی رضا عطا فرمائی کہ وہی ان کو مقصود تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی رضا عطا فرمائی۔ کہ آپ کی متابعت کی تھی۔ غرض انہوں نے رضاء حق کو مقصود اور رضاء رسول کو وسیلۂ مقصود بنانے کا ذریعہ راستہ طے اور اور اس کا حق ادا کیا۔ لہذا دونوں سے مالا مال ہوئے۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر اور تمام صالحین پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی۔

صاحبو۔ وہ شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرے۔ اور اپنے ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت کو اور دوسرے ہاتھ میں آپ پر نازل شدہ کتاب کو یعنی قرآن کو نہ تھامے اور آپ کے راستہ سے جس کا نام سنت محمدیہ ہے حق تعالے کی طرف نہ چلے وہ ہلاک ہو اور پھر ہو۔ گمراہ ہو اور پھر ہو۔ کیونکہ یہی دونوں چیزیں یعنی قرآن۔ شریعت محمدیہ ہیں۔ اللہ جل جلالہ کا راستہ بتانے والی ہیں کہ قرآن تیرا راہبر ہے حق تعالے تک پہنچانے کو اور سنت تیری راہبر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کو۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ان کو چھوڑنے والا شخص ولی بن سکے یا اللہ رسول اس سے راضی ہو جائیں۔

اے اللہ دوری ڈال دے ہمارے اور ہمارے نفسوں کے درمیان کہ ہم اپنے نفسوں کی غلامی کا نام بھی نہ جان سکیں۔ اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی۔ اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

چھبیسویں مجلس

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ خانقاہ شریف

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ مصیبتوں کا مخفی رکھا گیا ہے۔ اے وہ شخص جو کسی تکلیف پر ہائے واویلا مچاکر اس کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنی تنگدستی یا دوسری مصیبتوں کا مخلوق سے شکوہ کرتا پھرتا ہے۔ ذرا غور تو کر کہ یہ مخلوق سے شکوہ کرنا تجھ کو کیا مفید ہوگا۔ وہ نہ تیرے دوست بن کر تجھ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ دشمن بن کر تیرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ پس ان پر اپنی مصیبت ظاہر کرنے سے مصیبت دور نہ ہوئی۔ اور اُلٹا خسارہ اٹھایا۔ کہ جب تو ان پر اعتماد کیا اور ان کو تصرفات الٰہی میں شریک سمجھا۔ کہ ان سے اپنے دکھ کی کہانی کہوں گا۔ تو یہ مصیبت دُور کردیں گے تو ظاہر ہے کہ اس شرک کا وبال تجھ پر پڑے گا۔ اور وہ اللہ سے تجھ کو اور دُور کردیں گے اور اس کے غصہ میں تجھ کو گرفتار کریں گے۔ اور اس سے تجھ کو محجوب بنادیں گے۔ اے جاہل تو علم کا دعوی کرتا ہے۔ اور ثبوت جہالت کا دے رہا ہے۔ تیرا دنیا کو پروردگار دنیا کے سوا دوسرے سے طلب کرنا تیری جہالت ہی تو ہے۔ بھلا شاہی خزانہ کا روپیہ پیسہ کوئی شخص غلام سے مانگنے لگے۔ تو یہ جہالت نہیں تو کیا ہے۔ پس تو کیسا نادان ہے۔ کہ مخلوق سے اپنا شکوہ کرکے مصیبتوں سے رہائی چاہتا ہے۔ وائے تجھ پر۔ جب یہ بیل کتا حیوان ہوکر شکاری کی تعلیم سے شکار کو اپنے مالک کے لیے محفوظ رکھنا سیکھ لیتا ہے۔ اور اپنی حرص اور اپنی طبیعت کو دبا لیتا ہے۔ اور یہ عقاب اور باز وغیرہ پرندے تعلیم کی بدولت اپنی طبیعت کی مخالفت کرنے لگتا ہے۔ اور ان شکار کیے ہوئے جانوروں کے کھا لینے کی عادت چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جن کو

وہ اپنے نفس کے لئے شکا۔کیا کرتا تھا۔تو تیرا نفس انسان بن کر تعلیم کا زیادہ مستحق ہے۔کہ اپنے ریاو نمود کی خو بئے بد کو چھوڑ کر اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرے۔ اور طلب دنیا کو چھوڑ کر رضائے حق کو مقصود قرار دے کر عبادات کو اپنے آقا کی نذر گزار دے پس۔ اگر شرافت انسانی کا تجھ کو پاس و لحاظ ہے۔تو اپنے نفس کو تعلیم دے۔ اور سمجھا تاکہ وہ دنیا کی طلب پیدا کر کے تیرا دین نہ کھائے۔اور تجھ کو ریاکار بنا کر برباد اور پارہ پارہ نہ کرے۔اور حق تعالیٰ کی ان امانتوں میں خیانت نہ کرے جو اس کی نگرانی میں دی گئی ہیں۔ مومن کے نزدیک۔ اس کا دین گویا اس کا خون اور گوشت ہے۔کہ اس کا ضائع کرنا اور اس کو بیچ کر پیسہ کمانا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا۔تعلیم دینے سے پہلے نفس کی صحبت پسند نہ کر۔ہاں جب وہ تعلیم پا جائے۔اور مالک کی اطاعت کا حق سمجھ لے۔اور مطمئنہ بن جائے تو اس وقت جدھر بھی وہ جائے اس کے ساتھ رہ۔اور کسی حالت میں بھی اس سے جدائی مت اختیار کر۔جب وہ مطمئنہ بن جائے گا۔تو بُردبار واقف کار اور اس مقسوم پر راضی رہنے والا بن جائے گا۔جو تقدیر سے اس کے پاس آئیں گی۔کہ گیہوں کے میدہ اور جو کی روٹی میں کچھ فرق نہ سمجھے گا۔اور جن چیزوں کا ماحصل صرف لذت ہے۔ان سے نفرت کھانے لگا۔کہ فاقہ کرنا اور نہ کھانا اس کو کھانے سے زیادہ پیارا معلوم ہوگا۔ اور کار خیر اور طاعت اور ایثار پر تیرا قوت بازو اور معین و مددگار بنے گا۔طبیعت اس کی بدل جائے گی۔سخی اور کریم اور دنیا سے بے رغبت اور آخرت سے بارغبت ہو جائے گا۔ اور پھر جب تو ترقی کرکے آخرت سے بے رغبت اور مولا کا طلبگار بنے گا۔تو وہ بھی تیرے ساتھ اسی کا طالب بنے گا۔ اور تیرے قلب کے ساتھ دروازۂ حق کی طرف چلے گا۔پس اس وقت قسمت آئے گی اور کہے گی کہ کھالے، اے وہ شخص جس نے کچھ کھایا نہیں اور پی لے اے وہ شخص جس نے کچھ پیا نہیں۔ غرض مادر مشفقہ کی طرح کھانے پلانے کی خود متمنی بن کر اصرار کے ساتھ کھلائے پلائے گی۔تاکہ کھنت پوری ہو۔اور خورد و نوش کی رغبت نہ رکھنے والا زاہد ربانی فاقہ و پیاس کی تکلیف نہ پائے۔ جیسے بیمار بچہ جب کھانے سے نفرت کرتا ہے۔تو طبیب اس کو اصرار کے ساتھ کہہ کہہ کہ کھلایا کرتا ہے۔ گو سمجھدار مریض اور طبیب

کے ہاتھ یا اس کے حکم ہی سے کھایا کرتا، اور اس کی موجودگی و عدم موجودگی دونوں حالتوں میں ترک حرص اور اس کا کہنا ماننے اور ادب ملحوظ رکھنے پر قائم رہتا ہے۔ اسی طرح مومن کو چاہیے۔ کہ اپنے مولیٰ کی اجازت و اطاعت کو ہر حال ملحوظ رکھے اور تقدیر کی درخواست خورد ونوش پر بھی اجازت حق حاصل کئے بغیر ہاتھ نہ بڑھائے۔ مگر تیری حالت یہ ہے۔ کہ حرص کے مارے دربدر مارا پھرتا اور دانہ دانہ کا والہ و دلدادہ بنا ہوا ہے۔

اے حریص اور بے صبرے جلد باز کیا اتنا نہیں سمجھتا کہ وہ کھانا جو تیرے لئے پیدا کر دیا گیا ہے تیرے سوا کس کی طاقت ہے کہ اس کو کھالے اسی طرح لباس اور مکان اور سواری اور جو بیبی تیرے لئے تجویز کر دی گئی۔ تیرے سوا کس کی طاقت ہے۔ کہ ان کو استعمال کرے یا پہنے۔ پھر یہ نادانی کیسی؟ کہ تقدیر پر ایمان کا دعویٰ بھی کرے۔ اور امور مقدرہ حاصل کرنے میں حرص و عجلت کو دخل بھی دے۔ تیرا دعویٰ کچھ ہے اور حالت کچھ۔ کہ نہ تجھے استقلال ہے نہ ایمان ہے۔ اور نہ حق تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق ہے۔

اے مزدور جب تو کسی کریم شخص کا کوئی کام کرے تو ادب کے ساتھ کر۔ اور ثروت و اجرت مت مانگ۔ کہ یہ دونوں چیزیں تجھ کو سوال اور تقاضا وغیرہ کی بے ادبی کے بغیر ہی حاصل ہو جائیں گی جب وہ تجھ کو دیکھے گا۔ کہ تو حرص اور طلب اور بے ادبی کو ترک کر چکا ہے۔ تو وہ تجھ کو تیرے ساتھیوں سے جو تیرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ممتاز بنائے گا۔ تجھ کو آسودگی بخشے گا۔ اور تجھ کو ان پر بالا اور افسر بنا کر بٹھائے گا۔ یاد رکھو کہ حق تعالیٰ کی مصاحبت اس کے تصرفات و تجاویز مقدرہ پر اعتراض اور منازعت کرنے سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ حسن ادب اور ظاہری امور باطنی سکون اور دائمی موافقت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جو شخص تقدیر کی موافقت کرتا ہے۔ تو اس کے لیے حق تعالیٰ کی مصاحبت دائمی بن جاتی ہے۔ جو شخص اللہ کا عارف اور اس سے واقف ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی معیت میں قائم رہتا ہے۔ نہ کہ غیر کی معیت میں۔ اور اللہ کی موافقت کرتا ہے نہ کہ دوسروں کی اور اسی اللہ کے ساتھ زندہ و با تعلق ہوتا ہے۔ اور دوسروں سے مردہ و بے حس۔

عزیز من: جب تو کلام کرے تو اچھی نیت سے کلام کرو کہ مقصود حق تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کو نصیحت کرنا ہو نہ کہ اپنا فضل و علم و کمال جتانا۔ اور دنیا کمانا اور جب خاموش ہو تو خاموشی بھی

اچھی نیت سے ہو کہ مقصود تفکر و مراقبہ اور کلام لایعنی سے پرہیز کرنا ہو نہ کہ خوف و مداہنت
غرض ہر حرکت و سکون اور کلام و سکوت کے لئے اول نیت صالح ہونی چاہئے۔ تاکہ ہر قول و فعل
عبادت بن جائے۔ کیونکہ جس شخص نے عمل سے قبل نیت کو مقدم نہ کیا۔ اس کا کوئی عمل مقبول نہیں
تو اپنے کلام و سکوت دونوں حال میں مبتلائے گناہ ہے کیونکہ تو اپنی نیت کو درست نہیں کرتا۔
تیرا سکوت اور تیرا کلام دونوں خلاف سنت ہیں۔ کہ تغیر حال اور ضیق معاش کے وقت ایک
قرآن کی وجہ سے تم حق تعالیٰ پر غصہ ہو کر لال پیلے بنتے اور رنگ بدلتے ہو اور ہتک عزت کے وقت
نعمت الٰہی کا ایک فرد زائل ہونے کی وجہ سے اس کی ساری نعمتوں کا کفران کرتے ہیں۔ گویا تم
افسر ہو کہ اس پر حکم چلاتے "یوں کر" اور "یوں مت کر" "ایسا کیوں کیا" اور "یوں چاہئے تھا"
یہی ملعونیت وغیرہ اور مطرودیت ہے۔

اے ابن آدم تو ہے کون اور تیری ہستی ہی کیا ہے؟ ذرا اپنی حقیقت میں تو غور کر
کہ تیری پیدائش ایک ذلیل پانی یعنی قطرۂ منی سے ہے۔ پس اپنے پروردگار جل جلالہٗ کے
سامنے جھک اور بندۂ ذلیل بن کر اس کے حکم کی اطاعت اور تجویز تقدیری کی موافقت کر۔ کہ
جب تقویٰ نہیں، تو نہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیری کچھ عزت ہے۔ اور نہ اس کے نیک بندوں
کے نزدیک۔ دنیا حکمت کا گھر ہے کہ ہر شے کو سبب کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا
عزت کے لئے تقویٰ کا ہونا لازمی ہے۔ اور آخرت سرتاپا قدرت ہے۔ کہ ہر شے بلا سبب
اور محض قدرت سے ظہور پائے گی۔

صاحبو تم پر فرشتے نگران ہیں۔ جو خفیہ پولیس کی طرح تمہارے قدم قدم کی نگرانی اور ساری
حرکتیں قلم بند کرتے رہتے ہیں۔ تم حق تعالیٰ کی شاہی حراست میں ہو کہ جو کچھ کر رہے ہو۔ اس
کی مشیت و ارادہ کے ماتحت بن کر کر رہے ہو۔ اور تم کو کچھ خبر نہیں سمجھدار ہو۔ اپنے دلوں کی
آنکھیں کھولو جب تم میں کسی شخص کے مکان پر لوگ آئیں۔ تو چاہئے۔ کہ خود گفتگو میں ابتدا نہ
کرے۔ بلکہ اس کا کلام جواب بنے۔ کہ آنے والے جب کچھ پوچھیں تو جواب دے۔ ورنہ چپ
رہے۔ اور وہ بھی ایسی بات نہ پوچھے جس سے دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ توحید بھی فرض
ہے۔ طلب حلال بھی فرض ہے اور بقدر ضرورت علم کی طلب بھی فرض ہے عمل میں اخلاص

بھی فرض ہے اور عمل پر ترک معاوضہ بھی فرض ہے ۔ پس ان فرائض کو ادا کر ۔ اور فساق اور منافقین
سے بھاگ ۔ اور نیکوکار صدیقین کے ساتھ شامل ہو ۔ اور جب تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو ۔ اور نیکوکار اور
منافق میں تو فرق نہ کر سکے ۔ تو رات کے تہجد کے وقت اٹھ اور دو رکعت نفل بہ نیت معرفت
پڑھ ۔ اس کے بعد دعا مانگ ۔ کہ اے میرے پروردگار اپنی مخلوق کے نیکوکار بندوں پر مجھ کو مطلع
کر ۔ مجھ کو واقف بنا اس شخص سے جو مجھ کو تیرا راستہ دکھلائے اور مجھ کو تیرے کھانے کھلائے
اور تیری شراب محبت پلائے ۔ اور میرے قلب کی آنکھ میں تیرے قرب کی روشنی کا سرمہ لگائے
اور مجھ کو ان مغیبات سے باخبر کر دے ۔ جس کو وہ آنکھ سے دیکھ چکا اور مشاہدہ سے ایمان لایا
ہے ۔ نہ کہ دوسروں کی تقلید سے ؟

یاد رکھو کہ اہل اللہ نے حق تعالیٰ کے فضل کا کھانا کھایا ۔ اور اس کے انس کی شراب پی
ہے ۔ اور اس کے قرب کا دروازہ دیکھ لیا ہے ۔ انہوں نے محض خبر و اطلاع کی سماعت پر
اتفاق نہیں کیا ۔ بلکہ عبادتوں میں مجاہدے اور تکالیف پر صبر اور اپنے نفوس اور مخلوق سے نظر
ہٹا کر رب کی طرف سفر کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ عالم بالا پر پہنچے اور کانوں سے سنی ہوئی خبر
ان کے نزدیک آنکھوں دیکھی بن گئی ۔ جب وہ اپنے رب تک پہنچے تو اس نے ان کو ادب
سکھایا ۔ اور مہذب بنایا ۔ گوناگوں علوم کی تعلیم دی ۔ اپنی مملکت پر مطلع کیا ۔ اور ان کو بتا دیا
کہ درحقیقت آسمان اور زمین میں اس کے سوا کوئی نہیں ہے ۔ نہ اس کے سوا کوئی دینے والا
ہے ۔ نہ اس کے سوا کوئی روکنے والا ہے ۔ نہ اس کے سوا کوئی حرکت یا سکون دینے والا
ہے ۔ نہ اس کے سوا کوئی قضا و قدر والا نہ اس کے سوا کوئی عزت یا ذلت دینے والا ہے
نہ کوئی دشمن کو کسی پر مسلط کرنے والا ہے ۔ اور نہ کوئی کسی کا کسی کو مسخر بنانے والا ۔ اور
نہ اس کے سوا زبردست قدرت والا ۔ غرض حق تعالیٰ ان کو دکھاتا ہے جو اس کے ہاں ہے
یہ سب چونکہ اپنے قلوب اور باطن کی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ۔ پس ان کے نزدیک دنیا اور
اس کی بادشاہت کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہتی ۔ اس لئے کہ آسمانی حکومت اور ملکوتی
وسعت کے سامنے دنیا ایسی ہے ۔ جیسے دنیا کے سامنے گیہوں کا دانہ ۔ یا اللہ عفو اور عافیت
کے ساتھ ہم کو بھی دکھلا دے ۔ جو تو نے ان کو دکھلایا ہے ۔ اور ہم کو عطا فرما دنیا میں بھی خوبی

اور آخرت میں بھی تو بہ - اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے

صاحبو - تم نے تقویٰ کو چھوڑ دیا - اس سے توبہ کرو کہ تقویٰ تمام امراض روحانی کی دوا ہے - اور اس کا چھوڑنا مرض ہے - توبہ کرو کہ توبہ دوا ہے اور گناہ مرض ہیں - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا کیا تم کو نہ بتاؤں کہ کیا چیز تمہاری دوا ہے اور کیا چیز تمہارا مرض ہے؟ انھوں نے عرض کیا - کہ ہاں حضرت ضرور بتایئے - تب آپ نے فرمایا کہ تمہارا مرض تو گناہ ہیں اور ان کی دوا توبہ ہے - کہ جس طرح بخار جاڑا وغیرہ بدن کو بیمار لاغر و برباد دیتا ہے - اسی طرح گناہ ایمان کو بیمار اور ضعیف بنا دیا کرتے ہیں - اور ذکر خیر اور اطاعت الٰہی کے جلسوں پر مداومت رکھنا ان کی دوا اور موجب شفا ہے کہ اس سے ایمان قوی اور تندرست ہوتا اور اس کی رونق دکھیا بڑھ جاتی ہے - پس بزبان ایمان سچی توبہ کرو کہ یقیناً تم کو فلاح نصیب ہوگی - اور بزبان توبہ و اخلاص کلام کرو کہ ضرور تم کو فلاح حاصل ہوگی - حق تعالیٰ کی طرف سے مصیبتوں کے آنے کے وقت ایمان و رضا کو اپنا ہتھیار بناؤ یعنی شکوہ و شکایت نہ کرو - اور تکالیف کا ایمان و رضا سے مقابلہ کرو - کہ ان کی اذیت سے محفوظ رہوگے - حضرت شیخ قدس سرہٗ اپنے ہر وعظ کا افتتاح اس خطبہ سے کیا کرتے تھے کہ حمد اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے - جو تمام جہاں کا پالنے والا ہے - اس کلمہ کو تین بار کہتے - اور ہر بار فرمانے کے بعد کچھ سکوت کرتے اور پھر یہ کلمات کہتے تھے - اتنی حمد جو اس کی مخلوقات کی شمار اور اس کے عرش کے وزن کی برابر اور اس کے نفس کی خوشنودی اور اس کے علم کی حد کے موافق اور ان تمام چیزوں کی گنتی کے مساوی ہو - جو اس کی مشیت میں داخل ہیں - اور جن کو اس نے پیدا کیا - اور بنایا اور اُگایا ہے - وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے رحمٰن و رحیم ہے بادشاہ ہے - سب پر غالب اور حکمت والا ہے - میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ پرستش کے لائق کوئی نہیں مگر اللہ یگانہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں - اسی کی بادشاہی ہے - اور اسی کی حمد - وہی جلاتا اور مارتا ہے - اور سدا زندہ رہنے والا ہے - کہ فنا نہ ہوگا - اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے - اور وہ ہر چیز پر قادر ہے - اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے - اور میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں - جن کو اس نے

ہدایت اور دین برحق عطا فرما کر بھیجا۔ تاکہ اس کو جملہ مذہبوں پر غالب کرے۔ اگرچہ ناگوار گزرے مشرکوں کو۔ یا اللہ رحمت کاملہ نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور حفاظت فرما امام اور امت کی اور پاسبان اور رعیت کی۔ نیک کاموں میں ان کے قلوب کو الفت و اتفاق بخش اور ان کی باہمی شر اور نااتفاقی و نزاع کو دور فرما۔

یا اللہ تو ہمارے باطنی حالات سے واقف ہے۔ پس ان کو صالح بنا اور تو ہماری حاجتوں سے آگاہ ہے۔ پس ان کو پورا فرما۔ تو ہمارے گناہوں سے واقف ہے۔ پس ان کو بخش دے اور تو ہمارے عیوب سے واقف ہے پس ان کو چھپالے۔ ایسے گندے اور معصیت والے موقعوں پر ہم کو حاضر نہ دیکھیو۔ جن سے تو ہم کو منع فرما چکا ہے۔ اور ایسے اچھے اور پسندیدہ موقعوں سے ہم کو غیر حاضر مت رکھیو۔ جن کا تو ہم کو حکم دے چکا ہے۔ ہم کو اپنی یاد نہ بھلائیو اور ہم کو اپنی سزا سے نڈر مت کیجیو۔ ہم کو اپنے غیر کا محتاج نہ بنائیو۔ اور ہم کو غفلت والوں میں شامل نہ کیجیو۔

یا اللہ ہماری نیک خیالی ہمارے قلوب میں ڈال دے۔ اور ہم کو ہمارے نفس کے شر سے پناہ دے۔ اپنے ماسوا سے پھیر کر ہم کو اپنے ساتھ مشغول رکھ۔ اور جو قطع کرنے والا ہمارا تعلق تجھ سے قطع کرلے۔ اس کا تعلق ہم سے قطع کردے۔ اپنا ذکر اور اپنا شکر اور اپنی اچھی عبادت ہم کو اتفاق فرما۔ اس کے بعد آپ داہنی طرف رُخ پھیر کر فرماتے۔ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے۔ جو اس نے چاہا وہ ہو کر رہا۔ ہم میں نہ زور ہے نہ طاقت۔ مگر اللہ برتر و بزرگ کی مدد سے۔ اس کے بعد آپ سامنے کے رُخ پر منہ کرکے یہی کلمات فرماتے۔ اور پھر بائیں طرف رُخ پھیر کر بھی یہی ارشاد فرماتے۔ اور اس کے بعد کہتے۔ ہماری خبر پر آشکارا نہ فرمائیو ہمارے پوشیدہ عیوب کا پردہ نہ اٹھائیو۔ اور ہماری بداعمالیوں پر ہماری گرفت نہ کیجیو ہماری زندگی غفلت میں گزارئیو۔ اور ہم کو اچانک مت پکڑیو۔ کہ توبہ کا بھی وقت نصیب نہ ہو۔

اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اور اے ہمارے پروردگار۔ ہم پر ایسے بوجھ نہ ڈالیو جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوائیو۔ جس کی ہم میں سکت نہیں۔

اور ہم کو معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلہ میں۔" اس کے بعد حق تعالیٰ غیبی فتوحات میں سے جو کچھ بھی آپ کی زبان پر جاری فرماتا۔ آپ بلا تقریب اور بغیر چیستاں اور مبہم کلام کئے اس کا وعظ شروع فرما دیتے تھے۔ اور بعض مجالس میں ایسا بھی ہوا۔ کہ جو مضامین آپ پر منجانب اللہ الہام کئے جاتے تھے۔ اس میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث یا حکما میں سے کسی بزرگ کا کوئی کلمہ آپ محفوظ رکھتے۔ اور تبرکاً اول اس کا ذکر فرماتے۔ اور پھر وعظ شروع کر کے تقریر کو اس پر متفرع فرماتے تھے۔

ستائیسویں مجلس

وقت صبح بروز جمعہ ۷ رجادی الثانی ۵۴۵ھ مدرسۂ معمورہ

عاقل اور سچا بن اور دروغ گومت بن۔ تو زبان سے کہتا تو یہ ہے کہ میں اللہ جل جلالہ سے ڈرتا ہوں۔ حالانکہ ڈرتا ہے دوسروں سے پھر یہ جھوٹ نہیں تو کیا ہے۔ اور کون عاقل ہے کہ جھوٹ بولنا پسند کرے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا بننا چاہتا ہے تو نہ کسی جن سے ڈر۔ نہ انسان سے نہ فرشتہ سے۔ اور نہ کسی جانور ناطق یا غیر ناطق سے۔ نہ دنیا کے عذاب سے ڈر اور نہ آخرت کے عذاب سے۔ بس ڈرنا تو اسی سے چاہئے۔ جس کی سزا کا نام عذاب ہے۔ کہ جہنم اور ہر تکلیف اس کی مخلوق اور اس کے تحت تصرف ہے۔ جس کو عقل ہے وہ حق تعالیٰ کے بارہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرا کرتا۔ وہ غیر اللہ کی بات سے بہرہ ہوتا ہے۔ کہ کسی کی بات پر بھی کان نہیں دھرتا۔ کوئی کچھ بکا کرے۔ مگر اس کو خدا کی اطاعت سے کام۔ ساری مخلوق اس کے نزدیک بے کس اور بیچارہ اور

محتاج ہے نہ کسی کو روزی دے سکے۔ نہ ضرورت پوری کر سکے۔ یہی شخص اور جن کی بھی اس جیسی حالت ہو۔ وہ علما ہیں کہ جن کے علم سے نفع پہنچا کرتا ہے۔ جو شریعت اور حقائق اسلام کے عالم ہوتے ہیں۔ وہ دین کے طبیب ہوا کرتے ہیں کہ دین کی شکستگی کو جوڑتے اور جس تدبیر سے بن پڑتا ہے دین کے اضمحلال کو دور کرتے ہیں۔

اے وہ شخص جس کا دین شکستہ ہو گیا ہے۔ ان کی طرف قدم بڑھا تاکہ وہ تیری شکستگی کی تیمارش کریں۔ اور اپنی روحانی صحت و اصلاح سے ناامید نہ ہو۔ کہ جس خدا نے بیماری اتاری ہے۔ وہی دوا بھی اتارتا ہے۔ باقی رہا بیماری میں مبتلا کرنا تو یہ خاص مصلحت کی وجہ سے ہے۔ اور وہ مصلحت کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ تو اپنے رب پر اس کے فعل میں تہمت مت رکھ۔ اور اپنے مرض کو اللہ کا ظلم یا بے توجہی مت قرار دے۔ کہ الزامات اور ملامت کے لئے تیرا نفس دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ پس اپنے مرض کا سبب اپنے نفس کی گندگی و شرارت کو قرار دے۔ اور نفس سے کہہ دے کہ عطا تو اس کے لئے ہوتی ہے۔ جو اطاعت کرے اور عصا اس کے لئے ہوتا ہے۔ جو معصیت کرے" پس اگر تو معصیت نہ کرتا۔ تو امراض کی لاٹھیاں نہ کھاتا۔ اور جو نیکو کار مبتلائے امراض و افکار ہوتے ہیں۔ تو یہ ان کے مراتب کی ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اس کی صحت اور دولت چھین لیتا ہے۔ پس اگر وہ صبر کرتا ہے تو اس کو رفعت بخشتا اور عیش نصیب فرماتا عطاؤں سے نوازتا اور سرمایہ عطا فرماتا ہے۔

یا اللہ ہم تجھ سے مانگتے ہیں قرب بغیر بلا کے تو اپنی قضا و قدر میں ہمارے ساتھ شفقت کا برتاؤ کر۔ اور شریروں کی شرارت اور مکاروں کی مکاری سے ہم کو بچا اور ہماری حفاظت فرما جس طریقہ سے بھی تو چاہے۔ اور جس طرح چاہے۔ ہم تجھ سے دین اور دنیا اور آخرت میں عفو اور عافیت مانگتے ہیں۔ ہم تجھ سے اعمال صالح کی توفیق اور اعمال میں اخلاص مانگتے ہیں۔ ہماری دعا قبول فرما۔

ایک شخص ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور دائیں بائیں

طرف دیکھنے لگا۔ ابویزیدؒ نے اس سے فرمایا۔ میاں کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں صاف ستھری جگہ ڈھونڈتا ہوں کہ نماز پڑھ لوں۔ تب آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اپنے قلب کو پاک کر اور جہاں چاہے نماز پڑھ۔ کہ قلب کے پاک ہونے پر ایسی جگہ بھی نماز پڑھنا لطف سے خالی نہیں جو پاک تو ہے۔ مگر صاف ستھری نہیں۔ اور قلب پاک نہیں تو ستھری صاف جگہ ہی کیا کام دے گی۔ غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ دل کی صفائی کا خیال نہ کرنا، اور جائے نماز کی صفائی کا ڈھونڈنا بھی ریا کا اثر ہے۔ کہ دل کسی کو نظر نہیں آتا۔ اور نماز کی جگہ سب کو نظر آتی ہے۔ حضرت بسطامیؒ اس شخص کی ریا و نمود کو کتنی جلد پہچان گئے۔ اور کیوں نہ پہچانتے۔ کہ ریا کی حقیقت کو مخلص ہی خوب پہچانتے ہیں۔ کیونکہ اخلاص تو نام ہی ریا کے چھوڑنے کا ہے پس وہ چونکہ ریا میں تھے۔ اور اس سے خلاصی پا گئے ہیں۔ اس لیے اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ ریا اہل اللہ کے راستہ کی ایک گھاٹی ہے۔ جس پر گزرے بغیر ان کو چارہ نہیں۔ ریا اور خود پسندی اور نفاق شیطان کے تیر ہیں۔ جن کو وہ قلب کی طرف پھینکتا ہے۔ تاکہ ان کو ہلاک کرے۔ پس اس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ کہ بزدلی ہے۔ البتہ اُن کی زد سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ جو کمال شجاعت ہے۔ اور وہ تدبیر صرف مشائخ ہی بتائیں گے۔ لہٰذا تم مشائخ کا کہنا مانو۔ اور حق تعالیٰ تک پہنچانے والے راستہ میں چلنا اُن سے سیکھو۔ کیونکہ وہ لوگ اس راستہ پر چل چکے ہیں۔ نفس، اور خواہش نفس اور طبیعت کی آفتیں اور دھوکے انہیں سے پوچھو۔ وہ ان کی آفتیں جھیل چکے اور ان کی مضرتوں اور خطاؤں سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ وہ زمانہ دراز تک اس میں مبتلا رہ چکے ہیں۔ اور کیا کچھ مدت گزرنے کے بعد ان پر غالب آئے اور ان کے مالک بنے ہیں۔ لہٰذا اُن سے زیادہ امراض روحانی کا واقف کون ہو گا۔

اے مخاطب۔ شیطان نے جو تیرے اندر پھونک ماردی۔ اور یہ سمجھا۔ کہ تجھ کو پتے کی طرح پھلا دیا ہے۔ کہ تُو تو عالم ہے۔ تجھے کسی کی غلامی و بیعت کی ضرورت ہی کیا۔ اور شریعت سے زاید وہ بات کیا ہے۔ جس سے تو واقف نہیں۔ اور مشائخ بتائیں گے۔ میری نصیحت مان اور اس پر مغرور نہ ہو کہ یہ نفس کا حملہ ہے۔ لہٰذا نفس کے تیروں سے شکست مت کھا

اور خوب سمجھ لے کہ نفس تجھ پر تیر چلاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کو تجھ پر نفس ہی کے راستہ سے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر نفس کا چلایا ہوا خود پسندی کا تیر کارگر ہو گیا۔ تو شیطان تجھ پر مسلط ہو کر تجھے برباد کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اور نفس ہو یا بد ہمنشیں ان کو شیطان اپنی کارگزاری کا آلہ بنایا کرتا ہے۔ اس لئے کہ جناتی شیطان انسانی شیطان کے واسطہ بغیر تجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ لہذا حق تعالیٰ سے فریاد کر۔ اور ان دشمنوں پر اس سے مدد مانگ۔ کہ وہ ضرور تیری مدد کرے گا۔ اور اپنے راستہ کے ان کانٹوں کو دور کر کے تیرے لئے راستہ صاف کر دے گا۔ پس جب ان دشمنوں پر فتح پائے تو حق تعالیٰ کو پا جائے اور جو کچھ وہاں ہے۔ اس کو دیکھ لے اور اس سے بہرہ یاب ہو جائے۔ تب اس کے پاس سے اہل و عیال اور مخلوق کی طرف لوٹ اور ان کو لے کر اس کی طرف جا۔ کہ واصل بن کر ہادی و رہبر بننا صحیح ہوتا ہے اس وقت ان سے حضرت یوسف کی طرح کہیو۔ کہ لے آؤ میرے پاس اپنے سارے کنبہ کو۔ دیکھ یوسف علیہ السلام جب ملک و سلطنت سے کامیاب ہو گئے۔ تب انہوں نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ کہ لے آؤ میرے پاس اپنے سارے کنبے کو کہ سب عیش و آرام سے گزاریں۔ اور جب تک خود ہی غلام بنے رہے۔ کسی ایک کو بھی بلانے کا وسوسہ نہ آیا۔

صاحبو۔ خوب یاد رکھو کہ بدنصیب۔ وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب نہ ہو۔ اور اس کو دنیا و آخرت میں اس کا قرب ہاتھ نہ آیا۔ حق تعالیٰ نے اپنی ایک کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ اے ابن آدم اگر میں تیرے ہاتھ نہ آیا۔ تو پھر کچھ بھی تیرے ہاتھ نہ آیا۔ وائے تجھ پر کہ حق تعالیٰ کو ہاتھ سے کھوئے ہوئے ہے۔ اور حق تعالیٰ تیرے ہاتھ سے کیوں نہ جائے جبکہ تو اس سے اور اس کے ایمان والے بندوں سے روگرداں اور غافل و گستاخ نافرمان بنا ہوا ہے۔ کہ اپنے قول اور فعل دونوں سے ان کا ایذا دہندہ و ستم شعار ہے۔ اور اپنے ظاہر و باطن دونوں کا رخ ان سے پھیرے ہوئے ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "مومن کو ایذا دینا اللہ کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور کو منہدم کرنے سے بدرجہا زیادہ گناہ عظیم ہے" سن وائے تجھ پر اے وہ شخص۔ جو ہمیشہ اللہ کے فقیروں کو ایذائیں پہنچاتا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان دونوں۔ اس کے لئے یکساں رہنے

والوں اس کے پہچاننے والوں اور اس پر توکل کرنے والوں کو۔ وائے تجھ پر عنقریب تو مرنے والا ہے۔ اور کھینچ کر باہر نکال دیا جائے گا اپنے گھر سے۔ اور تیرا وہ مال جس پر تو گھمنڈ کرتا ہے۔ لوٹ لیا جائے گا کہ نہ تجھ کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ تکلیف و عذاب کو روک سکے گا۔

مبیں حقیر گدایان قوم را کایں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اٹھائیسویں مجلس

۹ جمادی الثانیہ ۵۴۵ھ خانقاہ شریف

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں اللہ واسطے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے اس سے فرمایا کہ بلا کو چادر بنالے۔ فقر کو چادر بنالے کا مطلب یہ تھا۔ کہ چونکہ تو چاہتا ہے کہ میری سی حالت حاصل کرے۔ لہذا میری سی کیفیت اختیار کر۔ اور فقر و تکلیف کی جو کیفیت میری ہے۔ اس کو تو بھی حاصل کر۔ کیونکہ موافقت تو محبت کی شرط ہے۔ دیکھو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب ہوئی تو انہوں نے اپنا سارا مال آپ پر خرچ کر دیا۔ اور آپ کی سی حالت بنالی۔ کہ فقر و تکلیف میں آپ کے شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف ایک عبا سے بدن ڈھانپا۔ ظاہر و باطن اور کھلے اور چھپے ہر طرح پر انہوں نے آپ کی موافقت کی۔ اور تو اے دروغ گو دعوے کرتا ہے دینداروں کے ساتھ محبت کا۔ اور اپنے دینار و درہم ان سے چھپاتا ہے۔ کہ کہیں کسی کو کچھ دینا نہ پڑے۔ یا ان کو خبر ہو جائے تو فقر کی ترغیب نہ دیں اور پھر چاہتا ہے ان کا قرب اور ان کی مصاحبت۔ سمجھدار بن۔ یہ محبت جھوٹی ہے کہ محب

اپنے محبوب سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپایا کرتا۔ اور اس کو ہر ایک چیز پر ترجیح دیا کرتا ہے۔
افلاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کہ جدا نہ ہوتا تھا۔ اور اسی لئے
آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جس قدر پانی کی رَو اپنے منتہا کی طرف دوڑتی ہے۔ اس سے زیادہ تیزی
کے ساتھ فقر اس کی طرف چلتا ہے۔ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں۔ کہ جب تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہے۔ تو ہمیشہ دنیا ہم پر مکدر
اور تنگ رہی۔ کہ روٹی بھی بدشواری حاصل ہوتی۔ اور وہ بھی معمولی بلا لذت۔ اور جب آپ کا
وصال ہوگیا۔ تو دنیا کا ہم پر موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔"

پس محبت رسول کی شرط ہے فقر و افلاس۔ اور حق تعالیٰ کی محبت کی شرط ہے بلا و تکلیف۔
اس کو معلوم کر کے اب دعوےٰ کرے جس کو بھی دعویٰ کرنا ہو محبت خدا کا یا محبت رسول کا۔ ایک
بزرگ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "بلا ولایت پر تعینات کر دی گئی ہے" اور اس میں
حکمت و راز یہ ہے کہ جھوٹ اور دکھاوے اور نفاق کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ نہ کیا
جا سکے۔ اور ظاہر ہے کہ نو راحت و آرام میں ہے۔ بلکہ بلا و مصیبت سے گھبراتا ہے۔ لہٰذا
محبت خدا کا بھی دعویٰ جھوٹا ثابت ہوگیا۔ پس اپنے دعوے اور جھوٹ سے باز آ۔ اپنی جان کے
ساتھ خطرے کا معاملہ نہ کر۔ کہ اللہ جل شانہ کے متعلق جھوٹا دعویٰ کرنا اپنے آپ کو رسوائی و ذلت
کا نشانہ بنانا اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرے میں ڈالنا ہے۔ پس اگر تو دعویٰ محبت میں سچا بن
کرتا ہے تو آجا۔ ہم تجھ کو اپنا رفیق بنانے کو ہر طرح تیار ہیں۔ ورنہ ہمارے پیچھے مت لگ۔
دنیادار فقیروں کے پاس جا کہ وہ تجھ کو بنا لیں گے۔ ہم تو کھوٹے کھرے کو پہچاننے والے
صراف ہیں۔ پس اپنے کھوٹے دینار کو صراف کے سامنے مت کر کہ وہ اس کو تجھ سے قبول نہ
کرے گا۔ اور تیری جعل سازی ظاہر کر کے تجھ کو رسوا کردے گا۔ یاد رکھ کہ محبت خدا و رسول بچوں
کا کھیل نہیں ہے کہ ہر ہنرہ بہتر اس کا دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر اور سانپ کی طرح خطرناک ہے۔
پس سانپ اور درندہ کے ساتھ عشق مت کھیل۔ کہ وہ دونوں تجھ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ ہاں
اگر تو سپیرا ہے۔ کہ سانپ کے زہر کو اتارنا جانتا ہے۔ اور اس فن کی مہارت رکھتا ہے تو بیشک
سانپ کی طرف قدم بڑھا۔ اور اگر تجھ میں طاقت ہے کہ گرفت کو سہار سکتا ہے۔ تو درندگی

طرف بیشک بڑھ۔ اسی طرح اگر شاہنشاہ کی محبت میں اپنے مال و اولاد اور جان غرض ہر چیز
کو فنا و نثار کر دینے میں دریغ نہیں اور طلب صادق رکھتا ہے تو بیشک اس طرف قدم
بڑھا۔ اور بیعت ہو کر سلوک طے کر۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے راستہ کو سچائی کی حاجت ہے کہ طلب
صادق ہو۔ اور نور معرفت کی ضرورت ہے۔ کہ کسی عارف کا دامن پکڑ لے۔ اور اس کی روشنی
سے راستہ چلے۔ اس لئے کہ معرفت کا آفتاب صدیقین کے قلب میں چمکتا رہتا ہے۔ نہ رات کو
چھپتا ہے اور نہ دن کو۔

عزیز من۔ ان منافقوں سے جو غضب خداوندی کے نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اعراض
کر۔ غافل بن اور ان کے پاس بھی نہ پھٹک۔ کیونکہ ان کی صورت مسلمانوں کی سی ہے۔ مگر
حقیقت میں بندۂ اسباب ہیں۔ اور ان کی صحبت و تعلیم سے یہی دوسروں کو بھی حاصل ہوتا
ہے۔ اس زمانہ کے اکثر لوگ۔ گویا بھیڑیے ہیں کہ ان پر کپڑے ہیں۔ پس صورت میں تو انسان ہیں
اور سیرت میں موذی شیطان۔ ذکر کا آئینہ لے اور اس میں نظر کر۔ کیونکہ غور سے دیکھنے پر امید ہے
کہ بندۂ دنیا منافق اور بندۂ خدا موحد مومن میں فرق کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ وہ تجھ
کو تیرا نفس اور ان منافقوں کو دکھا دے۔ میں مخلوق اور خالق دونوں کی حقیقت معلوم کر چکا
ہوں جیسی میں نے شر تو مخلوق کے پاس پایا اور خیر و خوبی خالق کے پاس۔

یا اللہ ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھ۔ اور دنیا و آخرت میں اپنی خوبی مجھ کو نصیب فرما۔
میں تمہارا خواہاں اپنے نفع کے لئے نہیں ہوں۔ بلکہ تمہارا خواہاں ہوں تمہارے ہی نفع کے لئے
میں تمہاری رسیوں کو بل دیتا ہوں کہ تم کو مضبوط اور کار آمد بناؤں۔ میں جو کچھ بھی تم سے ہو
ہدیہ وغیرہ لیتا ہوں۔ وہ تمہارے ہی لئے لیتا ہوں۔ کہ تم کو اجر و ثواب ملے۔ اور بخل و حب
مال کی خصلت دور ہو جائے۔ اپنے کام چلانے کے لئے نہیں لیتا۔ کیونکہ میرے پاس تو اس
خوان توکل میں جو میرے لئے مخصوص ہے۔ اس روپیہ پیسہ کی طرف سے جو تم سے لیتا ہوں۔
بے نیازی و استغنا ہے۔ میرے پاس تو یا کسب ہے اور خدا پر توکل۔ میں تمہاری لائی ہوئی چیزوں
کا اس طرح منتظر نہیں رہتا جس طرح یہ ریاکار منافق منتظر رہا کرتا ہے۔ جو تمہارے اوپر بھروسہ
اور توکل کئے ہوئے ہے۔ اور اپنے خدا کو بھولا ہوا ہے۔ میں باشندگان زمین کی کسوٹی ہوں۔

پس سمجھدار بنو اور ظاہری ٹیپ ٹاپ مجھ کو مت دکھاؤ۔ کہ میں حق تعالیٰ کی توفیق اور اعانت عطا فرما دینے کی بدولت تمہارے کھرے اور کھوٹے کو خوب پہچانتا ہوں۔ اگر تو فلاح چاہتا ہے تو میرے ہتھوڑے کا اہرن بن جا۔ تاکہ تیرے نفس تیری خواہش نفس تیری طبیعت تیرے شیطان اور تیرے دشمنوں اور تیرے بدہمنشینوں کا دماغ کچلوں اور سب کو سیدھا کر دوں۔ ان دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے پروردگار کی مدد چاہو۔ اور خدا کی طرف سے مدد اسی کو ہوا کرتی ہے۔ جو ان کے مقابلہ میں جما رہے۔ کہ پسپا اور مغلوب نہ ہو۔ اور بے توفیقا وہ ہے جو ان دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے کہ یہ جس طرح چاہیں اس سے کام لیں۔ یاد رکھو کہ دنیا میں آفات و مصائب بکثرت ہیں۔ مگر ان کا نازل کرنے والا ایک ہی ہے۔ امراض بہتیرے ہیں۔ مگر ان کا طبیب ایک ہی ہے۔

اے بیمار نفس والو اپنے نفوس کو طبیب کے سپرد کر دو اور جو کچھ وہ تمہارے ساتھ تلخ دوا پلانے یا نشتر لگانے کا تکلیف دہ برتاؤ کرے اس میں ظلم و بے رحمی کا اس پر الزام مت دھرو۔ کیونکہ وہ تمہارے نفوس پر تم سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ کہ جو کچھ کر رہا ہے۔ وہ آئندہ کی صحت و قوت عطا کرنے کے لئے کر رہا ہے۔ اس کے سامنے بے زبان بن جاؤ اور اس سے معاوضہ اور بحث و مباحثہ یا کج و کاؤ نہ کرو۔ ایسا کرو گے۔ تو بیشک دنیا و آخرت میں پوری بھلائی پاؤ گے۔ اللہ والے پورے سکوت، پوری افسردگی اور پوری مدہوشی میں رہا کرتے ہیں۔ پس یہ جب ان کے لئے کامل ہو جاتا اور اس پر دوام حاصل ہو جاتا ہے تب حق تعالیٰ ان کو گویائی عطا فرماتا ہے۔ کہ وہ ناصح و رہبر بنتے ہیں۔ اور وعظ و تبلیغ میں زبان ہلاتے ہیں۔ اب ان کا بولنا محض حکم الٰہی سے ہوتا ہے۔ نہ کہ اپنے ارادہ و خواہش سے۔ جیسا کہ قیامت کے دن جمادات کو گویائی عطا فرمائے گا۔ کہ زمین بھی بولنے لگے گی پس اللہ والے اسی وقت بولتے ہیں جب کہ بلائے جاتے ہیں۔ اور اسی وقت لیتے ہیں جب کہ دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی وقت انبساط حاصل کرتے ہیں۔ جب کہ انبساط میں لائے جاتے ہیں۔ ان کے قلوب فرشتوں کے قلوب سے جا ملے۔ جن کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ حق تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے۔ اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جس بات

کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ اس کو بجا لاتے ہیں۔ وہ ملائکہ کے ساتھ لاحق ہوئے۔ اور مرتبہ میں اُن سے بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کے علم میں ملائکہ پر بھی فوقیت لے گئے۔ حتیٰ کہ فرشتے ان کے خادم اور ان کے متبع ہیں۔ کہ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ حکمتوں کی موسلا دھار بارش ان کے قلوب پر برسائی جاتی ہے۔ ان کے قلوب جملہ آفتوں سے محفوظ ہیں۔ آفتیں ان کے اعضا ان کے اجسام اور ان کے نفوس تک آتی ہیں۔ لیکن ان کے قلوب تک نہیں آتیں۔ پس اگر تو ان کے مرتبہ تک پہنچنا چاہے تو اول حقیقی اسلام حاصل کر پھر ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ۔ پھر شفا بخش تقویٰ و کامل احتیاط اختیار کر۔ اس کے بعد دنیا کی مباح اور حلال چیزوں سے رغبت اٹھا۔ پھر فضل خداوندی کا غنا حاصل کر کہ بجز فضلِ حق کے کسی شے کی حاجت نہ رہے۔ اس کے بعد اس کے فضل میں بھی زہد اختیار کر اور اس کے قرب سے مالا مال ہو۔ پس جب اس کے قرب کی تونگری تیرے لئے صحیح ہو جائے تو وہ تجھ پر اپنے فضل کا مینہ برسائے گا۔ اور ہر طرح اور ہر طرح کے متعددات یعنی فضل کے دروازے اپنے لطف۔ اپنی رحمت اور اپنے احسان کے دروازے تجھ پر کھول دے گا اول دنیا تجھ پر تنگ فرمائے گا۔ اس کے بعد بے انتہا اس کو فراخ کر دے گا۔ اور یہ وسعت دنیا اولیا و صدیقین میں سے کسی کسی کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کے زہد و تقویٰ سے واقف ہے کہ اللہ کو وہ چھوڑ کر کسی چیز میں بھی مشغول نہ ہوں گے۔ اور دنیا کا مال کثیر ان کے لئے مُضر نہیں ورنہ اکثر اولیا کی حالت تو یہی ہوتی ہے۔ کہ دنیا ان سے سمیٹ لی جاتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو محبوب ہے کہ وہ اسی کے لئے فارغ۔ اسی کے دربار میں حاضر اور اسی کے طالب بنے رہیں۔ پس اگر ان کو دنیا عطا فرما دے تو ممکن ہے کہ وہ اللہ کی خدمت چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو جائیں۔ اور دنیا ہی کے ساتھ بیٹھ رہیں۔ لہٰذا ان کو دنیا عطا نہیں فرماتا۔ اور صاحب فقر و تنگدست بنائے رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ تو اکثر ہے اور وہ نادر تھا۔ اور نادر پر کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میں سے ہیں۔ جن پر دنیا پیش کی گئی۔ مگر انہوں نے خدا کی خدمت چھوڑ کر اسی میں مشغول ہونا پسند نہ کیا۔ زہد و دنیا سے بے التفاتی کے درجہ کمال حاصل ہونے کے باوجود مقسوم کی طرف

بھی توجہ نہ کی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کا زہد دنیا میں بے نظیر تھا۔ اور جب ادنیٰ امتی کو زاہد
بننے کے بعد دنیا مضر نہیں ہوتی۔ تو آپ کو کیا مضر ہو سکتی تھی۔ مگر بایں ہمہ آپ نے وسعت
دنیا کو پسند نہ کیا۔ بلکہ جتنی دنیا آپ کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اس کے لینے کی بھی رغبت
وطلب ظاہر نہ فرمائی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ پر روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں
پیش کی گئیں۔ اور اختیار دیا گیا۔ کہ شاہانہ نبوت چاہو۔ تو ساری دنیا کے جواہرات ومعدنیات
اور زر واموال حاضر ہیں۔ لو اور تصرف میں لاؤ۔ مگر آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا
کہ اے میرے رب مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین بنائے ہوئے موت دے۔ اور
مساکین ہی کے ساتھ میرا حشر فرما۔ زہد کی حقیقت ناداری نہیں ہے۔ کہ کھانے کو نصیب
بھی نہ ہو۔ بلکہ زہد تو اچھی اور عمدہ نیت کا نام ہے کہ دل میں دنیا کی رغبت ومحبت نہ ہو۔ ورنہ
ظاہر ہے کہ اپنے مقسوم سے زہد کرنے پر کوئی کبھی قادر نہیں ہے۔ زاہد ہو یا حریص ہو رزق
مقدر تو پہنچے بغیر رہ نہیں سکتا۔ دونوں کو کھانا پڑتا ہے۔ البتہ اگر فرق ہے تو نیت کا ہے۔ کہ
زاہد مومن حرص کی گرانی سے راحت میں رہتا ہے۔ نہ طمع کرتا ہے۔ نہ جلدی مچاتا ہے۔ وہ
اپنے دل سے تمام چیزوں میں زاہد اور اپنے باطن سے ان سے روگرداں ہوا۔ اور حکم
خداوندی کی تعمیل میں مشغول رہا۔ اور سمجھ لیا کہ جو مقسوم ہو چکا ہے وہ ہاتھ سے نہ جا سکے گا۔
لہذا اس کا طالب نہ بنا۔ اپنی قسمت کی چیزوں کا طلب وتلاش کرنا بھی عبث وبے سود سمجھ کر
چھوڑ دیا۔ کہ وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی اور عاجزانہ درخواست کرتی ہیں۔ کہ ہم کو قبول کرو
آخر وہ یہ سوچ کر کہ سائل کی درخواست کو منظور اور محبوب حقیقی کی تجویز کو صحیح وبرحق بنانا
محب پر فرض ہے۔ ان کو لیتے اور استعمال کرتے ہیں۔ اور زاہد کہلاتے ہیں۔ برخلاف حریص
منافق کے کہ اگر اس کی قسمت میں مومن زاہد سے بھی کم دنیا لکھی ہو۔ مگر وہ اس کا طمع وطلب
اور گرویدہ و دلدادہ بن کر بیٹھا ہے لہذا زہد سے محروم لکھا جاتا ہے۔ اس فرق کو خوب سمجھ لو
تاکہ فرق واضح ہو جائے۔ کہ زہد تنگی دنیا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس کا نام ہے کہ دنیا کی محبت
ورغبت دل میں نہ ہو اگرچہ ہاتھ میں سلطنت کیوں نہ ہو ہاں سنت کا اتباع غیر اختیاری اس
میں ہے۔ کہ زہد قلب کے ساتھ فقر دنیا بھی نصیب ہو۔ اور مسکنت کی لذت سے زندہ

بدن دونوں آشنا ہوں۔

عزیز من۔ تو حاجتمند ہے۔ ایمان کا جو کہ تجھ کو حق تعالیٰ کے راستہ پر چلائے۔ اور پھر ایقان کی ضرورت ہے۔ جو اس راستہ میں تجھ کو ثابت قدم رکھے۔ تو اپنے سلوک کے شروع میں مال و زر کی ہمیانی کا حاجتمند ہے۔ کہ کہیں بے زری اور تنگدستی متوحش بنا کر راہزنی نہ کرے اور آخر میں تجھ کو ضرورت ہے ایمان کی۔ کہ چونکہ روزی کا ذمہ حق تعالیٰ نے لیا ہے۔ لہٰذا ہمیں نہ زر و مال کی فکر چاہیئے۔ نہ دانہ و غلہ کی طلب۔ بخلاف مکہ کے راستہ کے جس کو سفر حج کہتے ہیں۔ کہ وہاں ابتدا میں ضرورت ہے ایمان کی۔ اس کے بغیر نہ حج فرض ہوتا ہے۔ اور نہ توفیق سفر ہوتی ہے۔ اور بعد میں ضرورت ہوتی ہے ہمیانی یعنی زر و مال کی کہ جب زاد راہ آجائے۔ تب سفر کا تہیہ ہوا۔ اور خرچ کرتا ہوا مکہ پہنچے۔ اور اس راستہ میں جس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ ابتدا میں ضرورت ہے ہمیانی کی۔ اور انتہا میں ایمان کی۔ کیونکہ وہ سفر بیت اللہ ہے۔ اور یہ سفر الی اللہ ہے۔ وہ خانہ خدا کی طرف جانا ہے۔ اور یہ اللہ کی طرف چلنا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ابتدائے طالب علمی میں ان کی کمر پر ایک ہمیانی تھی۔ جس میں پانچ سو دینار تھے۔ اس میں سے خرچ کرتے علم پڑھتے۔ اور اس پر اپنا ہاتھ مار کر یوں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر تو نہ ہوتی۔ تو لوگ ہم کو رومال بنا لیتے۔ کہ ان کے پس خوردہ سے پیٹ بھرنے پر ہماری نظر رہتی۔ اور پڑھنا پڑھانا خاک نہ ہوتا۔ پس جب ان کو علم حاصل ہو گیا اور عارف حق بن گئے تو جو کچھ ان کے پاس بچا تھا سب ایک ہی دن میں فقیروں پر خرچ کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر آسمان لوہا بن جائے کہ ایک بوند بھی نہ برسائے اور زمین پتھر ہو جائے کہ ایک دانہ بھی نہ اگائے اور یہ دیکھ کر مجھے اپنے رزق کا فکر اور اہتمام ہو۔ تو میں مسلمان نہیں بلکہ کافر ہوں۔ کہ اللہ جل جلالہ کے وعدہ رزق رسانی پر اعتماد نہ رکھا اور آسمان و زمین کی بارش و پیداوار کو روزی رساں سمجھا۔ پھر کفر میں شک کیا رہا۔ الغرض جب تک ایمان قوی نہ ہو جائے۔ کسب معاش اور اسباب کے ساتھ تعلق کو اختیار کرے۔ پھر جب ایمان قوی ہو جائے تو سبب سے خالق سبب کی طرف منتقل ہو جائے۔

متوکل بن کر سارا وقت عبادت حق میں گزار۔ دیکھ انبیا علیہ السلام نے ابتدا میں کسب بھی کمایا۔ قرض بھی لیا۔ اور اسباب کے ساتھ تعلقات بھی رکھے۔ اور آخر میں سب کو چھوڑ کر توکل اختیار کیا۔ پس ابتدا و انتہا میں شریعت اور طریقت دونوں کی رعایت رکھی اور کسب معاش اور توکل دونوں کے جامع بنے۔

اے بدنصیب۔ لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی اور زر و مال پر بھروسہ رکھ کر کہ ان سے بھیک مانگے۔ اپنے ہاتھ سے کسب معاش اور محنت مزدوری کو مت چھوڑ۔ اور ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے اپاہج مت بن کہ اللہ کی دی ہوئی قدرت و طاقت کے انعام کا کفران ہوگا اور حق تعالیٰ تجھ پر ناراض ہوگا۔ اور تجھ کو اپنی رحمت و بارگاہ سے دور کر دے گا۔ یاد رکھ کہ قبل از وقت کسب معاش کا چھوڑنا اور متوکلانہ صورت بنا کر لوگوں سے بھیک مانگنا بندہ کے لئے حق تعالیٰ کا عذاب ہے۔ دیکھ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کو ان کی ایک غلطی کی سزا میں جب حق تعالیٰ نے ان سے لے لیا۔ تو ان کو چند قسم کی سزائیں دیں منجملہ ان کے لوگوں سے بھیک مانگنا بھی تھا۔ وہ اپنے زمانہ سلطنت میں کسب کر کے کھاتے تھے۔ مگر جب حق تعالےٰ نے ان کی لغزشوں پر تنبیہ فرمانے کو ان پر تنگی ڈالی تو ان کی مملکت سے ان کو باہر کر دیا۔ اور چالیس دن تک رزق کے راستے ان پہ تنگ رکھے۔ حتیٰ کہ لوگوں سے سوال کرنے کی نوبت آئی۔ اور اس کا سبب ایک عورت کا آپ کے مکان میں چالیس دن تک ایک مورت کی پرستش کرتے رہنا تھا جس کی آپ کو خبر نہ تھی۔ مگر شان نبوت کے سبب اتنی ہی بات عتاب کے لئے کافی تھی۔ کہ خبر کیوں نہ لی۔ پس اس کی بت پرستی کے ایک ایک دن کا بدلہ آپ کی سزا کا ایک ایک دن قرار پایا۔ اور چالیس دن تک آپ سزا میں رہے۔

عزیز من۔ نفس کو خواہشات اور لذتوں سے روک اور اس کو پاک صاف کھانا کھلا جو نجس نہ ہو۔ پاک سے مراد حلال ہے۔ اور جو حرام ہے وہ ناپاک و نجس ہے۔

یا اللہ ہم کو اپنی معرفت بخش کہ ہم تجھ کو پہچان لیں کہ معرفت کے بعد طاعت کا التذاذ و اختلاط نصیب ہو۔ آمین

انتیسویں مجلس

۱۱ جمادی الثانیہ ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مالدار کے لئے اس کے مال کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہلا تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہا۔

سُن لو! اے منافقو۔ یہ اس شخص کے لئے جس نے مال داروں کے لئے حرکت کی۔ اور ان کی عظمت کو دل میں جگہ دے کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ یا اپنی جگہ چھوڑی کہ یہاں بیٹھے۔ پھر کیا پوچھنا اس کا جس نے نماز۔ روزہ اور حج انہیں کے لئے کیا۔ اور ان کی چوکھٹوں کو چوما۔ اے شریک خدا قرار دینے والو کہ مالداروں کو خدا بنا بیٹھے۔ نہ تمہیں اللہ کی خبر نہ اس کے رسول کی۔ بس جو کچھ ہیں۔ وہ مالدار اور امراء ہی ہیں۔ یہی اطاعت کے مستحق اور یہی عبادت کے لئے۔

بے نصیبو۔ مسلمان بنو اور توبہ کرو۔ تاکہ تمہارا ایمان بے عیب درست ہو۔ اور تمہارا ایمان بڑھے۔ اور تمہاری توحید نشوونما پائے۔ کہ اس کی شاخیں عرش تک جا پہنچیں۔

عزیز من! جب تیرا ایمان پرورش پا جائیگا۔ اور اس کا درخت اونچا ہو جائیگا تو حق تعالیٰ تجھ کو بے نیاز اور مستغنی بنا دے گا۔ خود تجھ سے اور ساری مخلوق سے تجھ کو بے نیاز کر دے گا۔ تیرے کسب و اکتساب سے

حق تعالیٰ تیرے نفس، تیرے قلب اور تیرے باطن کا پیٹ بھر دے گا۔ تجھ کو اپنے آستانہ پر کھڑا کرے گا۔ اور تیرے فقر کو غنا دے گا اپنے ذکر اور اپنے قرب اور اپنے انس سے کہ فقر میں وہ لذت آئے گی جو تونگری میں

آنی چاہیئے۔ اور مال دنیا تیرے نزدیک ایسا حقیر وبے قدر ہو جائے گا۔ کہ مست
کے پاس جائے یا دشمن کے نہ تجھ کو اس کی پروا ہوگی۔ کہ مست کون کھاتا۔ اور اس میں
مشغول ہوتا ہے نہ اس کی پروا ہوگی۔ کہ وہ کس کے ہاتھ میں جاتی ہے۔ بلکہ اب
تیرا اس دنیا دار صاحب مال متمول و خوشحال کو دیکھنا بنگاہ شفقت اور موجب
کلفت اور ظلمت ہوگا۔ کہ افسوس یہ کس تاریکی میں مبتلا ہے۔ اے وہ شخص جو علم کا
دعوےٰ کرتا۔ مگر دنیا داروں سے دنیا کا طالب ہوتا اور ان کے سامنے جھکتا ہے
تجھ کو تو حق تعالیٰ نے علم دے کر گمراہ بنا دیا۔

کہ توفیق عمل نہ بخشی۔ تیرے علم کی برکت جاتی رہی۔ اس کا مغز جاتا رہا اور پوست
باقی رہ گیا۔ اے وہ شخص جو عبادت کا دعوےٰ کرتا۔ مگر اس کا قلب مخلوق کی پرستش
کرتا۔ اور ان سے امید وبیم رکھتا ہے۔ تیری عبادت ظاہر اتو اللہ کے لئے ہے۔ اور
باطن میں مخلوق کے لئے۔ تیری ساری طلب اور فکر وہی درہم و دینار اور مال دنیا
ہے۔ جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔ تو انہیں کی حمد وثنا کا امیدوار ہے اور انہیں کی
مذمت وبے رخی سے خائف۔ ان کے نہ دینے کا تجھ کو خوف ہے اور بخشش کی توقع
کر ان کے دروازوں پر آنا جانا اور چاپلوسی کرنا اور نرم و میٹھی باتیں بنانا زیادہ رہتا ہے
وائے تجھ پر تو مشرک منافق ریاکار بے دین اور زندیق ہے

اپنی اس ملمع کاری کی بہار کس پر پیش کر رہا ہے؟ کیا اس علیم وخبیر خدا پر
جو آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے مخفی خیالات تک کو جانتا ہے وائے تجھ پر کر
نماز میں کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے۔ کہ اللہ سب سے برتر ہے۔ اور اپنے اس قول
میں جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ مخلوق تیرے قلب میں حق تعالیٰ سے بڑی اور برتر ہے
اللہ سے توبہ کر اور کوئی نیکی غیر اللہ کے لئے مت کر۔ نہ دنیا کے لئے اور نہ آخرت کے
لئے۔ ان میں سے ہو جو اس کی ذات چاہتے ہیں۔ ربوبیت کا حق ادا کر۔ کوئی عمل
نہ حمد وثنا کے لئے کر نہ عطا و منع کے لئے۔ وائے تجھ پر کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ تیرا
رزق مقدر نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ۔

اور جو بھلائی اور برائی تیرے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ اس کا آنا ضروری ہے
پس ایسی کسی شے کے فکر و اہتمام میں مشغول مت ہو کر جس چیز سے فراغت ہو چکی
حق تعالے کی اطاعت میں مشغول ہو۔ اپنی حرص کو کم کر اور آرزو کو تاہ اور موت کو
ہر وقت نظر کے سامنے رکھ کر اس سے حرص اور طول امل جاتا رہے گا۔ اور دین و دنیا
کی فلاح پائے گا۔ الغرض اپنی ساری حالتوں میں شریعت کی موافقت کرنا فرض سمجھ
اور ذرہ برابر خلاف نہ کر۔

صاحبو! کیا شریعت کی موافقت تمہارے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں رہی ؟
تم نے اس کو اپنے ظاہر و باطن کو دونوں ہاتھوں سے چھوڑ دیا۔ اور اپنے نفسول
در اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے۔ اور حلم خداوندی سے دھوکا کھایا کہ دن
پر دن گذرتا ہے۔ مگر نہ تمہاری خوشحالی میں کمی آتی ہے۔ نہ سر دل میں درد ہوتا ہے
اس سے تم سمجھ بیٹھے کہ معصیت اور اس کی سزا کوئی چیز ہی نہیں
اے کم عقلو! اس دھوکا میں نہ رہو یاد رکھو کہ حلیم کو جب غصہ آتا ہے۔ تو پھر
کسی کے سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ وہ عذاب اور سزا کو یہاں تم سے اٹھائے ہوئے ہے
اور آخرت میں تم پر نازل فرمائے گا۔ ہر جہت سے تجھ کو پکڑے گا۔ اور گرفتار کریگا۔
پھر تجھ کو موت آئے گی۔ اور قبر میں اترنا ہوگا۔ پس اس کی تنگی اور عذاب تجھ
کو پیش آئے گا۔ اور قیامت تک تو اسی میں مبتلا رہے گا۔ اس کے بعد تیرا جسم
دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ اور تجھ کو بڑی پیشی کی طرف لایا جائے گا۔ اس وقت ذرہ
ذرہ کا اور منٹ منٹ میں جو کچھ بھی تو نے کیا تھا سب کا تجھ سے حساب لیا جائے گا
اور کم و بیش کا تجھ سے سوال ہوگا۔ تیری غفلت کا کیا ٹھکانا ہے کہ آنے والے
ہولناک تصوں کا اثر ہی نہیں۔ وہی ظلم ہے وہی معصیت۔ وہی حب دنیا اور
وہی شرع کی مخالفت۔ تو بت بے روح ہے کہ دیکھنے میں انسان کی صورت ہے
مگر نہ حس و شعور ہے۔ نہ عقل و دوراندیشی۔ ایک سوکھا چمڑا ہے۔ جس میں نہ
اندرون ہے نہ قوت بجز آگ کے تو کسی کام کا نہیں۔

تیری عبادت ایسی ہے کہ اس میں اخلاص کا نام بھی نہیں۔ اور وہی عبادت کی روح تھی۔ پس جب اس میں روح ہی نہیں تو تو تیری عبادت آگ ہی کے قابل ہے۔ ایسی بیکار عبادت میں فضول مشقت اٹھانے کی حاجت ہی کیا ہے۔ یاد رکھ کہ اگر اعمال میں اخلاص نہ کیا۔ تو ان میں سے کچھ بھی تجھ کو مفید نہیں ہوگا۔ تو ان میں سے ہے۔ جن کے متعلق حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ عمل کرنے والے اور مشقت اٹھانے والے ہیں۔" یعنی دنیا میں بے سود عمل کرنے والے اور قیامت کے دن ان کی سزا میں آگ کے اندر مشقت و تکلیف اٹھانے والے۔ ہاں اگر موت آنے سے پہلے توبہ اور معذرت کرلے تو اعمال کا صلہ راحت جنت مل سکتا ہے لہٰذا اس سے قبل کہ موت آجائے۔ تجدید اسلام اور توبہ اور اخلاص در توبہ سے اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کر۔ ورنہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اور پھر توبہ کے دروازہ میں داخل ہونے کی تجھ کو قدرت نہ ہوگی۔ قلب کے پاؤں سے اللہ کی طرف آ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے فضل کا دروازہ بند کر دے۔ اور اعانت و توفیق سے محروم بنا کر تجھ کو تیرے نفس اور تیری طاقت و زور اور تیرے مال کے حوالہ نہ کر دے۔ اور جس حال میں تو رہے کسی میں بھی برکت نہ دے

وائے تجھ پر تو اللہ جل جلالہٗ سے شرماتا نہیں۔ کہ تو نے اپنے دینار کو اپنا رب اور درہم کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اور اللہ کو بالکل ہی بھلا دیا۔ عنقریب تو اپنا انجام بد دیکھے گا۔ وائے تجھ پر یہ کون کہتا ہے۔ تو دنیا مت کما اور دولت مت کما۔

سب کچھ کر مگر بندہ خدا بن کر اپنی وہ کمائی اور اپنا مال تو اپنی بیوی بچوں کے لئے رکھ۔ کہ حکم شریعت کے موافق ان کے لئے کمائے۔ مگر تیرا ادب اللہ جل جلالہٗ پر بھروسہ کئے ہوئے ہے۔ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا رزق اسی اللہ سے مانگ نہ کہ مال اور دوکان سے۔ پس وہ تیرا اور ان کا رزق تیرے ہاتھ کے واسطے سے جاری فرمائے گا۔ اور اپنا فضل و قرب اور اپنے ساتھ انس تیرے قلب کے لئے تجویز فرمائے گا۔ کہ تیرے بی بی بچوں کو تجھ سے بے نیاز کر دے گا۔ اور تجھے کو

اپنی ذات سے تونگر بنا دے گا۔ اور ان کو تونگری بخشے گا۔ جس چیز سے بھی چاہیگا اور جس طریقہ سے بھی چاہے گا۔ کہ دوکان ہو یا دوسرا ذریعہ معاش۔ محض برائے نام حیلہ بنے گا۔ اور وہ بھی رہے یا نہ رہے۔ تجھے پتہ بھی نہ چلے گا۔ کہ کہاں سے رزق آتا اور کیونکر بیوی بچوں کا پیٹ بھرتا ہے۔ اس طرح پر غناء ظاہری اور غنا قلبی دونوں تجھ کو نصیب ہوں گے۔ اور تیرے قلب سے کہا جائے گا۔ کہ یہ تیرے لئے ہے اور یہ دوسرا تیرے بی بی بچوں کے لئے۔ مگر تو اس درجہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ ساری عمر مبتلائے شرک اور محجوب و مردود بنا رہا۔ کہ دنیا اور اسکے سمیٹنے سے تیرا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ پھر اگر سچا مومن بننا چاہتا ہے۔ تو اپنے قلب کا دروازہ بند کر اور اس میں داخل ہونے سے سب کو باہر ہٹا اور صرف ذکر اللہ کو اس میں آتار۔ اور اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے توبہ کر اور اپنی دلیری و بے ادبی سے یکے بعد دیگرے پشیمان ہو۔ اور جو کچھ ہو چکا اس پر بکثرت گریہ و بکا کر اور اپنے مال سے فقیروں کی غمخواری کر یعنی بخل نہ کر۔ کہ عنقریب تجھ کو اس مال سے جدا ہونا ہے۔ پھر جو چیز ایک دن چھوڑنی ہے اس سے محبت کرنا صریح حماقت ہے۔ خصوصاً جب کہ اس خرچ کرنے پر معاوضہ کا بھی وعدہ ہو۔ تب تو بخل کرنا جہل مرکب ہے یہی وجہ ہے۔ کہ بندہ مومن جس کو اپنے صدقہ کا دنیا و آخرت دونوں جگہ معاوضہ ملنے کا یقین ہوتا ہے وہ بخیل نہیں ہوا کرتا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے۔ انہوں نے شیطان سے پوچھا۔ کہ مخلوق میں تیرا سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ اس نے کہا کہ وہ مومن جو بخیل ہو۔ آپ نے فرمایا اور سب سے زیادہ مبغوض کون ہے؟ کہ وہ فاسق جو سخی ہو؟ پھر آپ نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا؟ اس نے کہا کہ مومن بخیل سے مجھے توقع ہے کہ اس کا بخل ایک نہ ایک دن اللہ معصیت میں ڈالے گا۔ کہ اس کی ساری صلاحیت و دینداری صرف ایک بخل کی بدولت غارت ہو جائے گی۔ اور فاسق سخی کی طرف سے مجھے اندیشہ رہتا

ہے کہ اس کی بداعمالیاں اس کی سخاوت کے سبب مٹا دی جائیں۔
الغرض چونکہ بخل ثمرہ ہے حب مال کا اور غیر اللہ کی محبت اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ اس لئے اعمال حبط ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا بخل سے بھاگ اور دنیا کی محبت کو دل میں جگہ نہ دے۔ دنیا کا شغل دنیا ہی کے لئے رکھ۔ کہ کمانا صرف پیٹ بھرنے کے لئے ہو نہ کہ قلب میں جگہ دینے اور معصیت کرنے کے لئے۔ دیکھ شریعت نے جو کسب معاش کو مشروع کیا ہے۔ تو صرف اس لئے کیا ہے کہ اس سے حق تعالےٰ کی اطاعت پر اعانت حاصل کی جائے اور قوت جسمانی کو قائم رکھا جائے۔ جس کے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس ہے کہ تو نے جب کچھ کمایا تو معصیت ہی پر اس سے اعانت حاصل کی کھانے کے پیچھے پڑ کر نماز بھی چھوڑ بیٹھا اور نہ کار خیر کیا۔ کہ سرائے یا پل بنوانا یا مدارس و مساکین میں خرچ کرنا اور نہ زکوٰۃ نکالی کہ فرض ہی ادا ہوتا۔ لہٰذا کسب معاش میں تو مبتلائے معصیت ہوا کہ مشغول طاعت کیونکہ وہ کمانا ترک فرائض کا سبب ہوا۔ اور ایسا بن گیا جیسے ڈاکہ زنی کے حاکم کا باغی۔ بن کر دنیا کی کمائی بھلا ایسی دُنیا کمانے کو مباح یا اتباع شریعت کون کہہ دے گا۔ عنقریب موت آنے کی مومن اس سے مسرور ہوگا۔ کیونکہ اس لئے وصال محبوب اور اپنی محنت کا صلہ ملنے کا وقت آیا اور کافر و منافق اس سے مغموم ہوگا۔ کہ اس کی طمع کاری کے ظہور اور کفر و نفاق کی سزا کا دروازہ کھلا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن جب مرنے لگتا ہے۔ تو حق تعالےٰ کی عنایت و کرم اپنے لئے دیکھتا ہے ان کی وجہ سے تمنا کرتا ہے۔ کہ کاش دنیا میں ایک منٹ بھی نہ رہا ہوتا۔ پس کہاں ہے توبہ کرنے والا کہ جو اپنی توبہ پر قائم رہے اور کہاں ہے اپنے اب شرمانے والا جو اپنی ساری حالتوں میں اس کا دھیان رکھے؟ کہاں ہے خلوت و جلوت میں حرام سے بچنے والا؟ اور کہاں ہے اپنے بدن اور قلب کی نظر نیچی رکھنے والا۔ آگے بڑھے اور زندگی کو غنیمت سمجھ کر

گذشتہ کوتاہیوں کا تدارک کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بھی زنا کیا کرتی ہیں۔ ان کا زنا نامحرموں کی طرف نگاہ کرنا ہے۔ پس اپنی حالت کا محاسبہ کر اور ذرا غور کے ساتھ دیکھ کہ تیری آنکھیں نامحرم عورتوں اور لڑکوں پر نظر کرکے کتنا زنا کرتی ہیں۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ دو مومنین سے کہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں۔ یہ حکم نظر بازی سے بچانے اور نگاہ کو عفیف و پاک دامن بنانے کیلئے ہی تو ہے۔ اور اے درویش تو اپنے فقر و تنگ دستی پر صبر کر اور بھراست کر دنیا کا فقر جلد ختم ہو جائے گا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ کہ اے عائشہ دنیا کی تلخی کا گھونٹ آخرت کی لذت کے شوق میں پی جاؤ۔ یعنی جس طرح مریض کڑوی دوا ایک تندرستی کے شوق میں آنکھیں بند کرکے پی جاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ تندرستی کا عیش ہمیشہ کا ہے اور دوا کی تکلیف کا زمانہ جلدی ختم ہو جانے والا ہے۔ اسی طرح فقر و فاقہ کو سمجھو کہ چند روزہ ہے اور آخرت کے دائمی عیش و تنعم کا وسیلہ ہے۔ ہاں فکر کے قابل ہے تو یہ ہے۔ کہ خدا جانے کہ آخرت میں کیا گزرے گی۔ اور تقدیر نے جنتی ہونے کا فیصلہ کیا ہے یا جہنمی ہونے کا۔ کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ مخلوق کے ناموں کے ساتھ تیرا نام لوح محفوظ میں کیا تجویز ہوا ہے؟ یعنی بدبخت و ویا نیک بخت و محروم سب کو معلوم ہے کہ یہ تو اللہ ہی کے علم میں ہے جس کا نام تقدیر ہے۔ مگر اس علم الٰہی اور لکھت پر بھروسہ کرکے کہ جب تقدیر میں انجام لکھا جا چکا اور جنتی یا دوزخی ہونا طے ہو چکا ہے۔ تو عمل کرنا بیکار ہے خوف مت چھوڑ دیجیو۔ کہ جری و بے باک ہو کر شریعت کی حد سے باہر نکلنے لگے۔ اس باریک راستہ میں قدم رکھتے وقت ہوش و عقل سے کام لے۔ اور جس اتباع رسول اور اطاعت کا تو مامور ہوا ہے۔ اس کا حق ادا کرنے میں پوری سعی کر۔ کہ تجھ سے بازپرس اسی کی ہونی ہے۔ باقی رہا علم الٰہی

سو اس کا تعلق ذات لم یزل سے ہے۔ تجھ سے اس کی باز پرس کچھ نہ ہو گی۔ کیونکہ وہ ایک ایسی شے ہے۔ جس کا علم نہ تجھ کو ہے نہ کسی دوسرے کو۔ وہ منجملہ غیوب کے ہے جس کو علام الغیوب ہی جانتا ہے۔ پس جس کا تجھ کو علم ہی نہیں۔ اس پر بھروسہ کر کے خوف خدا کا دل سے نکالنا اور خلاف حکم کرنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی ممتحن علامہ ہو۔ اور طلبہ کے چہرہ سے ان کی استعداد معلوم کر کے ہر طالب علم کا ناکام یا کامیاب ہونا نتیجہ امتحان کی فہرست میں لکھ لے اور اس کو چھپا کر رکھ لے اور پھر طلبہ کا امتحان لے اور کہے کہ یہ پڑھو اور اس کا مطلب بتاؤ۔

اب وہ طالب علم بڑا احمق ہو گا۔ جو ایک لفظ بھی نہ پڑھے اور جواب دے کہ جب نتیجہ امتحان تم لکھ چکے ہو تو اب میرا پڑھنا اور مطلب بتانا بے سود ہے۔ ہر شخص اس پر ہنسے گا کہ او بے وقوف نتیجہ کا قبل از امتحان لکھ لینا تو ممتحن کی فراست و دانائی کا اثر ہے جس کا تعلق اس سے ہے۔ یہ تجھ سے کون پوچھتا ہے کہ اس نے کیا لکھا۔ افسوس ہے کہ جو تجھ سے پوچھا گیا وہ تو تو نے بتایا نہیں۔ اور جس کا تعلق تجھ سے ہے نہیں اس پر گرفت ہے۔ اپنا کام چھوڑنا اور دوسرے کی مخصوص صفت میں دخل دے کر مدار فلاح کا چھوڑنا کونسی عقل کا تقاضا ہے۔ اگر ممتحن کی فراست پکی ہے۔ تو تیرے متعلق اس نے یہی لکھا ہو گا۔ کہ ہماری تجویز کا بہانہ پکڑ کے جواب سے انکار کرے گا۔ لہٰذا ناکام رہیگا۔

پس تیری اس عقل خام نے تجھ کو ہلاکت کے غار میں گرایا اور جہنمی و بدنصیب ہونے کی لکھت سچی ہو کر رہی۔ دیکھو جن باتوں کا حکم ہے ان کے بجا لانے میں اللہ والوں نے تو ریت کا بستر تہ کر دیا۔ اور اس سے الگ ہو کر اپنے مولا کے حضور میں کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے خادموں کے ساتھ اس کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ کہ دنیا لیتے ہیں محض زاد راہ کے خیال سے لیتے ہیں۔ نہ کہ لذت حاصل کرنے کو۔ بلکہ آنا بھی بضرورت کرتے ہیں۔ تاکہ کھا پی کر اتنی طاقت حاصل ہو۔ تاکہ اپنے پیکر اجسام کو عبادت پر قائم رکھ سکیں اور نکاح کر کے اپنی شرم گاہ کو

شیطان کے مکر و فریب سے بچا سکیں ۔ لہٰذا اس میں بھی وہ اپنے پروردگار کے ارشاد کی تعمیل کرتے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرتے ہیں ۔ کیونکہ ان کا سارا مشغلہ بس احکام الٰہی کی تعمیل اور سنت کا اتباع ہی ہے ۔ باقی سب چیزوں میں وہ عالی ہمت اور پورے زاہد ہیں ۔ کہ کچھ نہ ملے تو ان کو خیال بھی نہ ہو ۔ یا اللہ ہم کو بھی انہیں میں سے بنا ۔ اور ان کی برکات ہم پر بھی نازل فرما ۔ آمین ۔ عزیز من ! جب تک دنیا تیرے دل میں رہیگی ۔ اس وقت تک صالحین کی کیفیت میں سے کچھ بھی تجھ کو نظر نہ آئے گا جب تک تو مخلوق کا بھیک منگا فقیر اور اور ان کو شریک خدا سمجھنے والا رہیگا ۔ اس وقت تک تیرے دل کی آنکھیں ہرگز نہ کھلیں گی اور بصیرت حاصل نہ ہوگی جب تک تو دنیا اور مخلوق سے زاہد نہ بن جائے ۔ اس وقت تک تیرا بولنا صحیح نہیں ۔ کو شاں بن کر وہ نظر آئے گا ۔ اور خرق عادت کا تیرے لئے ظہور ہوگا ۔ کہ کشف و کرامات اور خارق عادت تجھ سے ظاہر ہوں گے ۔

جب تو اس کو چھوڑے گا ۔ جو تیری شمار میں ہے تو وہ تجھ کو نصیب ہوگا ۔ جو بے شمار ہے ۔ اور جب تو حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا ۔ اور خلوت و جلوت میں اس سے ڈرنے لگا ۔ تو وہ تجھ کو روزی دے گا ۔ جہاں تیرا گمان بھی نہ جاتا ہوگا ۔ تو اپنی تدبیر اور جد و جہد کو چھوڑ کر وہ خود تجھ کو عطا فرماتے گا تو زاہد بن ۔ کہ وہ خود تجھ کو رغبت دیگا ۔ کیونکہ ابتداء میں ترک ہوا کرتا ہے اور آخر میں لینا ۔ شروع میں قلب کو ترک شہوات و دنیا کی تکلیف پہنچانی ہوتی ہے ۔ اور آخر میں ان کا استعمال کرنا پہلی حالت یعنی ترک دنیا تو پرہیزگاروں کے لئے ہے اور دوسری یعنی دنیا کا لینا اور استعمال کرنا ابدال کے لئے ہے ۔ جو اطاعت خدا تک پہنچ لئے ۔ اور حضرت نفس کے اندیشہ سے نکل گئے ہیں ۔ ان کی حالتوں پر اپنے آپ کو قیاس مت کر اور تجھ سے جن لذتوں کو چھڑایا ہے ۔ ان میں ابدال و اقطاب پر تنگی ذکر کہ ان کو بھی چھوڑنا چاہئے ۔ ورنہ دنیادار بن جائیں گے بات یہ ہے کہ وہ حضرات کمیاب اور گنتی کے چند ہوتے ہیں ۔

اے ریاکار۔ اے منافق اور مشرک تیرا نماز روزہ بھی نمود کے لئے منافقانہ و مشرکانہ ہے۔ تو ان کے حالات کا طالب مت ہو اور ان کی حرص مت کر۔ کہ ان کی حالت تیرے ہاتھ نہ آئے گی۔ انہوں نے مدتوں اپنی عادتوں کے خلاف کیا۔ کہ راحت و آرام چھوڑ کر اطاعت میں ہو بیٹھے اور تو نے عادتوں کو محفوظ رکھا۔ پس ضرور تھا کہ ان کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بھی عادت کے خلاف کیا گیا۔ کہ بلا طلب اور بلا کسب ان کو روزی عطا ہوئی۔ اور دنیا میں مشغولیت ان کو مضر نہ ہوئی۔ اور تیرے ساتھ عادت کا خلاف نہ کیا گیا۔ کیونکہ وہ نماز میں پڑھنے کو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے تیرے سونے کے وقت اور انہوں نے روزے رکھے تیرے افطار اور کھانے پینے کے وقت۔ وہ ڈرے تیرے نڈر ہونے کے وقت اور بے خوف رہے تیرے ڈرنے کے وقت انہوں نے خرچ کیا تیرے بخل اور ہاتھ روکنے کے وقت۔ انہوں نے عمل کئے اللہ جل جلالہ کے لئے اور تو نے عمل کئے غیر اللہ کے لئے۔ انہوں نے چاہا اللہ کو اور تو نے چاہا دوسروں کو۔ انہوں نے سارا معاملہ سپرد کیا اللہ کے۔ تو اللہ سے کشمکشی اور جنگ کی۔ وہ تقادیر الٰہی کے ساتھ تونگر اور اسباب سے بے نیاز بنے اور شکوہ بھوئے خلق سے اپنی زبانوں کو کاٹ ڈالا۔ کیونکہ سمجھ لیا کہ جب قضا و قدر اہو پیش آنے والی راحت و تکلیف کو طے کر دیا۔ تو اب کسی کی خوشامد بھی فضول اور شکوہ شکایت بھی عبث و بے محل ہے۔ اور تو نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے صبر کیا ہے صعوبت و تکلیف کی تلخی پر لہٰذا ان کے حق میں تلخی مٹھاس بن گئی۔ اور کلفت میں ان کے لئے لذت پیدا کر دی گئی۔ کیونکہ مدتوں ایسا رہا۔ کہ تقدیر کی چھریاں ان کا گوشت کاٹا کرتی تھیں۔ اور وہ نہ پرواہ کرتے تھے نہ دکھ مانتے تھے۔ اس لئے کہ ان کی نظر دکھ دینے والے پر تھی اور وہ اس کے ساتھ ایسے مدہوش تھے۔ جیسے عاشق اپنے معشوق کے دیدار میں مدہوش ہو۔ کہ ایسی حالت میں کوئی گردن بھی کاٹ لے تو خبر نہیں ہوتی۔ مخلوق

ان سے راحت میں تھی۔ کہ کسی ایک کو بھی ان سے تکلیف نہ پہنچتی تھی چنانچہ کہتے ہیں کہ ابرار وہ ہیں جو چیونٹی کو بھی نہ ستائیں۔ اور چیونٹی بھی وہ جس کا نظر آنا مشکل ہو یہ حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھاتے رہے بذریعہ طاعت کے اور مخلوق کے ساتھ علاقہ رکھتے رہے بصورت حسن معاشرت اور بال بچوں کے ساتھ بصورت صلۂ رحمی و سلوک وہ دُنیا و آخرت دونوں جگہ عیش میں ہیں۔ کہ دنیا میں لذت قرب اور آخرت جنت اور حق تعالیٰ کے دیدار و قرب اور اس کا کلام سننے اور اس کا عطا کردہ خلعت پہننے کی لذت پھر بھلا ان سے مناسبت کیا ہے تجھ کو تو ابھی اس کی ضرورت ہے۔ کہ تو اپنے گناہوں اور حق تعالیٰ کے حضور بے شرمی و بے باکی سے توبہ کرنے میں مشغول ہو۔ وائے تجھ پر شرم تو حق تعالیٰ سے ہو اکرتی ہے نہ کہ مخلوق سے وہی ہر چیز سے قبل تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ قدیم و ازلی ہے۔

پس عجیب بات ہے کہ تو فانی سے شرماتا ہے اور قدیم سے بحیائی برتتا ہے اور اگر شرمانا کسی کی تونگری اور سخاوت و کرم کی وجہ سے ہے تو ظاہر ہے کہ سخی بھی صرف وہی ہے اور باقی سب بخیل ہیں۔ وہ غنی ہے اور دوسرے فقیر اس کی عادت ہے بخشش و عطا اور دوسروں کی عادت ہے بخل و دریغ۔ لہٰذا اپنی حاجتیں اسی کے پاس لے کر آ۔ کہ وہ دوسروں سے زیادہ اولیٰ اور مستحق ہے۔ اس کی صنعتوں سے اس کا ثبوت لے۔ اور صناعیوں کی حسن و خوبی سے صناع کی حسن و خوبی کا پتہ چلا۔ اس کی شریعت کے حدود کی حفاظت کر۔ کہ فتوے کی حد سے باہر نہ نکلے اور جس کو شریعت نے تقوے بتایا ہے اس کو لازم سمجھ۔ کیونکہ جب تو ہمیشہ شریعت کے تقوے پر چلے گا تو وہ تجھ کو حق تعالیٰ کی رہبری کرے گا۔ اور تو مصنوعات و مخلوقات کو چھوڑ کر اس صانع کے ساتھ مشغول ہو جائے گا۔ لہٰذا صانع کا پتہ چلا۔ اور اس کا طالب بن اور دنیا و آخرت دونوں کو چھوڑ کر ان میں تیرا حصہ قرار پا چکا ہے وہ تجھ کو ملے گا

اور تجھ سے جا نکلے گا۔ اور یہ نفع زائد ہو گا۔ کہ ماسوی اللہ کو تیرا چھوڑنا تیرے قلب کو حب غیر اللہ کی ظلمتوں اور کدورتوں سے صاف بنا دے گا۔ پس اگر تیرا قلب تجھ کو اس کی رہبری نہ کرے تو سمجھ لے کہ چوپایوں کی مثل ہے کہ انسان نہیں بلکہ بے عقل ہے۔

دنیا سے کھڑا ہو اور ان عقلاء کے پاس آ جن کی عقل نے ان کو اللہ کی طرف رہبری کی ہے۔ پس ان سے عقل سیکھ۔ اور اس عقل سے اپنے نفس اور اپنے رب کو پہچان۔ وائے تجھ پر تیری عمر گھل رہی ہے۔ اور تجھے خبر نہیں۔ آخر یہ آخرت سے اعراض اور دنیا پر توجہ کب تک؟ وائے تجھ پر کہ دنیا و جنت کی فکر میں ڈوب رہا ہے، کیا تجھے اس پر ایمان نہیں۔ کہ تیرا رزق تیرے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔ اور جنت یا دوزخ میں جو تیری جگہ معین ہو چکی ہے اس میں بجز تیرے کوئی نہ بسے گا۔

اے بندۂ دنیا و بندۂ جنت! دیکھ غفلت نے تجھ پر قبضہ جما لیا۔ اور خواہش نفسانی نے تجھکو اپنا قیدی بنا لیا۔ کہ تیرا فکر خورد و نوش اور نکاح و راحت خواب وغیرہ دیگر اپنی اغراض ہی کے حاصل کرنے میں ہے۔ تیرا فکر کفار و منافقین کا سا فکر ہے کہ حلال سے ہو یا حرام سے جس طرح بھی ہو اپنا پیٹ بھرے اور جب پیٹ بھر گیا تو اب وہی عیش و لذت کی سوجھی سے

یاں تو آرام سے گذرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے!

دین رہے یا نہ رہے۔ اس کا تیرے قلب پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

اے مسکین اپنے نفس پر روتا ہے دین سے کتنا بے حس بن گیا۔ تیرا بچہ مرتا ہے تو تجھ پر قیامت قائم ہو جاتی ہے کہ بیتابی و اضطراب میں اپنی حماقت تک کا ہوش نہیں رہتا۔ اور روتے روتے بے ہوش ہو جاتا ہے۔ مگر تیرا دین مرتا ہے تو نہ تجھ کو پروا ہوتی ہے نہ اس پر روتا ہے۔ فرشتے جو تجھ پر تعینات ہیں وہ تیرے دین کے متعلق راس المال کا خسارہ دیکھ کر تجھ پر روتے ہیں۔ کہ نفع تو

درکنار اصل پونجی بھی اس کی غارت ہو گئی۔ مگر تیرے دل پر افسوس یا حیرت کا نام کو بھی اثر نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ تجھے مطلق عقل نہیں۔ اگر تجھ کو عقل ہوتی۔ تو اپنے دین کے ہاتھ سے چلے جانے پر ضرور روتا۔ افسوس کہ تیرے پاس راس المال موجود ہے۔ مگر تو اس سے تجارت نہیں کرتا۔ دیکھ یہ عقل اور زندگی دونوں راس المال ہیں۔ جن سے آخرت کا بہتیرا نفع حاصل ہو سکتا ہے مگر تو ہے کہ ان سے اچھی تجارت نہیں کرتا اور بجائے پائیدار تجارت کے ان کو فانی اور کنکر پتھر کی دنیوی تجارتوں میں برباد اور ضائع کر رہا ہے۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور وہ عقل جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اور وہ زندگی جو مفید نہیں۔ تینوں ایسے ہیں جیسے وہ مکان جس جس میں رہا نہ جائے۔ اور وہ خزانہ جس کا پتہ نہ ہو اور وہ کھانا جو کھایا نہ جائے کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور زیادہ افسوس اس کا ہے۔ کہ تجھ کو اپنے راس المال کی بربادی کا علم بھی نہیں اور اس کا نام جہل مرکب ہے۔ پس جس بدحال بخسارہ میں تو پڑا ہوا ہے۔ اگر تو اس سے باخبر نہیں ہے تو میرے پاس آ کہ میں اس سے واقف ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ایک آئینہ شریعت کا ہے۔ جو ظاہری علم ہے اور آئینہ علم و معرفت الٰہی کا ہے کہ وہ علم باطنی ہے ان دونوں میں تیرا منہ دکھا تجھے بتا دوں گا۔ کہ نہ تیرا ظاہر درست ہے اور نہ تیرا باطن۔ خواب غفلت سے جاگ اور بیداری کے پانی سے اپنا منہ دھو۔ پھر دیکھ تو کیا چیز ہے؟ آیا مسلمان ہے یا کافر یا مومن یا منافق؟ موحد یا مشرک؟ ریاکار ہے یا مخلص موافق ہے یا مخالف؟ اور راضی ہے یا ناراض؟

اور یہ بھی خوب سمجھ لے کہ تو اللہ اور اس کے تصرفات سے راضی ہو یا ناراض بہرحال اس کو تیری پروا نہیں۔ اس کا نفع اور نقصان سب میری ہی طرف لوٹے گا۔ وہ تو پاک ہے۔ سخی و بردبار اور صاحب فضل ہے۔ کہ ہر چیز اس کے لطف و فضل کے تحت میں ہے۔ اگر وہ ہم پر لطف نہ فرمائے۔ تو ہم تباہ ہو

جائیں گے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص کے برتاؤ کا پورا مقابلہ فرمائے۔ تو ہم سب ہلاک ہو جائیں۔

عزیز من! تو اپنی مہود ریاکاری اور نفاق والی عبادت کا اللہ جل جلالہٗ پر احسان جتاتا اور اپنے لئے اس کی عزت افزائی کا طالب ہوتا۔ اور باوجود اپنے فساد کے اہل اصلاح کا مقابلہ کرتا ہے۔ اے آقا سے بھاگے ہوئے غلام اور اے بد کئے ہوئے اور اے امت محمدیہ کے صاحبان اخلاص و توحید کے دائرہ سے خارج بھلا تجھ کو اور تذکرہ صالحین اور ان کی معرفت کے دعوے سے نسبت کیا؟ وائے تجھ پر اگر تجھ کو اپنی بدحالی کا علم اور قلق ہے تو اضاعت عمر شرارت نفس پر اتنا رو کہ دوسرے بھی تیرے ساتھ رونے لگیں۔ ماتمی لباس پہن کر اپنی مصیبت میں بیٹھ کر دیکھنے والے غیر بھی تجھ پر ترس کھا کر تیری تعزیت کے لئے آبیٹھیں۔ تو محجوب ہے اور تجھے خبر نہیں۔ ایک صالح کا قول ہے کہ افسوس ان پر محجوبوں پر جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ محجوب ہیں"۔ تیرا قلب کیا چیز ہے؟ پتھر ہے یا مضغۂ گوشت ہے؟ تو اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ بھلا تو کس سے شکوہ کرتا کس کی دہائی دیتا اور بحالت خواب کس کے ساتھ ہوتا ہے؟ آیا خدا کے یا اپنے نفس اور شیطان کے؟ جب سختی میں پڑتا ہے تو کس پر بھروسہ کرتا ہے؟ مجھے بتا تو سہی۔ میں تیرے دروغ اور نفاق سے خوب واقف ہوں۔ کہ نام کرتا ہے خدا کا اور پرستش کر رہا ہے غیر اللہ کی۔ تو اور ساری مخلوق میرے نزدیک پشہ کی برابر ہے۔ نہ مجھے تیرا خوف ہے نہ رعایت کی ضرورت۔ جو شخص تم میں سچا ہو۔ اس کا تو میں ادنے غلام اور خادم ہوں۔ اگر وہ مجھے چاہے کہ بازار میں لے جا کر مجھے بیچ دے یا مکاتب بنائے تو بے تنگ کرے۔ مجھے عذر نہیں۔ اگر وہ چاہے کہ میرے بدن کے کپڑے اور جو کچھ میرے پاس ہے سب لے لے اور مجھ کو حکم دے۔ کہ میں بھیک مانگتا پھروں تو کہہ دے۔ مجھے انکار نہیں مگر تیرے پاس تو نہ سچائی ہے نہ توحید ہے نہ ایمان ہے پھر مجھے لے کر کیا کرے گا؟

کیا تجھ کو پھلوں کا پیوند بناؤں یا تو سوختہ کی لکڑی ہے جس کو زمین پر گھسیٹا جاتا ہے کہ بجز آگ کے کسی لائق نہیں۔ صاحبو! دنیا چل رہی ہے اور عمریں ختم ہو رہی ہیں۔ اور آخرت تمہارے قریب آ لگی اور تمہیں اس کا مطلق فکر نہیں۔ بلکہ تمہارا سارا فکر دنیا اور اس کے جمع کرنے کے لئے وقف ہو چکا ہے۔ تم حق تعالے کی نعمتوں کے دشمن ہو کر اگر اس کی طرف سے تمہارے ہی کسی مصلحت یا متنبہ کے لئے کوئی برائی مثلاً مرض یا تنگ دستی تم پر آتی ہے تو اس کو ظاہر اور چاروں طرف شکوہ و شکایت کرتے پھرتے ہو۔ اور اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اس کو چھپاتے ہو کہ خدا نے مال دیا اور صاحب نصاب بنایا۔ مگر تم نے وہی فقیروں کی سی صورت بنائے رکھی۔ تاکہ لوگ نادار سمجھ کر خیرات دیں۔ آخرکار جب تم نے حق تعالے کی نعمتوں کو چھپایا۔ اور ان پر ان کا شکریہ ادا نہ کیا۔ اس نے ان کو تم سے چھین لیا اور تنگ دستی ہی بنائے رکھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ جل جلالہٗ اپنے بندہ کو کوئی نعمت دیتا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ نعمت کا اثر اس پر نظر آئے۔ مگر اس وقت جب دنیا کی طلب دل سے نکلے۔ چنانچہ اللہ والوں نے اپنے لئے ایک فکر رکھا۔ جس کو فکر آخرت کہتے ہیں۔ انہوں نے سب چیزوں کو اپنے دلوں سے باہر نکالا۔ اور ایک چیز کو اس میں بسایا۔ جو اور چیزوں کی طرح فانی و بے سود نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی عبادتوں کو دکھاوے سناوے اور اور نفاق سے خالی و بے لوث بنایا۔ اور اپنے پروردگار اللہ جل جلالہٗ کے لئے عبودیت و غلامی کو محقق کیا۔ تم بندگان خلق خدا و بندگان ریا و نفاق ہو بندگان مخلوق و خواہشات نفس ولذات و مدح و ثنا ہو۔ تم میں کوئی نہیں۔ جن کے لئے بندگی محقق ہو چکی ہو۔ الا ماشاء اللہ چنداں افراد ہیں

ایک پرستش کر رہا ہے مخلوق کی۔ کہ اس کے دوام کا ہمیشہ شیدا ہے اور اس کے زوال سے خائف۔ اور یہ پرستش کر رہا ہے جنت کی کہ تمنا رکھتا ہے اس کی نعمتوں کی اور خالق

محض کی تمنا مطلق نہیں اور یہ پرستش کر رہا ہے دوزخ کی۔ کہ اسی کا خوف ہے اور اس کے خالق کا مطلق خوف نہیں۔ بھلا مخلوق اور جنت اور دوزخ ماسوائے اللہ کے چیز کیا ہے؟ کہ اس کی پرستش کی جائے۔

اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے۔ اور لوگوں کو صرف اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ پرستش کریں اللہ کی۔ اس کے لئے عبادت خالص بنا کر یکسو ہو کر پھر ماسوائے اللہ کی پرستش اور خوف یا تمنا کرنے والوں کو کیسے کہا جائے۔ کہ انہوں نے اللہ کو سمجھا ہاں جو اس کے عارف و عالم ہیں۔ انہوں نے اس کی پرستش کی۔ کہ دوسری چیز یعنی دنیا یا آخرت کی حاجت کے لئے نہیں کی ہے۔ پس انہوں نے اس کے مربی اور اپنے غلام ہونے کا حق ادا کیا۔ اس کی عبادت کی محض تعمیل ارشاد کے لئے۔ اور محبت کے سبب کسی دوسرے مطلب سے نہیں کی۔ اور اسی کو مراد بنایا۔ نہ کہ دوسری شے کو۔ غرض جملہ ماسوی کو چھوڑا اور جو کچھ کہا محض اس لئے کہا کہ وہ آقا ہے اور ہم غلام۔ وہ حاکم ہے اور ہم محکوم۔ وہ حکم دیتا ہے کہ نماز پڑھو لہٰذا جنت ملے یا نہ ملے اور دوزخ سے بچیں یا نہ بچیں۔ بہرحال ہم پر فرض ہے کہ تعمیل ارشاد کریں۔ اب اس کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا رد کرے اور جنت میں لے جائے یا دوزخ میں۔ اس کا نام ہے اخلاص فی العبادۃ۔ مگر عبادت کی صورت ہی کو عبادت سمجھے ہوئے ہو۔ کہ اکثر تو دنیا ہی کے لئے کرتے ہیں۔ اور بڑی ہمت کی۔ تو جنت کی طمع اور دوزخ کے خوف کے لئے کرنے لگے جس کا یہ مطلب ہے کہ جنت و دوزخ نہ ہوتی "۔ عبادت بھی نہ ہوتی بھلا اس اپنے مطلب کی عبادت اور غیر اللہ کے لئے نماز۔ روزہ ادا کرنے کو عبادت الٰہی کون کہہ دے گا؟ تم صورت بلا روح ہو۔ تم ظاہر ہو اور اللہ والے باطن ہیں تم الفاظ ہو اور اللہ والے معانی ہیں۔ تم کھلے ہو اور اللہ والے چھپے۔

وہ حضرات حقیقت میں انبیا علیہم السلام کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چلنے والے خدام و پیادہ ہیں۔ کہ ان کے کھانے اور پانی کا بچا بچایا ان کا حصہ ہے

ہے۔ چونکہ وہ ان کے علوم پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی وراثت و نیابت ان کے لئے صحیح ہو گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء ہی وارث ہیں انبیاء کے۔ یعنی چونکہ انہوں نے ان کے علوم پر عمل کیا۔ لہٰذا انبیاء کے جانشین اور ان کے قائم مقام ہوئے۔ دوسرے مجھ پر یہ حال جس کو اخلاص کہتے ہیں۔ صرف خالی علم سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے عمل کی اور اللہ والوں کی صحبت و غلامی کی۔ کیونکہ جس طرح دعوے بغیر گواہ کے کچھ نفع نہیں دیتا اسی طرح علم بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ علم پکارا کرتا ہے عمل کو پس اگر عمل آ جائے تو خیر ورنہ علم چل دیتا ہے۔ اور علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کی برکت چل دیتی ہے۔ اور صرف پڑھنا پڑھانا باقی رہ جاتا ہے۔ اس کا پوست رہ جاتا ہے اور مغز جاتا رہتا ہے۔

اے علم پر عمل نہ کرنے والو! تم اپنی عبادت آرائی اور فصاحت و بلاغت میں بس شاعرانہ کمال رکھتے ہو۔ جس طرح شاعر اپنے مبالغانہ دعووں سے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ اور حقیقت اس کی خاک بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح تمہاری مولویانہ تقریریں دعوے ظاہر بہت کچھ کرتی ہیں مگر تمہارے پاس عمل ہے نہ اخلاص۔

اگر تیرا قلب مہذب ہو جاتا تو تیرے اعضاء بھی مہذب بن جاتے۔ کیونکہ وہ اعضاء کا بادشاہ ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بادشاہ مہذب بن جاتا ہے تو رعیت بھی مہذب بنتی ہے۔ لہٰذا قلب کی اصلاح کر اور وہ عمل ہی سے ہو گی۔ جب عمل کا اثر قلب تک پہنچ کر حال اور کیفیت پیدا کر دے کیونکہ علم چھلکا ہے اور عمل اس کی گری اور مغز ہے۔ اور ظاہر ہے کہ چھلکے کی حفاظت اس لئے کی جاتی ہے تاکہ گری محفوظ رہے۔ اور گری کی حفاظت اس لئے

کی جاتی ہے کہ اس میں سے روغن نکالا جائے۔ سو جب چھلکے ہیں گری از رہی تو خالی چھلکے کا کیا بنایا جائے۔ گری ہیں روغن نہ رہا تو سوکھی گری کو لے کر کیا کیا جائے۔ اسی طرح یوں کہیں گے کہ جیرا علم جاتا رہا۔ کیونکہ جب اس پر عمل جاتا رہا تو سمجھو کہ علم ہی جاتا رہا۔ اس لئے کہ عمل کے بغیر علم کا حافظ ہونا اور پڑھانا مجھے کیا نفع دے سکتا ہے؟ پس اے عالم اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو پڑھا۔ اے تونگر اگر دنیا کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے مال میں سے فقیروں کی غمخواری کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردمان دنیا اللہ کی عیال ہیں۔ اور اللہ کا زیادہ پیارا وہ ہے۔ جو اس کی عیال کو نفع زیادہ پہنچائے۔ سبحان اللہ یہ بھی بڑا انعام ہے کہ اس نے ایک دوسرے کا حاجت مند بنایا۔ تاکہ ایک کو فقیر پر صبر کا اجر ملے۔ اور دوسرے کو تونگر ہونے پر فقراء کی اعانت کا ثواب ہو۔ اس میں بھی اس کی بہت حکمتیں ہیں۔ جن کو وہی خوب سمجھتا ہے۔

پس اے غنی افسوس ہے تیری حالت پر کہ مجھ سے بھاگتا اور جی چراتا ہے کہ کہیں کچھ دینا نہ پڑے۔ حالانکہ میں تجھ سے تیرے ہی لئے کہتا ہوں کہ تو بخل ہو۔ اور عطا و سخا کی عادت ہو کر تجھ کو نفع پہنچے۔ ورنہ میرے پاس تو عنقریب اللہ کی طرف سے تونگری آئے گی۔ اور وہ مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گی۔ اور تم کو میرا محتاج بنائے گی۔ دیکھو ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ جب کسی فقیر کے صبر کی کمی دیکھتے تو دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ ہم پر دنیا وسیع فرما۔ اور اس میں ہم کو زہد دے کہ ہاتھ میں دنیا بکثرت ہو۔ مگر دل میں اس کی رغبت نہ ہو۔ اور ایسا نہ کر کہ دنیا ہم سے کھینچ لے اور اس کی رغبت ہم کو دے دے۔ ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کی طلب میں کر ہاتھ میں جب پیسہ نہ ہوگا اور دلوں میں اس کی رغبت ہوگی۔ تو لامحالہ طلب مال میں پڑ کر بربادی چھائے گی۔ یا اللہ اپنے احکام قضا و قدر میں ہم پر لطف کا برتاؤ کر

تیسویں مجلس

بصبح ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ درخانقاہ شریف

مبارک اس کو جس نے اللہ جل جلالہ کے لئے اس کی نعمتوں کا اقرار کیا۔ اور سب کو اسی کی طرف منسوب کیا اور اپنے نفس، واسباب اور طاقت و زور کو انتساب سے خالی کر لیا۔ مثلاً تجارت میں نفع یا ملازمت کا کوئی عہدہ ملا تو اس کو اپنی ذاتی کوشش کا ثمرہ قرار دیا۔ نہ سعی و محنت کا نتیجہ سمجھا بلکہ سچائی کے ساتھ یہ بیٹھا۔ کہ حق تعالےٰ کا محض فضل اور اس کی عطا، بلا سبب ہے۔ ورنہ لاکھ گنا زیادہ بھی طاقت خرچ کرتا اور سفارش دکارگذاری وغیرہ ہزار ہا اسباب بھی مہیا ہوتے۔ مگر اللہ کو دینا منظور نہ ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز نہ ملتا۔ حتیٰ کہ نعمت کو اپنی نیک نیتی یا کسی عمل نیک کا ثمرہ سمجھنا بھی اخلاص کے خلاف ہے کیونکہ اگر نیک عمل یا نیک نیت بنا ہے تو آقا کی تعمیل حکم اور اپنی غلامی کا فرض ادا کرنے کے لئے بنا ہے۔ اور جب اس کا معاوضہ نفع تجارت یا عہدۂ ملازمت کو قرار دیا۔ تو ادھر عمل نیک غارت ہوا۔ کہ خاص اللہ واسطے ہوا۔ اور ادھر نعمت خدا یعنی مال و جاہ کو نیک نیتی یا نیک عمل کی طرف منسوب کیا اور اس کے منعم و معطی اللہ جل جلالہٗ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اور یہ حماقت جبرا ظاہر ہوئی کہ اللہ سے اپنے عمل کا محاسبہ اور معاوضہ کا مطالبہ کیا جو غلام کے منصب سے بالکل خلاف ہے۔ اور غضب تو یہ ہے۔ کہ اپنی کوشش یا کسی کی سفارش کو نعمت دہندہ سمجھنا تو دینداری کے خلاف سمجھتا ہی ہے۔ مگر نعمت کو صلۂ دینداری

و دیانت داری سمجھنا بد دینی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ عقلمند وہی ہے۔ جو کسی عمل کا بھی محاسبہ خدا کے ذمہ نہ دے اور نہ اس سے کسی حال میں معاوضہ کا طالب ہو۔

وائے تجھ پر کہ حق تعالےٰ کی عبادت بھی بغیر علم کے حماقت و جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور زہد بھی علم و عقل کے بغیر اور دنیا بھی کماتا ہے۔ علم کے بغیر حجاب در حجاب ہے اور غصہ در غصہ ہے۔ تو نہ بھلائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ نہ اپنے مفید اور مضر میں فرق کرتا ہے اور نہ اپنے دوست و دشمن کو پہچانتا ہے اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ تو حکم خدا سے جاہل اور خدمت مشائخ کا تارک ہے۔ کیونکہ مشائخ عمل یعنی اہل اللہ اور مشائخ علم یعنی علماء ہی تجھ کو حق تعالےٰ کا راستہ دکھاتے۔ مگر تو نے دونوں سے کنارہ کشی کی کہ نہ علم دین پڑھا اور نہ اہل اللہ کی خدمت میں رہا۔ پھر جہالت علمی اور محرومی محبت اہل اللہ ہوتے ہوئے راہ حذر کس طرح دیکھے۔ الغرض اول قول یعنی علم ہونا چاہیئے اور دوبارہ عمل اور اسی سے اللہ جل جلالہٗ تک پہنچے گا۔ کیونکہ جو بھی اللہ تک پہنچا ہے وہ علم اور زہد دنیا اور طلب و غالب کے دنیا سے روگرداں ہونے ہی سے پہنچا ہے۔ ورنہ جو محض صورت کا زاہد بنتا ہے وہ دنیا کو اپنے ہاتھ سے نکالا کرتا ہے۔ جو واقعی زاہد ہوتا ہے۔ وہ دنیا کو اپنے قلب سے نکال دیتا ہے۔ چنانچہ سلف زاہدان حقیقی اپنے دلوں سے دنیا میں بے رغبت بنے ہیں۔ پس زہد کی طبیعت ہو گیا۔ ان کے ظاہر و باطن میں عمل رل گیا۔ ان کی طبیعتوں کی آتش بجھ گئی۔ ان کی خواہشات نفسانیہ ٹوٹ گئیں۔ ان کے نفوس مطمئنہ بن گئے اور ان کا شر و فساد زائل ہو گیا۔

عزیز من! یہ زہد کوئی صنعت نہیں ہے کہ تو کر لے گا اور نہ ایسی چیز ہے کہ ہاتھ میں لے اور کر کے ڈال دے۔ بلکہ وہ خطرناک گھاٹیاں اور متعدد درجات ہیں جن کو قطع کرنے کے لئے مدت دراز اور مشائخ کی خدمت و صحبت درکار ہے۔ ان میں سب سے پہلا قدم دنیا کے چہرہ پر کھوٹی نگاہ ڈالنا ہے کہ اس کو اس کی

اصل صورت پر دیکھے جو گذشتہ انبیاء و رسل اور ان اولیاء و ابدال کے نزدیک
اس کی اصلی صورت ہے جن سے کوئی زمانہ خالی نہ رہا۔ اور دنیا کو اصلی صورت
پر دیکھنا اگر ٹھیک ہو سکتا ہے تو اقوال و افعال میں متقدمین کا اتباع کرنے
سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب تو ان کا اتباع کرے گا۔ تو وہی تو بھی دیکھے گا جو انہوں
نے دیکھا اور دنیا قبیح و کریہہ صورت میں نظر آئے گی۔ کہ اس کی اصل صورت یہی
ہے۔ اور جب تو اللہ والوں کے قول و فعل اور خلوت و جلوت اور علم و عمل اور صورت
و سیرت غرض ہر امر میں قدم بقدم ہو گا۔ روزے رکھے گا۔ ان کے سے روزے
اور نماز پڑھے گا انکی سی نماز اور رہے گا۔ ان کا سا لینا اور چھوڑے گا۔ ان کا سا چھوڑنا
اور ان کو محبوب سمجھے گا۔ تو اس وقت ان کو حق تعالے ایک باطنی بصیرت اور قلبی نور
عطا فرمائے گا۔ جس سے تو اپنی ذات کو اور دوسروں کو اصل حالت پر دیکھے گا کہ وہ
عیوب اور مخلوق کے عیوب تجھ پر ظاہر کر دے گا۔ اور جب تجھ کو اپنے اور مخلوق کے
عیوب خانہ اور ان کا فانی و حادث اور محتاج و عاجز اور ضعیف و تنگ دل ہونا نظر آئیگا
تو خود سب کی رغبت جاتی رہے گی۔ اور تجھ کو اپنی ساری مخلوق سے زہد حاصل
ہو جائے گا۔ پس جب یہ صحیح ہو جائے گا۔ تو انوار قرب تیرے قلب کی طرف آئینگے
اور تو صاحب ایمان و یقین اور عارف و عالم بن جائے گا۔ کہ تمام چیزوں کو ان کی
اصلی صورتوں اور واقعی حالتوں پر دیکھے گا۔ مثلاً دنیا کو اسی صورت پر دیکھے گا جس
پر اگلے زاہدوں اور اعراض کرنے والوں نے دیکھا تھا۔ یعنی اس کو تو دیکھے گا۔
ایک بڈھی کھوسٹ بدشکل عورت کی صورت میں۔ کیونکہ وہ ان حضرات کے نزدیک
اسی صورت کی ہے۔ ہاں سلاطین و امراء کے نزدیک ایسی ہے جیسے بنی سنوری
نہایت خوبصورت دولہن۔ مگر اہل اللہ کے نزدیک چونکہ ایک حقیر و ذلیل ہے اسلئے
گروہ اس کے بالوں کو آگ دکھاتے اور اس کے کپڑوں کو چاک کرتے اور اس کے
کو طمانچے مار مار کر زخمی کرتے اور اپنے مقسوم اس سے جبراً لیتے ہیں۔ اور اس
کو بادل ناخواستہ دینا پڑتا ہے۔ غرض دنیا سے نفرت و بغض رکھنے اور آخرت

کی صحبت و محبت میں رہتے ہیں۔

عزیز من! جب دنیا کے بارے میں تیرا زہد صحیح ہو جائے۔ تو اب اپنے اختیار و ارادہ اور مخلوق میں زہد حاصل کر۔ کہ مخلوق سے نہ کسی مضرت کا خوف کرے اور نہ کسی منفعت کی توقع رکھے۔ یہ تو مخلوق سے زہد ہے بے نیازی ہوئی۔ اب رہا اپنا نفس اور اختیار سو اس میں زاہد بننے کا یہ لطف ہے کہ نفس جس کام کے کرنے یا کھانے کا مثلاً حکم دے۔ تو اللہ جل جلالہ کا حکم آئے بغیر اس کو قبول ہی نہ کر اور حکم خدا غالب یہ ہے۔ کہ تیرے قلب کو الہام یا خواب کے ذریعہ نصیب ہوگا۔ اور پھر بھی قبول کرنا اس طرح ہو کہ تمامی مخلوقات سے نفرت دبے رنگی ہوئی ہے زہد حقیقی کہ کبھی خیال وارادہ میں اپنے اختیار اور تدبیر کو دخل نہ دیا۔ اور ہر کام میں اذن الٰہی کا منتظر رہا۔ باقی رہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا۔ اور کسب معاش چھوڑنا پیر بن کر زاہد کہلانا کہ اعضا بدن ساکن رہیں۔ اور حرکت نہ کریں۔ سو اس کا تو کچھ بھی اعتبار نہیں۔ بلکہ یہ تیرے لئے مضر ہے کہ بندۂ خلق اور محتاج امرا بن گیا۔ اعتبار تو قلب کے سکون کا ہے۔ کہ وہ کھٹکتا نہ پھرے اور یہی بڑا بھاری کام ہے اور یہ سکون قلب تجھ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تیرا نفس تیری طبیعت تیری خواہش نفسانی اور ماسوی اللہ سب مردہ و فنا ہو جائے۔ ہاں جب ان میں سے ہر جزو مر جائے گی کہ گویا کوئی ہے ہی نہیں جس سے خوف یا توقع ہو تب تو قرب الٰہی کی حیات پائے گا۔ اور وہ زندگی نصیب ہوگی جس کا بقا اللہ کے قرب سے ہوگا۔ غرض اول موت و فنائیت اور پھر حیات و زندہ ہو جانا۔ اس کے بعد جب اللہ چاہے گا تو تجھ کو اٹھا کھڑا کرے گا اپنے کہ تجھ کو ہادی و مصلح بنا کر مخلوق کی طرف لوٹائے گا۔ تاکہ تو ان کے دینی و دنیوی مصالح میں غور کرے اور زبانی نصیحت اور قلبی ہمت سے ان کو دروازہ خدا تک لائے اس وقت دنیا اور آخرت کی طرف تجھ کو میلان بھی ہوگا۔ تاکہ ان سے اپنا مقسوم حاصل کرے اور تجویز الٰہی جس کا نام تقدیر ہے پوری ہو جائے۔ اور مخلوق کی ایذائیں برداشت

کرنے کی تجھ کو طاقت بھی ملے گی کہ تو گھبرائے گا نہیں۔ بلکہ ان کی گمراہی سے ان کو واپس لائے گا۔ اور ان کے متعلق حکم الٰہی کی تعمیل کرے گا۔ اور اگر یہ خدمت جس کا نام نیابت رسالت ہے۔ تجھ سے نعینی نہ چاہیے گا تو اس کا قرب تیرے لئے کافی اور وسیع ہے۔ کہ کسی شے کی اس کے ہوتے ہوئے ضرورت نہیں۔ کیونکہ خالق کے حاصل ہوئے پیچھے کہ وہی قبل از وجود تمام چیزوں کا موجود کرنے والا ہے تو مخلوق پر قناعت نہ کر سکے گا۔ وہی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کا موجد اور ہر چیز کے بعد ہے نفس ازل وابدی کی طلب چھوڑ کر بندۂ خلق، بندۂ دنیا، بندۂ سیم وزر اور بندۂ عزوجاہ بننا ایک دائم ومستمر معصیت ہے جس سے تم ایک لحظہ بھی خالی نہیں۔ گویا تمہارے گناہ بارشوں کا مجموعہ ہیں۔ جن کا تار ہی نہیں ٹوٹتا۔ پس چاہیئے کہ تمہاری توبہ بھی ان کے مقابلہ میں ہر لحظہ ہو۔ ہائے افسوس کہ تو لغماء الہیہ کا ناشکر گذار ہے +

تو حد سے گزر گیا ہے تو پتلہ شہوت پرستی ہے۔ تو مجسم خواہش نفسانی او وخلاف عبارت ہی عبارت ہے کہ معنی اور انسانیت کا تیرے اندر نام بھی نہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ تجھے اپنا مرنا یاد نہیں پس کبھی گورستان میں جا کر بوسیدہ وشکستہ قبروں کو بھی دیکھ مگر بنگاہ غفلت وتماشہ نہیں بلکہ بنگاہ عبرت وحسرت۔ اس کی طرف نظر کر اور ان کے مردوں سے بزبان ایمان خطاب کر کے پوچھ کہ تم کون تھے اور اب کیا ہو۔ یقین ہے کہ وہ اپنے حالات سے تجھ کو اطلاع دیں گے۔ اور بزبان حال کہیں گے کہ ہم کبھی کبھی مالک تخت وتاج تھے مگر آج تو دوسروں کی دعاء مغفرت کے محتاج ہیں ؎

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
تو ب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے گذرے زندگی
اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے

صبح سے تا شام چپتا ہوئے گلگوں کا دور
شب ہوتی تو باہر دیوں سے کنار دبوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی کہ تماشہ ہیں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یک بارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح محبوس ہے
مرقدیں دو چار دکھلا کر یہ کہنے لگی کہ دیکھ
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دیتا ہے آج
کچھ بھی ان کے پاس جز حسرت و افسوس ہے

عزیز من! تو تو حق تعالےٰ کی ارادت و طلب اور اولیاء اللہ کی عقیدت وابدی کا دعوےٰ کرے اور میں تجھے چھوڑ دوں کہ نہ کسوٹی پر کسوں۔ اور نہ تجھ پر بار ڈالوں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو بحکم خداوندی تمہارا محتسب بن کر آیا ہوں۔ کہ ان منافقوں کی گردنیں کاٹوں۔ جو اپنے اقوال و افعال دونوں میں جھوٹے ہیں۔ لہٰذا اتفاق و اخلاص کی جانچ کرنا میرا منصب ہے۔ تم تو کس شمار میں ہو میں تو بہت مرتبہ مشائخ اور پیروں کا محتسب بن چکا ہوں۔ اور ان کو نفس کے خفی مکر پر متنبہ کر چکا ہوں۔ یہاں تک کہ احتساب عام میرے لئے صحیح ہو گیا۔ اور غلطی و نفسانیت کا احتمال اس میں نہیں رہا۔ پس اے باتن گان زمین۔ آٹے کو خمیر کرکے گوندھو یعنی اعمال میں اخلاص کا نمک گھولو۔ کہ تمہارے اعمال بے نمک ہیں۔ اور شاہی نذر کے قابل ہیں۔ آؤ اس کے لئے نمک لو۔ اے نمک کے خریدار آگے بڑھ اور میرے پاس آ کہ نمک اخلاص کا سوداگر میں ہوں۔ اے منافقو! تمہارا گوندھا ہوا آٹا بے نمک اور بلا خمیر کا ہے وہ محتاج ہے علم کے خمیر اور اخلاص کے نمک کا۔ کہ اس کے بغیر نہ اس میں مزہ آئے گا نہ جلد

ہضم ہو گا۔ نہ جزو بدن بنے گا نہ تولید خون ہو گی۔ اے منافق تیرا ضمیر خالص نفاق ہے۔ عنقریب ہے کہ نفاق آگ بن کر تجھ پر الٹ پڑے گا اور نار غضب الٰہی تجھ کو سیاہ بنا دے گی۔ جلد اپنے قلب کو نفاق سے خالص کر کہ خلاص پائے گا۔ کیونکہ جب قلب مخلص بن جاتا ہے۔ تو سارے اعضا مخلص بن جاتے ہیں۔ اور معاصی کی نجاستوں سے خلاصی پا لیتے ہیں۔ اس لئے قلب ہی اعضا کا محافظ اور افسر ہے پس جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو اعضا بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جب قلب اور اعضا دونوں معتدل و مستقیم بن جاتے ہیں۔ تو بندۂ مومن کا کام بن جاتا ہے۔ اور وہ اپنے بال بچوں اور پڑوسیوں اور اہل شہر کا محافظ و نگران بن جاتا ہے اور پھر اس کا حال اس کے قوت ایمان و قرب مولا کی بقدر رفیع و بلند ہوتا رہتا ہے۔ صاحبو! اللہ جل جلالہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اور اس سے ڈرتے رہو۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرو۔ کہ اس نے تم کو اپنے حکم کی تعمیل ہی کا مکلف بنایا ہے۔ نہ کہ تمہاری بابت اپنے علم سابق یعنی تقدیر میں مشغول ہونے اور بحث مباحثہ کرنے کا۔ لہٰذا تو اس حکم پر عمل کر جس کا نام شریعت ہے اور اس کا حق ادا کر۔ کیونکہ جب تو اس پر عمل کرے گا۔ تو عمل تیرا ہاتھ پکڑ اس خدا تک لے جائے گا۔ جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا تب وہاں سے تجھ کو وہ علم عطا ہو گا۔ جو تجھ کو حاصل نہ تھا اسطرح پر تجھ کو معیت خلق اور معیت خالق دونوں نصیب ہوں گی کہ اللہ کے ساتھ ہو گا۔ اس کے علم میں اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہو گا اس کے حکم میں۔ مگر تیرا قصہ تو یہ ہے کہ ابھی اول پر عمل کیا نہیں اور طالب ہے دوسرے کا۔ یہ طلب ایسی ہے جیسے کوئی نکاح کرے نہیں اور طالب ہو اولاد کا۔ بھلا وہ طلب کیسے پوری ہو سکتی ہے۔ دیکھ جب اول میں تیرے پاؤں جم جائیں۔ کہ شریعت پر عمل کرنے میں تکلف باقی نہ رہے تب دوسروں کو یعنی علم باطن اور علم حقائق اشیا کو طلب کر کہ حکم پر عمل کرنا مرید و ملازم کے مثل ہے اور علم باطن بمنزلہ استاد اور افسر اعلیٰ کے ہے پھر ابھی مرید و خادم سے تو تیری ملاقات ہوئی نہیں۔ بھلا استاد و افسر سے کیونکر مل سکتا ہے۔ واپس جا اور سمجھ اور

کہ حصول شے کا جو طریق ہے اور عالم اسباب میں جو ترتیب کسی چیز کے ملنے کی
قائم کردی گئی ہے۔ اس پر چل کہ اول علم سیکھ اور اس کے بعد عمل کر اور اخلاص
حاصل کر۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقہ حاصل کر۔
اس کے بعد گوشہ نشین بن۔ الغرض مومن وہ ہے اول علم حاصل کرے جتنا
بھی اس پر واجب اور ضروری ہو۔ اس کے بعد مخلوق سے یک سو ہو کر
خلوت میں اپنے آپ کی عبادت کرے۔ جس نے اس ترتیب کو ملحوظ رکھا وہی کامیاب
ہوا۔ اس نے مخلوق کو پہچانا۔ پس ان کو مبغوض سمجھا اور حق تعالےٰ کو پہچانا۔ پس
اس کو محبوب بنایا اور اس کا طالب و خادم بن گیا۔ مخلوق اس کے پیچھے پڑی پس
وہ بھاگا۔ اور کسی اور ہی کو طلب کیا۔ وہ مخلوق سے زاہد بنا اور دوسرے کا راغب
اس نے جان لیا۔ کہ ان کے ہاتھ میں نہ نقصان ہے اور نہ نفع ہے اور نہ بھلائی
ہے اور نہ برائی۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھوں پر جاری بھی ہو
جاتی ہے۔ کہ کوئی شخص نفع یا نقصان پہنچاتا نظر آتا ہے۔ تو درحقیقت وہ
اللہ جل جلال کی طرف سے ہے نہ کہ ان کی طرف سے۔ لہذا اس نے راہ قائم
کرلی۔ کہ ان سے دوری ہی بہتر ہے۔ قرب سے اس نے جڑ کی طرف رجوع کیا
اور شاخ کو چھوڑا کیونکہ اس نے جان لیا کہ شاخیں بکثرت ہیں۔ اور ایک
ہے لہذا اسی کو تھام لیا کہ ایک کو تھامنے میں نجات و سلامتی یقینی ہے۔ اور
کثیر کو تھامنا مشکل بھی ہے کہ سب کو تھامے یا اسے۔ اور خطرناک بھی ہے کہ
سب کو تھامنے میں گرنا یقینی ہے۔ اس نے آئینہ فکر میں دیکھا تو ایک دروازے
پر پڑا رہنا بہت سے دروازوں پر پڑے رہنے سے بہتر نظر آیا لہذا وہ اسی پر پڑا رہا
اور اسی کو پکڑ لیا۔ حقیقت میں ایمان و یقین و اخلاص والا ہی عقلمند ہے کہ عقلوں
کی بھی عقل اس کو دی گئی۔ اسی لئے وہ آدمیوں سے بھاگا۔ اور ان سے ایک
کنارہ ہو رہا کیونکہ بندہ خلق بننے میں دین و دنیا دونوں میں لاکھوں پریشانیاں
ہیں۔ اور اس سے زیادہ احمق و بے عقل کون جو اتنی پریشانیاں اپنے سر رکھے

وقت شام ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ مدرسہ معمورہ

یاد رکھو کہ کسی شخص پر غصہ جبکہ اللہ جل جلالہ کی وجہ سے ہو تو وہ محمود ہے اور جب غیر اللہ کے لئے ہو تو مذموم ہے چنانچہ مومن اللہ جل جلالہ کے لئے بھڑکا کرتا ہے نہ کہ اپنے نفس کے لئے یعنی اس کو غصہ آتا ہے جبکہ حدود الٰہی کو کسی طرف سے توڑا جائے۔ اور شیطان کا کہنا مانتے اور گناہ کرتے کسی کو دیکھ پائے۔ جیسے چیتے کو غصہ آتا ہے جس وقت اس کا شکار دوسرے لے لیں اور ضروری بات اس کے غصہ کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کو غصہ آئے اور اس کے راضی ہونے سے اللہ راضی ہو۔

پس اے صورت کے مسلمان اپنا غصہ جو درحقیقت نفس کی خاطر ہے۔ اس کو اللہ کے واسطے ظاہر ہونا مت کر۔ ورنہ منافق بن جائے گا۔ اسی طرح کوئی حالت بھی ہو۔ جبکہ نفس کے لئے ہو رہی ہے تو اس کے اللہ کے لئے ہونے کا دعویٰ نہ کر کہ محض دعوے سے اس کا ثمرہ و اثر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جو چیز اللہ کے لئے ہوا کرتی ہے۔ وہ کامل و پائدار اور ترقی پذیر ہوا کرتی ہے اور جو چیز غیر اللہ کے لئے ہوا کرتی ہے وہ متغیر و زائل ہو جایا کرتی ہے۔ پس جب تو کوئی کام کیا کرے تو اپنے نفس اپنی خواہش نفسانی اور اپنے شیطان اس سے دور کر لیا کر اور اس کو مت کر۔ مگر اللہ کے لئے اور اس کے تعمیل حکم میں اور اس کی شناخت یہ ہے کہ جب کسی بات پر غصہ آوے تو دیکھے کہ کس بنا پر آیا اگر اس لئے آیا ہے کہ اس

تیرے خلاف شرع کیا کیوں تب وہ غصہ اللہ کے لئے ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جب تک تو حد شرعی جاری کرکے اس کو ذلیل اور شرع کو باعزت حاکم ثابت نہ کرے گا۔ اس وقت تک چین نہ پڑے گا۔ یا یہ کہ اس کو نظر سے گرا دے گا جب تک وہ توبہ کرکے شریعت کو باحرمت قرار نہ دے گا۔ اس وقت تک اس سے تعلق نہ رکھے گا۔ اور اگر غصہ اس لئے آیا کہ اس نے میرے حکم اور منشا کے خلاف کیوں کیا۔ تو یہ غصہ نفس کے لئے ہوا۔ اور اس کا اثر یہ ہوگا۔ کہ جہاں اس نے میری خوشامد کی۔ اور ہاتھ جوڑے یا نذرانہ پیش کیا یا مدح سرائی کی۔ تو غصہ فرو ہو جائے گا۔ اگرچہ ارتکاب معصیت کا تدارک کچھ بھی ہوا ہو۔ یہی شناخت محبت و بغض اور عطا و بخل اور کلام و سکوت اور حرکت و سکون۔ غرض ہر حالت کی ہے کہ اللہ کے لئے ہونا جس میں برکت و فلاح ہوتی ہے اس وقت ثابت ہوگا جبکہ اس کا وجود و عدم دونوں اللہ کے حکم سے ہوں کہ اس کے امر پر ضرور کرتا ہے اگرچہ دنیا منع کرے۔ اور اس کے منع پر رکتا ہے اگرچہ نفس یا طبیعت اس کے کرنے کی ترغیب دے۔ پس اگر اللہ والا بننا چاہتا ہے۔ تو اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے قطعی اور یقینی حکم آئے بغیر کوئی حکم نہ کر خواہ وہ حکم بواسطہ شریعت آئے یا قلب پر شریعت کے موافق الہام خداوندی کے ذریعہ آئے۔ کیونکہ خلاف شرع الہام بھی معتبر نہیں۔ اپنی ذات اور مخلوق اور ساری دنیا میں زہد اختیار کر اور کسی سے بھی واسطہ یا رغبت نہ رکھ کر مخلوق سے تجھ کو راحت بخشے گا اور پھر کسی کی خوشامد کرنی نہ پڑے گی۔ اور رغبت کو حق تعالےٰ کے انس اور اس کے قرب سے راحت پاتے ہیں۔ کہ اس کے انس کے سوا کوئی انس نہیں۔ اور اس کی معیت کے سوا کوئی راحت نہیں۔ غرض اپنے نفس اپنی خواہش، نفس اور اپنے وجود کی کدورتوں اور ظلمتوں سے صفائی پانے کے بعد اللہ والوں کے ساتھ ہو کہ ان کی تائیدات سے تیری بھی تائید ہو۔ اور ان کی بینائی سے تو بھی بینائی پائے اور جیسا ان پر فخر کیا جاتا ہے اسی طرح تجھ پر بھی فخر کیا جائے

یعنی بادشاہ اپنے باقی غلاموں میں تجھ پر ناز کرے۔ اور فخر یہ سب سے کہے کہ ہے کوئی جو اس جیسا قلب سلیم لے کر ہمارے حضور میں آئے ؛ الحاصل اپنے قلب کو اللہ کے سب سے پاک کر کے جملہ ماسوی اللہ کو تو اسی طریق سے دیکھے گا۔ اوّل تو اللہ کو دیکھے گا۔ اس کے بعد اس کے افعال؛ تصرفات فی الخلق کو دیکھے گا کہ عالم میں جو کوئی کسی کے ساتھ کچھ کرتا نظر آرہا ہے وہ حقیقت میں اللہ کر رہا ہے اور کرا رہا ہے۔ اور اس میں بصیرت کے حاصل ہو جانے پر ملامت اور مخلوق سے خوف و طمع اور سعی و خوشامد اور غرض جملہ پرستش مخلوق کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔ اور بندگی اسباب کا پردہ اٹھ جائے گا۔ ورنہ جس طرح ظاہری نجاست کے ساتھ تجھ کو بادشاہوں کے حضور میں جانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح تو اپنے باطن کی نجاست کے ساتھ شہنشاہ یعنی حق تعالیٰ جل جلالہٗ کے سامنے نہیں جا سکتا۔ ہائے افسوس تو تلچھٹ کا بھرا مٹکا ہے کہ پھول گیا کپڑے کی طرح مگر اندر دیکھو تو کثافت کے سوا کچھ بھی نہیں بھلا مٹی کے۔ اس گندگی بھرے ظرف کو لے کر وہ کیا کرے گا اور تجھ کو لے کر بنائے گا کیا۔ جو کچھ تیرے اندر ہے اس کو الٹ اور دھو دھلا کر صاف کر۔ اس کے بعد بادشاہوں کے دربار میں داخل ہو گا۔ تیرے قلب میں تو معصیتیں اور مخلوق کا خوف اور ان سے توقع اور دنیا و مافیہا کی محبت بھری ہوئی ہے۔ اور یہ سب قلوب کی نجاستیں ہیں۔ جن کو پھینک کر آب شریعت سے قلب کو دھونا چاہیئے۔ جب تک تیرا نفس مر نہ جائے۔ اور اس کا جنازہ صدق کی چارپائی پر اٹھایا نہ جائے۔ یعنی نفسانیت معدوم اور للہیت پیدا نہ ہو جائے۔ اس وقت تک خلائق میں زبان کھولنا یا واعظ و مرشد بن کر تعلیم و تلقین کرنا صحیح نہیں کہ اس سے نفس پھولے گا۔ اور دوسروں کی اصلاح کے غرّہ میں اپنی اصلاح سے بھی غفلت رہے گی۔ ہاں نفس کے مردہ اور مدفون ہوئے پیچھے اگر اب دنیا کی جانب رخ اور مخلوق کی طرف توجہ کرے تو اب کچھ پروا نہیں۔ لیکن جب تک تیرے نزدیک مخلوق کا کچھ بھی وجود ہے اور

تیری نظر ان پر جاتی ہے۔ کہ عطا سزا اس کے ہاتھ میں سمجھتا ہے تو اس وقت
اپنا ہاتھ ان کی طرف۔ تاکہ وہ اس کو بوسہ دیں ہرگز ہرگز نہ بڑھا بلکہ کا وقت نہیں
جب تک کہ تجھ پر اللہ کے قرب کی حد ہو نہ ہو۔ کہ مخلوق اور اس کی دست بوسی اور
عطا و انکار از عطا و مدح و ذم غرض ہر قسم کے اکرام و اہانت کا اثر لینے سے بے خبری ہو
اور اس سے پہلے جو زبان چلا چکا اور نا اہلیت کے ساتھ کلام کر چکا ہے۔ اس سے
توبہ کرنی اور اپنے آپ کو تیجہ نخوت اور سلطی سے نا قابل سمجھنا ضروری ہے اور توبہ بھی
سچی توبہ ہونی چاہیئے۔ کہ دل میں ندامت ہو۔ اور زبان سے گذشتہ نا اہلی کا اقرار
کرے یہی موجب برکات ہے اس لئے کہ جب توبہ صحیح ہو جاتی ہے۔ تو ایمان بھی صحیح
ہو جاتا اور بڑھتا ہے۔ کیونکہ اہل سنت میں بعض اماموں کے نزدیک ایمان کم
اور زیادہ ہوا کرتا ہے۔ کہ اطاعت سے بڑھتا ہے۔ اور معصیت سے گھٹتا ہے۔
یہ تو عوام کے حق میں ہے۔ رہے خواص ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ قلب سے
مخلوق کے نکلنے اور گھٹتا ہے۔ مخلوق کے قلب میں داخل ہونے سے بڑھتا ہے
اللہ جل جلالہ سے سکون پانے سے اور گھٹتا ہے۔ غیر اللہ سے سکون پانے سے
لہٰذا وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے۔ اسی کا بھروسہ رکھتے۔ اس کے سہارے جیتے
اسی سے ڈرتے اور اسی کی طرف رجوع کرتے اسی کو یکتا سمجھتے اور اسی پر اعتماد
رکھتے ہیں۔ کہ کسی کو بھی اس کا شریک نہیں سمجھتے اور اسی پر آزمائے جاتے ہیں۔ کہ ہر قسم
کی تکلیفیں ان کو پہنچتی رہتی ہیں۔ تاکہ معلوم ہوتا رہے کہ کسی دوسرے پر نظر
جاتی ہے یا نہیں؟

مگر اللہ رے استقلال ان کا بدن آروں سے کٹتا ہے اور آگ میں جلتا
رہتا ہے۔ مگر اف نہ کرتے ہیں۔ نہ انتقام کا وسوسہ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی توحید
ان کے قلوب میں ہے۔ جس کی وجہ سے کرنے والا ہی ایک نظر آتا ہے۔ اور
مخلوق کے ساتھ ان کے ارادات ظاہر ہیں تاکہ بدن کے ہاتھ پاؤں ایذا دینے والے
دشمنوں کو بھی راحت پہنچاتے رہتے ہیں۔ جب ان کے ساتھ کوئی جہالت کرتا ہے

تو وہ اس کے ساتھ جہالت نہیں برتتے۔ اور گالی کا جواب گالی یا طمانچہ کا جواب طمانچہ نہیں دیتے۔ کہ یہ شان توحید کے اور برے بھلے کا اللہ ہی کو فاعل مختار سمجھنے کے خلاف ہے۔ ان کے حق میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جب جہالت والے لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ ان سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں سلام ہے ہمیں معاف کیجئے" ہم آپ کا ترکی بترکی جواب نہ دیں گے۔ بس جاہل کی جہالت اور اس کی طبیعت و نفس دبرہمی کے جوش و ہیجان کے وقت تحمل و سکوت اختیار کر کہ جو گالیاں دے اور تیری ذات پر حملہ کرے اس کا جواب نہ دے۔ ہاں جس وقت وہ اللہ جل جلالہٗ کی معصیت کے مرتکب ہوں۔ تو اس وقت سکوت نہ ہونا چاہیئے۔ کہ حرام ہے اس وقت بولنا اور اعتراض کرنا عبادت اور چپ رہنا اور کچھ نہ کہنا معصیت بن جاتا ہے لہذا جب تجھ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قدرت ہو تو اس میں کوتاہی نہ کر۔ کیونکہ وہ خیر کا دروازہ ہے۔ جو تیرے سامنے کھولدیا گیا ہے۔ پس اس کے داخلہ میں جلدی کر اور نصیحت میں دیر نہ لگا کیا خبر ہے کہ موت ہی آجائے یا نفس کے خوف و طمع کا اثر ہوئے۔ کہ نصیحت کی توفیق نہ ہو اور وہ دروازہ خیر کے داخلہ سے محروم رہ جائے۔ الغرض مخلوق سے مایوس نہ ہو۔ اور ہر حال میں اللہ پہ نظر رکھ۔ دیکھ سیدنا علی علیہ السلام جنگل کی گھاس پات کھاتے، صحرائی تالابوں کا پانی پیتے۔ غاروں اور ویرانوں میں رہا کرتے اور جب نیند آتی تو کسی پتھر کا یا اپنی کلائی کا تکیہ بنا کر پڑ رہتے تھے۔

پس مومن ایسا ہی کیا کرتا اور اسی حالت پر اپنے رب سے ملنے اور موت آجانے کا عزم رکھا کرتا ہے۔ اور اگر دنیا میں کچھ جاہ و مال اس کا مقسوم ہوتا ہے۔ تو وہ اس کی بلا طلب اور بلا رغبت اس کے پاس آتا ہے۔ کہ اس کا ظاہر اس سے منتفع ہوتا ہے اور اس کو اپنے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ مگر اس کا قلب پہلی ہی حالت پر اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ رہتا ہے۔ بدلتا نہیں۔ کیونکہ زہد جب قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو دنیا کی آمد اور مقسوم کا استعمال اس کو متغیر نہیں کر سکتا۔ دیکھو مجنوں کے قلب میں جب لیلےٰ

کی محبت بیٹھ گئی۔ تو اچھے کپڑے اور لذیذ کھانے بلکہ دنیا بھر کی خوبصورت عورتیں بھی اس کو اپنی طرف مائل اور لیلےٰ کے ساتھ اس کی قلبی کشش کو زائل نہ کر سکیں۔ پھر بھلا اللہ کی محبت کا جس کا نام ایمان ہے کیا پوچھنا؟ اس کی حلاوت کے دلنشیں ہوتے پیچھے تو دنیا کا مصنوعی سنگھار ان کو کیا رجھا سکتا ہے ؎

عشق مولا کے کم از لیلےٰ بود　　کوئے گشتن بہر او اولےٰ بود
عشق با مردہ نباشد پائدار　　عشق را با حی یا قیوم دار

پس اگر مجنوں نے لیلےٰ کے بھیجے ہوئے کپڑوں کو محبت سے پہنا ہو یا لیلےٰ کی فرستادہ عورت سے باتیں کی ہوں۔ تو یہ نہ سمجھو کہ اس کو کپڑوں یا عورت سے محبت ہے۔ یہی حال مومن کا ہے۔ کہ مقسوم کا استعمال اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے محبوب کا تجویز کیا ہوا ہے۔ کیونکہ مومن اگر دنیا اور اہل دنیا اور شہوات ولذات دنیا کو واقعی محبوب سمجھتا ہے تو ایک لحظہ بھی ان سے صبر نہ کر سکتا۔ رات اور دن انہیں میں مشغول رہتا۔ نہ عبادت کر سکتا نہ ریاضت، اور نہ اللہ کا ذکر کر سکتا نہ اس کی اطاعت اور جب تم دیکھتے ہو کہ ساری دنیا بھی اس کے ہاتھ میں ہو۔ تو اس کے معمولات اور اوراد و وظائف تک میں فرق نہیں آتا۔ تو کیسے کہہ دیں کہ وہ بھی تمہاری طرح محب دنیا اور طالب لذت ہے۔ چونکہ اللہ نے اس کے نفس کے عیوب اس کو دکھا دیئے لہٰذا وہ ان سے تائب ہو گیا۔ اور ایام گذشتہ میں جو کوتاہی اس سے ہو چکی اس پر پشیمان ہوا۔ اور اس کو کتاب و سنت اور مشائخ کے واسطہ سے دنیا کے عیوب دکھلا دیئے۔ لہٰذا ان سے زہد و بے رغبتی اس کو حاصل ہو گئی کیونکہ جس وقت بھی اس نے کسی ایک عیب پر نظر ڈالی۔ تو دوسرے عیوب بھی نظر آ گئے۔ پس اس نے جان لیا۔ کہ یہ تو فنا ہو جانے والی ہے۔ اس کی عمر تھوڑے دنوں کی ہے۔

اس کے مزے مٹ جانے والے اور اس کا حسن متغیر ہو جانے والا ہے اس کے عادات واخلاق بُرے اور بدبی اس کا ہاتھ ذبح کرنے والا اور اس کا

کلام زہر ہلاہل ہے۔ وہ ہرجائی ہے کہ ہزاروں کی زوجیت کا دم بھرنے والی اور
ہزاروں کی طلاق دی ہوئی ہے۔ نہ اس کا کہیں ٹھکانا ہے نہ اس کی کچھ اصل بنیاد
ہے۔ نہ عہد و قرار۔ اس میں رہنا ایسا ہے ثبات ہے جیسے پانی پر عمارت۔ لہٰذا
وہ نہ اس کو اپنے قلب کا مسکن قرار دیتا ہے نہ اس کا سکان۔ پھر ایک درجہ اور
ترقی کرتا اور زہد کا اثر قوی ہوتا ہے۔ تو وہ حق تعالےٰ جل جلالہٗ کو پہچان جاتا ہے
لہٰذا آخرت کو بھی اپنے قلب کا قرار نہیں بناتا۔ بلکہ دنیا ہو یا آخرت دونوں جگہ
اپنے مولا کے قرب کو اپنا ٹھیرا قرار دیتا ہے کہ وہیں اپنے باطن اور قلب کا گھر
بناتا ہے۔ پس اس وقت تعمیرات دنیا اگرچہ وہ ہزار گھر بھی بنائے۔ اس کو مضر نہیں
ہوتیں۔ کیونکہ وہ دوسرے کے لئے بناتا ہے نہ کہ اپنے لئے۔ وہ اس میں حق تعالےٰ
کے حکم کی تعمیل اور اس کی قضاء قدر کی موافقت کرتا ہے۔ کہ چونکہ تقدیر میں اس
نے لکھ دیا ہے اس لئے مکانات تعمیر کرنے ضروری ہیں۔ تاکہ علم الٰہی کے خلاف
نہ ہو۔ غرض کہ تعمیر کو مخلوق کی خدمت اور انہیں راحت پہنچانے کے لئے قائم کرتا
ہے جیسے سرکاری انجینئر عمر بھر تعمیرات میں لگا رہتا ہے۔ مگر اپنا گھر بنانے میں نہیں
بلکہ شفاخانے اور مدرسے اور سرائے بنواتے ہیں۔ تاکہ رعایا کو راحت پہنچے
اور خدمت خلق ہو۔ غرض وہ خلق اللہ کے لئے کھانا پکانے اور روٹیاں تیار
کرنے میں رات دن مصروف رہتا ہے اور خود اس میں سے ذرہ برابر نہیں کھاتا۔
اس کے لئے کھانا دوسرا ہے جو اسی کے لئے مخصوص ہے اور اس کا کوئی شریک
نہیں۔ پس وہ اپنا غیبی کھانا آنے کے وقت افطار کرتا ہے۔ اور دوسرا کھانا آنے کے
وقت روزہ دار اور بھوکا رہتا ہے۔ زاہد تو کھانے اور پینے کا روزہ رکھتا ہے اور
عارف غیر معروف اور نامعلوم شے سے روزہ رکھتا ہے پس وہ ایسا بھوکا ہے کہ اپنے
طبیب کے سوا کسی کے ہاتھ سے بہتر کھانا بلکہ اس کا مرض ہے اور قرب اس کی دوا
دوسرا فرق یہ ہے کہ زاہد کا روزہ فقط دن کا ہوتا ہے۔ اور عارف کا روزہ رات
دن ہر وقت کا۔ کہ اس کے روزہ کے لئے افطار ہی نہیں جب تک کہ اپنے رب

سے جا نہ ملے۔ غرض عارف صائم الدہر اور دائمی بخار والا ہے۔ کہ اپنے قلب سے ہر وقت روزہ دار اور اپنے باطن سے ہر وقت مبتلائے بخار رہتا ہے۔ چونکہ اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس کی شفا صرف اپنے رب سے ملنا اور اس کا قرب ہے لہٰذا تا زیست نہ حرارت فراق کا بخار جا سکتا ہے نہ غیر اللہ سے جی لگا کر قلب کا روزہ افطار کر سکتا ہے۔ پس اے عزیز! اگر تو فلاح چاہتا ہے۔ تو مخلوق کو اپنے قلب سے نکال نہ ان سے خوف رکھ اور نہ توقع نہ ان سے مانوس ہو اور نہ ان سے دل لگا سب سے بھاگ اور ایسا منقبض ہو گویا کہ وہ مرد رکھتیں ہیں۔ پس جب تیرے لئے یہ کیفیت صحیح ہو جائے گی۔ تو ذکر اللہ کے وقت طمانیت اور غیر اللہ کے ذکر کے وقت پریشانی تیرے لئے محقق ہو جائے گی ۔

۳۲

بتیسویں مجلس

جمعۃ المبارک بوقت صبح ۱۳ جمادی الثانی ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

کچھ تقریر کے بعد جو ضبط نہ ہو سکی یوں فرمایا۔ اللہ جل جلالہ کے حکم کی تعمیل کر اور منع کئے ہوئے کام سے باز آ۔ اور ان تکلیفوں پر جو بحکم تقدیر تجھ پر نازل ہوتی ہیں۔ صبر کر اور نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کر کہ ان چار باتوں سے تیرا نام پرہیزگار وکار گزار قرار پائے گا۔ اپنے رب سے توفیق عمل مانگ مگر اس طرح کہ تیری سعی اور ہمت عمل جاری رہے اور دروازۂ عمل پر حاضری میں تکلف وگرانی نہ ہونے پائے اس لئے کہ اگر اپنی کوشش چھوڑ بیٹھا اور عمل کے لئے اٹھا بھی تو اس طرح جیسے کوئی قیدی اپنی مشقت پوری کرنے کو اٹھتا ہے کہ دل چاہتا نہیں۔ مگر بادل ناخواستہ چکی پیسنی پڑتی ہے۔ اور یا اس حالت توفیق خدا کا تو طالب ہوا۔ تو یہ ایسا ہے

بیسے کوئی نہ نکاح کرے نہ پیام نکاح دے اور اللہ سے دعا مانگے اولاد کی۔ پس ہر شخص اس کو احمق بتائے گا۔ اور کہے گا کہ اس کا نام طلب نہیں بلکہ بوالہوسی ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے اس عالم اسباب میں اپنی جو عادت قرار دی ہے۔ اس کو توڑ دے اور تیرے لئے اس کا خلاف کرے۔ سو اپنی ہستی پر نظر کر۔ کہ جو کام تیرا تھا یعنی ہمت کوشش کرنا اور خوشی سے کار خدمت پر کھڑا ہو جانا۔ تو نے تو باوجود سہل اور ذرا قلیل ہونے کے اس کو بھی انجام نہ دیا۔ اور خواہش یہ ہے کہ اللہ کا برتاؤ تیرے ساتھ دُنیا بھر سے نرالا ہو۔ اور سب کام بلا تیرے ہاتھ پاؤں کے حرکت دیئے وہ خود ہی کر دے ارے نادان تو اتنا تو کر جتنے کا تجھ کو حکم ہے۔ کہ جد وجہد میں کوتاہی نہ ہو۔ اور کار خدمت انجام دینے میں کسل اور بناوٹ کا دخل نہ ہو۔ اس کے بعد خدائے قدیر سے دُعا مانگ کہ وہ اس کو پورا کرے۔ اور انجام پر پہنچائے۔ کیونکہ تجھ سے کام لانے والا حقیقت میں وہی ہے۔ خود کر لینا بشر کی طاقت نہیں۔ لہٰذا اس سے توفیق کا سوال کر اور اس کے سامنے جھک جا۔ کہ طاعت کے اسباب تیرے لئے مہیا فرمائے۔ شیطان یا نفس کی مزاحمت کارگر نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ جب تجھ کو کسی کام کے لیے تجویز کرے گا۔ تو اس کے لئے تجھ کو تیار کرے گا۔ تیری حیثیت غلامی ملحوظ رکھ کر لپکنے اور کار خدمت کے لئے بخوشی کھڑا ہو جانے کا اس نے تجھ کو حکم دیا ہے۔ پس جب وہ دیکھے گا۔ کہ تو نے اپنا کام پورا کر لیا۔ اور اب قدرت کا سہارا لگے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ تو وہ اپنا کام کرے گا اور اپنی شاہانہ حیثیت پر لحاظ فرما کر توفیق کو تیری طرف متوجہ کر دے گا۔ دیکھو جسم ایک ظاہر ہے اور روح باطن پھل ایک شئے ہے اور مٹھاس اس کا باطن۔ پس اول جسم اور پھل کے پوست اور مغز کا پورا ہونا لازمی ہے۔ اس کے بعد روح اور مٹھاس اس میں آ سکتی ہے اسی طرح حکم ایک ظاہر شئے ہے۔ اور توفیق باطن ہے۔ اسی طرح معصیتوں کی ممانعت ایک ظاہر شئے ہے اور ان سے احتراز و تحفظ ایک باطن ہے۔

پس جب تک تکمیل نہ ہو جائے یعنی تیری بدنی جدوجہد اور قلبی رضا و بشاشت طاعت کی تعمیل اور معصیت سے احتراز کے لئے ختم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک عمل کی توفیق اور معصیت سے تحفظ من اللہ کا سوال کرنا ہی بے محل ہے کہ نہ ایسا ہو اور نہ ویسا ہو۔ ہاں بدن اور پھل کی تکمیل کے بعد بھی ضروری نہیں کہ روح اور حلاوت ان میں پیدا ہو۔ لہٰذا باطن کی درخواست باطن سے کی جائے گی۔ کہ وہاں ظاہری تدبیر کارگر رہی نہیں پس اسی کی توفیق سے تو عمل سے تھام سکے گا۔ اور اسی کی حفاظت سے تو معصیت کو چھوڑ سکے گا۔ اسی کی طاقت سے تو تکالیف پر صبر کر سکے گا بعقل و ثبات اور نیت و خیر پختگی لے کر اور مجھ سے بدگمانی دور کر کے میرے متعلق حسن ظن رکھ کر میرے پاس آ تو اس وقت جو میں تم کو کہوں گا۔ ضرور مفید ہو گا۔ اور تم ان کا مطلب سمجھو گے۔ اے مجھ سے بدگمانی رکھنے والے کل آخرت میں تجھ ظاہر ہو جائے گا۔ کہ میں کس رنگ میں ہوں۔ میرے رنگ میں میرا مقابلہ مت کر کر اس رنگ توحید و تفویض کے لئے بڑا تو و قلب چاہیئے۔ اگر تو نے میرا رنگ لینا چاہا۔ تو یاد رکھ کہ تیرا قلب دب جائے گا۔ اور تو مغلوب ہو جائے گا۔ دیکھ دنیا کی اصلاح و فلاح و تربیت کے بوجھ میرے سر پر ہیں اور آخرت کے فکر و اعمال و مجاہدہ کے بوجھ میرے قلب پر اور اللہ جل جلالہٗ کی معرفت و محبوبیت و مشاہدہ کے بوجھ میرے باطن پر ہیں۔ پھر ہے کوئی مددگار جو سہارا دینے کے لئے آستین چڑھا کر نکلے اور میری طرف قدم بڑھائے؟ اور اپنی جان پر کھیل جائے بحمد للہ میں اللہ جل جلالہٗ کے سوا کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوں۔ کوئی نہ آئے سارے بوجھ اٹھاؤں گا اور اُف نہ کروں گا۔

صاحبو! سمجھدار بنو اور اہل اللہ کے ساتھ حسن ادب رکھو کہ وہ دنیا بھر کے چیدہ افراد ہیں ملک۔ اور باشندگانِ ملک کے کوتوال ہیں۔ انہی کی وجہ سے زمین محفوظ ہے۔ ورنہ اے منافقو! اے دشمنان خدا اور رسول اور اے دوزخ کی لکڑیو تمہاری ریاکاری و نفاق اور شرک سے تو اب [illegible] ہو گئی؛ یا اللہ توبہ فرما۔

مجھ پر اور ان پر یا اللہ بیدار فرما۔ مجھ کو اور ان سب کو اور رحم فرما مجھ پر اور ان پر۔ فارغ بنا ہمارے قلوب اور اعضا کو اپنے لئے اگر مشغول ہی بنا ہو تو اعضا تو اہل وعیال کے لئے امور دنیا میں مشغول ہوں۔ اور نفس آخرت کے لئے ہے اور قلب و باطن تیرے لئے۔ آمین ؛

عزیز من! تیرے کئے ہوئے کچھ بنتا بھی نہیں اور تیرے ہوئے بغیر چارہ بھی نہیں یعنی بلا توفیق و اعانت الٰہی تجھ سے تنہا سے کچھ ہو بھی نہ سکے گا۔ اور تیرا حاضر ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ تو ہمت و سعی نہ کرے گا۔ تو توفیق خدا تیری مدد نہ کرے گی، اور توفیق مدد نہ کرے گی تو تیری سعی و ہمت سے ہو گا کیا؟ پس جتنا کام تیرا ہے وہ تو کر کہ کام کرنے کے لئے مستعد ہو کر دروازہ خدمت پہ آ اور جا کر کھڑا رہ۔ یہاں تک کہ اب جو مالک کا کام ہے یعنی تجھے عمارت بنوا کے اور چند روز میں تیرے ہاتھوں کا بنایا ہوا اونچا محل زمانے لگے گا ؛

غرض تیری اور توفیق کی ایسی مثال ہے کہ تو گویا معمار ہے اور توفیق کام لینے والا انجینئر۔ اور کام والا مالک اللہ جل جلالہٗ ہو۔ کہ توفیق بھی محکوم ہے پس اس نے تجھ کو اپنی طرف لپکنے کا حکم دیا ہے اس میں کوتاہی نہ کر۔ اب رہا اس کا منصب سو وہ یہ ہے۔ کہ اس کی طرف سے توفیق آئے گی۔ اور کام کا وجود ظہور عالم آشکارا ہو جائے گا۔ مگر افسوس کہ تو نے اپنے نفس کو مخلوق کے خوف اور طمع کا قیدی بنا دیا۔ اور توفیق کو کچھ سمجھا ہی نہیں۔ نفس کے پاؤں سے ان بیڑیوں کو دور کر دے۔ کہ وہ اپنے رب کی خدمت کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اس کے سامنے مطمئنہ بن جائے گا۔ دنیا و دنیا کی خواہشات و مستورات اور جملہ مافیہا نفس کو زاہد و بے نیاز بنا۔ پھر اگر اس کے لئے تقدیر میں ان چیزوں سے کچھ ہو گا تو اختیار و بلا طلب ہی نفس کو ہاتھ آئے گا اور تیرا نام حق تعالےٰ کے ہاں زاہد رکھا جائے گا۔ تیری ذرا سی ہمت کا یہ نتیجہ ہو گا۔ کہ اللہ جل جلالہٗ تجھ کو عزت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اور مقسوم ہاتھ سے نہ جائے گا ؛ اور جب تک

تو اپنے زور اور اپنے طاقت اور اپنے مال پر بھروسہ کئے رہے گا۔ اس وقت تک غیب سے تیرے پاس کچھ بھی نہ آئے گا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ "جب تک جیب میں کچھ رہے گا۔ غیب سے کچھ نہ آئے گا" یا اللہ ہم اسباب پر بھروسہ رکھنے اور ہوس و خواہشات و عادات پر قائم رہنے سے تیری پناہ چاہتے ہیں ہم ہر حال میں شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار عطا فرما ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے

تینتیسویں مجلس

یکشنبہ بوقت صبح ۳ جمادی الثانیہ ۵۴۵ھ خانقاہ شریف

جس نے محب خدا کو دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ پس وہ باطن سے ان کے پاس پہنچ گیا۔ اگر اس پر کوئی شبہ کرے کہ اللہ تعالےٰ تو نظر آنے کی چیز نہیں ہے۔ تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ خیال ہے۔ ہمارا رب جل جلالہٗ وہ ذات ہے۔ جو وجود رکھتی اور نظر آسکتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح چاند سورج کو دیکھتے ہو۔ کہ اس کے دیکھنے میں باہم کشمکش ہو گی۔ پس اگر اللہ جل جلالہٗ نظر آنے کی چیز نہ ہوتی۔ تو قیامت کے دن مومنین کا اس کو چاند سورج کی طرح اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے دیکھ لینا۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کس طرح صحیح ہوگا؟ بلکہ قلوب کی آنکھوں سے تو وہ آج بھی نظر آتا ہے۔ اور کل قیامت کے دن ان ظاہری آنکھوں سے نظر آئے گا۔ ہاں البتہ چونکہ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے لہٰذا یہ نہیں بتا سکتے کہ کس صورت سے نظر آئے گا۔

جو اس کے محبت ہیں وہ چونکہ اس سے خوش ہیں۔ دوسرے سے نہیں۔ اس لئے ان کو آج بھی اس کے دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا۔ وہ اسی سے مدد چاہتے اور اس کے سوا سب سے رُک گئے ہیں۔ اس لئے ان کے قلوب کی آنکھوں میں اتنی طاقت دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اللہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ الٰہی وہ نعمت و حظ ہے جس کی وجہ سے فقر کی تلخی ان کے نزدیک مٹھاس بن گئی۔ کہ دنیا کا فقر و اخلاص ان کے پاس موجود ہے۔ اور اس پر ان کو رضا حاصل بلکہ اس سے مخصوص حظ اور لذت پاتا۔ ان کو نصیب ہے ان کو تو وہ باطنی دوست نصیب ہوتے ہیں۔ کہ ان کی تونگری فقر و تنگ دستی ہی ہے۔ ان کی لذت و حظ بیماری ہی میں ہے ان کا انس ہی وحشت میں ہے۔ ان کا قرب ہی سب سے دور رہنے میں ہے۔ اور ان کی راحت ہی مشقت و لقب میں ہے۔ مبارک ہو تم کو اے صبر والو۔ اے رضا والو۔ اور اے اپنے نفوس و خواہشات سے فنا ہو جانے والو۔ کہ تم نے ایسی نعمت پائی جس پر سلطنت ہفت اقلیم بھی نچھاور و قربان۔

صاحبو! حق تعالےٰ کی موافقت کرو۔ اور اس کے افعال و تصرفات خواہ تمہارے اندر ہو یا دوسروں میں ان پر راضی رہو کہ عسر و یسر کے جو انقلاب بھی ہم میں ہیں۔ یا دوسروں میں بحکم خدا ہو رہا ہے۔ وہ عین حکمت و مصلحت ہے جو خدا کہ زیادہ عقل رکھتا ہے۔ اس کے سامنے اپنی عقل اور اپنا علم مت بگھارو دیکھو حق تعالےٰ فرماتا ہے اور "اللہ علم رکھتا ہے اور تم نہیں رکھتے"۔ پس اگر اس کے جاری کئے ہوئے حکم کو تم نے نامناسب سمجھا اور گرانی لائے تو اپنے آپ کو اس سے زیادہ عاقل و عالم ہی تو سمجھا۔ اپنی عقلوں و علوم تہیدست بن کر سنانہ قدموں پر اللہ کے سامنے کھڑے ہو۔ تاکہ اس کے علم کو حاصل کرنے کو اس کے تصرفات قدرت کے تماشے دیکھو اور حیران بنے رہو۔ رائے زنی کرکے انتخاب نہ کرو۔ حیرت مجسم بنے رہو۔ تاکہ اس کا علم تم کو نصیب ہو۔ کہ خدائے کریم تم کو حیران پاکر اپنے فعل کی مصلحت کا علم تم کو عطا فرمائے۔ علوم و اسرار و رموز سے

جو کہ علوم الہیہ کہلاتے ہیں۔ واقف ہونے کا یہی طریقہ تدبیر کیے کہ اول نمبر پر پھر دوسرے نمبر پر علم و واقفیت اور پھر تیسرے نمبر پر معلومات تک رسائی اسی طرح اول قصد پھر مقصود تک رسائی۔ اول ارادہ پھر حصول مراد۔

ان اصول وحقائق کو سنو۔ اور میرے بتائے طریق پر چلو۔ کہ میں تمہاری رسیوں میں بل دیتا اور ان کو کارآمد و مضبوط بناتا ہوں۔ تمہاری ڈھیلی رسیوں میں بل چڑھاتا ہوں۔ اور اس کے ٹوٹے ہوئے تانوں کو جوڑتا ہوں۔ غرض میں سست ہمت والوں کو چست و باہمت بناتا ہوں اور ناقص دین والوں کا ضعف و نقص دور کرتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے فکر کے سوا مجھے کوئی فکر نہیں۔ اور بجز تمہارے غم کے مجھے کوئی غم نہیں۔ نہ اپنی معاش کا فکر مجھے نہ فاقہ و تنگ دستی کا غم۔ کیونکہ میں تو خدائی پرند ہوں۔ کہ جہاں بھی گرا ہیں دانہ چگ لیا۔ بس فکر تو تمہارا ہے اے پھینکے ہوئے پتھرو۔ اے آپاہجو۔ لولے لنگڑو اور اے نفس کے قیدیو! اور خواہشات میں بندھے ہوؤ۔ کہ کسی طرح تم کو قید ہوا وہوس سے نکالوں اور غلامی اسباب سے آزاد کر دوں۔

بارالہا رحم فرما مجھ پر اور رحم فرما ان سب لوگوں پر کہ تیری کرم کے بغیر کہیں ٹھکانا نہیں۔

چونتیسویں مجلس

تقریر کے بعد جو لکھی نہ جا سکی یوں ارشاد فرمایا۔ اللہ والوں کا شغل سخاوت اور مخلوق کو راحت رسانی ہے وہ خوب لوٹنے والے ہیں۔ اور خوب لٹانے والے

ہیں۔ کہ اللہ جل جلالہ کے فضل و رحمت کی بکھیر کو لوٹتے ہیں۔ اور مبتلائے تنگی و فقرا، و مساکین پر لٹاتے ہیں۔ ایسے قرضداروں کے قرض ادا کرتے ہیں۔ جو خود ادا کرنے سے عاجز ہیں۔ بادشاہ حقیقت میں وہی ہیں۔ نہ کہ بادشاہان دنیا کیونکہ یہ تو لوٹتے ہیں، اور لٹاتے نہیں۔ مخلوق کے مال ظلم کر کے لیتے ہیں اور ضرورت مند کو دینا جانتے بھی نہیں۔ اور اللہ والوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو موجود ہوتا ہے اس میں ایثار کرتے ہیں۔ اور جو موجود نہیں اس کے منتظر رہتے ہیں کہ کب آئے اور کب خیرات کریں۔ وہ حق تعالےٰ کے ہاتھ سے لیتے ہیں۔ نہ کہ مخلوق کے ہاتھوں سے ان کے اعضا کی کمائی مخلوق کے لئے ہے کہ جو روپیہ پیسہ آئے وہ مساکین و احباب پر صرف ہو اور قلب کی کمائی ان کے لئے رہتی ہے۔ اور خرچ بھی وہ جو اللہ ہی واسطے کرتے ہیں نہ خواہش و اغراض نفسانیہ کے لئے کرتے ہیں۔ نہ حمد و ثنا کرانے کے لئے۔ اور شاہان دنیا اگر کسی کو دیتے بھی ہیں۔ تو یا خواہشات نفس پورا کرنے کے لئے کسبیوں وغیرہ کو دیتے ہیں۔ یا مدح و ثنا کرنے والے شعراء و آستانہ بوس غلاموں کو اللہ واسطے دینا آتا ہی نہیں۔ پھر بھلا اللہ والوں کے سامنے ان کو بادشاہ کیسے کہلایا جائے؟

اے عزیز من! حق تعالےٰ اور مخلوق پر تکبر کرنا اور ان سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا چھوڑ کہ یہ ان متکبروں کی خصلت ہے۔ جن کو حق تعالےٰ اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں جھونکے گا۔ اگر تو یہ کہے کہ بھلا اللہ سے بڑا میں نے اپنے آپ کو کب سمجھا۔ تو یاد رکھ کہ جب حق تعالےٰ پر غصہ ہوا۔ اور اس کے انقلاب مقدر پر تیوری چڑھائے۔ تو اس پر تکبر ہی تو کیا۔ کیونکہ جو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ کیا اپنے بڑے کے کسی تصرف و انتظام پر غصہ و خفا بھی ہوا کرتا ہے؟ اسی طرح جب موذن نے اذان دی اور فریضۂ خدا کو پورا کرنے کے لئے بلایا پس تو نے تعمیل نہ کی۔ اور نماز کے لئے نہ اٹھا۔ تو اللہ پر تو نے تکبر ہی تو کیا۔ وانہ جو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے وہ تو بڑے کے بلاوے پر وقت سے بھی پہلے پہنچا۔

کرتا ہے۔ اسی طرح جب تو نے اس کی مخلوق میں کسی پر ظلم کیا۔ تو اللہ پر تکبر ہی تو کیا۔ کیونکہ کسی کی رعیت پر زیادتی وہی کرتا ہے۔ جو ان کے آقا کو اپنے سے کمزور اور چھوٹا سمجھے۔ غرض تیرے افعال تیار ہیں۔ کہ گو تو زبان سے اللہ کو بڑا کہتا ہے۔ مگر حقیقت میں اللہ کو چھوٹا اور اپنے آپ کو اس سے بڑا سمجھتا ہے۔ پھر اب خود ہی سمجھ لے کہ جب مخلوق پر تکبر حرام ہے۔ تو اللہ جل جلالہ پر تکبر کس درجہ حرام در حرام ہوگا۔ لہٰذا اس کے حضور میں توبہ کر اور مخلصانہ توبہ کر۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی کمزور سے کمزور مخلوق کے ذریعے تجھ کو ہلاک کر دے۔ جیسا کہ نمرود وغیرہ بادشاہوں کو ہلاک کر دیا۔ جبکہ انھوں نے اللہ پر تکبر کیا۔ کہ عزت کے بعد ان کو ذلت دی۔ تونگری کے بعد ان کو فقیر بنایا۔ لذت و نعمت کے بعد ان کو عذاب دیا اور زندگی کے بعد ان کو موت دی۔ ان میں سے جو ظاہری و باطنی دونوں شرک سے پرہیز کرتے ہیں۔ کہ شرک ظاہری تو بتوں کی پرستش ہے۔ اور باطنی شرک مخلوق پر بھروسہ اور نفع و نقصان میں ان پر نظر کرنا۔

پس دونوں قسم کے شرک سے بچو۔ آخر وہ بھی تو تم جیسے بشر ہیں۔ جو دونوں شرک سے بچتے ہیں۔ اور وہ بھی آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں دنیا ہوتی ہے اور وہ اس سے دل نہیں لگاتے۔ وہ دنیا کے مالک ہوتے ہیں۔ اور دنیا ان کی مالک نہیں ہوتی۔ دنیا ان سے محبت کرتی ہے اور وہ اس سے محبت نہیں کرتے۔ دنیا ان کے پیچھے دوڑتی ہے۔ اور وہ دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتے۔ وہ دنیا سے خدمت لیتے ہیں دنیا ان سے خدمت نہیں لیتی۔ اور وہ دنیا کو بکھیرتے ہیں اور دنیا ان کو منتشر نہیں کرتی۔ اس کا قلب اللہ جل جلالہ کے قابل اور ایسا درست ہو گیا ہے کہ دنیا کی طاقت نہیں جو اس کو بگاڑ دے اور صلاحیت کو مٹا دے۔ لہٰذا وہ دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔ دنیا ان میں تصرف نہیں کرتی۔

اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نیکوکار کے لئے حلال مال بھی کیا نعمت ہے"۔ یا یوں فرمایا کہ دنیا میں کچھ بھی خوبی نہیں

مگر اس کے لئے جس نے یوں اور یوں کیا۔" یعنی دست مبارک سے ارشاد فرما کر بتایا۔ کہ دونوں ہاتھ بھر بھر کر جس نے مصارف خیر میں دنیا کو خوب لٹایا۔ بس اسی کے لئے دنیا میں خوبی ہے غرض یا تو دنیا کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ اور فقیرانہ گذران کو نعمت سمجھو اور اگر دنیا حاصل کرو تو اللہ کی عیال یعنی مخلوق کی نفع رسانی کے لئے اس کو صرف اپنے ہاتھوں میں رہنے دو۔ اور دلوں سے نکال باہر کرو۔ کہ محبت اور دلبستگی بالکل نہ ہو۔ ایسا کرو گے تو اب نہ وہ تم کو مضر ہو گی اور نہ اس کی لذت و ذہنیت تم کو اپنا فریفتہ بنا سکے گی اور اس سے محبت نہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اپنی موت اور دنیا کی بے ثباتی کو یاد رکھو کہ عنقریب تم بھی چل دو گے اور تمہارے بعد دنیا بھی رخصت ہو جائے گی +

عزیز من! اپنی رائے پر اعتماد کر کے مجھ سے مستغنی مت بن ورنہ گمراہ ہو جائیگا جو کوئی بھی اپنی رائے پر رہ کر صاحب الرائے حضرات سے مستغنی ہوا ہے وہ گمراہ بنا اور ذلیل ہوا۔ اور پھسلا ہے پس جب تو اپنی رائے پر مستغنی ہو گا۔ تو ہدایت وحفاظت سے محروم ہو جائے گا۔ لہٰذا توفیق شامل حال نہ ہو گی۔ اور خطرہ و لغزش۔ سے بچ نہ سکے گا۔ خود رائے بنتا اس کی علامت ہے کہ تیرا نفس کہتا ہے کہ میں علمائے علم اور نور فراست کی واقفیت سے بے نیاز ہوں۔ اور تو خود واقف و آگاہ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مگر ذرا غور کر اگر تو صاحب علم ہوتا۔ تو عمل کرتا چلا جاتا۔

عمل سے محرومیت تو علامت ہے کہ تو جاہل ہے بصورت عالمانہ۔ کیونکہ کوئی قلبی حالت ایسی نہیں جس کا اثر بدن پر ظاہر ہوئے بغیر رہ جائے۔ مثلاً کسی کے قلب میں خوف ہو مگر نہ بدن کانپے نہ چہرہ زرد ہو نہ آواز بھرائے تو لامحالہ یہی کہا جائے گا۔ کہ اس کو خوف ہرگز نہیں اس کا دعوے جھوٹا ہے۔ اسی طرح تیرا یہ دعوے کہ علم و معرفت مجھ حاصل ہے اگر صحیح ہے تو بتا اس دعوے کا اثر کیا ہے اور مصداق کیا ہے؟ عالم ہونے کے دعوے کی سچائی تو صرف عمل و اخلاص اور مصیبت کے وقت صبر اور اسی حالت سے ظاہر ہو گی۔ کہ انقلاب حالات پر

ہوتی۔ حالت تعلق مع اللہ میں تغیر نہ آئے اور تو گھبرائے اور مخلوق سے شکوہ نہ کرے۔ اور جب اس کا خلاف ہوتا ہوا دنیا دیکھ رہی ہے تو کیسے نہ کہیں۔ کہ تو جاہل ہے تو اندھا ہے۔ پھر بینائی کا دعوےٰ اور کس طرح کرتا ہے۔ تو مریض الفہم ہے۔ پھر فہم کا دعوےٰ کیسے کرتا ہے؟ اپنے جھوٹے دعوے سے اللہ جل جلالہٗ کے سامنے توبہ کر۔ اور دوسروں کو چھوڑ کر اسی کو تھام لگ سنہ موڑ اور خالق الکل کو ڈھونڈ۔ کوئی لوٹے یا جڑے۔ مالک ہو یا تباہ ہو۔ تجھے کیا! تو صرف اپنے نفس کی فکر کر کہ وہ مطمئنہ اور اپنے رب کا عارف بن جائے پس اس وقت دوسروں کی طرف توجہ کیجیو۔ تو مراد خدا کا راستہ لے۔ دنیا و آخرت میں اس صحبت و معیت چاہ۔ جملہ ماسوا سے پرہیز اور علیحدگی و یک سوئی اختیار کر۔ ہر وقت محود لاشیے بنا رہ کہ اوامر و نواہی کے سوا کسی چیز میں بھی تو اپنے نفس کو ثابت و موجود نہ کرے۔ کیونکہ اس حالت میں اسی نے تجھ کو ثابت و موجود بنایا ہے۔ لہٰذا فنائیت کے خلاف ہوگا۔ اے مردو اور اے عورتو۔ تم میں وہی بامراد ہو جس کے پاس ذرہ برابر بھی اخلاص۔ ذرہ برابر بھی تقویٰ ہے۔ ذرہ برابر صبر و شکر ہے مگر افسوس کہ میں تم کو ان دوستوں سے مفلس ونادار دیکھتا ہوں۔ خدا تمہارے افلاس کو رفع کرے۔ آمین ۞

پینتیسویں مجلس

اے متکبرو تم پر افسوس۔ تمہاری عبادتیں زمین کے اندر نہیں جاتیں۔ بلکہ آسمان کی طرف چڑھا کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

پاک اقوال ونیک اعمال کہ وہ ان کو رفعت دیتا ہے۔ الحق کہ ہمارا پروردگار جل جلالہٗ عرش پر قائم اور ملک پر حاوی ہوا۔ اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس مضمون کی سات آیتیں اس نے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہیں۔ جن کو تیری جہالت اور عزت کی وجہ سے میں ہٹا نہیں سکتا۔ پس میں تو یہی کہے جاؤں گا۔ کہ اے خبر دار اپنی جانوں کو سلاطین دنیا کی نذر نہ کرو۔ اپنے سروں کو بندگان زمین کے سامنے نہ جھکاؤ۔ اور اپنے عقائد کو شاہان دنیا کی خاطر تبدیل نہ کرو۔ اللہ کے بندے بنو۔ اور عقیدہ ہو یا عمل اللہ ہی کے لئے ہو۔ کہ شاہی نذرانہ غلاموں کے نذر کرنا گستاخی ہے۔ نفاق و ریاکاری چھوڑ۔ اور اپنے مال وجاہ پر گھمنڈ نہ کر۔ تو مجھے اپنی تلوار سے ڈراتا ہے مگر میں ڈرتا نہیں۔ تو مجھے مال کی رغبت دیتا ہے۔ مگر میں رغبت نہیں کرتا۔ بس میں تو اللہ جل جلالہٗ سے ڈرتا ہوں۔ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں اسی سے توقع رکھتا ہوں اور کسی سے توقع نہیں رکھتا۔ میں اسی کی پرستش کرتا ہوں۔ اور بجز اس کے کسی کی پرستش نہیں کرتا۔ اسی کے لئے عمل کرتا ہوں۔ اور کسی کے لئے عمل نہیں کرتا۔ میرا رزق اسی کے پاس ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سب اسی کے غلام ہیں اور جو کچھ غلام کے پاس ہوتا ہے سب آقا کا ہوتا ہے۔ پس مجھے کیا ضرورت ہے کہ آقا کو چھوڑ کر غلاموں سے ڈروں۔ یا امید رکھوں۔ مجھے اپنے کام سے کام ہے کہ بلا رورعایت نصیحت کردوں۔ اب آقا کو اختیار ہے کہ جیسے چاہے ہدایت دے اور یہ بھی مذکور ہوا۔ کہ پانچسو آدمی کے قریب آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بیس ہزار سے زیادہ نے توبہ کی۔ اور بیعت ہوئے۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ سب برکت ہے ہمارے نبی محمدؐ کی۔ صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے ان پر۔ اللہ عالم الغیب جو اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو بھی انتخاب فرمائے اس کو جس قدر مغیبات کا علم دیتا ہے کہ اسی میں مخلوق کے قلوب کی استعداد اور وسائل ہدایت وطریقہ تکمیل باطن داخل ہے جو بہتیرے آدمی بلکہ فرشتوں کو بھی نہیں بتائی گئی۔ اور اس کی وجہ سے ان منتخب پیغمبروں کے تصرفات باطنی کی موت قدسیہ بڑھ جاتی ہے

کہ مخلوق ان کے افعال و احوال سے مغلوب و متاثر ہو کر جوق جوق آتی اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہے۔ پس جو شخص اس پیغمبر کی برکات سے مستفیض ہوتا ہے وہ اس قوت قدسیہ اور صرف ہمت و توجہ سے بھی نوازا جاتا ہے۔ اور اس سے بھی بہتیری مخلوق کو توبہ و ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے محبوبؒ سبحانی نے ارشاد فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وا تصفیئہ قلوب و حالات باطنہ کا یہی فیضان مجھ کو عطا ہوا۔ کہ سینکڑوں کافر مشرف با سلام اور ہزار ہا مسلمان بیعت ہو کر فائز المرام ہوئے ۔

عزیز من! چونکہ غیب خدا ہی کے پاس ہے لہٰذا خدا کے قریب ہو کہ خدا کو بھی دیکھے اور جو غیب اس کے پاس ہے اس کو بھی دیکھے اور اس غیب پر قرب عالم الغیب کی بدولت مطلع اور آگاہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اپنے کنبہ اپنے اعمال اپنے شہر، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو چھوڑ اور اپنے قلب کو ان سے باہر نکال کر حقوق معاشرہ سب کے ادا ہوں گے۔ مگر دل کسی سے نہ لگے سب کو چھوڑ اور حق تعالےٰ کے دروازہ کی طرف چل اور جب تو اس کے دروازہ پر پہنچ جائے تو نہ اس کے غلاموں میں مشغول ہو۔ نہ اس کی سلطنت میں اور نہ اس کے ملک میں۔ اگر اس کے غلام یا باشندگان مملکت تیرے سامنے طباق پیش کریں۔ تو مت کھا۔ اگر کسی کمرہ میں ٹھیرائیں تو مت ٹھیر۔ اور اگر تجھ کو تحفہ عطا کریں تو لے مت۔ کیونکہ تو شاہی مہمان ہے تجھے رعایا سے کیا سروکار ہے ؟

غرض جب تک کہ تو اپنے انہیں سفر کے کپڑوں، اسی تکان اور سفر کے غبار اور انہیں بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ اللہ سے ملاقات نہ کرے ۔ ان میں سے کوئی چیز بھی قبول نہ کر کہ اللہ ہی تیرے کپڑے بدلنے والا ہے وہی کھلانے والا ہے پلانے والا ہے۔ تیری وحشت کو انس بنانے والا۔ تجھ کو وسعت دینے والا تیری تکان کو راحت اور تیرے خوف کو امن کر دینے والا ہے اور تیری یہ حالت ہو جائے۔ کہ اس کا قرب تیری تونگری و غنا بن جائے اور اس کا دیدار تیرا کھانا پینا

اور لباس اس وقت علمی مکاشفات اور حقائق مخفیہ کی واقفیت اور تکوینی اسرار جو عامہ مخلوق کی نظروں سے غائب اور منجملہ مغیبات کے ہیں۔ تجھ کو مشاہدہ ہوں گے۔ ورنہ بھلا مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے اور معنی کیا؟ مخلوق سے ڈرنا ان سے توقع رکھنا ان کی طرف جھکنا اور ان پر بھروسہ کرنا بھی تو مخلوق کو کارساز سمجھنے کے معنی ہیں۔ جو اللہ سے دور اور علوم مخفیہ سے محجوب رکھنے والی اصل چیز ہے۔ سو یہ تم میں موجود ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے تم اللہ سے تو کیا اللہ والوں سے بھی واقف نہیں اور نہ ان کی تم کو پہچان ہے ٭

چھتیسویں مجلس

سہ شنبہ بوقت شام ۲ رجب ۵۴۵ھ بمدرسہ معمورہ

یہ دنیا ایک بازار ہے۔ گھڑی بھر کے بعد سنسان ہو جائے گا اور یہاں کوئی بھی نہ رہے گا۔ رات آنے پر سب بازار والے چل دیں گے۔ اور دنیا خالی ہو جائے گی۔ لہٰذا کوشش کرو۔ کہ اس بازار میں تم وہی چیز خریدو۔ نہ بیچو جو کل بازار آخرت میں تم کو نفع دے۔ کیونکہ پرکھنے والا بینا اور بڑی نگروالا ہے۔ اس کے سامنے کھوٹا سکہ یا عیب دار مال چل جانے کا وہم بھی نہ کرو۔ توحید خدا اور اخلاص عمل ہی وہاں کا سکہ رائجہ ہے اور وہی تمہارے پاس کم ہے پھر بتاؤ کہ نفاق و نمود اور امرا پرستی کی پونجی سے وہاں کیا ملے گا۔

عزیز من! عقل سے کام لے اور جلدی نہ کر کہ جلدی کرنے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تیری جلدی مچانے سے نہ غروب کا وقت آ سکتا ہے۔ اور نہ صبح کا۔ پھر صابر بنا ہوا اپنے کام میں کیوں نہیں لگا رہتا۔ کہ مغرب کا وقت آ جائے اور وہ حال یا یہ

جو تیری عین مراد ہے حاصل ہو۔ عاقل بن اور منصب ارشاد پر بیٹھنے میں عجلت نہ کر جلدبازی ولدیت وبزرگی حاصل نہیں ہوتی۔ صبر کے ساتھ اپنا کام کر اور حق تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ بادب رہ۔ یعنی نہ مخلوق پر ظلم کر اور نہ ان سے ایسی چیز کا خواہاں ہو۔ جو بحکم تقدیر تیرے لئے ان کے پاس نہیں ہے جب تک وکیل کے ہاتھ میں گفتگو کی اجازت کا پروانہ نہ آجائے۔ اس کو بولنا درست نہیں ہے پس گمنام اور گونگا بہرا بنا ہوا اپنے قلب اور حال کی اصلاح میں لگا رہ۔ کہ جب استعداد پوری ہو جائے گی۔ تو حق تعالےٰ خود تجھ کو نہایت بخشے گا۔ اور اس وقت عطا تجھ نظر آئے گی۔ کہ توفیق و برکت و اثر کچھ تیری تقریر میں ہوگا۔ ورنہ سند سے پہلے تو تجھ کو ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اب رہی مخلوق سو حق تعالےٰ کے اذن اور فرمان اور ان کے قلوب میں القا فرمانے کے بغیر تجھ کو نہ ذرہ دے سکتے ہیں نہ دینار اور ل کی تھیلی نہ سمندر دے سکتے ہیں نہ ایک قطرہ۔ عاقل بن اور عقل یہی ہے کہ تو حق تعالےٰ کے حضور اپنی جگہ پہ جارہ امر شدہ زرہ بن کر امراء کا ملازم و خدمت گار مت بن۔ کیونکہ رزق اللہ کے پاس مقرر ہو چکا ہے اور اس کے ہاتھ میں ہے وائے تجھ پہ کل بروز قیامت تو کیا منہ لے کر اللہ سے ملیگا جبکہ تو دنیا میں اس سے جنگ و جدل کر رہا ہے۔ اس سے روگردان اور اس کی مخلوق کی طرف توجہ اور ان کو شریک خود بنائے ہوئے ہے کہ اپنی حاجتوں کو ان پر پیش کرنا اور مہمات میں ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔ کہ یہ چاہیں گے تو جیل خانہ سے بچالیں گے۔ یا نوکری دلا کر فاقہ سے محفوظ رکھیں گے۔ اور آنکھیں کھول مخلوق کی طرف احتیاج اکثر سائلوں کے لئے سزا ہے کہ وہ بھیک مانگنے کے لئے اپنے گناہوں کی شامت ہی سے نکلے۔ اور معاصی کی سزا میں اللہ نے ان کو محتاجوں کے دربدر پھرایا ہے۔ ورنہ وہ سائل جن کے حق میں بھیک مانگنا بلاکراہت ہو۔ بہت ہی کم ہیں پس جب تو گناہوں کی سزا میں بھیک منگا فقیر بنا تو ظاہر ہے کہ بھیک بھی نہ ملے گا۔ اور یقیناً محروم رہے گا۔ کیونکہ جس نے سزا دی ہے

ہی تو مالک و مختار ہے۔ پس وہ تجھ پر عطا کو روک دے گا۔ اور ٹکڑا بھی نہ ملنے دے گا۔

عزیز من! تیرے ضعف ایمان کی حالت میں میرے نزدیک مناسب یہ ہے۔ کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگے اور نہ تیرے پاس کچھ ہو۔ نہ تو کسی سے واقف ہو نہ تجھ سے کوئی واقف ہو نہ کسی پر نظر رکھے نہ تجھ پہ کوئی نظر رکھے۔ غرض سو نفرد گمنامی میں پڑا رہے کہ نہ لین دین کا کسی سے واسطہ ہو گا نہ غفلت و کبر و خود پسندی کے امتحان میں پڑے گا۔ اور اگر یہ ہو سکے کہ دے تو دے مگر لے نہیں۔ اور خدمت کر دے مگر خدمت لے نہیں۔ تو اس سے بہتر کیا ضرور ایسا کر چونکہ اہل اللہ نے جو کچھ عمل کئے۔ وہ اللہ کے لئے اور اسی کی معیت میں کئے۔ لہذا دنیا و آخرت میں اپنے عجائبات ان کو دکھلائے۔ ان پر اپنی شفقت اور ان کے لئے اپنی کارسازی ان کو دکھائی۔ کہ ان کے سارے کام میں بنائے اور اپنی ساری مخلوق کو ان کا خدمتگار کر دیا۔

عزیز من! جب تیرے پاس اسلام یعنی تعمیل حکم خدا نہیں۔ تو ایمان نہیں اور جب ایمان نہیں تو ایقان نہیں۔ اور جب ایقان نہیں تو نہ اللہ کی معرفت ہے نہ واقفیت کیونکہ یہ درجات و طبقات ہیں جو یکے بعد دیگرے حاصل ہوتے ہیں۔ پس جب تیرا اسلام درست ہو گیا۔ تو اطاعت و فرمانبرداری صحیح ٹھہری۔ لہذا اس کا ثبوت دے اور ہر حال میں حدود شرع کی محافظت اس کی پابندی کے ساتھ خدا کا مطیع بن جا اور اپنے اور دوسروں کے معاملات اس کے حوالہ کر کہ چاہے فقیر بنائے یا امیر اور صحت بخشے یا مرض۔ مگر دل میں پریشانی اور گرانی نہ آنے دے اس کے اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن ادب رکھ۔ نہ اپنے نفس پر ظلم کر اور نہ کسی دوسرے پر۔ کیونکہ ظلم دنیا و آخرت میں ظلمتوں کا مجموعہ ہے۔ ظلم چونکہ ظلمت سے مشتق ہے۔ اور قلب کو تاریک اور منہ اور اعمال ناموں کو سیاہ کر دیتا ہے۔ لہذا ظلم نہ کر اور نہ ظلم کرنے والوں کی اطاعت کر۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک ندا دینے والا فرشتہ ندا دے گا کہاں ہیں ظلم کرنے والے؟ کہاں ہیں جنہوں نے ظالموں کے لئے قلم بنایا تھا؟ کہاں ہیں جنہوں نے ظالموں کے لئے دوات گھولی تھی؟ ان سب کو جمع کرو اور آگ کے صندوق میں بھرو پس اگر تو نے خود ظلم نہ کیا۔ مگر ظالم بادشاہ کا ملازم و مددگار قرار پایا۔ تو یاد رکھ کہ سزا میں اس کے مساوی رہے گا۔ اگر نجات چاہتا ہے تو تعلقات سے یک سوئی اور گوشہ نشینی کا شیدا بن۔ مخلوق سے بھاگ اور کوشش کر کہ نہ تو مظلوم ہے اور نہ ظالم کیونکہ مظلومیت بھی اکثر مخلوق سے شکوہ و شکایات اور فکر انتقام کی وجہ سے معصیت کا سبب بن جاتی ہے پس اگر ایسی گذران کرے گا جس میں مخلوق سے زیادہ تعلق واسطہ ہی نہ ہو۔ تو کسی کو تجھ پر ظلم کرنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ اور اگر تجھ میں صبر و تحمل کی طاقت ہو تو مظلوم بن اور ظالم نہ بن۔ مغلوب بن اور غالب مت بن۔ کیونکہ حق تعالے کی مدد مظلوم کے لئے ہے خصوصاً جبکہ دنیا میں اس کو کوئی مددگار نصیب نہ ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص پر ظلم ہوتا ہے جس کا بجز حق تعالے کے کوئی مددگار نہ ہو۔ تو حق تعالے فرماتا ہے۔ کہ میں تیری مدد ضرور کروں گا۔ اگرچہ کچھ مدت بعد سہی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کرنا نصرت و رفعت اور عزت کا سبب ہے یا اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ تیرے ساتھ صابر رہنے کا اور تجھ سے سوال کرتے ہیں پرہیزگاری اور کفالت اور سب سے فارغ البال کا اور تیرے ساتھ مشغول رہنے اور اپنے اور تیرے درمیان پردے اٹھ جانے کا۔

صاحبو! اپنے اور اللہ کے درمیان سے مخلوق اور اسباب کے واسطوں ہی کو اٹھا دو۔ اور ان کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھو۔ کیونکہ واسطہ کو قلب میں جگہ دینے سے اسباب پر دل ٹھہرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر نوکری چھٹ جائے تو دل پریشان ہوتا ہے۔ لہٰذا قلب سے اس واسطہ خلق اور سبب کو بالکل نکال دو کہ تمہارا ان واسطوں کے ساتھ ٹھہرنا بے فائدہ کی ہوس ہے۔ کیونکہ اسباب اور وسائط سے کافی

بھی نہیں ہوتا۔ درحقیقت حکومت وسلطنت اور تونگری وعزت بجز حق تعالیٰ
کے کسی کے اختیار میں نہیں۔ اے منافق تو کب تک ریا ونفاق کرتا رہے گا؟
دیکھ جس مال دار یا حاکم کی وجہ سے تو نفاق برت رہا ہے۔ کہ دعوے کرتا ہے
اللہ کو رازق ونافع سمجھنے کا اور سمجھ رہا ہے صاحب مال وجاہ کو روزی رساں
اور سزا کا مختار ومالک۔ اس سے تیرے ہاتھ خاک بھی نہ آئے گا۔ تجھ پر افسوس
کہ کیا تو حق تعالیٰ سے شرماتا نہیں؟ اور کیا عنقریب اس سے ملنے کو سچا نہیں
سمجھتا۔ تو ظاہر میں تو عمل اللہ کے لئے کرتا ہے مگر اس کا باطن غیر کے لئے ہوتا
ہے تو اللہ کو دھوکا دیتا ہے۔ اور اس کے حلم سے نفع اٹھانا چاہتا ہے کیونکہ
وہ سزا نہیں دیتا۔ تو تو سمجھتا ہے کہ میرا دھوکا چل گیا۔ اور منافقانہ عبادت سے اللہ
راضی ہوگا۔ باز آ اور اپنے برے برتاؤ کی تلافی کر اور نیت درست کر عبادت تو
بڑی چیز ہے اور سب ہی جانتے ہیں۔ کہ خدا کے سوا اس کا کوئی مستحق نہیں۔
تجھ کو تو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ایسی نیک نیتی کے بغیر جو حق تعالیٰ کے لئے
شایاں ہو نہ تو کوئی نوالہ کھائے اور نہ ایک قدم چلے اور کسی قسم کا کوئی کام بھی نہ
کرے۔ جب تیرے لئے اخلاص اور للہیت کا یہ مضمون صحیح ہو جائے گا۔ پھر جو
کام بھی تو کرے گا۔ وہ اسی کے لئے ہوگا۔ نہ کہ غیر کے لئے۔ اس نیت کا جانا تجھ کو
اول دشوار ہوگا۔ مگر پھر اس میں اور نیز ہر عمل میں گرانی وکلفت جاتی رہے گی
کیونکہ جب بندہ کے لئے اپنے رب کی غلامی صحیح ہو جاتی ہے۔ تو یہ نیت جس کا
نام اخلاص ہے اس کی طبیعت بن جاتی ہے اور کسی کام میں بھی تکلیف و
گرانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اللہ اس کا کارساز بن جاتا ہے اور جب
وہ کارساز بن جاتا ہے تو اس کو ہر چیز سے بے نیاز بنادیتا اور مخلوق سے چھڑا
لیتا ہے کہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا اور جب مخلوق کے ساتھ اس کی کوئی حاجت
اٹکی نہیں رہتی۔ تو اس کو عبادت میں گرانی وتکلیف کی ضرورت ہی کیا۔ الغرض
عمل میں تعب ومشقت اسی وقت تک رہے گا۔ جب تک تو طالب ومرید اور سالک

وراہبر وہ ہے اور جب وصول نصیب ہوا۔ اور مسافت سفر طے ہو گئی۔ کہ صاحب بن گیا۔ تو خانہ قرب خداوندی میں پہنچ گیا۔ اور اب تکلف جاتا رہا بس تیرے قلب میں اب اس کے ساتھ انس قائم ہو گا۔ اور بڑھے گا یہاں تک کہ اطراف قلب کو گھیر لے گا۔ اول تو صغیر وحقیر ہو گا۔ اس کے بعد کبیر ومحترم بنیگا اور جب کبیر بنے گا۔ تو قلب اللہ جل جلالہٗ سے لبریز ہو جائے گا۔ لہٰذا غیر کے لئے نہ کوئی راستہ رہے گا۔ اور نہ اس میں رہنے کے لئے اس کے واسطے کوئی گوشہ۔ اگر تو اس مرتبہ تک پہنچنا چاہئے تو اس کے حکم کی تعمیل کر اور مخالفت سے باز آ۔ اور بھلائی وبرائی تونگری وافلاس عزت وذلت اور دینی معاملہ ہو یا دنیوی۔ جملہ مقاصد واغراض سے پورا ہونے اور نہ ہونے کو اسی کے حوالے کر اور شان تفویض وتسلیم اختیار کر صرف اللہ کے لئے عمل کرے اور ذرہ برابر دینی ودنیوی معاوضہ اور اجرت کا مطالبہ نہ کرے۔ کام کرے مقصود نہ جنت ہو نہ راحت دنیا۔ بلکہ محض کام کرنے والے اور جل جلالہٗ کی رضا وقرب ہو۔ کہ اس کا تجھ سے راضی اور تیرا دنیا وآخرت میں اس کا مقرب بننا ہی عمل کی اجرت بنے یعنی دنیا میں قرب تیرے قلب کے لئے اور آخرت میں قالب اور بدن کے لئے کام کر اور ہوس مت کر نہ ایک ذرہ کی نہ ایک تھیلی کی۔ دینے عمل پر نظر نہ کر۔ بلکہ یہ حالت ہونی چاہیئے کہ اعضا کام میں حرکت کریں۔ اور دل کام کرانے والے کے ساتھ رہے اور جب یہ حالت نصیب ہو جائے گی۔ تو تیرے قلب کے لئے آنکھیں پیدا ہونگی جن سے تو دیکھے گا یعنی صورت بن جائیں گے اور غائب حاضر بن جائے گا۔ اور خبر معائنہ بن جائے گی۔ کیونکہ بندہ جب اللہ جل جلالہ کے قابل بن جاتا ہے۔ تو وہ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ اس میں تغیر نہیں کی فرماتا اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے۔ وہ سرتاپا معنی اور سرتاپا ایمان وایقان ومعرفت ومشاہدہ بن جاتا ہے۔ اس کا دن بلا شب روشنی بلا ظلمت۔ صفائی بلا کدورت قلب بلا نفس۔ باطن بلا قلب فنا بلا وجود اور غیبت بلا حضور۔ غرض ہر کمال بلا زوال

بن جاتا ہے۔ کہ وہ ساری مخلوق بلکہ اپنی ذات سے بھی غائب ہو جاتا ہے۔
اور اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ انس و محبت ان سب کیفیات کی بنیاد اور اصل
ہے۔ اور جب تک تیرے اور اللہ کے درمیان انس کامل نہ ہو جائے۔ اس
وقت تک کلام کرنا ٹھیک نہیں۔ مخلوق سے ایک قدم پرے ہٹ کر نہ ان
کی کوئی چیز ہے نہ منفعت۔ جہاں نفع نقصان ہیں ان سے ہٹی بس کام بنا اور
مخلوق سے تجاوز و عبور حاصل ہوا۔ یعنی ان سے علیحدگی نصیب ہوئی۔ پھر
اسی طرح نفس سے ایک قدم پرے ہٹ اور اس کی موافقت نہ کر۔ بلکہ
حق تعالےٰ کی خوشنودی میں اس کو دشمن سمجھ کر اس سے بھی تجاوز و عبور
نصیب ہو جائے گا۔ غرض مخلوق اور نفس گویا آگ کے دو سمندر اور ہلاک
کرنے والے دو جنگل ہیں۔ جن میں بہتیرے ڈوب چکے جل چکے اور بھٹک
کر مر کھپ چکے ہیں۔ پس تجلّی کے ساتھ اس ہلاکت و تباہی سے عبور کر
اور آگے بڑھ کر باطنی سلطنت ہاتھ آئے گی۔ اول یعنی مخلوق اور نفس میں مبتلا
رہنا مہلک مرض ہے۔ اور دوسری یعنی ان سے تجاوز و عبور کر کے خالق تک
پہنچنا اس کی دوا ہے اللہ ہی تے بیماری اور دوا آثار کی ہے اور تمام بیماریوں
کے لئے دوائیں ہوا کرتی ہیں۔ جو اس کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔
کہ ان کا مالک اس کے سوا کوئی نہیں۔ جب تو توحید پر جا رہے گا۔ تو وحدہ لاشریک
کے ساتھ تجھ کو انس نصیب ہو گا۔ اور جب تو فقر پر صبر کرے گا۔ تو تجھ کو تونگری
نصیب ہو گی۔ دنیا کو چھوڑ اور آخرت کو طلب کر۔ اس کے بعد قرب مولےٰ کا
طالب ہو۔ مخلوق کو چھوڑ اور پھر خالق کی طرف رجوع کر۔ وائے تجھ پر کیا اتنا نہیں
سمجھتا۔ کہ مخلوق اور خالق جمع نہیں ہو سکتے۔ پس یہ ملے گی تو وہ ہاتھ سے جائے گا
اور وہ ملے گا تو یہ ہاتھ سے چھوٹے گی۔ دنیا اور آخرت میں جمع نہیں ہو سکتیں
نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ یہ درست اور نہ اس سے کچھ حاصل۔ بس یا تو
مخلوق ہو گی۔ یا خالق یا صرف دنیا رہے گی۔ یا آخرت ہاں یہ ہو سکتا ہے

کہ مخلوق تیرے ظاہر میں ہو کہ بدن سب سے ملے جلے اور خالق تیرے باطن میں کہ دل اس کے سوا کسی سے نہ لگے اور دنیا تیرے ہاتھ میں ہو۔ اور آخرت تیرے قلب میں۔ باقی قلب کے اندر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اب تو اپنے نفس کے لئے دیکھ لے دنیا مفید ہے یا آخرت اور اسی کو اختیار کر۔ پس اگر دنیا چاہیے تو آخرت کے خیال کو دل سے باہر نکال۔ اور اگر آخرت چاہیے تو دنیا کو قلب سے نکال۔ اور اگر مولیٰ مطلوب ہو۔ تو دنیا اور آخرت اور جملہ ماسوی اللہ کی محبت اور طلب کو اپنے دل سے نکال۔ کیونکہ جب تک تیرے قلب میں حق تعالیٰ کے سوا ایک ذرہ بھی رہے گا تو نہ تو اس کا قرب دیکھ سکے گا۔ اور نہ اس کے ساتھ انس و سکون تجھے نصیب ہوگا۔ اور ماسوی اللہ میں بھی باہم فرق اور ترتیب ہے۔ کہ جب تک تیرے قلب میں دنیا کا ایک ذرہ بھی رہے گا اس وقت تک تو آخرت کو اپنے سامنے مقصود بنا ہوا ہرگز نہ دیکھے گا۔ اور جب تک آخرت کا ایک ذرہ بھی تیرے قلب میں رہے گا۔ اس وقت تک حق تعالیٰ کا قرب تجھ کو نظر نہ آئے گا۔ سمجھ دار بن کہ اس کے دروازہ پہ نہ آئے مگر صدق کے پاؤں سے۔ کیونکہ پرکھنے والا خدا بڑا بینا ہے۔ اور صاحب بصارت ہے تیری تسبیح اور جھوٹی طلب اس سے چھپ نہیں سکتی۔ افسوس کہ تو نے مخلوق سے پردہ کیا۔ مگر خالق سے نہ کیا۔ پھر بھلا تیری پردہ پوشی دنیا میں بھی کسی طرح ہو سکتی ہے یاد رکھ کہ عنقریب تیرا پردہ مخلوق کے نزدیک بھی فاش ہو جائے گا۔ اور کارکنان قضاء و قدر تیری جیب اور تیرے گھر کے اندر سے تیری بدنیتی و ریاکاری کو نکال لیں گے اے ٹوٹے ہوئے گنج کو اپنے کھانے کے اندر چھوڑ دینے والے اپنے ہریسہ کے کھاتے وقت تجھ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ کہ چھپا ہوا گنج کا چورا بھی آنتوں کو کاٹ کر خون کی قے کراتا ہے۔ اور اے زہر کھانے والے۔ عنقریب اس کا اثر تیرے بدن میں ظاہر ہوگا۔ کہ پیچھے پیچھے میں موت اور ہلاکت دوڑ جائے گی۔ اگر تجھ کو عقل ہے تو سمجھ لے کہ اکل حرام تیرے بدن دین کے لئے زہر ہے اپنے

خدا کی نعمتوں کا شکر چھوڑ بیٹھنا تیرے دین کے لئے زہر ہے۔ پس ہاتھ پاؤں کی نعمت کو بیکار و معطل بنا کر . . . بھیک مانگنا اختیار کیا۔ تو اس کفران نعمت پر حق تعالےٰ عنقریب تجھ کو محتاجی اور مخلوق سے بھیک مانگنے اور ان کے دلوں سے تجھ پر ترس کھا کر نکال لینے کی سزا دے گا۔ اور اے اپنے علم پر عمل کے تارک تجھ کو عنقریب وہ بڑا علم تجھ سے بھلا دے گا۔ اور تیرے قلب سے اس کی برکت کھو دے گا۔ اے جاہلو اگر تم اس کو پہچانتے ہو۔ اس کی سزا کو بھی پہچانتے ہو۔ مگر افسوس کہ تم اللہ سے واقف نہیں۔ لہٰذا سزاؤں میں مبتلا ہو مگر نہ یہ سمجھتے ہو کہ ہم سزا میں مبتلا ہیں۔ اور نہ یہ شعور ہے کہ کس خطا کی سزا ہم کو مل رہی ہے اس جہل مرکب سے نکلو۔ اللہ کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ حسن ادب برتو۔ جو کلام تم کو فائدہ نہ دے اس کو کم کرو۔

ایک بزرگ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو بھیک مانگتے دیکھا۔ پس اس سے کہا اگر تو کسی قسم کی محنت مزدوری کرتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا کہ سوال کی معصیت و ذلت دونوں سے محفوظ رہتا۔ پس مجھ کو اس کی یہ سزا ملی۔ کہ چھ ماہ تک تہجد سے محروم رہا۔ حقیقت حال خدا جانے مگر بظاہر عتاب اس پر ہوا۔ کہ ان کو نصیحت کرنے کا منصب نہ تھا اور فقیر پر یہ اعتراض بیہودہ ولا طائل کلام تھا۔

عزیز من! کار آمد کام اتنے کثرت سے ہیں کہ ان میں لگ کر غیر مفید کاموں کی طرف توجہ کا وقت ہی نہیں ملے گا۔ مگر بات یہ ہے کہ مفید کاموں میں نفس کو مزہ نہیں آتا۔ اس لئے لاطائل کاموں کا مشتاق ہوتا ہے پس اپنے قلب سے نفس کو نکال اور پھر فوراً ہی بھلائی آئی۔ کیونکہ مکدر بنانے والی کدورت یہی نفس ہے۔ لہٰذا اس کے نکل جانے کے بعد صفائی آئے گی۔ تو اپنی حالت بدل۔ کہ حق تعالےٰ کا تیرے ساتھ برتاؤ بھی بدل جائیگا۔

حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ خود

ہی اپنی حالت کو نہ بدل لیں۔"

اے انسان من! اے صاحبو! اے شریعت کے مکلف عاقلو بالغو! حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد اور اطلاع بغور سے سنو۔ اور تم کو معلوم ہے کہ وہ سب قائلین سے زیادہ سچا ہے۔ لہٰذا تم اس کی خاطر اپنے نفسوں کی حالت کو بدلو جو اس کو ناپسند ہے تاکہ وہ تم کو وہ چیز عطا کرے۔ جو تم کو پسند ہے۔ راستہ بہت وسیع ہے۔ کہ لنگڑا ہو یا اپاہج ہر معذور اس اطمینان سے چل سکتا ہے مگر تم نہ معلوم اے لنگڑے تمہیں کیا ہو گیا؟ کھڑے ہو جاؤ۔ اور شریعت کا دامن مضبوط تھام لو۔ کام کرو۔ غفلت نہ کرو۔ جب تک کہ اسی کے دونوں کنارے تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ کہ زندگی بھی موجود ہے اور توبہ و قبولیت کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ تو اس سے مدد لو۔ اور وہ صورت اختیار کرو۔ جو تم کو صالح اور تجلیات حق کا اہل بنا دے۔ یعنی عمر کو غنیمت سمجھ کر صلاحیت کے طریقہ پر چلو۔ کر اپنے نفسوں پر تم سوار ہو جاؤ۔ اور ان کو مغلوب و محکوم بنالو۔ ورنہ وہ تم پر سوار ہو جائیں گے اور پھر جس گڑھے میں چاہیں گے تم کو گرا دیں گے۔ یہ نفس دنیا میں امارہ بالسوء ہیں۔ کہ معصیت کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور آخرت میں لوامہ کو ملامت کریں گے اور ہمتوں پر الزام دھریں گے۔

پس جو تم کو اللہ جل جلالہٗ سے غافل بنائے۔ اس سے بھاگو۔ درندہ سے بھاگنے کی طرح اور اللہ سے معاملہ رکھو کہ جس نے اس سے معاملہ کیا وہ نفع میں رہا جس نے اللہ سے محبت کی اللہ نے اسے محبوب بنایا اور جس نے اللہ پہچاننا چاہا اللہ اسکے قریب آیا۔ اور جس نے اللہ کو پہچاننا چاہا۔ اللہ نے اس کو اپنی پہچان بخشی۔ میری بات سنو اور میرا کہنا مانو۔ کہ میرے سوا سطح زمین پر کوئی نہیں جو امیر و فقیر میں فرق نہ سمجھے۔ اور تمام لوگوں سے ایک حالت پر کلام کرتے ہیں مخلوق کا خواہاں ہوں۔ انہیں کے نفع کو نہ کہ اپنے نفع کو اور اگر آخرت کا طالب ہوا ہوں تو انہیں کے لئے ہوا ہوں۔ ورنہ اپنی ذات کے

لئے تو طلب مولا کے سوا ہر شے کی طلب کو بُرا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جو کلمہ بھی کہتا ہوں۔ اس سے میری مراد حق جل جلالہٗ ہے۔ باقی دنیا اور آخرت اور مافیہا سے مجھے کیا غرض؟ اللہ میرے سچ اور جھوٹ کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ علام الغیوب ہے میری حرف آگر کھوٹا کھرا پرکھنے کی کسوٹی ہوں میں یم وزر تپا ہنے کی بھٹی اور سکہ ڈھالنے کی تاثیر رکھتا ہوں۔ کہ ناقص کو کامل سے جدا کرتا اور مٹی میں دبے ہوئے طلا کو سکہ رائج الوقت اور شاہی منظور شدہ بناتا ہوں۔

اے منافق اور ریا کار واعظ یہ تو بکتا کیا ہے؟ تیری بکواس بے اثر ہے۔ تو کتنی بار کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا اور میں یہ کرتا ہوں۔ حالانکہ تو ہے کیا؟ سچا مومن ہوتا تو سمجھتا کہ جو کچھ کیا وہ اللہ نے کیا نہ کہ تو نے۔ مگر افسوس کہ تو فاعل وکارکن غیروں کو سمجھتا ہے۔ اور کہتا یہ ہے کہ میں ہر شے کا فاعل اللہ کو سمجھتا ہوں۔ تو مانوس ہوتا ہے غیروں سے اور کہتا یوں ہے کہ میں خدا سے مانوس ہوں تو نام رکھتا ہے اپنے ملفش کا راضی کہ اس کو رضا بر قضا حاصل ہے حالانکہ وہ ہمیشہ مقابلہ و جنگ کرتا رہا۔ تو نام رکھتا ہے اس کا صابر۔ حالانکہ ایک پستو تجھکو اپنی نیش زنی سے بیقرار اور گذشتہ راحتوں کی نعمت کا ناشکر گذار بنا دیتا ہے

پھر ایسا کچا شخص جس کا سارا عشق اور ایمان کا دعوےٰ ذرا سے امتحان میں جھوٹا ہو جائے۔ واعظ اور رہنمائے خلق بننے کا مدعی کس منہ سے ہوتا ہے یاد رکھ کہ کلام اور وعظ صحیح نہیں۔ جب تک کہ تیرا گوشت کثرت مصائب و تکالیف سے ایسا مردار نہ بن جائے کہ مصائب کی قینچیوں سے اس کو تکلیف ہی نہ ہو۔ پس تو مجسم خلوت بن جائے۔ کہ اس کی وجہ تیرا دنیا اور آخرت دونوں کی طلب سے یکسو ہو۔ کہ وعظ و رہنمائی نہ دنیا کمانے کے لئے ہے نہ جنت کا مزہ اڑانے کے لئے ہے۔ بلکہ محض رضائے مولا اور اس کے امتثال امر کے لئے ہو کہ تو دارین اور جملہ اشیاء دارین سے پردۂ عدم میں ہو۔ اور تیرا وجود ہو تو تعمیل ارشاد اور احتراز از ممنوع کے وقت ہو کہ وہی تجھ کو وجود بخشنے اور

اسی کا فعل تجھ کو حرکت و سکون دے۔ اور تو اس کی معیت میں افعال سے بے خبر اور سب سے غائب ہو۔ جب تک یہ مقام تیرے لئے صحیح نہیں ہوا ہے اس وقت تک کوئی مقام بھی تیرے لئے ثابت نہیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ بندہ سے اس کی صورت کا خواہاں نہیں ہے۔ بس وہ تو کا خواہاں ہے۔ تو اس کی توحید اور اس کے اخلاص کا اور اس کے دل سے محبت دنیا اور آخرت کے ازالہ کا اور اس حالت کا کہ جملہ اشیا اس سے برطرف ہو جائیں کہ کسی چیز کی بھی اس کو طلب یا محبت باقی نہ رہے۔ جب بندہ کی یہ حالت کامل ہو جاتی ہے تب وہ اس کو محبوب و مقرب بناتا اور دوسروں پر بلندی و سرداری دیتا ہے۔

اے واحد خدا ہم کو اپنا موحد بنا ہم کو مخلوق کی احتیاج و پابندی سے رہائی دے اور خالص اپنا بنالے۔ ہمارے دعووں کو اپنے فضل و رحمت سے گواہ سچا کر دے۔ ہمارے دلوں کو معطر فرما۔ اور ہماری مشکلیں آسان کر۔ ہم کو اپنا انس دے اور اپنے ماسوئے سے وحشت ہمارے افکار کو صرف ایک فکر بنا دے۔ کہ دنیا و آخرت میں صرف تیرا اور تیرے قرب کا فکر ہو اے ہمارے پروردگار! عطا کر دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کی آگ سے!

سینتیسویں مجلس

بوقت صبح ۵ رجب ۵۴۵ھ مدرسہ معمورہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بیمار دل کی

عیادت اور مزاج پرسی کیا اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو۔ کہ یہ تم کو آخرت یاد دلائیگا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس سے یہ ہے کہ تم آخرت کو یاد کرو۔ مگر تم اس کے تذکرہ سے بھاگتے اور دنیا سے محبت رکھتے ہو۔ حالانکہ عنقریب تمہارے اور دنیا کے درمیان بلا اختیار ایک آڑ قائم کر دی جائے گی۔ اور جس جس چیز پر تم ریجھ اور اترا رہے ہو۔ وہ سب تمہارے ہاتھوں سے لے لیا جائے گا۔ کہ محبت کے بدلہ اس سے بغض اور مسرت کے بدلہ اس سے غم تم پر چھا جائیگا اے غافل اور اے کمینہ خصلت بیدار ہو۔ اور ہوش میں آ کہ دنیا کے لئے تو پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ آخرت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اے اس سے بےخبر جس کے بغیر چارہ نہیں۔ تو نے خواہشات و لذات پر دینار پر دینار جوڑنے کو اپنا مقصود بنا لیا۔ اور اپنے اعضا کو لہو و لعب میں مشغول کر دیا۔ اگر کوئی واعظ و ناصح تجھ کو آخرت اور موت یاد دلاتا ہے۔ تو اس پر تجھ کو غصہ آتا ہے اور کہتا ہے واہ تو نے عیش و راحت کو مکدر کر دیا اور پھر ناگواری کے ساتھ ادھر اور ادھر اپنا سر مٹکانے لگتا ہے۔

موت سے ڈرانے والی یعنی بالوں کی سفیدی بھی تیرے پاس آئی۔ مگر تو اس کو قینچی سے کاٹ دیتا ہے۔ یا سیاہ خضاب سے اس کو متغیر کر دیتا ہے کہ کسی طرح موت کی یاد نہ آنے پائے۔ بھلا جب تیری اجل آجائے گی اس وقت کیا کرے گا؟ اور جب ملک الموت اپنے معاون لے کر آئیں گے۔ تو ان کو کس چیز سے روکے گا؟ جب تیرا رزق ختم اور تیری مدت تمام ہو جائے گی تب کیا حیلہ کرے گا؟

اے پیکر غفلت آخرت کی فکر کر۔ اس ہوس کو جانے دے۔ کہ اللہ کریم ہے۔ بغیر عمل کے بھی جنت دے دیگا۔ یاد رکھ کہ دنیا کی بنا عمل اور کام کرنے پر ہے۔ کہ جب یہاں کام کرے گا۔ تب اجرت پائے گا۔ اور اگر کام نہ کرے گا تو کچھ بھی نہ ملے گا۔ دنیا تو اعمال اور مصیبتوں پر صبر کا گھر ہے

البتہ آخرت مزدوری اور اجر پانے کا مقام ہے۔ دنیا رنج و مشقت کا گھر ہے اور آخرت راحت و سرور کا گھر ہے۔ مومن چونکہ یہاں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ آخرت میں راحت پائے۔ اور تو نے یہاں دنیا میں راحت چاہی۔ کہ مجاہدہ و ریاضت سے گھبرایا اور ٹال مٹول کی۔ اور دنوں ہفتہ مہینوں بلکہ برسوں آجکل کرتا رہا حتیٰ کہ زندگی ختم ہو گئی۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ عنقریب پشیمان ہو گا اور حسرت کرے گا۔ کہ افسوس میں نے ناصح کی نصیحت کیوں نہ مانی اور متنبہ کیوں نہ ہوا۔ اور جو سچی باتیں مجھ کو سنائی گئی تھیں۔ ان کو سچا کیوں نہ سمجھا؟ افسوس کہ میری زندگی کی چھت کا شہتیر ٹوٹ گیا۔ کہ جوانی گذر لی اور موت قریب آ گئی۔ اور اے غافل و مغرور تیری حیات کی دیوار یں گر رہی ہیں مگر تجھے ہوش نہیں آتا۔ یہ دار دنیا جس میں تو آباد ہے۔ ویران ہو جائے گا اور تو یہاں سے دوسرے گھر یعنی عالم برزخ اور آخرت میں منتقل ہو گا۔

پس دار آخرت کا طالب بن اور اپنا سارا اسباب ادھرے جا۔ کہ سدا وہیں رہنا ہے۔ اور وہ اسباب کونسا؟ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کہ یہی وہاں کام آئے گا۔ پس اپنا مال اپنے سے پہلے آخرت کی طرف روانہ کر تاکہ اپنے وہاں پہنچنے کے وقت تو اس کو پائے۔ اے دنیا پر شیفتہ و مغرور اور ہیچ در ہیچ کے ساتھ مشغول اور حرم کو چھوڑ کر نوکرانی سے دل لگانے والے تجھ پر افسوس کیا تو اتنا نہیں سمجھتا کہ شریف حسین عورت جب اچھے خاوند کو کمینہ و بدنام باندی یا نوکرانی کے ساتھ مشغول دیکھے گی۔ تو ایسے ناقدر دان شوہر کی زوجیت اور اپنی خدمت گار عورت کی معیت میں رہنا گوارا نہ کر سکے گی

پس اسی طرح طرح آخرت بھی دنیا کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اس کو پسند نہیں ہے۔ پس نوکرانی کی محبت کو دل سے نکال۔ پھر دیکھ آخرت کس طرح آتی۔ اور تیرے دل کی مالک اور اس پر حاوی ہوتی ہے۔ پھر

جب یہ حال تیرے لئے کامل ہو جائے گا۔ سب قرب خدا تجھ کو ندا دے گا کہ آخرت کی محبت و طلب کو بھی دل سے نکالو اور ہماری طرف آ۔ اس وقت آخرت کو بھی چھوڑ دیجیو اور طالب خدا بن جائیو۔ کہ صحت قلب اور صفائی باطن کا کمال اسی سے ہوگا۔

عزیز من! جب تیرا قلب تندرست ہو جائے گا۔ تو اللہ جل جلالہ، اور فرشتے اور صاحبان علم تیرے قلب کی شہادت دیں گے۔ وہی ایک مدعی کہ کھڑا کہے گا۔ جو تیرے قلب کی صحت کا دعوے کریگا۔ اور خود اللہ تیرا گواہ بنے گا۔ کہ تجھ کو اپنی ذات کے لئے اس کی صحت پر گواہ لانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس جب یہ طلب حق اور صحت قلب کا کمال تجھ کو حاصل ہو جائیگا تب وہ استقامت تجھ کو نصیب ہوگی۔ جو کرامت سے بالا ہے۔ کہ تو اٹل پہاڑ بن جائے گا۔ جس کو نہ حوادث زمانہ کی آندھیاں ہلا سکینگی۔ اور نہ آفات و مصائب کے تیر اور برچھیاں توڑ سکیں گی۔ اور نہ مخلوق کی نمود و نظر اور ان سے ملنا جلنا تیرے اندر اثر کر سکے گا۔ نہ تیرے قلب میں خراش ڈال سکے گا اور نہ تیری صفائی باطن کو گدلا کر سکے گا۔

صاحبو! جو شخص مخلوق کی توجہ اور ان میں مقبولیت حاصل کرنے کی نیت سے عمل کرتا ہو۔ اس کو جانے دو۔ اور اس سے واسطہ نہ رکھو۔ وہ بھاگا ہوا غلام اللہ کا دشمن اور اس کی نعمتوں کا ناشکر گذار اور محجوب و مغضوب و ملعون ہے۔ ایسے مخلوق پرست ریاکار کی صحبت سم قاتل ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مخلوق اپنا شیدا و طالب بنا کر تیرے قلب اور ہر قسم کی خیر و خوبی اور دین سب کو چھین لے گی۔ اور نہ تجھ کو اپنا مشرک اور تیرے رب فراموش و غافل بنا دے گی کیونکہ مخلوق تیری خواہاں ہے اپنے نفع کے لئے اور حق تعالے تیرا خواہاں ہے تیرے نفع کے لئے نہ کہ اپنے نفع کے لئے لہٰذا اس کا طالب بن جو تیرا خواہاں ہو۔ تیرے نفع کے لئے اور اسی کے ساتھ

مشغول ہونا۔ اس مخلوق کے ساتھ شامل ہونے سے زیادہ اچھا ہے کہ جو تیری خواہاں
اپنے نفع کے لئے ہے۔ اور اگر دنیا کے مانگے بغیر چارہ ہی نہیں تو وہ بھی اللہ
ہی سے مانگ نہ کہ مخلوق سے کیونکہ اللہ کے نزدیک بدترین خلق وہ ہے جو
دنیا اس کی مخلوق سے مانگے اور اپنی جیسے محتاج مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلائے
اس کی بارگاہ میں اس کی سفارش فریاد کر۔ وہی تونگر ہے اور مخلوق ساری فقیر ہے
کہ نہ اپنے نفس کے لئے کسی قسم کے نقصان یا نفع کی مالک ہے۔ نہ دوسروں
کے لئے اسی کا طالب بن۔ اور اس کو چاہ کہ وہ تجھے چاہے گا۔ شروع میں تو
طالب ہوگا۔ اور وہ مطلوب ہوگا۔ آخر میں تو مطلوب ہوگا اور وہ طالب۔
دیکھ بچہ اپنے بچپن میں اپنی ماں کا طالب ہوا کرتا ہے۔ مگر جب بڑا ہو جاتا ہے
تو ماں اس کی طالب بن جاتی ہے۔ مگر اللہ جل جلالہ کا طالب بننا ناممکن ہے
جب تک کہ تیری طلب کا صادق و پختہ ہونا محقق نہ ہو جائے۔ ہاں جب وہ تیری
طلب کا صدق جان لے گا۔ تب وہ تیرا طالب بنے گا۔ اور جب اپنے ساتھ تیری
سچی محبت معلوم کر لے گا۔ تب تجھ کو محبوب بنائے گا۔ اور تیرے قلب کی رہبری
فرمائے گا۔ اور تجھ کو اپنے قریب کر لے گا۔ مگر بھلا ایسی صورت میں تو فلاح کیسے
پاسکتا ہے۔ جبکہ تو نے اپنے قلب کی آنکھوں پر اپنے نفس اپنی خواہش نفسانی
اپنی طبیعت اور اپنے شیطان کا ہاتھ رکھ چھوڑا ہے ان ہاتھوں کو ہٹا کر پھر ساری
چیزیں اصلی حالت پر تجھ کو نظر آئیں گی۔ مجاہدہ و مخالفت کر کے اپنے نفس کو
علیحدہ کر۔ اپنی خواہش اپنی طبیعت اور اپنے شیطان کا ہاتھ علیحدہ کر۔
کہ خدا کو پالے گا۔ ان ہاتھوں کو ہٹا کہ تیرے اور پروردگار جل جلالہ کے درمیان
سے پردے اٹھ جائیں گے۔ اور اس سے تو جملہ ماسوی اللہ کو دیکھے گا
اور دوسروں کو بھی دیکھ لے گا۔ یعنی اپنے عیبوں کو دیکھ لے گا۔ پس ان سے
بچے گا۔ اور دوسروں کے عیبوں کو دیکھ لے گا اور ان سے بھاگے گا جب یہ
رنگ کامل ہو جائے گا۔ تب وہ تجھ کو اپنا مقرب بنائے گا۔ اور وہ اندرونی لذت

وکیف عطا کرے گا۔ جو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خطرہ گذرا۔ تیرے قلب اور باطن کی سماعت و بصارت تیز و قوی اور صحیح کرے گا۔ کہ غلطی نہ ہونے پائے گی۔ اور ان کو اپنی کرامت کے خلعت و لباس بخشے اور پہنائے گا۔ اپنی ولایت سے تجھ کو نواز کر مخلوق کا حاکم اور تیری مدد فرما کر تجھ کو سلطان اور بادشاہ بنائے گا۔ اور اپنی ساری مخلوق میں تجھ کو مخدومیت و قطبیت کے لقب سے مشہور کرے گا۔ تجھ کو تیرے قلب کا محافظ و نگہبان اور اپنے فرشتوں کو تیرا خادم بنائے گا۔ اور اپنے انبیاء و رسل کی روحیں تجھ کو دکھائے گا۔ غرض مخلوق میں کوئی چیز بھی تجھ سے چھپی نہ رہے گی۔

عزیز من! اس مرتبہ کا طالب و آرزومند بن اور اس کو اپنا مقصود قرار دے اور طلب دنیا کی مشغولیت چھوڑ کر دنیا کتنی ہی کیوں نہ مل جائے۔ کبھی تیرا پیٹ نہ بھر سکے گی ؎

اور تبا ہی پر کیا موقوف ہے؟ اللہ کے سوا کوئی چیز بھی تیرا پیٹ نہ بھر سکے گی۔ کیونکہ جتنی ملے گی۔ اسی قدر اس کی حرص بڑھے گی۔ حتیٰ کہ موت آ جائے گی۔ مگر ہزاروں تمناؤں کا خون کر کے لے چلے گی۔ پس قناعت و دلیری کا خواہاں ہے۔ تو اللہ کے ساتھ مشغول ہو کہ وہ تجھ کو شکم سیر کر دیگا کیونکہ جب وہ مل گیا۔ تو دنیا اور آخرت کی تونگری مل گئی۔ اور سب کچھ حاصل ہو گیا۔ کہ نہ کسی چیز کی طلب باقی رہی نہ حرص۔ اے غافل اسے چاہ جو تجھے چاہتا ہے۔ اور اس کا طالب ہو۔ جو تیرا طالب ہوتا ہے۔ اس سے محبت کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کا مشتاق بن جو تیرا اشتیاق رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ جل جلالہ ہے۔ کیا تو نے اس کا وہ ارشاد نہیں سنا۔ جس میں اپنے اور مومنوں کے باہمی تعلق محبت کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ نیز اس کا یہ ارشاد جو اس نے

ایک مقام پر فرمایا ہے۔ کہ بیشک میں تمہاری ملاقات کا تم سے زیادہ مشتاق ہوں۔ پھر حیف ہے تم پر کہ وہ تمہاری ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمائے اور تم اس سے بھاگو۔ اے بندۂ دنیا۔ اس نے تجھ کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا کھیل مت۔ اس نے تجھ کو اپنی صحبت میں رکھنے کے لئے چاہا اور بنایا ہے۔ پس دوسروں کے ساتھ مشغول مت ہو۔ اس کی محبت کے ساتھ کسی سے محبت نہ کر۔ ہاں اگر کسی کے ساتھ شفقت و مہربانی اور لطف و کرم کی محبت رکھے تو یہ البتہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ حسن خلق اور مدارات خلق کا اس نے خود حکم دیا ہے۔ باقی وہ محبت جس کا محل قلب ہے۔ بجز اللہ کے دوسرے کے ساتھ جائز نہیں۔ غرض نفوس کی محبت دوسروں کے ساتھ جائز ہے۔ مگر نہ قلوب کی محبت کسی کے ساتھ جائز ہے۔ اور نہ باطن کی محبت جائز۔

دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا جب جنت کی محبت میں دل پھنسا۔ اور ہمیشہ وہاں رہنا انہوں نے محبوب سمجھا تو ان کے اور جنت کے درمیان اللہ نے دوری ڈالی اور ان کو پھل کھانے کی صورت پر وہاں سے نکال دیا اسی طرح جب ان کا دل حضرت حوا پر مائل ہوا۔ تو ان دونوں میں بھی تفریق ڈال دی۔ اور تین سو میل کی مسافت ان کے درمیان ڈال دی۔ آدم سرندیپ میں گئے۔ اور حوا جدہ میں۔ اسی طرح یعقوب علیہ السلام کا دل جب اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام پر جا ٹھہرا۔ اور ان کو دل میں جگہ دے کر اپنی چھاتی سے چمٹایا تو ان کے درمیان بھی تفریق ہوئی۔ اسی طرح جب ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک قسم کا ذرا سا بھی میلان محبت فرمایا۔ تو ہوا جو ہونا تھا۔ کہ ان پر اتہام و بہتان لگا۔ اور آنحضرت کئی روز تک ان کو دیکھ بھی نہ سکے جب خواص کا یہ حال ہو کہ غیر اللہ کی طرف ان کے قلب کا ذرا سا

میلان بھی خدا کو گوارا نہیں ہوتا۔ تو میری اور تیری کیا حقیقت ہے۔ پس اللہ سے لو لگا نہ کہ غیر اللہ سے مخلوق کو خواہ وہ لذت دنیا ہو یا راحت جنت۔ سب کو دل کے باہر نکال کر ایک طرف رکھ، اور قلب کو اللہ کے لئے فارغ و خالی بنا

اے بدحال۔ اے کاہل اور نہ کم ماننے والے اگر تو نے میرا کہنا مانا اور جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کیا۔ تو اپنے ہی لئے کریگا۔ اس کا نفع تجھ ہی کو ملیگا اور اگر عمل نہ کیا۔ تو لذت و محرومیت بھی تجھی پر ہوگی۔ میرا کچھ نہ بگڑے گا۔

اور حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ نفس ہی کے لئے ہے جو وہ بھلا کرے اور اسی پر وبال ہے وہ بُرا کرے۔ نیز اس کا ارشاد ہے۔ کہ اگر تم نے اچھے کام کئے تو اپنے ہی نفس کے لئے اچھا کیا اور اگر بُرے کام کئے۔ تو نفس ہی کے لئے برائی کی۔ یہی نفس کل قیامت کے دن اپنے اعمال کا ثواب جنت میں پائے گا۔ اور بد عملوں کی سزا دوزخ میں۔ لہٰذا اس کو چاہیئے۔ کہ اپنی راحت و تکلیف کا خود فکر اہتمام کرے اور صلحاء بجائے خدا سے تعلق رکھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا پرہیزگاروں کو کھلایا کرو۔ اور اپنے کپڑے ایمان والوں کو دیا کرو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب تو نے اپنا کھانا پرہیزگار کو کھلایا اور اس کی دنیوی ضروریات میں مدد کی۔ تو وہ فارغ ہو کر جو کچھ بھی نیک عمل کرے گا۔ اس میں تو شریک ہوگا۔ اور اس کے اجر میں مطلق کمی نہ آئے گی۔ اس لئے کہ تو نے اس کے مقصود یعنی عبادت و طاعت میں مدد کی۔ اور اس کے فکر معاش کا بوجھ اس سے اٹھا لیا۔ اور اس کا پیٹ بھر کر اس کے قدم حق تعالےٰ کی طرف بڑھائے اور جب تو نے اپنا کھانا کسی منافق بدکار کو کھلایا۔ اور اس کی دنیوی ضرورتوں میں مدد کی۔ تو غذا کی قوت پاکر اور فکر معاش سے فارغ ہو کر جو گناہ و معصیت بھی وہ کریگا۔ اس میں تو بھی شریک ہوگا۔ اور اس کی سزا میں کچھ کمی نہ ہوگی کیونکہ حق تعالےٰ کی معصیت میں تو نے اس کو مدد پہنچائی ہے لہٰذا اس کا تریاق

میری طرف لوٹے گا۔

اسے جاہل - علم حاصل کر، علم کے بغیر نہ عبادت میں کوئی خوبی ہے اور نہ علم کے بغیر ایقان میں کوئی خوبی ہے علم حاصل کر پھر عمل کر کہ دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح پائے گا۔ اور جب تحصیل علم وعمل پر تجھ کو صبر واستقلال نصیب نہیں تو پھر بھلا کس طرح فلاح نصیب ہوگی۔؟ اور علم کوئی بازاری عورت نہیں ہے کہ ہر چلتا پھرتا اس کو پا سکے۔ اس کی مثال تو اس شاہزادی کی سی ہے کہ جس کی عزت وعفت و شرافت کی دنیا مجنوں بنی ہوئی ہو۔ اور ہزار غلامی کے اقرار پر اس کا ملنا مشکل ہو۔ پس جب تو اپنا کل اس کے حوالے کریگا۔ کہ اس کی طلب میں مر مٹے - اور اسی کا ہو رہے۔ تب وہ ذرا سا اپنا حصہ دے گا۔

ایک عالم سے کسی نے پوچھا کہ یہ علم جو تمہارے پاس ہے تم نے کس طرح حاصل کیا؟ عالم نے کہا کہ کوّے کے صبح سویرے اٹھنے اور اونٹ کے صبر اور خنزیر کی حرص اور کتے کی چاپلوسی سے سبق لے کر حاصل کیا۔ کہ جس طرح کوا سویرے ہی پرواز کرجاتا ہے۔ اسی طرح میں علماء کے دروازہ کی طرف صبح سویرے لپکتا تھا اور جیسے اونٹ اپنے بوجھ پر صبر کرتا ہے کہ جتنا چاہو لادو مگر وہ اس کو پھینکتا نہیں - اسی طرح میں علماء کے ڈالے ہوئے بوجھ اور مشقتوں کو برداشت کیا کرتا تھا اور طلب علم کا ایسا حریص تھا۔ جیسا خنزیر اپنی ناپاک خوراک کا حریص ہوتا ہے اور جس طرح کتا اپنے مالک کے دروازہ پر جب تک کہ مالک اس کو کچھ کھلا نہ دے۔ چاپلوسی کئے جاتا ہے اور اسی طرح میں علماء کی خوشامد کیا کرتا تھا۔ کہ جب تک کوئی مسئلہ یا علمی بات حاصل نہ ہو جائے۔ خوشامد سے باز نہ آتا تھا۔ پس اے طالب علم اگر تو علم اور فلاح چاہتا ہے۔ تو اس عالم کا قول سن اور اس پر عمل کر۔ تاکہ تجھ کو بھی کچھ نصیب ہو جائے۔ دیکھ ذرا سے زخم کے علاج اور زندگی کے چند روزہ کے حاصل کرنے میں مریض کو ڈاکٹر کی کتنی خوشامد وخدمت واطاعت کرنی پڑتی ہے۔ پھر حصول علم کے لئے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔

کیونکہ علم حیات روحانی ہے۔ اور جہالت ابدی دسرمدی موت ہے ہاں جو عالم باعمل کہ رب کا حق سمجھ کر عمل میں مخلص اور پڑھانے پر قائم رہا۔ اس کے لئے کبھی موت نہیں۔ کیونکہ جب علم وعمل اور اخلاص وتعلیم کی مشقتوں میں اس کا نفس مر گیا۔ اور زندگی ہی میں سب عیش ولذت کو چھوڑ کر مردہ بن گیا۔ تو اپنے پروردگار جل جلالہ سے جا ملا۔ اور یہی کام موت کا ہے۔ کہ زندہ کو رب سے جا ملائے۔ لہذا اس کی حیات معیت خداایں دائمی ہو گئی۔ اور اس کا انتقال محض انتقال مکانی رہ گیا۔ بار الہا ہم کو بھی علم عطا فرما۔ اور اس میں اخلاص عطا کر۔

اڑتیسویں مجلس

یکشنبہ ۷ رجب ۱۳۴۵ھ خانقاہ شریف

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر شیطان کو لاغر بنا دو۔ کیونکہ اس کلمہ توحید سے شیطان ایسا لاغر ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے اونٹ کو سواری دبار برداری کی زیادتی دکثرت سے لاغر بنا رہتا ہے!! صاحبو! ارشاد نبوی کی قدر کرو۔ اور حقیقت سمجھو کو کلمہ لاالہ الااللہ کے صرف لفظ سے نہیں بلکہ اس کو اخلاص سے پڑھ کر اپنے شیطان کو لاغر بنا دو۔ چونکہ توحید انسان وجنات دونوں قسم کے شیطانوں کو جلا دیتی ہے کیونکہ وہ شیطان کے لئے نار ہے اور اہل توحید کے لئے نور ہے۔ اس لئے جب توحید کا بار بار اقرار کرو گے۔ تو شیطان جل کر اور تکلیف پا کر ایسا دبلا ہو جائے گا۔ کہ اس میں ہمت وطاقت ہی نہ رہے گی مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ اخلاص کے ساتھ کہو۔ اور دل میں اس کے ایک ہونے کا

یقین رکھو ورنہ کلمہ پڑھنا دروغ ہوگا۔ اور یہ شکایت بجا ہوگی۔ کہ تو لاالہ الا اللہ کیسے کہتا ہے۔ جبکہ تیرے قلب میں کیا کچھ معبود بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اگر تو کہے کہ عبادت تو اللہ کے سوا میں کسی کی بھی نہیں کرتا۔ تو تجھ کو جواب دیا جائیگا کہ اللہ کے سوا ہر چیز جس پہ تو اعتماد و بھروسہ کرے وہ تیرا بت ہے کہ اس کی پرستش ہو رہی ہے۔ پس قلب کے مشرک ہوتے زبان کی توحید تجھ کو مفید نہ ہوگی اور دل کی گندگی کے ساتھ جسم کی پاکی تجھ کو نفع نہ دے گی۔

الغرض موحد اپنے شیطان کو دبلا کرتا ہے۔ اور مشرک کو اس کا شیطان عاجز بناتا ہے کہ اس میں اتنی طاقت ہی نہیں چھوڑتا۔ جو پنجۂ شرک دریا سے چھوٹ سکے۔ یا دست ہوا و ہوس سے اپنے آپ کو چھڑا سکے۔ مگر ہر قول و فعل میں اخلاص شرط ہے۔ کیونکہ اخلاص جملہ افعال و اقوال کا مغز ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اس سے خالی ہوتے ہیں۔ تو بلا مغز کا چھلکا رہ جاتے ہیں۔ اور چھلکا بجز آگ کے کسی اور مصرف کا نہیں۔ میری بات سن اور اس پہ عمل کر کہ وہ تیرے جوش طبع کو بجھا دے گی۔ اور تیرے نفس کی شوکت کو توڑ دے گی۔ ایسی جگہ مت جا۔ جہاں تیری طبیعت کا جوش بھڑکے۔ کہ تیرے دین اور ایمان کا گھر برباد ہو جائے گا۔ طبیعت اور خواہش نفس اور شیطان اگر بھڑک اٹھیں گے تو یقیناً تیرے دین و ایمان اور ایقان کو غارت کر دیں گے۔ ان متصنع اور طمع ساز منافق واعظوں کی بات مت سن کیونکہ طبیعت طمع کی ہوئی بناوٹی اور ہوسناک بات کی طرف ضرور متوجہ ہوا کرتی ہے۔ حالانکہ وہ بے نمک تلے انڈے کی طرح ہے کہ دیکھنے میں مرغوب ہے۔ مگر کھانے والے کے پیٹ میں درد کرتی ہے اور بدن کو گراتی ہے۔ یاد رکھ علم مردوں کے دہن سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ کتابوں سے اور وہ مرد کون ہیں؟ مردان خدا۔ متقی۔ تارک الدنیا۔ وارث انبیا۔ صاحبان معرفت باعمل مخلص حضرات کیونکہ لغویت کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ ہوس [illegible] اور امر باطل ہے۔ ولایت

وحکومت دنیا اور آخرت میں بس تقوی والوں ہی کی ہے۔ بنیاد اور تعمیر
بھی اصل و فرع اور شجر و ثمر دونوں جہان میں انہیں کے لئے ہے حق تعالے
اپنے بندوں میں صرف تقوی شعار نیکو کار صابروں ہی کو محبوب بناتا ہے
اگر تجھ کو طبیعت سلیمہ نصیب ہوتی۔ تو ضرور تو ان سے واقف ہوتا اور صحبت
کرتا۔ اور ان کی صحبت اختیار کرتا۔ مگر طبیعت اس وقت سلیم ہو سکتی ہے
جبکہ قلب معرفت الٰہی سے روشن ہو جائے۔ اور جب تک معرفت بھی نہ ہو اور
اس کی طرف سے تیری صحت و سلامتی متحقق و واضح نہ ہو جائے۔ اس وقت
تک اپنی طبیعت پر مطمئن نہ ہو۔ اور اگر طبیعت سلیمہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو
اپنی نظروں کو نامحرموں پر ڈالنے سے جھکا۔ اور نفس کو شہوتوں سے روک۔
اور اپنے آپ کو اکل حلال کا خوگر بنا اور اپنے باطن کو اللہ جل جلالہ کے مراقبہ
اور دھیان میں اور ظاہر کو اتباع سنت میں محفوظ رکھ۔ کہ سلیم اور صائب
طبیعت نصیب ہو جائے گی۔ اور اللہ جل جلالہ کی معرفت تیرے لئے صحیح
مل جائیگی۔ میں تو عقول اور خلوت کی تربیت کرتا ہوں۔ نفوس و طبیعتوں اور
عادات کی نہیں کرتا اور نہ ان کی تربیت کرنا کوئی کمال ہے۔ لہٰذا اے عزیز
علم سیکھ اور مخلص بن۔ تاکہ نفاق کے جال اور اس کی قید سے خلاصی پائے
علم کا طالب بن خاص اللہ کے واسطے نہ کہ مخلوق اور دنیا کے لئے اور اللہ
واسطے علم طلب کرنے کی علامت یہ ہے۔ کہ جب امر و نہی آئے۔ اور کسی
کام کے کرنے یا کسی فعل سے باز رہنے کا حکم پڑھے۔ تو اللہ اور اس کی جلالت
شان کا دھیان ہو کر خوف وہراس طاری ہو جائے۔ اور نفس میں اس کے
سامنے ذلت و خشوع اور جھکاؤ پیدا ہو۔ مخلوق کے سامنے بھی جھکے۔ مگر
ان کی طرف احتیاج اور ان کے مال کی طمع میں نہیں۔ بلکہ تواضع اور بے نفسی
کے سبب کہ سب کو اپنے سے بہتر اور اپنے آپ کو سب سے ہیچ اور کمتر سمجھا
ہے اور پھر مخلوق کے ساتھ اللہ ہی کی راہ میں محبت کرے اور اسی راہ میں

دشمنی و عداوت۔ کیونکہ غیر اللہ کی راہ میں کسی سے محبت کرنا در حقیقت عداوت ہے۔ اور غیر اللہ میں ثبات و بقا حقیقت میں زوال و عدم ہے اور غیر اللہ بخشش و عطا در حقیقت حرمان میں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ ایمان کے دو جزو ہیں۔ آدھا صبر اور آدھا شکر" پس جب تو نے تکالیف پر صبر نہ کیا۔ اور احسانات پر شکر نہ کیا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ تو مومن نہیں۔ کیونکہ اسلام کی حقیقت گردن جھکاتا ہے۔ اور اس کا امتحان رنج و تکلیف ہی کے وقت ہوگا۔ کہ سر تسلیم خم رہتا ہے۔ یا بدزبانی و شکوہ پیدا ہوتی ہے۔ یا اللہ اپنے اوپر۔ توکل اور اپنی اطاعت۔ اپنے ذکر اور اپنی موافقت اور اپنی توحید سے ہمارے قلوب کو زندہ کر۔ اگر وہ لوگ نہ ہوں جن کے قلوب میں یہ حیات موجود ہے کہ وہ زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تو صاحبو۔ تم ہلاک ہو جاؤ۔ کیونکہ انہیں کی دعا سے حق تعالے اہل زمین سے اپنا عذاب اٹھا لیتا ہے۔ ورنہ ہمارے اعمال کی بدولت تو کبھی کا عذاب نازل ہو جاتا نبوت کی صورت اٹھ چکی۔ مگر اس کے معنی قیامت تک باقی رہیں گے۔ ورنہ زمین پر چالیس ابدال کیوں رہتے کہ ان میں سے ہر ایک میں نبوت کے کوئی نہ کوئی معنی موجود ہیں۔ اور ہر ایک کا قلب کسی نہ کسی نبی کے قلب پر ہے بعض ان میں سے زمین میں اللہ اور اس کے رسولوں کے خلیفہ و نائب ہیں۔ کہ مدبر و حاکم خلق حق تعالے نے استادوں کی نیابت کے لئے شاگردوں کو کھڑا کر دیا ہے۔ اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء وارث ہیں انبیا کے یعنی علما شریعت الہیہ کی حفاظت اور عمل و قول و فعل سب ہی میں انبیا کے وارث ہیں۔ کیونکہ قول بلا فعل کسی کام کا نہیں۔ اور دعویٰ محض بغیر گواہ کے کسی کام نہیں۔

اے عزیز! قرآن اور سنت کا پابند رہنا اور ان پر عمل کرنا اور عمل میں

اخلاص کرنا تیرے دعویٰ کا ایمان کا گواہ ہے۔ اور جب یہ نہیں تو کتنا بھی توکلہ توحید پڑھ کر ممبروں پر بیٹھ کر اونچی زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ مگر حقیقت میں تو مومن نہیں۔

صاحبو! عوام الناس کی تو کیا شکایت کروں۔ میں تو تمہارے علما کو جاہل اور تمہارے زاہدوں کو طالبانِ دنیا بلکہ شیفتگانِ دنیا دیکھ رہا ہوں۔ کہ مخلوق پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ کو بھول بیٹھے ہیں چونکہ حق تعالےٰ کے سوا دوسرے پر بھروسہ کرنا موجب لعنت ہے اس لئے کیسے ہی جبے قبے کیوں نہ پہنیں۔ مگر انجام کار ذلت وحرمان اور چار طرف سے پھٹکار ان پر پڑتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں ملعون ہے ملعون ہے۔ جس کا بھروسہ اپنی جیسی ضعیف مخلوق پر ہو۔ نیز آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے مخلوق سے عزت چاہی وہ بے شک ذلیل ہوا۔ وائے افسوس کہ اتنا نہیں سمجھتا۔ کہ جب تو مخلوق سے باہر ہو جائے گا۔ کہ نہ کسی کا خوف رہے گا۔ نہ کسی سے توقع۔ تب تجھ کو خالق کی معیت ہو گی۔ کہ وہ تجھ کو تیرے نفع نقصان سے آگاہ کر دے گا۔ اور تو اپنی اور غیر اللہ کی چیزیں تمیز کرنے لگے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا۔ کہ مال جس کو ایک دن چھوڑ جانا ہے وہ غیروں کا ہے۔ اور اعمال جو اپنے ساتھ جاتے ہیں وہ اپنے ہیں۔ حق تعالےٰ شانہ کے دروازہ پر پڑا رہنا اور دل سے تعلق اسباب کا قطع کرنا اختیار کر کہ دنیا و آخرت کی بھلائی دیکھے گا۔ یہ ایسی چیز ہے کہ جب تک تیرے قلب میں مخلوق اور ریا و نمود اور آخرت غرض حق تعالےٰ کے سوا کوئی ایک چیز بھی ذرہ برابر رہے گی۔ پوری طرح حاصل نہ ہو گی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جب تو نے مصیبت و تکلیف پر صبر نہ کیا۔ تو نہ تیرا دین رہا اور نہ اصل ایمان کا سر۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے۔ جو سر کو بدن سے ہے۔ اور

صبر کے معنے یہ ہے کہ نہ تو کسی سے شکایت کرے۔ اور نہ سبب کے ساتھ تعلق رکھے۔ اور نہ مصیبت کا ہونا ناگوار سمجھے اور نہ اس کا زائل ہونا پسند کرے۔

جب کوئی بندہ اپنے فقر و فاقہ کی حالت میں اللہ جل جلالہ کے سامنے جھکتا اور اس کے ارادہ و مشیت پر اس کے ساتھ جما رہتا۔ اور اپنے تعلق محبت و انس وطاعت کو بحال و بدستور رکھتا۔ اور کسی صباح صورت کے اختیار کرنے سے ناک نہیں چڑھاتا۔ اور عبادات میں دن کو رات سے ملا دیتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کو بنگاہِ رحمت دیکھتا اور اس کو اور اس کے بال بچوں کو ایسی صورت سے تونگری بخشتا ہے۔ جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتی۔

حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے سبیل نکالتا ہے۔ اور اس کو ایسے طریقہ سے رزق دیتا ہے کہ وہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا۔ مگر افسوس یہ ہے۔ کہ تو اپنے علم سے خود نفع نہیں اٹھاتا۔ اور دوسروں کو نصیحت کرتا ہے۔ مگر خود شاقہ و عامل نہیں ہوتا۔ تیری حالت پچھنے لگانے والے جراح کی سی ہے۔ کہ دوسرے کی بیماری نکالتا ہے۔ اور اپنے اندر جو خالص بیماری موجود ہے ان کو نہیں نکالتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو ظاہری علم اور باطنی جہل میں ترقی کر رہا ہے۔

توریت میں لکھا ہے جس کا علم بڑھے تو چاہیئے کہ اس کا درد بڑھے۔ وہ درد کیا اللہ جل جلالہ کا خوف اور خدا کے اور بندگانِ خدا کے سامنے عجز و انکسار۔ جب تجھ کو علم نہ ہو تو علم حاصل کر۔ کیونکہ جب تم میں علم نہ ہوگا۔ تو نہ عمل نہ اخلاص اور نہ ادب اور نہ مشائخ کے ساتھ حسن ظن۔ تو پھر کوئی حال یا کیفیت تجھ سے کیوں ظاہر ہوگی۔ مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ تو نے اپنا سارا مقصود دنیا اور اس کی فانی متاع کو قرار دے لیا۔ حالانکہ عنقریب تیرے اور اس کے درمیان آڑ ہو جائے گی۔ اور ان کے استعمال پر تجھ کو قدرت نہ رہے گی۔ تجھ کو ان حضرات سے کیا نسبت جن کا مقصود صرف ایک مقصود ہے کہ جس طرح

اپنے ظاہر میں حق تعالے پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح باطن میں بھی اسی کا دھیان رکھتے ہیں جس طرح اعضاء کو مہذب بناتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو مہذب بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کی یہ حالت کامل ہو جاتی ہے۔ تو جملہ خواہشات و لذائذ نفس کے فکر و اہتمام سے کافی ہو جاتی اور سب سے مستغنی بنا دیتی ہے۔ کہ ان کے قلوب میں بجز ایک خواہش یعنی حق تعالے شانہٗ اور اس کے قرب و محبت کی طلب کے اور کچھ باقی نہیں رہتا حکایت ہے کہ بنی اسرائیل ایک مرتبہ سختی میں مبتلا ہوئے اور اکٹھے ہو کر اپنے نبی کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں وہ بات بتائیے جس سے اللہ جل جلالہٗ راضی ہو جائے۔ تا کہ ہم اس کو بجا لائیں۔ اور وہ ہماری اس سختی کے دور ہونے کا سبب بنے۔ نبی نے اللہ جل جلالہٗ سے دریافت کیا۔ تو اللہ نے تو وحی بھیجی۔ کہ ان سے کہہ دو۔ اگر تم میری رضا مندی چاہتے ہو۔ تو مسکینوں کو رضامند کرو۔ کہ اگر تم نے ان کو راضی رکھا تو میں تم سے راضی ہوں۔ اور اگر ان کو ناراض کیا۔ تو میں ناراض ہوں۔

سن لو اے عقل والو۔ کہ حق تعالے نے کیا فیصلہ کیا۔ اور اپنی خوشنودی کو فقراء و مساکین کی رضامندی پر کیسا موقوف رکھا۔ پھر افسوس ہے۔ کہ تم ہمیشہ مساکین کو ناراض رکھتے ہو۔ اور پھر چاہتے ہو کہ اللہ کی رضا تم کو حاصل ہو یقین جانو کہ اس طرح اس کی خوشنودی تمہارے ہاتھ کبھی نہ آسکی بلکہ تم اُلٹے اس کی ناراضی کے گڑھے میں جا پڑو گے۔ میں تو صاف کہنا پسند کرتا ہوں۔ چاہے تم کو برا لگے۔ یا بھلا کہ سچی بات تو تلخ اور سخت ہی معلوم ہوا کرتی ہے۔ مگر فلاح چاہتے ہو۔ تو میری صاف روکھی بات کے سننے پر ثابت رہو۔ اور دل برداشتہ نہ ہو کہ ثبات ہی ثبات ہے۔ کیونکہ درخت میں جڑ اور ثابت قدم رہنے ہی سے روئیدگی آتی ہے۔ اور پھل پھول نکلتے ہیں۔ مجھے آج قرب خدا جو مرتبہ نصیب ہے۔ وہ اسی کی بدولت ہے کہ میں مشائخ

کی سخت گفتگو اور درشت کلامی سے کبھی بھاگا۔ اور گھبراتا نہ تھا۔ بلکہ گونگا وانڈھا بنا رہتا تھا۔ کہ جو چاہیں کہیں۔ نہ مجھے جواب دینا آتا تھا نہ خفا ہو کر ان سے علیحدہ ہونا جانتا تھا۔ ان کی طرف سے مجھ پر آفتیں برسا کرتی تھیں اور میں پتھر کی صورت بنا ہوا ساکت و خاموش رہتا تھا اور تیرا یہ حال ہے کہ ان کی باتوں پر صبر نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ فلاح نصیب ہو۔ سو یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ اور نہ تیری کوئی بزرگی ہے کہ حق تعالے اپنی عادت کے خلاف تیرے ساتھ برتاؤ کرے۔ خوب سمجھ لے۔ کہ جب تک تقدیر کی موافقت نہ کرے گا۔ کہ مرضی کے موافق ہو یا خلاف۔ مگر اس کو تجویز الہی سمجھ کر سر اور آنکھوں پر رکھے۔ اور جب تک اپنے حصہ اور نصیب میں مشائخ پر الزام رکھنا چھوڑ کر ان کی صحبت اختیار نہ کرے گا۔ کہ ذکر و شغل سے زیادہ نفع نہ ہو۔ تو اس کو اپنا تصور سمجھے اور شیخ کی بے توجہی یا کہ قابلیت پر محمول نہ کرے۔ اور جب تک ہر حالت میں ان کا اتباع و موافقت نہ کرے گا کہ وہ راضی ہوں یا ناراض۔ اور دھکے دیں یا چھاتی سے لگائیں۔ بہرحال ان کے ساتھ عقیدت و محبت میں کمی نہ آئے۔ اس وقت تجھ کو نجات اور فلاح آخرت نصیب نہ ہوگی۔ ہاں اگر ان باتوں کا لحاظ رکھا۔ تو بے شک دنیا و آخرت دونوں میں فلاح تجھ کو حاصل ہوگی۔

صاحبو! جو میں کہتا ہوں۔ اس کو سمجھو اور پھر اس پر عمل کرو۔ کہ عمل کے بغیر سمجھنا کسی کام کا نہیں۔ اور اخلاص کے بغیر عمل محض ہوس اور خالی طمع ہے اور تم دیکھتے ہو۔ کہ طمع کے سارے حروف خالی ہیں۔ کہ تینوں حرفوں کے پیٹ میں نقطہ نہیں ہے۔ پھر اگر کسی نے اخلاص کے بغیر لاکھ برس بھی عبادت کی۔ اور طمع رکھی۔ کہ مرتے ہی جنت میں جاؤں گا۔ تو بھلا اس خالی طمع سے کیا فائدہ؟ ہاں عوام الناس تجھ کو عابد و زاہد سمجھ لیں گے۔ اور تیری کھوٹ سے واقف نہ ہوں گے۔ مگر صراف تو دھوکا نہ کھائے گا۔ اور تیری کھوٹ کو فوراً

پہچان لے گا۔ کہ تیری نمود اور دکھلاوے کی ساری عبادت ملمع کئے
ہوئے رانگ کا زیور ہے۔ جو ایک روپیہ کی مالیت کا بھی نہیں۔ پھر وہ
عوام کو بھی واقف بنا دے گا۔ تاکہ وہ تجھ سے بچیں اور تجھ کو بزرگ سمجھ کر دین
و دنیا کا دھوکا نہ کھائیں۔ ہاں اگر تو اللہ جل جلالہ کی معیت پر جما رہا کہ اس
نے مارا یا چمکارا۔ مگر تو نے اس کی خدمت و غلامی نہ چھوڑی۔ اور گرانی نہ لایا
تو اب بے شک اس کے عجیب عجیب لطف و کرم دیکھے گا۔ دیکھ یوسف
علیہ السلام نے جب گرفتاری اور غلامی اور قید خانہ اور ہر قسم کی ذلت و
خواری پر صبر کیا۔ کہ بے نظیر نازک بدن اور حسین و ناز پروردہ نبی زادہ ہو کر
چند کھوٹے درہموں پر بیچ دیا گیا۔ غلام بن کر وطن سے بے وطن ہوئے۔
بدنظری کی تہمت لگائی گئی۔ قید خانہ میں رکھے گئے۔ غرض سب ہی کچھ
ہوا۔ مگر وہ اپنے پروردگار اللہ جل جلالہ کے فعل و نصرت کی موافقت
کرتے رہے کہ ہر حال کو مشیت حق اور امر مقدر سمجھ کر خوشی و راضی رہے۔ نہ
ماتھے پر بل لائے۔ نہ دل میں گرانی۔ تب ان کی شرافت و نبی زادگی صحیح
ثابت ہوئی۔ اور بادشاہ بنے۔ کہ ذلت سے عزت کی طرف اور موت سے
حیات کی طرف منتقل ہوئے۔ کہ یا تو کنعان کے اندھے کنوئیں میں پڑے
تھے۔ یا مملکت مصر کے با اقتدار بادشاہ بن گئے۔ کہ لاکھوں نفوس مصر غلامی
میں داخل ہوئے۔ اور بیچنے والے بھائیوں کو بھی آخر محتاج و دست نگر بن کر
ان کے سامنے دست سوال پھیلایا۔ یہ ہیں عجائبات قدرت و لطف الٰہی
کہ انسان کی عقل ان کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسی موافقت
تقدیر اور صبر و استقلال کا ثمرہ تھا۔ کہ جس طرح گردش تقدیر نے گھمایا ایسے
گھومتے رہے جیسے ماں اپنے بچہ کو گدلاتی اور کروٹیں دیتی ہے۔ اور بچہ
ہر حال میں اس کی چھاتی سے چمٹتا ہے۔ اور خفا ہو کر بھاگتا نہیں۔ پس اسی
طرح تو بھی جب شریعت کا تابع اور اللہ جل جلالہ کے ساتھ صابر رہے گا

اور اسی سے خوف و توقع رکھے گا۔ اور اپنے نفس و ہوا و شیطان کی
مخالفت کرے گا۔ تو اپنی موجودہ حالت سے دوسری حالت کی طرف
منتقل کیا جائے گا۔ کہ جو حالت تجھ کو ناگوار ہے۔ اس سے پسندیدہ و محبوب
حالت کی طرف انتقال نصیب ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ہوگا سب کچھ اللہ
کے فضل و کرم سے۔ مگر اس کی صورت یہی ہے۔ کہ بندہ تعمیل حکم میں اپنی
غلامی کا اظہار کرے۔ پس چونکہ اس نے طلب وسعی کا حکم دے دیا ہے
لہٰذا سعی و کوشش کرو۔ کہ واقع میں تجھ سے بلا اس کی توفیق و اعانت کے
تو کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ اور تیرا ہونا اور جد و جہد کے لئے مستعد کھڑا رہنا
بھی ضروری ہے۔ کوشش کر اور یقین جان کہ خیر و فلاح آئی۔ کیونکہ عادت
اللہ یونہی جاری ہے۔ کہ جس نے طلب کیا اور کوشش کی۔ اس نے مطلوب
کو پایا اور بامراد ہوا۔ ؎

عام ہیں لطف و کرم اس کے تہیدی سب پر
تجھ سے کیا بخل تھا گر تو کبھی قابل ہوتا

پس سب سے پہلے اکل حلال کی کوشش کر کہ وہ تیرے قلب کو منور
کر دے گا۔ اور ان ظلمتوں سے نکال دے گا۔ جن کی تاریکی میں تجھ راہ مولیٰ
نظر نہیں آسکتی۔ اور جب تاریکی دور ہو جائے گی۔ تو اب اللہ کی نعمتیں تجھ کو
نعمتیں معلوم ہوں گی۔ اور منعم کے ساتھ محبت ہو جائے گی۔ عقل میں روشنی پیدا ہوگی
اور وہ حق و باطل میں امتیاز کرے گی۔ کہ مفید تر عقل وہی ہے۔ جو اللہ کی نعمتوں
سے تجھ کو آگاہ بنائے۔ اور ان کی شکر گذاری میں تجھ کو قائم کرے۔ اور نعمتوں
اور ان کی مقدار کثرت و عظمت کے اقرار اور حقیقی اعتراف میں تیری اعانت کرے
عزیز من! جس نے یقین کی آنکھ سے یہ بات معلوم کر لی۔ کہ اللہ جل جلالہ
نے تمام چیزوں کو تقسیم کر دیا۔ اور راحت و صحت و مال و عزت سب ہی کچھ جتنا
جس کے لئے مناسب تھا۔ اس کے پیدا کرنے سے قبل اس کے مقسوم میں دیکھ کر

فارغ ہو چکا۔ تو وہ شرم و حیا کے سبب اس سے کوئی چیز بھی نہ مانگے گا۔ بلکہ طلب کی جگہ اس کی یاد میں مشغول ہو گا۔ نہ وہ اس کا سوال کرے گا۔ کہ اس کا مقسوم جلد اور قبل از وقت مل جائے۔ اور نہ یہ کہ جو چیز دوسرے کے حصہ میں لگائی ہے وہ اس کو دے دے۔ دیکھو جب شفیق باپ اپنی اولاد کے لئے جو حصے تجویز کر دیتا۔ اور ان کی ہر قسم کی بہبودی ملحوظ رکھ کر ساری جائداد سے حسب حیثیت ہر ایک کا روزینہ مقرر کر دیتا ہے تو اب اولاد کا باپ سے کسی چیز کا مانگنا ظاہر ہے۔ کہ ان دو سوال سے خالی نہیں۔ کہ یا جو کرایہ بیس تاریخ کو ملتا ہے ۔ وہ آج دس ہی تاریخ کو دے دو۔ یا یہ کہ جو تنخواہ تجویز کی ہے اس سے زائد دیدو یعنی دوسرے بھائی کے حصہ کو ناقص کر کے میرے حصہ میں بڑھاؤ۔

پس جس بیٹے نے ہر شے کے متعلق جائداد کی تقسیم کے حصص سے باپ کا فارغ ہو جانا دیکھ لیا۔ اس کے لئے بے غیرتی ہے کہ ایسا سوال کرے جس میں باپ کی تجویز پر ناقص اور تقسیم حصص میں ظلم اور ناکافی ہونے کا الزام آئے۔ اس کا کام تو تمام و سکوت و حسن ادب اور ترک اعتراض ہو گا۔ کہ مخلوق سے نہ قلیل کا شکوہ کرے گا۔ نہ کثیر کا۔ کیونکہ اپنی ضرورت کا مخلوق پر کس طرح اظہار کرتا اگرچہ اللہ ہی سے دعا مانگ کر کیوں نہ ہو۔ اللہ برتر و بزرگ کی تقسیم پر اعتراض کرنا قلب سے مخلوق کے سامنے بھیک مانگنا ہے۔ جو نہایت بے شرمی و بے حیائی ہے۔ کہ مخلوق سے بذریعہ قلب بھیک مانگنا ایسا ہی برا جیسا ان کے سامنے زبان سے بھیک مانگنا برا ہے۔ اور تمہارے نزدیک چاہے دونوں میں فرق ہو۔ کہ ایک بھیک مانگنا نظر آتا ہے۔ اور دوسرا نظر نہیں آتا۔ مگر میرے نزدیک تو حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ وائے افسوس تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ غیر اللہ سے مانگتا ہے۔ حالانکہ اللہ وہ بہ نسبت دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے۔

پس سعادت تو یہ ہے کہ مولا کے قرب کو نعمت سمجھے اور دنیوی مقسوم کی کمی بیشی کا ہو گیا مخلوق کے حصوں میں سے مانگنا ہے سوال بلکہ خیال

بھی نہ آنے پائے۔ مگر حسرت ہے تیرے حال پر کہ مخلوق سے وہ چیز مانگتا ہے
جس کی تجھ کو واقعی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ضرورت ہوئی۔ تو ماں سے زیادہ
شفقت والا خدا اس کو تیرے مقسوم میں خود ہی لکھتا اور دیتا۔ تیرے پاس
حالانکہ بھرپور خزانہ موجود ہے کہ قناعت کے ساتھ جملہ ضرورتیں خود ہی پوری
ہونی مقدر ہو چکی ہیں۔ مگر تو ہوس کے مارے بے شرم بن کر ایک دانہ اور
ایک ذرہ پر فقیروں کی صف میں گھسا جاتا ہے۔ جب تو مرے گا۔ تو خوب ذلیل
رسوا ہوگا۔ کہ تیرے ڈھکے عیب سب کھل جائیں گے۔ اور تجھ کو چاروں طرف
سے پھٹکار پڑے گی۔ اگر تو عقلمند ہوتا۔ تو زرد مال کے ڈھیر پر تھوکتا۔ اور
ذرہ برابر ایمان کماتا۔ کہ اس کے کر دنیا سے جاتا اور اللہ سے ملتا اور صلحاء
صحبت ضرور اختیار کرتا۔ اور ان کے اقوال و افعال سے ان کا سا ادب سیکھتا۔
یہاں تک کہ جب تیرا ایمان قوی اور یقین کامل ہو جاتا۔ تو اللہ جل جلالہ تجھ کو
خالص اپنے لئے بناتا اور تیرے ادب و امر و نہی کا تیرے قلب کے اعتبار سے
خود کارساز بنتا۔ کہ علماء و مشائخ کی بھی ضرورت نہ رہتی۔ خود ہی قلب پر ان باتوں
کا الہام فرماتا۔ جن سے اخلاق مہذب ہوں۔ اور اوامر و نواہی میں شریعت کا
اتباع ہو جائے۔ مگر تو تو بندۂ زر ہوا ہے۔ کہ نماز روزہ بھی امراء کے دکھلانے
کو کر رہا ہے۔ لہٰذا اے بت ریا و نمود کی پرستش کرنے والے۔ تو دنیا و آخرت
میں قرب خدا کو بھی نہ سونگھے گا۔ اے مخلوق کو شریک خدا سمجھنے والے اور دل
سے ان پر متوجہ ہونے والے باز آ۔ اور مخلوق سے رخ پھیر کہ ان کی طرف سے
تو نہ کوئی نقصان ہے نہ نفع اور نہ عطا ہے نہ منع جو کچھ بھی ہے وہ سب
ایک خدا کی طرف سے ہے۔ جب تیرے قلب سے شرک لپٹا ہوا ہے۔ کہ
دل ڈانواں ڈول ہے۔ اور مخلوق کو نفع نقصان کا مختار سمجھ رہا ہے۔ تو اللہ
جل جلالہ کی توحید کا مدعی مت بن۔ اور اپنے آپ کو موحد مومن مت کہہ۔
کہ اس جھوٹے دعوے سے تیرے ہاتھ کچھ نہ آنے گا۔ اور

اُنتالیسویں مجلس

جمعہ وقت صبح ۱۲ رجب ۴۵ھ خانقاہ شریف

عزیزمن اگر تو دنیا اور آخرت کی بادشاہت چاہتا ہے۔ تو اپنے ہر جزو کو اللہ کا بنا کہ کسی عضو کا کوئی فعل بھی غیر اللہ کے لئے نہ ہو۔ ایسا کرے گا۔ تو اپنے نفس کا اور دوسروں کا حاکم وسردار بن جائے گا اور تیرا نفس اور ساری مخلوق تیری فرمانبردار ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ جو اللہ کا غلام بن جاتا ہے۔ تو حق تعالےٰ اپنی ساری مخلوق کو اس کا غلام بنا دیتا ہے حتیٰ کہ حیوانات ونباتات اور شجر وحجر بھی محکوم ومطیع ہو جاتے ہیں ؎

تو ہم گردن زحکم داور پیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

میں نے تو اپنا کام پورا کر دیا۔ کہ مختصر مگر جامع نصیحت کر دی پس میری نصیحت کو قبول کر۔ اور ہر عمل وقول میں اخلاص وتوحید حاصل کر۔ میں نے تجھ سے سچ بات کہی ہے لہٰذا مجھ کو سچا سمجھ۔ اور بندۂ دنیا بن کر اپنے آپ خوار مت بنا۔ یاد رکھ کہ اگر تو جھوٹ بولے گا۔ اور دوسروں کو جھوٹا سمجھے گا۔ تو تجھ کو بھی جھٹلایا جائے گا۔ اور جھوٹ بات ہی تجھ سے کہی جائے گی۔ اور اگر تو سچ بولے گا۔ اور دوسروں کو سچا سمجھے گا۔ تو تجھ کو بھی سچا سمجھا جائے گا اور سچی بات تجھ سے کہی جائے گی۔ غرض جیسا کرے گا ویسا بھریگا۔ ؎

کہا یہ نہیں کرحجب ہے یہاں دن کو دے اور رات لے • کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

عزیز من! مجھے اللہ نے روحانی طبیب بنایا ہے۔ پس اپنے دین کے مرض
کی دوا مجھ سے لے۔ اور اس کا استعمال کر کہ یقیناً صحت و عافیت نصیب ہو گی
پہلے لوگوں کا حال تو یہ تھا۔ کہ اولیاء سلمی کی تلاش میں جو کہ قلوب اور دین کے علاج
و طبیب ہوتے ہیں۔ پورب و پچھم کے چکر لگاتے اور چار طرف ان کو ڈھونڈتے پھرا
کرتے تھے۔ اور جب کوئی روحانی طبیب ان کو مل جاتا۔ تو اس کا دامن پکڑ لیتے۔
اور اپنے دین کی دوا اس سے مانگا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو دین کی قدر اور
قلب کی صحت ان کا عین مقصود تھا۔ مگر آج تمہاری یہ حالت ہے کہ سب
سے زیادہ بُرے اور بغض کے قابل تمہارے نزدیک وہی فقہاء، علماء اور
اولیاء ہیں۔ جو ادب و علم سکھانے والے ہیں۔ پس اس کا تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ
روحانی دوا تمہارے ہاتھ نہ آوے۔ اور قلب کو صحت ہونے کی کوئی صورت ہی
نہ ہو۔ جب دین کی بے قدری اور صحت روحانی سے بے فکری کا یہ عالم ہو۔ تو
بھلا میرا علم اور میری طباعت و معالجہ تیرے لئے کیا مفید ہو سکتا ہے کہ میں تو
روز تیرے لئے ایک بنیاد قائم کرتا ہوں۔ اور تو اسے توڑ دے۔ میں تجھ کو دوا
بتاؤں اور تو اس کو استعمال نہ کرے۔ میں تو تجھ سے کہوں۔ کہ یہ لقمہ مت کھا اس
میں زہر ہے اور یہ لقمہ کھا۔ اس میں دوا و علاج ہے۔ مگر تو میرا خلاف کرے
اور وہی لقمہ کھالے۔ جس میں زہر ملا ہوا ہے۔ تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کیا ہو سکتا
ہے کہ زہر کا اثر عنقریب تیرے دین و ایمان میں ظاہر ہو گا۔ اور ان کو ہلاک کر
دے گا۔ طبیب کا یہ کام تو نہیں کہ دوا بھی وہی کھایا کرے۔ پس نائب رسول
کی شفقت کا اقتضا تو اتنا ہی ہے۔ کہ وہ تم کو حلال و حرام بتائے۔ اور
طاعت کی رغبت اور معصیت سے نفرت دلائے۔ سو اس کو میں انجام دے
رہا ہوں۔ کہ تجھ کو نصیحت کر رہا ہوں۔ ورنہ تیری تلوار سے گھبراتا ہوں۔ نہ تیرا
طلا و نقرہ چاہتا ہوں۔ کیونکہ جو قدرت و جلال والے اللہ کے ساتھ ہو لیے
وہ نیابت کا فرض انجام دینے میں کسی سے بھی ڈرتا اور گھبراتا نہیں نہ جن سے

نہ انسان سے نہ حشرات الارض سے نہ درندوں سے نہ زہریلے جانوروں سے نہ تمامی مخلوق میں کسی شے سے پس اگر دو عالم نجات چاہتے ہو۔ تو علم پر عمل کرنے والے مشائخ کو حقیر نہ سمجھو۔ اور اس کی تعلیم و نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ۔ کہ تم جاہل ہو اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کے نیک بندوں سے ناواقف ہو جو اس کی معیت میں قائم اور اس کے افعال و تصرفات گوناگوں پر راضی ہیں۔

یاد رکھو کہ ساری صحت و سلامتی و رضا بر قضا اور آرزو کی کمی اور دنیا سے زہد و بے رغبتی ہے پس جب تم اپنے اندر کمزوری پاؤ۔ کہ زہد اختیار کرنا اور تقدیری مصیبتوں پر راضی رہنا دشوار تر ہو۔ تو موت کی یاد داشت اور قلت آرزو کو لازم سمجھو کہ جب مرنا اور دنیا کا چھوڑنا یاد رہے گا۔ دو ہزار ہا اس کے انتظامات دل سے ہٹے گا تو پھر کسی دنیوی لذت میں مزہ نہ آئے گا۔ اور زہد و رضا بر قضا خود حاصل ہو جائے گی۔ اس کے بعد طاعت کی رغبت ہو گی۔ اور فرض و نفل عبادت میں مزہ آنے لگے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہ سے حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ حق تعالے نے فرماتا ہے کہ قرب چاہنے والوں نے میرے فرض بنائے ہوئے فرائض ادا کرنے سے زیادہ کسی چیز میں بھی میرا قرب نہیں پایا۔ اور اس کے بعد میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے ہر وقت میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب و مطلوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں ہی اس کی سماعت و بصارت اور ہاتھ اور پشت پناہ بن جاتا ہوں۔ کہ مجھی سے سنتا ہے۔ مجھی سے دیکھتا ہے اور جو چیز بھی پکڑتا ہے مجھی سے پکڑتا ہے۔ یعنی اپنے جملہ افعال کو اللہ تعالے ہی کے انجام دئے ہوئے دیکھتا ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اپنے زور اور اپنی طاقت سے اور اپنی ذات اور دوسروں پر نظر ڈالنے سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً مزدوری کرتا اور کما کر لاتا ہے۔ تو نہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے محنت کی۔ اور پیسہ کمایا۔ اور نہ اس پر نظر

جاتی ہے کہ یہ روزی میری مشقت و تدبیر کا ثمرہ ہے یا صاحب تعمیر امیر کا دیا ہوا ہے۔ بلکہ محض عطا حق اور فعل خدا سمجھتا ہے۔ کہ اس کی ساری حرکات اور قوت و زور محض حق تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ نہ کہ اپنی ذات یا کسی مخلوق سے کیونکہ وہ اپنے نفس اور اپنی دنیا و آخرت کو الگ کونہ میں بٹھا دیتا اور سرتاپا مجسم اطاعت بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا لازمی ثمرہ یہ ہے۔ کہ اللہ کا مقرب بنتا ہے اور طاعت الٰہی اس کے لئے محبت الٰہی کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ طاعت سے محبوبیت و قرب حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور معصیت سے بغض و بد نصیب ہوتا ہے۔ طاعت سے انس حاصل ہوتا ہے۔ اور معصیت سے وحشت۔ کیونکہ مقولہ مشہور ہے۔ کہ جو خطا کرے گا۔ وہ وحشت پائے گا۔ اتباع شریعت سے ہر قسم کی خیر و خوبی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اور شرع کی مخالفت سے شر اور برائی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی تمام حالتوں میں شریعت رفیق نہ ہوئی۔ تو ہلاک ہونے والوں میں ایک تباہ کار وہ بھی داخل ہوا۔

الغرض شریعت کا غلام بن کر عمل کر اور حصول مجبوب میں سعی کر اور اپنے عمل پر بھروسہ مت کر کہ جو عمل نہ کرے اور خدا کے ملنے کی ہوس رکھے وہ طماع اور ابوالہوس کہلاتا ہے۔ اور جو فضل و عنایت الٰہی کو بھول کر اپنے عمل پر بھروسہ رکھتا ہے وہ خود پسند و مغرور کہلاتا ہے۔ پس کوئی کاشت ہی نہ کرے اور غلہ کا متوقع ہو یا کاشت کرے مگر زمین میں بیج ڈالنے کو پیداوار کا سبب حقیقی سمجھے کہ اللہ کا لطف اور امر کوئی چیز نہ سمجھے۔ بہر حال غلہ سے حرماں اور ناکامی کے نتیجہ میں دونوں برابر رہیں گے۔ کہ ایک کی طمع بے محل اور دوسرے کی محنت برباد و ضائع۔ دیکھو اللہ کی مخلوق تین قسم کی ہے۔ ایک وہ لوگ جو دنیا اور آخرت کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو جنت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں۔ جو مخلوق و خالق کے درمیان کھڑے ہیں۔ پس اگر تو زاہد ہے تو پہلے گروہ میں شامل ہے اور دنیا و آخرت کے درمیان

کھڑا ہے۔ کہ کبھی دنیا کو دیکھتا ہے تو اس کی زیبائش اپنی طرف کھینچتی ہے اور کبھی آخرت کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی لذتوں کا بقا اس کا شیدا بنا دیتا ہے اور اگر تو خائف ہے تو دوسرے زمرہ میں داخل اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہے۔ کہ کبھی دوزخ کو دیکھتا ہے تو کانپتا ہے۔ اور کبھی جنت کو دیکھتا ہے تو اس کا عاشق بن کر ادھر لپکتا ہے۔ اور اگر تو عارف ہے۔ تو تیری جماعت سے لاتو اور مخلوق و خالق کے درمیان کھڑا ہے۔ کہ کبھی خالق کی طرف دیکھتا ہے اور سب سے بے تعلق ہوتا ہے اور کبھی مخلوق کی طرف نگاہ کرتا ہے تو ان کو اللہ سے دور پڑا ہوا دیکھ کر مخزون ہوتا ہے۔ لہٰذا سفیر اور رہبر بنا ہوا مخلوق کو تبلیغ کر رہا اور آخرت کے حالات اور حساب کتاب اور جو کچھ بھی وہاں پیش آنیوالا ہے انکو بتاتا بلکہ جو آنکھوں سے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے اس کی ان کو اطلاع دیتا ہے کہ سنی سنائی خبر کا وثوق و یقین آنکھوں سے دیکھے مشاہدہ کی برابر نہیں ہوا کرتا۔ حضرات لقاءالٰہی کے منتظر اور ہر وقت اسی کے متمنی رہتے ہیں۔ مرنے سے ڈرتے نہیں کہ وہ تو ان کے محبوب کی ملاقات کا واسطہ و سبب ہے۔

پس اے عزیز جدا کیے جانے سے پہلے جدا ہو جا۔ اور رخصت کیے جانے سے قبل دنیا کو الوداع کہدے اور اس سے پہلے کہ تیرے بال بچے اور مخلوق تجھکو چھوڑ دے تو سب کو چھوڑ دے کہ یہ سب ہیچ اور چندروزہ دنیا کے ساتھی ہیں۔ جب تو قبر میں جائیگا تو ان میں کوئی بھی تیرے کچھ کام نہ آئے گا۔ پھر ایسی بے سود و بے وفا چیز جو تجھے چھوڑ دے اور پھر چھوڑ دے۔ اور تنگ و تاریک گڑھے میں ڈالنے کے بعد رتی برابر نفع بھی نہ پہنچا سکے بھلا دل لگانے کے قابل کیسے ہو سکتی ہے۔ سب سے بھاگ اور خواہش کے ساتھ اگر مباح چیز بھی کھائی ہے تو اس سے توبہ کر۔ کیونکہ حرام تو رضائے مولا کے خلاف کرنے کا نام ہے۔ اور جب مولا کی جگہ خواہش نفس کو حاکم بنایا تو اللہ کی ناراضی کے سبب اس مباح کا کھانا حرام سے بدتر ہوا۔

عما جو! احتیاط و تقوی ہر حالت میں ملحوظ رکھو۔ کہ تقوی تمہارے دین کا لباس ہے۔ اگر وہ کو تمہارے کپڑے اتار لیں۔ اور کہیں کہ تمہارا کوئی عضو ہم نے نہیں کاٹا ہے لہٰذا

لوگوں کے سامنے جانے میں کوئی دریغ نہ کرو۔ شرم کے مارے تم کسی کے سامنے آتے نہیں اور اگر دین ننگا ہو جائے۔ تو تم کو غیرت نہیں آتی۔ اور بے حیا بن کر جواب دیتے ہو۔ کہ چونکہ مباح چیز کے کھانے میں ہم نے فتوے کے خلاف نہیں کیا اور دین کے کسی حصہ میں شرعاً نقصان نہیں آیا۔ لہٰذا خواہش نفس سے نہ بچنے میں جبکہ تقوی اچھٹ گیا۔ تو کچھ حرج نہیں ہوا۔ باحمیت وغیور بنو۔ اور اپنے دین کا لباس مجھ سے مانگو۔ کہ میں تم کو تقوی کرنا سکھاؤں گا۔ اور تمہارے برہنہ دین کو کپڑے پہناؤں گا۔ میرا اتباع کرو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوں۔ خورد نوش اور نکاح ومعاشرت اور جملہ حالات وخصائل میں آپ کا تابع ومقتدی ہوں۔ اور ہمیشہ اسی طرح رہوں گا یہاں تک کہ میرے وجود سے اللہ جل جلالہ کو جو کچھ مقصود ہے وہ پورا ہو جائے۔ کہ امت محمد طریقۂ رسول پر چلنے لگے۔ اور دنیا کو نور سنت سے لبریز چھوڑ کر چلا جاؤں پس میں اپنی دھن میں لگا ہوا ہوں۔ اور بحمد اللہ متفکر و پریشان نہیں ہوں۔ کہ دیکھئے کامیاب ہوتا ہوں یا ناکام۔ کیونکہ کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مجھے تو اپنے کام سے کام ہے۔ سو اس کو کر رہا ہوں۔ کہ نہ مجھے تیری مدح کا فکر ہے نہ ہجو و مذمت کا نہ تیری داد و دہش کا فکر ہے۔ نہ تیری بندش اور ہاتھ روک لینے کا۔ نہ تیری بھلائی کا فکر ہے نہ برائی کا۔ نہ تیری رجوع اور توجہ کا فکر ہے۔ نہ تیری بے توجہی واعراض کا پس چاہے تو راضی رہے یا ناراض ہو۔ مگر میں نصیحت اور صاف گوئی سے باز نہ آؤں گا۔ کیونکہ جانتا ہوں کہ تو جاہل ہے اور جاہل کی کسی حرکت کی پروا نہیں کی جاتی۔ جس طرح دیوانہ اپنے معالج کو گالیاں دیتا ہے۔ اور معالج کو غصہ کی جگہ اس پر ترس آتا ہے۔ اسی طرح میں تجھ پر ترس کھاتا ہوں اگر تو نے راستہ بھی پالیا۔ اور عبادت بھی کی۔ تو سب بے سود ہے کہ تیری عبادت تجھ کو واپس کر دی جائے گی۔ کیونکہ وہ جہالت کے ساتھ مخلوط ہے اور جہالت تو مجسم فساد ہے۔ کہ قند میں گرے۔ تو اس کو بھی زہر بنا دے"

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے اللہ کی عبادت جہالت کے ساتھ کی۔ تو جتنا وہ سنوارے گا۔ اتنا زیادہ بگاڑے گا۔" پس اپنی تجویز کردہ عبادت و ریاضت کیسی ہی مفید و مستحسن کیوں نہ معلوم اس کو ترک کر کہ اسی کا نام بدعت ہے۔ اور یقین مان کہ جب تک قرآن و حدیث کا تابع نہ بنے گا۔ ہرگز ہرگز تجھ کو فلاح نہ ہو گی۔ اور قرآن و حدیث کا علم تجھ کو متبع شریعت شیخ کے ذریعہ حاصل ہو گا۔ کیونکہ اپنی عقل سے قرآن و حدیث کا مطلب سمجھنا اگر کافی ہوتا تو بہتر فرقے کیسے بنتے۔ آخر ہر فرقہ اپنے آپ کو قرآن و حدیث کا تابع بنا رہا ہے۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ صاحب فلاح و نجات ایک ہی ہے۔ باقی سب گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن و حدیث کو اپنی فہم کا تابع بنایا۔ اور نفسانیت و ضعف ایمان والی عقل سے جو مطلب سمجھا۔ اس پر عمل کیا۔ مگر فرقہ ناجیہ نے قرآن و حدیث کا مطلب معلوم کرنے بھی قرآن و حدیث کا اتباع کیا۔ کہ اپنے زمانہ کے نائب رسول کو جس نے واسطہ در واسطہ مشکوٰۃ نبوت سے فہم و تفقہ حاصل کیا تھا۔ اپنا امام بنایا اور اس سے دریافت کیا کہ بتاؤ کونسی عبادت سنت ہے؟ اسی بنا پر بیعت کی تجدید ضرورت ہوئی۔ کہ مقتدائے امت رسول کا اتباع فرض ہے۔ اور اتباع کا سچا طریقہ ان کے دوسروں کو معلوم ہونا دشوار ہے۔ جنہوں نے زبان محمدی سے علم اور جنان محمدی سے فہم واسطہ سلسلہ حاصل کی ہے۔ ورنہ شیطان کو بدعت و سنت اور ہلاکت کو نجات سمجھا دینا کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ اسی لئے ایک بزرگ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔

جب قرآن و حدیث کے اتباع کئے بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا مطلب کوئی سمجھائے۔ خواہ وہ سمجھانے والا اپنا نفس اور اپنی فہم ہو یا شیخ و مرشد ہو۔ اور اپنی فہم میں ضعف و ظلمت کی وجہ سے شیطانی اثر کا احتمال غالب بلکہ یقینی ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ جو مشائخ و قرآن و حدیث کے عالم بھی ہیں۔ اور سلسلہ بیعت کے اتباع و اتباع سے اس علم شریعت کے سچے عامل و متبع

رسول بھی ہیں۔ ان کا اتباع کر اور اپنی ناقص عقل کو ان کی فہم صائب کے سامنے ہیچ سمجھ کر ان کے ساتھ حسن ظن رکھ کر جس کو وہ حضرت سنت کہیں۔ اس کو سنت سمجھ جس کو وہ بدعت بتائیں اس کو بدعت قرار دے۔ غرض ان کا دامن پکڑ اور ان سے علم حاصل کر۔ اور ان کے سامنے حسن ادب اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا پورا حق ادا کر۔ کہ اب یقیناً فلاح پائے گا۔ اور جب تو نے نہ کتاب و سنت کا اتباع کیا۔ اور نہ ان مشائخ کا جو کتاب و سنت کے عارف و عالم ہیں تو یاد رکھ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ کیا تو نے بزرگوں کا مسلم قول نہیں سنا۔ کہ جس نے اپنی رائے پر قناعت کی۔ مرشد کی تعلیم و تقلید کو ضروری نہ سمجھا وہ گمراہ ہوا۔ پس اس کی صحبت و خدمت سے اپنے نفس کو مہذب بنا۔ جس کا علم تجھ سے زیادہ ہے۔ اور سلسلہ کی برکت سے ان کی فہم منور ہو چکی ہے۔ ایسے مرشد کا آستانہ پکڑ لے اور اصلاح نفس میں مشغول ہو۔ اس کے بعد دوسروں کی طرف جائیو۔ کہ جب تک صالح نہ بنے گا مصلح بننا ہرگز نہ آسکے گا۔ دیکھ شریعت نے تو نان و نفقہ تک میں بھی اسی کی رعایت رکھی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اول اپنے نفس کو دے پھر اہل و عیال کو۔ کہ جن کی خبر گیری تیرے ذمہ ہے۔ بلکہ یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ صدقہ ہی نہیں۔ جب تک کہ اپنا عزیز ضرورت مند و محتاج ہو۔ جب حیات دنیوی کے متعلق یہ تاکید ہے۔ تو حیات اخروی کی غذا میں یہ کیا حکم نہ ہوگا۔ کہ جب تک اپنا نفس صالح و صاحب نسبت نہ بن جائے اس وقت تک امت محمدیہ کا ہادی و مرشد بننا ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ معصیت ہے۔ کیونکہ ؏

آں کس کہ خود گم است کرا رہبری کند۔

چالیسویں مجلس

یکشنبہ وقت صبح ۱۴ رجب ۵۴۵ھ خانقاہ شریف

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا جب اللہ اپنے بندہ کے ساتھ بھلائی کا قصد کرتا ہے۔ تو دین کے متعلق اس کو سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے نفس کے عیوب اس کو دکھاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ دین کی ہم فہم نفس کی شناخت کا سبب ہے۔ کہ جس کو دین کے متعلق فہم صائب نصیب ہوئی۔ اس نے اپنے نفس کا مجسم شر اور پیکر ظلمت و نقص ہونا گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور عیوب نفس کا معلوم نہ ہونا ہی معرفت الٰہی کے لئے سد راہ بنا ہوا تھا۔ لہٰذا نفس با عیب کی واقفیت کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے بے عیب خالق سے واقف اور اس کی جلالت و قدرت و شاہنشاہی سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس نے تمامی اشیا کو پہچان لیا۔ کہ جنت ہو یا دوزخ اور مال ہو جاہ اور بادشاہ ہو یا وزیر اور سبب ہو یا غیر سبب ہر چیز کی حقیقت معلوم ہو گئی جس کا لازمی اثر یہ ہے۔ کہ پائدار کے سامنے ناپائدار کو ہیچ سمجھ۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ فہم دین کی وجہ سے بندہ کی بندگی متحقق ہوتی۔ اور ایک اللہ کا غلام بننا اور اس کے سوا ہر چیز کی غلامی سے آزاد و رہا ہونا صحیح ہوتا ہے یہی اصلی فلاح و بھلائی ہے۔

پس اے عزیز یاد رکھ! کہ جب تک تو اللہ کو تمام چیزوں پر ترجیح نہ دے گا۔ نہ تجھے فلاح نصیب ہوگی نہ نجات۔ پس اگر اپنے دین کو ترجیح دے گا۔ اپنی خواہش پر اور اپنی آخرت کو ترجیح دے گا۔ اپنی دنیا پر اور اپنے خالق کو ترجیح دے گا۔ مخلوقات پر تو اس میں تیری سلامتی ہے۔ اور اپنی خواہش کو اپنے دین پر اور اپنی دنیا کو اپنی آخرت پر

مخلوق کو اپنے خالق پر مقدم سمجھتے ہیں۔ تیری ہلاکت و بربادی ہے بس اپنی بات پر عمل کرے۔ کہ یہی تجھ کافی ہے۔ کیونکہ دین و دنیا کی ساری خوبیاں اس میں آ گئیں۔ مگر تو حق تعالیٰ سے ایسا محجوب ہے جیسے انڈے کے اندر بچہ ہوتا ہے کہ آسمان کو جانتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تجھ کو قبولیت دعا نصیب نہیں کیونکہ قبولیت تو حاضری کے بعد ہوا کرتی ہے۔ پس اگر تو عمل سے اللہ کا کہنا مانتا اور اس کے حکم پر تعمیل کے لئے فوراً کھڑا ہو جاتا۔ تو وہ تیرے سوال کے وقت تیرا کہنا مانتا۔ اور درخواست کو پورا فرماتا۔ کیونکہ غلہ کا وجود کاشت کے بعد ہوا کرتا ہے۔ پس کاشت اور ہل چلانے کی محنت اٹھا۔ تاکہ پیداوار کو کاٹے اور غلہ کا خرمن تجھ تک آئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے۔ کہ یہاں جیسا بیج بوؤ گے وہاں ویسا ہی کاٹو گے۔ پس جس طرح غلہ کی معمولی کاشت زمین میں ہوا کرتی ہے۔ تو دین کی اس کاشت کو قلب میں کر۔ مگر اس کا بیج گیہوں اور چنا ہے۔ اور اس زراعت کا تخم ایمان ہے اور اس کا ہل چلانا اور پانی دینا اور سینچنا یعنی اعمال نیک اعمال سے ہوگا۔ کہ جب زمین قلب میں تخم ایمان ڈالنے کے بعد اعمال صالحہ کی پابندی رکھی جائے گی۔ تو اب آخرت میں لقاء جنت اور دیدار خدا اس کا غلہ و ثمر، ہاتھ آئے گا۔ اور جیسے کاشت کے لئے زمین کا نرم ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی اس کاشت کے لئے ہے۔ کہ جب میں نرمی و شفقت اور رحمت ہوگی۔ کہ دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر دل دکھے گا۔ اور ترس کھائیگا۔ تو تخم ایمان بھی اس میں جمے گا اور اگے گا۔ اور جب قلب سخت بدخو اور زشت ہوگا۔ تو گویا تخم ایمان کی زمین بنجر و شور رہے اور سب جانتے ہیں۔ کہ شور زمین پیداوار نہیں ہوا کرتی جس قلب میں شفقت و نرمی نہ ہو۔ وہ پتھر کی خاصیت رکھتا ہے پس جب تو پہاڑ کی چوٹی پر بیج بوئے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اگنے کا نہیں قریب ہے کہ ضائع و برباد ہو۔ اسی طرح سخت دل میں محبت الٰہی کی تخم ریزی بار آور نہیں ہوتی

اس کھیتی کرنے کو اس کے کاشتکار سے سیکھ اور اپنی رائے پر اکتفا نہ کر
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر صنعت میں اس
کے ماہر سے اعانت چاہا کرو۔ کہ تجارت کا علم تاجر بتائے گا۔ اور فن کتابت کسی
خوشنویس سے سیکھنا پڑے گا۔ اسی طرح قلب میں محبت الٰہی کے بیج بونے اور
بار آور بنانے کا طریق مشائخ اور اولیاء روحانی سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ پس
اگر علم ظاہر پر اپنی رائے سے عمل کرنا کافی سمجھ لیا۔ تو ایسا ہے جیسے لکھنا سیکھے
بغیر کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ عمل سے حال پیدا نہ ہوگا اور
اخلاص جو محبت الٰہی کا ثمرہ ہے۔ ہرگز نصیب نہ ہوگا۔ نماز روزہ سب دنیا کے
کمانے کے لئے بن جائے گا۔ مگر افسوس کہ تو مشائخ سے بھاگتا اور دنیا کی کھیتی میں
مشغول ہے نہ کہ آخرت کی کھیتی میں۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ طالب دنیا کو نجات
نصیب نہیں ہوتی۔ اور طلب آخرت کے ساتھ اللہ جل جلالہ نظر نہیں آتا۔ پس اگر تو
آخرت چاہتا ہے اور جنت کی راحت کا طالب ہے۔ تو دنیا کو چھوڑنا ضروری سمجھ۔
اور اگر اللہ جل جلالہ کو چاہتا ہے تو حظوظ کو خواہ دنیا کے ہوں یا آخرت و جنت کے اور
جملہ مخلوق کو چھوڑنا لازم سمجھ کہ اللہ تک پہنچ جائے گا۔ پھر جب یہ وصول الی اللہ تیرے
لئے صحیح ہو جائے گا۔ تو دنیا و آخرت اور حظوظ و مخلوق سب ہی چیزیں تیہا ڈکر تا تیرے
پاس آئیں گی کیونکہ رب تیرے ساتھ ہے۔ اور ساری شاخیں اسی جڑ کے تابع ہیں۔
لہٰذا عاقل بن اور وہ صورت اختیار کر کہ اللہ بھی حاصل ہو اور دین و دنیا کی ساری
لذتیں بھی نصیب ہوں۔ مگر تیرے پاس تو نہ ایمان ہے نہ عقل ہے نہ تمیز ہے۔ تو
مخلوق کے ساتھ وابستہ اور ان کو شریک خدا بنائے ہوئے ہے۔ اس لئے دنیا کی
سچی لذتوں سے بھی محروم ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے توبہ نہ کی۔ تو ہلاکت یقینی ہے
اہل اللہ کے راستہ سے الگ ہٹ۔ ان کے دروازہ سے دور ہو۔ تلب کے بغیر
محض اپنے بدن کے مونڈھے ہلا ہلا کر ان کی صف میں گھس۔ اپنے نفاق اور خالی
دعووں اور ہوس سے ان میں شامل ہونا چھوڑ۔ کیونکہ اگر تو ان کی صف میں

شامل ہو سکتا ہے۔ تو صرف قلوب و باطن کے ذریعہ سے اور توکل کے کاندھوں پہ
سہارا دے کر اور مصیبتوں پر صابر اور مقسوم پر راضی رہنے سے ہو سکتا ہے۔

عزیز من! اللہ جل جلالہ کے سامنے ایسا بن جا۔ کہ مصیبتیں تجھ پر نازل ہوں
اور تو اس کی محبت کے پاؤں پر جا کھڑا رہے۔ کہ ذرا طرز نہ بدلے۔ نہ تجھ کو ہوائیں
اور بارشیں جگہ سے ہلا سکیں۔ اور نہ برچھیاں تجھ کو پھاڑ سکیں۔ غرض باطن و ظاہر
دونوں سے ثابت و راسخ اور اس مقام حضوری پر قائم رہے۔ جہاں نہ خلق ہو نہ
دنیا ہو نہ آخرت۔ نہ وہاں حقوق ہوں نہ حظوظ نہ چون ہو نہ چرا اور نہ حق تعالٰے
کے سوا کوئی چیز کہ مخلوق پر نظر اور اہل و عیال کا بار معیشت تجھ کو مکدر و پریشان
نہ بنائے۔ اور متاع دنیا کی قلت و کثرت یا کسی کی مذمت و تعریف یا مخلوق کی
رجوعات و بے رخی تیری حالت کو بدلے۔ استقامت اسی کا نام ہے آخر تعالٰے
معیت میں ایسی طرح رہے کہ جو جن و بشر اور ملائکہ اور ساری مخلوق کی عقل و فہم
سے باہر ہو۔ کہ تیرے بے نظیر استقلال کو دیکھ کر مجنوں اور فرہاد کے قدر دان بھی
حیران ہو جائیں۔ کیا خوب کہا ہے ایک بزرگ نے کہ اگر تو طلب میں سچا ہے تو خیر
ورنہ ہمارے پیچھے مت آ۔ کہ فضول وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔

صاحبو! اگر محبت الٰہی کے شیدا ہو۔ تو یاد رکھو کہ جو شرح میں نے کی۔ اس کی
بنیاد مصائب مقدرہ پر صبر اور ہر طاعت بلکہ حرکت و سکون میں اخلاص ہے۔ تو
چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ نفاق برتوں اور گفتگو میں نرمی کروں۔ تو اپنے نفس
پر اتراتا اور نازاں ہوتا اور گمان کرتا ہے کہ کچھ ہے نہیں نہیں اسکی کوئی عزت نہیں ہے
خوب سمجھ لے کہ آج میرا دامن پکڑے بغیر مقبولیت کا حصول دشوار ہے۔ میں
آگ ہوں۔ اور آگ پر بجز سمندر جانور کے کہ وہ آگ ہی میں انڈے بچے دیتا اور وہی
نہیں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اور کوئی نہیں جم سکتا۔ تو کوشش کر کہ مصائب اور مجاہدوں
مشقتوں اور قضا و قدر کے گرزوں کے نیچے صبر و استقلال کی آگ میں سمندر بن کر
رہے تاکہ میری صحبت اور گفتگو کی سختی سننے اور ظاہراً و باطناً اور کھلے چھپے اس پر

عمل کرنے میں جم سکے۔ کر اول اپنی خلوت میں عمل کرے اور دوسرے درجہ میں جلوت کے اندر تیسرے درجہ میں اپنے وجود اور ہستی کے ابتلا میں اگر یہ تیرے لئے صحیح ہو گیا۔ تو حق تعالےٰ کی مشیت و تقدیر سے دنیا اور آخرت دونوں میں تجھ کو نجات نصیب ہو گی۔ خوب سمجھ لے کہ جو چیز بھی اللہ جل جلالہٗ کی ہے اور جس پر صادق آتا ہے کہ وہ اللہ کا حق ہے۔ تو اس کے متعلق خواہ کوئی بادشاہ ہو یا شاہزادہ کسی کی بھی میں رعایت نہیں کر سکتا۔ اور حکم الٰہی کے بغیر مخلوق میں کسی کی طرف بھی میں توجہ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ کی مخلوق سے اللہ کا حق وصول کرنے میں طاقت الٰہی کو کام میں لاتا ہوں اور کمزور نہیں بنتا۔ ہاں اپنی ذات کے متعلق کوئی بات ہو۔ تو اس وقت ذاتی قوت کو کام میں لاتا اور مخلوق کے بارہ میں نفس کی موافقت کرتا ہوں۔ کہ جس کے ہاتھ بھی نفس رعایت کرنے کو کہتا ہے اس کو مان لیتا ہوں۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ مخلوق کے بارہ میں اللہ جل جلالہٗ کی موافقت کر اور اللہ کے بارہ میں مخلوق کی موافقت مت کر ٹوٹ جائے جو کوئی بھی ٹوٹے اور جڑا رہے جو کوئی بھی جڑا رہے۔ غرض جس امر میں بھی یہ تزاحم ہو گا کہ اللہ کا حکم ماننے سے مخلوق ناراض ہوتی ہے۔ اور مخلوق کی مرضی کے موافق چلنے سے اللہ ناخوش ہوتا ہے۔ وہاں مخلوق کو پس پشت ڈالنا پڑے گا۔ کیونکہ مخلوق کے ساتھ تعلق اللہ کی وجہ سے ہے نہ کہ برعکس۔ پھر میں تیری کیا پروا کروں۔ تو اللہ جل جلالہٗ کا نافرمان اس کے احکام و نواہی کو حقیر اور معمولی سمجھنے والا اس کی تضاد و قدر میں اس سے نزاع رکھنے والا اور شب و روز اس کی دشمنی پر تلا ہوا ہے۔ لہٰذا تو اس کا معتوب و ملعون ہے اور ملعون الٰہی کی کیا پروا کرے جسے اللہ سے تعلق نہ ہو بلکہ ملعون کے مال یا اس کی تلوار کو خدا سمجھے ہوئے ہو۔ حق تعالےٰ نے اپنے ایک کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں۔ اور جب راضی ہوتا ہوں۔ تو برکت عطا فرماتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب

میری نافرمانی ہوتی ہے۔ تو میں غصہ ہوتا ہوں۔ اور جب غصہ ہوتا ہوں۔
تو لعنت کرتا ہوں۔ اور میری لعنت ساتویں پشت تک پہنچتی ہے۔

سنو اے عزیزو! اور کثرت جاہ و مال پر مغرور نہ ہو۔ یہ ایسا نازک
اور پر فتن زمانہ ہے کہ ایک انجیر کے بدلہ دین و مذہب کو بیچ دیا جاتا ہے
یہ زمانہ طول امل اور خوف حرص کا ہے کہ امرا کو دیکھ کر ہر ایک کو حرص ہوتی
ہے۔ اور طلب دنیا میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اے عزیز کوشش
کر کہ ان لوگوں میں سے نہ بنے جن کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کے
کئے ہوئے اعمال کی طرف ہم آئے۔ پس ان کو پراگندہ غبار بنا دیا۔ کہ
ان کا وجود و عدم برابر ہو گیا۔ اور خالی ہاتھ رہ گئے۔ کیونکہ وہ نماز روزے
امرا کی خاطر اور دنیا کی نیک نامی کے لئے کئے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر وہ
عمل جس سے مقصود غیر اللہ ہو وہ بیکار اور ایسا ہے جیسے پراگندہ غبار
کہ برائے نام وجود نظر آتا ہے۔ اور حقیقت میں خاک بھی نہیں۔ وائے تجھ پر
اگر تیری حالت عوام پر پوشیدہ بھی رہی۔ تو خواص پر تو پوشیدہ نہیں ہے۔
تیرا کھوٹ دیہاتی سے چھپا رہتا ہے۔ مگر صراف سے نہیں۔ جاہل سے چھپ
سکتا ہے مگر عالم سے نہیں۔ اور واسطہ علیم و خبیر ہی سے پڑتا ہے۔ لہٰذا عمل
کر۔ اور عمل میں اخلاص پیدا کر۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور لایعنی
و بے سود کی مشغولیت چھوڑ۔ دوسرے سب لایعنی میں شامل ہیں۔ لہٰذا ان کی
اصلاح میں مشغول نہ ہو۔ صرف اپنے نفس کی فکر میں لگ کہ اس کو مغلوب و
مطیع اور اپنا قیدی بنا۔ اور اپنی سواری بنائے کہ اس پر سوار ہو کر دنیا کے
جنگل و بیابان قطع کرے۔ یہاں تک کہ آخرت کو پہنچ جائے۔ اور اس پر سوار
ہو کر مخلوق کو طے کرے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ تک پہنچ جائے یہاں تک
کہ جب یہ حالت تیرے لئے کامل ہو جائے گی۔ اور تجھ میں قوت آجائے گی
کہ تو دوسروں کو بھی اپنے پیچھے بٹھا سکے گا۔ اور اس کو دنیا سے نکال کر حق تک

پہنچائے گا۔ اور حکمتوں کے نوالے اس کے منہ میں دے گا۔ اور جب اپنی ہی حالت کمزور ہے تو دوسروں کی اصلاح کا فکر عبث دیوسودہے ہے

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

ہر بات میں راست گوئی اختیار کر اور اپنا جھوٹ بنا ہنے کے لئے کبھی تاویل مت کر۔ کہ تاویل کرنے والا غدار ہوتا ہے اور تاویل کی حاجت کسی خوف یا توقع ہی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا مخلوق سے نہ خوف کر نہ توقع رکھ۔ کہ یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھ کہ بلندی نصیب ہو گی۔ بے شک حق تعالے تیری ہمت اور سچائی اور اخلاص کے مطابق تجھ کو دیگا۔ لہٰذا جد وجہد کر اور عمل کے درپے ہو۔ اور توفیق کا طالب بن۔ کہ تجھ سے کچھ بن نہیں سکتا۔ اور تیرا ہونا بھی مزدوری ہے۔ پس اعمال صالحہ کی تحصیل میں ایسی محنت اٹھا۔ جیسا کہ رزق کی تحصیل میں محنت اٹھاتا ہے۔ کہ تدبیر بھی کرتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے ہوگا وہی جو تقدیر میں ہے۔ شیطان عوام الناس کے ساتھ ایسے کھیلتا ہے جیسے تم میں کوئی۔ گیند سے کھیلتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے گھوڑے کو جدھر چاہتا ہے گھماتا ہے اسی طرح شیطان جدھر چاہتا ہے چکر دیتا ہے۔ اس کے قلوب کی گدھی پر جا بیٹھتا اور چابک مارتا اور جو چاہتا ہے خدمت لیتا ہے۔ ان کو خلوت خانوں سے نیچے اتارتا اور محرابوں سے باہر نکالتا اور غلام بنا کر اپنی خدمت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ اور نفس چونکہ شیطان کی اس کارروائی میں مدد کرتا اور اس کے سامان اس کے لئے مہیا کیا کرتا ہے۔ پس اس کی چالوں سے بچنا اپنی تدبیر سے ناممکن ہے لہٰذا توفیق الٰہی درکار ہے۔ اور توفیق کے حصول کی صورت یہ ہے۔ کہ با توفیق مردان خدا یعنی مشائخ کا دامن

پکڑا جاتے۔

پس اے عزیز راہبر کو ساتھ لے کر راستہ چل اپنے نفس کو بھول کے اور خواہشات و لذات و خرافات سے باز رکھنے کے چابک سے مار اور اپنے قلب کو خوف اور مراقبہ کے چابک سے مار۔۔

اپنے قلب کو خوف اور مراقبہ کے چابک سے مار و استغفار کو اپنے نفس اور قلب و باطن کی عادت بنا۔ کہ ان میں سے ہر ایک کا گناہ ہے۔ جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو توبہ کی جدا حاجت ہے۔ ان ہر حالت میں اللہ کی موافقت و متابعت کا پابند بنائے رکھ۔ اے کم سمجھ جبکہ تقدیر کا رد کرنا یا اس کو بدلنا یا مٹا دینا یا اس کے خلاف کر سکنا تیرے امکان میں نہیں ہے۔ تو اس کے ارادہ کے خلاف ارادہ ہی مت کر۔ جب کہ تجھ کو وہی پہنچتا ہے جو وہ چاہتا ہے تو تجھ کو چاہیئے۔ کہ کچھ چاہتے ہی نہیں اور جب وہ چیز ہو ہی نہیں سکتی جس کو وہ چاہے تو اپنے نفس اور قلب کو اس کے ہو جانے کی کوشش میں فضول مشقت کے اندر مت ڈال۔ بس راضی برضا بنا ہوا پڑا رہ اور عسر و یسر کچھ اپنے رب کو سونپ اور اسی کی طرف رجوع اور توبہ کے ہاتھ سے اس کی رحمت کا دامن پکڑ لے۔ پس جب تو اس حالت پر رہے گا۔ تو دنیا کی وقعت تیرے قلب اور چہرہ کی باطنی اور ظاہری دونوں آنکھوں سے گر جائے گی، اور پھر اس کی مصیبتوں کا تحمل اور اسی کی خواہشات و لذات کا ترک تیرے لئے آسان ہو جائے گا۔ کہ نہ فاقہ و درشتی و حادثہ کی تکلیف محسوس ہو گی۔ اور نہ تو اس کے لئے ڈنک مارنے کی شکایت کرے گا اور ڈسنے کی۔ تیرے نفس اور مصیبت کی تکلیف کا وہ قصہ ہو گا جو فرعون کی بی بی حضرت آسیہ رضی اور ان کی تکلیف کا تھا۔ کہ جب فرعون کو تحقیق ہو گیا۔ کہ آسیہ رضی اللہ جل جلالہٗ پر ایمان لے آئی ہیں۔ تو اس نے ان

کو چھ مینحا کرنے کا حکم دے دیا۔ پس ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے
کی میخیں ٹھوک دی گئیں۔ اور چابکوں سے ان کو تکلیف پہنچانی شروع کر دی
حضرت آسیہؓ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو دیکھا کہ جنت کے دروازے
کھلے ہوئے ہیں۔ اور فرشتے اس میں ایک محل تیار کر رہے ہیں۔ اتنے میں ملک الموت
ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے آسیہؓ
یہ محل تمہارے لئے تعمیر ہو رہے ہیں۔ پس وہ ہنس دیں اور فرعونی سزا کی
تکلیف سب جاتی رہی۔ اور عرض کیا کہ میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت
میں ایک محل بنا۔" پس اسی طرح تو بن جائے گا۔ کیونکہ جو کچھ وہاں نعمتیں ملتی
ہیں۔ ان کو اپنے قلب اور یقین کی آنکھ سے دیکھ لے گا۔ لہذا یہاں کی
بلاؤ آفات پر صابر بن جائے گا۔ اور اپنی طاقت و قوت کی قید سے نکل جائیگا
کہ لینا دینا اور حرکت و سکون سب اللہ کی طاقت و قوت سے ہوگا۔ غرض
اس کے سامنے تو فنا ہو جائے گا۔ اور اپنا سارا کام اس کو سونپ دے گا
اور اپنا قصہ ہوگا۔ یا مخلوق کا سب میں اس کی موافقت کرے گا۔ کہ نہ اس
کی تدبیر کے ساتھ کہیں اپنی تدبیر کو دخل نہ دے گا۔ نہ اس کے حکم کے ساتھ
اپنے حکم کو اور نہ اس کے اختیار کے ساتھ اپنے اختیار کو۔ جو اس حال
سے واقف ہوا وہ اس کے سوا نہ کسی کا طالب ہوتا ہے اور نہ اس کے
سوا کچھ آرزو ہوتی ہے ۔

از خدا غیر خدا خواستن ؛
نیست آرزو نی بجز بکلی کاستن

اور حقیقت میں کام کی بات بھی یہی ہے کہ وصول ہو یا نہ ہو مگر اس
طلب میں مر کھپے ۔

یا بم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

اور جب یہ امر مسلم ہے۔ کہ حق تعالے کی صحبت و معیت اس حالت کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ تو پھر جس کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ اس تمنا و آرزو میں کیوں نہ رہے۔ بلا ریب وہ اس تمنا کو عین مقصود سمجھے گا۔ اور بار بار دعا مانگے گا۔ کہ ؂

یا رب رودکون بے نیازم گرداں

وز افسر فقر سرفرازم گرداں

در راہ طلب محرم رازم گرداں

زاں رہ کہ نہ سوئے تست بازم گرداں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

انوارِ سبحانی
سیدنا حضرت شیخ
عبدالقادر جیلانیؒ
کے
بصیرت افروز
چالیس خطبات
علمی کتب خانہ، مظفر گڑھ
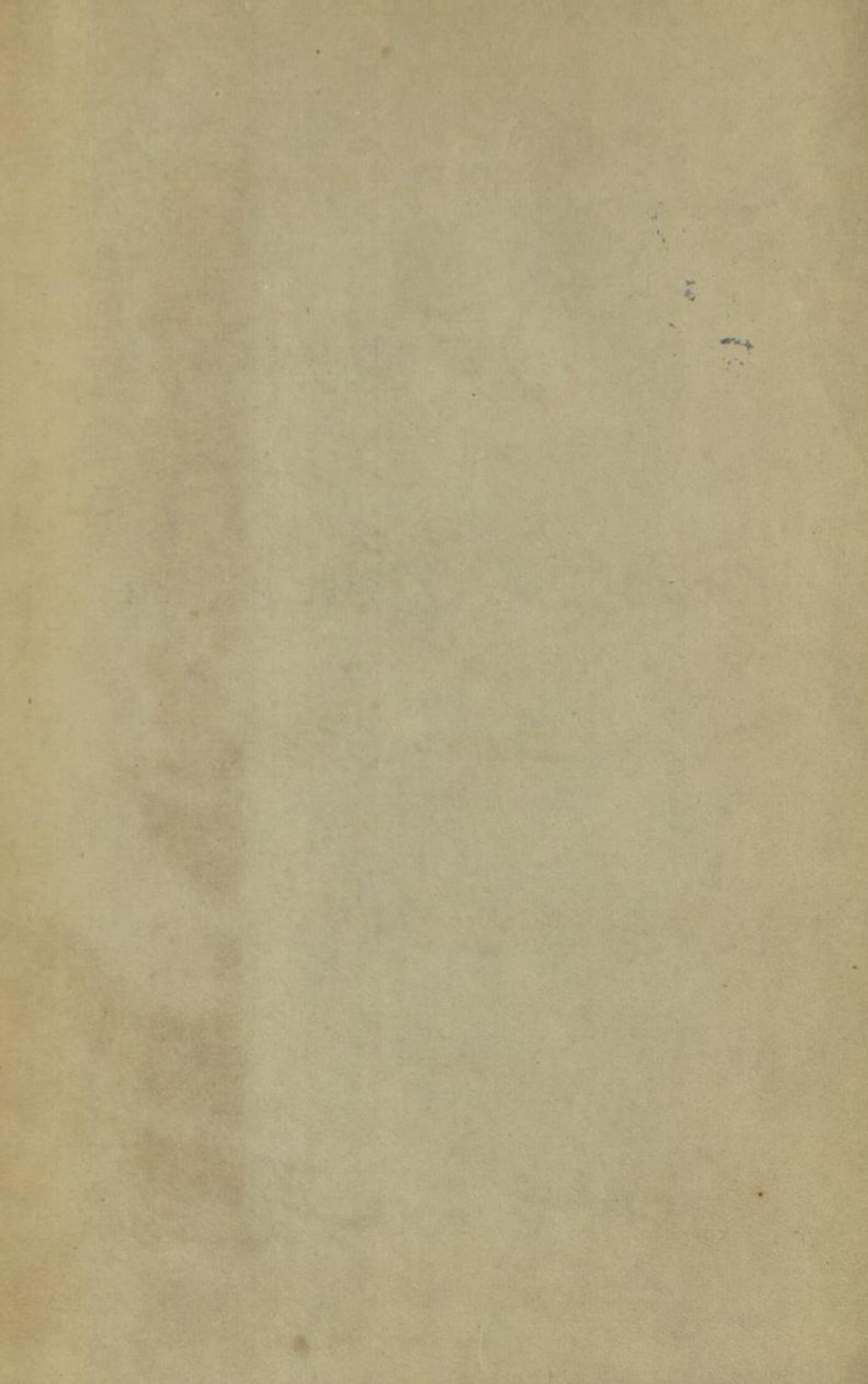
تطہیر فکر اور تعمیر سیرت کے لئے بہترین کتاب

انوارِ سبحانی

(ترجمہ و شرح فتح ربانی)

امام ربانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

کے

چالیس بیش قیمت خطبات کا مجموعہ

مترجم

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (مرحوم) مولوی فاضل

ناشر

علمی کتب خانہ مظفر گڑھ

ناشر ۔۔ ۔۔ ۔۔ علمی کتب خانہ ۔ منظفر گڑھ
طابع ۔۔ ۔۔ ۔۔ انصاف پریس لاہور

تعداد ۔۔ ۔۔ ۔۔ ایک ہزار
قیمت ۔۔ ۔۔ ۔۔ پانچ روپے

لاہور میں ملنے کا پتہ

سٹوڈنٹس اون بک ڈپو ۔ اردو بازار ۔ لاہور

فہرس

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب انوارِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امام ربّانی کے ان چالیس خطبات کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے مختلف اوقات میں طالبین حق کے سامنے ارشاد فرمائے۔ اس نایاب کتاب کی اشاعت حضرت امام ربانی کی زندہ کرامت سے کم نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ :-

ایک محترم بزرگ کے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ اس حالت میں کسی طرح محفوظ رہا۔ کہ اس کے تمام حاشیے دیمک نے چاٹ لئے تھے۔ اور صرف الفاظ ہی بمشکل اس کی دست بُرد سے بچے رہے۔ کاغذ اس قدر بوسیدہ ہو چکا تھا۔ کہ اگر ہاتھ بھی لگے۔ تو اس کے کئی ٹکڑے ہو جائیں۔ موصوف کی دلی خواہش تھی۔ کہ ۳۰۰ سال پرانی اور نایاب کتاب جو اپنے اندر بیش قیمت ذخیرہ رکھتی ہے۔ کسی طرح طبع ہو کر محفوظ ہو جائے۔ تاکہ تطہیر فکر اور تعمیر سیرت کے خواہش مندوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے۔

چنانچہ خاکسار نے اس کی طباعت کے لئے سرمایہ دار ناشرین کتب کی طرف رجوع کیا۔ چونکہ اس وقت مارکیٹ میں سستے ناولوں اور مخرب اخلاق افسانوں کی زیادہ مانگ ہے۔ اور یہی چیزیں کاروباری نقطہ نظر سے زیادہ منفعت بخش ہیں۔ لہٰذا کوئی صاحب بھی ایسی پاکیزہ کتاب جس کی بظاہر کوئی مانگ نہیں ہے کی اشاعت پر آمادہ نہ ہو سکے۔

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس خاکسار نے توکلاً علی اللہ اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اور اپنی بے سرو سامانی کے باوجود اس کے حسن ظاہری و باطنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس کوشش میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ قارئین کرام پر ہے ؎

مجھے یقین ہے۔ کہ یہ کتاب نہ صرف تصوف و سلوک کے طالبین کے لئے ہی مفید ہے۔ بلکہ قوم کے تمام طبقوں کے سنجیدہ حضرات کے لئے اخلاقی اور روحانی ترقی کا اہم زینہ ہے۔ خدا کرے کہ جس طرح نیک جذبے اور خلوص سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے۔ اسی طرح قارئین کرام اس سے پوری طرح مستفید ہوں ؎

آخر میں میں ان محترم بزرگ کا نہایت شکر گزار ہوں۔ جن کے والہانہ شوق و وارفتگی نے مجھے اس کتاب کو طبع کرانے کا شرف بخشا ؎

اپنے عزیز دوست عبدالرحمٰن صاحب سلیم کا شکریہ ادا نہ کرنا صریح ناانصافی ہو گی۔ جنہوں نے اپنے بیش بہا تجربات سے میری ہر قسم کی مدد کی ؎

علمی کتب خانہ۔ مظفر گڑھ
۳۱ اگست ۵۶ء

خاکسار
محمد افضل بدر

دیباچہ طبع ۱۳۳۹ھ از مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ ۱۳۳۳ھ میں بندہ نے الفتح الربانی کا سلیس ترجمہ کیا تھا۔ جو اس سال ماہ ربیع الثانی میں فیوض یزدانی کے نام سے طبع ہوا۔ اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ حضرت محبوب سبحانی کے کلمات طیبات، چونکہ اس درجہ جامع اور حاوی تھے۔ کہ ترجمہ میں اُن کا مفہوم ادا کرنا بے حد دشوار تھا۔ اس لئے فیوض کے دیباچہ میں بندہ نے لکھ دیا تھا کہ اب کی مرتبہ اس کی شرح کر دوں گا۔ جس سے ان دقیق مضامین کی وضاحت ہو جائے گی۔ اور ضروری اضافہ سے ہر وعظ ایسا مسلسل ہو جائے گا۔ جس کو ترجمہ بھی کہہ سکیں گے اور شرح بھی کیونکہ حضرت قطب جیلانی کی زبان سے نکلے ہوئے ان الفاظ کا ترجمہ جن کو آپ کے خلیفہ شیخ عفیف الدین نے اثنا بیان میں قلمبند کیا تھا۔ خط کے نیچے کر دیا جائیگا۔ تاکہ اگر صرف خط کشیدہ عبارت کو پڑھا جائے۔ تو الفتح الربانی کا خالص ترجمہ ہو گا۔ اور مسلسل عبارت مع اضافہ کو پڑھا جائے۔ تو مربوط و عام فہم ایسا مشرح وعظ ہو گا۔ کہ عامی سے عامی بھی اس کو سمجھ سکے گا اور استعداد و طلب کے موافق ہر شخص اس سے روحانی برکات و تجلیات کا فیضان حاصل کرے گا۔ ہر چند کہ دیباچہ فیوض میں بندہ نے وعدہ کیا تھا۔ کہ یہ شرح ماہ رجب میں تیار ہو جائے گی۔ مگر چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر کتاب کی اشاعت میں مسلسل التوا ہوتا رہا۔ ادھر فیوض کے ختم ہو جانے سے طالبین کا اصرار بڑھا۔ کہ شرح ضرور تیار ہو۔ اور ادھر بندہ کو خیال ہوا کہ جو دن گذرتا ہے وہ موت کے قریب لاتا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنی دیرینہ مراد کو پورا کر

ہوں۔ اور جس طرح بن پڑے اس گوہرِ شہوار کو ذخیرۂ آخرت بنا کر چھوڑ جاؤں۔ لہٰذا بنامِ خدا مستعد ہوا اور چالیس وعظ کو حصہ اوّل قرار دے کر مشرح طبع کرا دیا جو نذر ناظرین ہے اگر توفیق شامل حال ہوئی۔ تو ممکن ہے کہ بقیہ اس کا حصہ دوم کے نام سے طبع ہو جائے۔ ورنہ پیاسوں کی تشنگی دور کرنے کے لئے یہ حصہ بھی انشاء اللہ کافی ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ تنہائی میں یکسو ہو کر غور و تامل کے ساتھ اس کتاب کے مطالعہ سے خاندانِ قادریہ کا روحانی فیضان مترشح ہوتا اور انس باللہ و تعلق مع اللہ خصوصاً رضا برقضا اور تفویض و تسلیم کا سکون بخش ابرِ نیساں برستا ہوا محسوس ہوتا ہے لہٰذا جو صاحب بھی اس سے منتفع ہوں۔ وہ بندۂ ناچیز کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اس کو بھی محبتِ الٰہی کا خاتمہ نصیب ہو۔ اور دنیا کو الوداع کہتے وقت لقاء حق کے شوق میں بزبانِ حال اس شعر کو پڑھتا ہوا داعی اجل کو لبیک کہے ؎

بے حجابانہ در آ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

عاشق الٰہی میرٹھی

۲۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۹ھ

حضرت شیخ عبد القادرؒ جیلانی کی

زندگی کے مختصر حالات

ولادت باسعادت

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ملک ایران کے ایک قصبہ جیلان یا گیلان میں سنہ ۴۷۱ھ میں تولد ہوئے۔ اس لئے جیلانی یا گیلانی کہلائے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سید ابو صالح موسیٰؒ تھا۔ ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اس عمر میں اولاد کا ہونا بجائے خود ایک کرامت ہے عورت کے لئے یہ ایک ایسی عمر ہے۔ جس کو اولاد سے مایوس ہونے والی عمر کہا جاتا ہے۔

ابتدائی زندگی

ابھی حضرت شیخ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ کہ آپ کے والد محترم انتقال فرما گئے۔ آپ کی والدہ سوت کات کات کر فروخت کرتیں جس سے گذر اوقات ہوتی۔ اس کے باوجود کئی کئی دن فاقہ ہوتا۔ جس دن کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ اس دن والدہ محترمہ فرماتیں۔ کہ آج اللہ کے ہاں ہمارا انتظام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کئی دن متواتر کھانا نصیب نہ ہوتا۔ تو دل میں خواہش ہوتی کہ کاش فاقہ ہو

اور والدہ خدا کے ہاں انتظام کا ذکر کریں۔

حضور بچپن سے ہی نہایت سنجیدہ اور متین تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی کبھی آوارہ بچوں سے نہیں کھیلے اور نہ ہو بھی کیسے جس ہستی کو اللہ تعالےٰ بلند کرنا چاہیں۔ وہ ہر جگہ ہی ممتاز رہتی ہے۔

حصولِ علم اور سچائی

جب آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو والدہ ماجدہ نے حصولِ علم کے لئے بغداد شریف روانہ کیا۔ اس زمانے میں راستے محفوظ نہیں ہوتے تھے۔ راستے میں چور اور ڈاکو گھات لگا کر بیٹھ جاتے۔ اور جب کوئی مسافر ادھر سے گزرتا۔ اس پر ڈاکہ ڈالتے اور لوٹ کر مار دیتے۔ اس وجہ سے لوگ قافلوں کی صورت میں سفر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ بھی بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب قافلے کا گزر ایک جنگل سے ہو رہا تھا تو ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا۔ جو تعداد میں اس قدر زیادہ تھے کہ انہوں نے تمام قافلے کو گرفتار کر کے لوٹنا شروع کر دیا۔ ہر ایک آدمی سے جو کچھ ملتا چھین کر سردار کے پاس لے جاتے۔

ایک ڈاکو حضرت کے پاس آیا اور پوچھا کہ میاں صاحبزادے تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں جب میں گھر سے چلنے لگا تھا تو والدہ نے میری واسکٹ کی استری میں چالیس اشرفیاں سی دی تھیں۔ اس ڈاکو کو یقین نہ آیا۔ اس نے تلاشی لی۔ تو واقعی آپ کے پاس سے چالیس اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ ڈاکو آپ سے بہت متاثر ہوا۔ اور اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ اور اس کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ بھی بہت حیران ہوا۔

سردار نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ جب تم کو معلوم ہے کہ ہم ڈاکو ہیں۔ اور سارا مال لوٹ لیتے ہیں۔ پھر ہمیں کیوں بتا دیا۔ کہ تمہارے پاس اشرفیاں موجود ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جب گھر سے میں چلنے لگا تھا۔ تو والدہ نے نصیحت کی تھی۔ کہ بیٹا! سچ بولنا۔" اب بتاؤ کہ والدہ کی نصیحت کو کیسے بھول جاتا۔ یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کا سردار رونے لگا۔ اور کہا کہ جب یہ لڑکا اپنی ماں کے احکام کا اس قدر خیال رکھتا ہے تو میں خدا کے احکام سے کیوں غافل ہوں چنانچہ اس ڈاکو نے آپ کے سامنے توبہ کی اور سارا لوٹ کا سامان قافلے والوں کو واپس کر دیا۔

یہ آپ کی زندگی میں اس قسم کا پہلا موقعہ تھا۔ کہ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس چھوٹی سی عمر میں ایک سنگین مجرم کو راہِ حق دکھائی

مجاہدات

جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے مجاہدات اور عبادات شروع کیں۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی زندگی کے ۲۵ سال جنگلوں میں اکیلے پھر کر گزارے ہیں۔ اور میرا یادِ حق کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا۔ اور سالہا سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی اور برسوں ایسا ہوا کہ رات کو رب کے حضور میں کھڑے کھڑے قرآن پاک ختم کیا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ دفعہ دفعہ میں نے ریاضت اور مجاہدہ کی عادت ڈالی۔ ایک سال تک مدائن کے کھنڈرات میں رہا۔ اور جو پھل وغیرہ

مل جاتا. صرف اس پر ہی زندگی بسر ہوتی، اور پھر کئی سال تک کرخ کے جنگلات اور ویرانوں میں پھرتا رہا۔ جنگلی کھجور میری خوراک تھی، اور صوف کا ایک جبّہ لباس ۔

حضرت شیخ عبداللہ بن ابو الفتح نہروی فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت کی خدمت میں چالیس سال رہا۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرتے۔ پہلے حصے میں نماز، دوسرے میں ذکر و اذکار، تیسرے میں تلاوت کلام پاک اور چوتھے حصے میں سجدے میں پڑے رہتے۔ اور نہایت عجز و انکساری کے ساتھ دعائیں مانگتے ۔

استغناء

ابو عبداللہ بن محمد بن خضر روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؒ کسی امیر اور دولت مند کو دیکھ کر تعظیم کے طور پر کھڑے نہ ہوتے۔ اور اس چیز کا ذکر آپ نے اپنے خطبات میں بھی فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی آپ نے سختی سے منع فرمایا ۔

مواعظ

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحبزادے عبدالوہاب فرماتے ہیں۔ کہ آپ ہفتے میں تین مرتبہ وعظ فرماتے۔ ایک مرتبہ خانقاہ شریف، ایک مرتبہ مدرسہ معمورہ میں اور ایک مرتبہ رباط میں۔ ان مجالس وعظ میں علماء فقہاء و مشائخ کا بڑا ہجوم رہتا تھا (موجودہ کتاب آپ کے ان مواعظ میں سے چالیس کا انتخاب کر کے شائع کیا جا رہا ہے) چنانچہ

چالیس سال تک آپ نے مواعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔ شائقین کا اس قدر ہجوم رہتا تھا۔ کہ جب مجلس کے اندر جگہ نہ رہتی۔ تو آپ کھلے میدان میں تشریف لے جاتے۔

اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ آپ کے وعظ میں بعض اوقات ہزاروں اشخاص شامل ہوئے۔ سننے والوں پر وہ وجد طاری ہوتا۔ کہ دم بخود رہتے آپ فرماتے تھے۔ کہ "میں تمہارے واعظوں کی طرح نہیں ہوں۔ بلکہ میں اپنے خدا تعالےٰ کے حکم سے بات کہتا ہوں۔ اور باطن کی توفیق میرے کلام کے ساتھ ہوتی ہیں"۔

فرمایا جب میں کلام کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کی تجلیاں اتر اتر کر نمودار ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ میری نظر ہمیشہ حقیقت پر رہتی ہے۔

سخاوت اور بخشش

آپ کے ہاں سے کوئی سائل محروم نہ رہتا تھا۔ سخاوت کی یہ حالت تھی کہ جو کوئی کچھ مانگتا اگر پاس ہوتا تو فوراً دے دیتے اور اگر نہ ہوتا۔ تو قرض لے کر بھی سائل کی تمنا پوری کرتے۔ غرضیکہ کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے

حضرت محبوب سبحانی فرماتے ہیں کہ ابتدا میں ایک مرتبہ مجھے بیس دن تک کھانے کو میسر نہ آیا۔ آخر میں ایوان کسریٰ کے کھنڈرات کی طرف گیا۔ کہ شاید کوئی پھل یا مباح چیز مل جائے۔ وہاں دیکھا۔ کہ ستر درویش تلاش رزق میں پھر رہے ہیں۔ اور ان کو بھی کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ جب میں واپس بغداد کی طرف آیا۔ تو ایک شخص ملا۔ اور اس نے بیس اشرفیاں مجھے دیں۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو بھیجی ہیں۔ میں نے خوشی

خوشی رہنے لیں۔ اور اگر ان ستر درویشوں میں تقسیم کر دیں ۰

آپ کے صاحبزادے جناب عبدالرزاق فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت غوث پاک کے ساتھ میں حج کو گیا۔ خدام ساتھ تھے۔ ایک شام آبادی کے قریب قیام ہوا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ جاؤ۔ اس بستی میں غریب اور مفلس تلاش کرو۔ معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت نادار ہے۔ آپ خود اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب بستی کے مشائخ اور دولت مندوں کو آپ کی آمد کا علم ہوا۔ تو انھوں نے آپ سے درخواست کی۔ کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لے چلیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آخر ان لوگوں نے نذرانے لانے شروع کئے وہ سب آپ نے مالک مکان کو دے دیئے۔ اور ان میں سے کچھ بھی نہ لیا اور خود آگے کو روانہ ہو گئے۔ اس طرح سے آپ کا منشا یہ تھا کہ آپ کو مال دار بنا دیں۔ چنانچہ آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔

سیرت و کردار

آپ بڑے خوش خو۔ فراخ دل۔ مہربان اور وعدہ ایفا کرنے والے تھے۔ آپ اپنے سے چھوٹوں پر دست شفقت رکھتے اور بڑوں کی عزت کرتے ۰

آپ کی مجالس میں پورا سکون اور اطمینان ہوتا تھا۔ اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔ آپ کی خدمت میں باہر سے آنے والے سب افکار بھول جاتے۔ اور آپ کی صحبت میں آ کر بہت آرام محسوس کرتے ۰

ایک بزرگ حضرت محبوب سبحانی کے سیرت کے متعلق لکھتے ہیں:-

آپ کے آنسو بہت جلدی آجاتے تھے۔ خوفِ خدا آپ میں بہت تھا۔ آپ کی دعائیں مقبول تھیں۔ برائی سے دور رہتے تھے۔ کلمۂ حق کے کہنے میں بے باک تھے۔ خدا کے معاملات کے علاوہ کسی سے ناراض نہ ہوتے تھے۔ سائل کو کبھی ٹالتے نہ تھے ؏

انس آپ کا مصاحب۔ سچ آپ کا معمول۔ فتح آپ کا سرمایہ۔ بردباری آپ کا جوہر۔ آدابِ شرع آپ کا ظاہر اور اوصافِ حقیقت آپ کے بھید تھے ؏

تصانیف

حضرت امام ربانی محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ ان میں سے فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین بہت ہی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے بہت سے اشعار و قصائد ہیں۔ جن میں سے قصیدہ غوثیہ بہت مشہور ہے۔ آپ کے مواعظِ حسنہ کا ایک مجموعہ آپ کے خلیفہ خاص حضرت عفیف الدین ابن مبارک نے جمع کیا۔ جو ساٹھ وعظوں پر مشتمل ہے جس کا نام فتح ربانی ہے۔ (زیرِ نظر کتاب ان مواعظ میں سے چالیس پر مشتمل ہے) ؏

وفات

۱۷ ربیع الاول ۵۶۱ھ کو ۹۱ سال کی عمر میں بغداد شریف میں وفات پائی۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ آپ کے مزار پر ایک عالیشان روضہ تعمیر کیا گیا۔ جو مرجعِ خلائق ہے ؏

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کے جنازہ میں اس قدر لوگ شامل ہوئے۔ کہ اہل خانہ نے حضور کو رات کے وقت دفن کیا ؂

وصیّت

آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہابؒ کا بیان ہے کہ بعض لوگوں نے آخری وقت کی وصیّت کی درخواست کی تو فرمایا :۔
علیک بتقوی اللہ وطاعتہ ولا تخف احداً ولا ترجہ ولا تثق باحد سوی اللہ عز وجل ولا تعتمد الا علی التوحید الذی علیہ اجماع الکل ط
ترجمہ تقویٰ اور طاعت الٰہی کو اپنے لئے لازم سمجھو۔ نہ کسی سے ڈرو اور نہ کسی غیر کی طرف جھکو۔ خدا کے بغیر کسی پر اعتماد نہ کرو۔ کیونکہ اسی توحید پر ہی سب کا اتفاق ہے ؂

شیخ المشائخ حضرت محی الدین قدس سرہ کا نسب

آپ کا اسم مبارک عبد القادرؒ اور کنیت ابو محمد ہے
آپ کے والد کا نام
موسیٰؒ اور کنیت ابو صالح ان کے والد
عبد اللہؒ جیلی ان کے والد یحییٰ زاہدؒ ان
کے والد محمدؒ ان کے والد کا نام داؤدؒ
ان کے والد کا نام
موسیٰؒ ان کے والد عبد اللہؒ ان کے
والد کا نام موسیٰؒ ان کے والد کا نام
عبد اللہ المحضؒ ان کے
والد کا نام
حسن مثنیٰؒ ان کے والد حسنؒ ان کے
والد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین

ارشادات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

اگرچہ یہ کتاب ساری کی ساری ارشادات حضرت امام ربانی پر مشتمل ہے۔ مگر پھر بھی ذیل میں ہم آپ کے چیدہ چیدہ ارشادات دے رہے ہیں۔ اُمید ہے قارئین کرام اس چیز کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھیں گے۔

عبادات

۱۔ عبادت عادت ترک کرنے کا نام ہے۔ نہ کہ عبادت کو عادت بنالینے کا

۲۔ خدا اور رسُول کی اطاعت کرو۔ بدعات سے بچو۔ صبر کو شیوہ بناؤ۔ تکلیف میں ناامید نہ ہو جایا کرو۔ خدا کے ذکر پر جمع ہو جاؤ۔

۳۔ پراگندہ نہ رہو۔ توبہ سے گناہوں کو دھوڈالو۔ اپنے مولےٰ کے علاوہ کسی کے دروازہ پر نہ جاؤ۔

۴۔ خدا کو چھوڑ کر جو دوسروں سے مانگتا ہے اس نے خدا کے رُتبہ اور درجہ کو نہیں پہچانا۔

۵۔ فرمایا مومن کی علامت یہ ہے کہ حلال روزی کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔ قسمت پر بھروسہ کرکے بیٹھتا ہے اگر تلاش میں کامیاب ہوا۔ تو روزی بھی اور ثواب تلاش بھی۔

۶۔ اللہ والے تو طاعتیں کرتے ہیں اور اس پر بھی اُن کے دل خوف زدہ رہتے ہیں۔ تم گناہ کرتے ہو۔ اور پھر بھی بے خوف ہو۔ یہی تو

صریح دھوکا کھانا ہے۔

۷۔ اپنے دل کو صرف خدا کے لئے خالی رکھ اور اعضاء کو بال بچوں کے لئے معاش میں مصروف رہ۔ کہ یہ بھی تعمیل حکم ہے،

۸۔ ایمان اصل اور اعمال فرع ہیں۔ لہٰذا ایمان میں شرک سے بچو۔ اور اعمال میں معصیت سے،

۹۔ تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے۔ اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے۔

۱۰۔ اے عمل کرنے والے اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کر ورنہ تیری یہ ساری محنت اور مشقت بے کار ہے۔

۱۱۔ اعمال خلوتوں میں ہوتے ہیں۔ نہ کہ جلوتوں میں بجز فرائض کے۔ کہ ان کا ظاہر ہونا ضروری ہے

۱۲۔ اطاعت خداوندی کو لازم کر۔ نہ کسی سے خوف کھا اور نہ کسی سے ڈر۔ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے۔

اخلاقیات

(۱) خالق کا مقرب وہی ہوتا ہے۔ جو مخلوق پر شفقت رکھتا ہے۔

(۲) عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور پھر یہ کہنا کہ مجھے ان کی طرف مطلق توجہ نہیں جھوٹ ہے۔

(۳) مخلوق کی محبت اس کی خیر خواہی کرنا ہے۔

(۴) میانہ روی نصف زندگی ہے۔ اور حسن اخلاق نصف دین۔

(۵) عرفانِ حق میں ایسا سرشار ہو کہ کسی کے ظلم اور رنج کا اثر محسوس نہ کرے

(۶) خدا اپنی تقدیر کا مختار ہے۔ کوئی اس میں دخل دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(۷) خالق کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے۔

(۸) قول بے عمل اور عمل بے اخلاص ناقابلِ قبول ہیں۔

(۹) عالم جب زاہد نہ ہو تو وہ اپنے زمانہ والوں پر عذاب ہے۔

شکر و رضا

۱۔ اگر صبر نہ ہو تو تنگ دستی یا بیماری وغیرہ ایک عذاب ہے اور اگر صبر ہو تو کرامت اور عزت ہے
۲۔ خدا کے سوا کسی سے توقع نہ رکھو۔ اور سوائے خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کرو۔
۳۔ وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتی ہے،
۴۔ شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خدا کا۔
۵۔ خودستائی اور کفرانِ نعمت قربِ حق کی ضد ہیں۔
۶۔ افلاس پر رضامندی بے حد ثواب کا موجب ہے۔
۷۔ رضائے خالق کے خواہشمند مخلوق کی اذیتوں پر صبر کر۔
۸۔ ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے حوالے کر۔ اس سے مانگ اور اسکے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر۔
۹۔ مومن اپنے اہل و عیال اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم و دینار پر۔
۱۰۔ صبر اختیار کر کیونکہ دنیا تمام تر ہی آفات و مصائب کا مجموعہ ہے۔